

مطالب الطالب

المعروف به

شرح آداب المریدین

تالیف

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہ العزیز

ترجمہ

سید شاہ قسیم الدین احمد الہی الفروری

ڈاکٹر مولانا محمد علی ارشد شرفی مدظلہ العالی

ترتیب و تقدیم

حضرت سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی

سجادہ نشین حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ

مکتبہ شرف، خانقاہ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری، بہار شریف، ناٹنڈا، بہار

شرح آداب المریدین

اردو ترجمہ

مطالعہ الطالب

المعرفہ

شرح آداب المریدین

تصنیف

حضرت خواجہ غلام الدین ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

شکوہ

سلطان الحنفیین حضرت مخدوم جہاں

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کجی منیری قدس اللہ اعزہ

مترجمین

حضرت سید شاہ تہیم الدین احمد شرفی انجی الفردوسی

ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی مدظلہ

ترقیب و تقدیم

حضرت سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی

سجادہ نشین حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ

ناشر

مکتبہ شرف، خانقاہ معظم حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری

بہار شریف، ناندا، بہار (انڈیا)

فہرست

47	فصل ۱- صوفیوں کے معتقدات میں
138	فصل ۲- فضیلت فقر میں
146	فصل ۳- فقر فقر تصوف ہے
153	فصل ۴- صوفی اور ملاتی کی تعریف میں
216	فصل ۵- فروع دین اور اس کے احکام کے بیان میں
249	فصل ۶- علم تصوف سے متعلق صوفیاء کے اقوال اور ان کے آداب کے بیان میں
266	فصل ۷- صوفیاء کے مذہبی احکام کے بیان میں
296	فصل ۸- صوفیوں کے اخلاق و خصائل کے بیان میں
319	فصل ۹- مقامات کے بیان میں

© مجملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

یہ کتاب بہار اردو کاوی، پینڈے کے بابی اتحادین سے شائع ہو رہی ہے

نام کتاب	: شرح آداب الہدیین
تصنیف	: حضرت خواجہ نصیر الدین ابونعیم سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
ملفوظات	: حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بن ابی نعیمی
مترجمین	: سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی انجمن القرووی مدظلہ
ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی انجمن القرووی مدظلہ	
ترجیب و نقد کنندہ	: جناب سید شاہ محمد سیف الدین فرودسی، زریب سجادہ خاندانہ معظم
ناشر	: مکتبہ شرف، خانقاہ معظم، بہار شریف، ناندرہ
اشاعت دوم	: ۲۰۱۱ء
صفحات	: ۴۸۸
کیوزنگ	: معجمی کیپیٹر، احمد مدیکٹ، دریا پور، لنگر ٹولی چورہ، پینڈہ-۳
طبعیت	: پاس بجلی کیشن پرائیویٹ لمیٹید، عسائی پور، دوشالی
تقدیر	: ۲۰۰۰
قیمت	: ۳۰۰ روپے

SHARAH AADABUL MUREEDEEN

By

Sultanul Muhaqqiqin Hazrat Makhdoom-e-Jahan
Shaikh Sharafuddin Ahmad Yahya Maneri

لئے کے پتے :

☆ مکتبہ شرف، خانقاہ معظم حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بنی نعیمی

بہار شریف، ناندرہ، بہار (انڈیا)

Mob. 9334813332, 9808720661 email: makhdoomnejahan@gmail.com

مقدمہ

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بخاری منیری البیہقی (۷۸۲ھ) کثیر التصانیف مصنف ہیں ان کی سب سے اہم کتاب ”مطالب الطالب“ بہ معروف شرح آداب المریدین جو خود شیخ شرف الدین ابو نجیب سہروردی قدس سرہ العزیز (۱۱۳۳ھ) کی مسرکتہ الآراء تصنیف، آداب المریدین کا حسین ترجمہ، تحقیق اور بہترین شرح ہے۔ اس کتاب کی ابتدا ۶۵ھ کے مابقیہ الاولیٰ اہل حق اہل حق اور یہ کتاب ۶۶ھ کے مابقیہ الحجیہ کی تاریخ کو کتابت سے آراستہ ہو کر پایہ تکمیل تک پہنچی گئی۔ اس کی کتابت کرنے کا شرف حضرت نے اپنے مرید قاضی اشرف بن رکن کو بخشا۔ اس کتاب کا غیر مکمل ترجمہ صرف سولہ باب تک ۱۳۸۶ھ میں خانقاہ معظمہ کے مکتوبہ شریف سے شائع ہوا جو چند بیعت کے ترجمہ جات جناب سید شاہ قسیم الدین شرنی علی فردوسی نے کیا تھا۔ پھر اسی غیر مکمل ترجمہ کی تکمیل ان کے ہونہار صابرا جزا سے جناب سید شاہ مولانا ذاکر علی ارشد صاحب فردوسی مدظلہ نے ۱۴۱۱ھ میں کی۔ یہ موصوف مترجم نے اپنی صحبت کی بسیار ترانی اور ضعف کے باوجود اس کے ترجمہ میں بڑا مجاہدہ شاقہ فرمایا، اللہ ان کی صحبت رفتہ کو واپس فرمائے اور زیادہ سے زیادہ کام ان سے لے آئیں ثم آمین۔

اس کتاب کے قارئین سے گزارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کمی یا غلطی دکھائی دے تو لطیف کے ناشر کے باخبر کرنے کی رحمت گوارہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ آمین اللہ!

الحمد للہ طالب الطالب بہ معروف، شرح آداب المریدین آپ کے ہاتھوں میں ہے جب آپ بغور مطالعہ کریں گے تو حضرت مخدوم جہاں کے کشف و کشف علم سے بھرپور

احوال کے بیان میں

329

اختلاف مسالک کے بیان میں

338

فضیلت علم سے متعلق صوفیائے کمال

347

صوفیاء کے آداب گفتگو کے بیان میں

353

ان آداب کے مابین میں جدا جدا اعمال میں پیش آتے ہیں

387

رعایت نفس اور اس کے آداب

418

رعایت نفس اور اس کے آداب

466

کرتے ہیں، جب وہ دھرم، شکر، مدح کے لغات کے فرق کو یکجہرا یکجہرا تحقیق سے بیان کرتے ہیں تو وہ زبردست لغوی نظر آتے ہیں، اس کے علاوہ فقہی اہم مسائل میں جب وہ اپنا فیصلہ ظاہر کرتے ہیں تو صرف منطقی ہی نہیں بلکہ قاضی القضاہ اور مجتہد معلوم ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ وہ علم شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے بحر کے شہسوار ہیں اس کتاب میں وہ تمام ارباب طریقت کو جدید معارف اور روشنی اور ایضاً ابوالکوت کا درس دے کر عاشقان الہی کی صف میں کھڑے ہونے اور دربار رسالت ﷺ کے وفادار غلام بنے رہنے کی نصیحتیں کرتے نظر آتے ہیں۔

ہم دعا گو ہیں بھائی احمد بدر شیبہ اردو، کریم علی کالج، جیشید پور کے اور بھائی شہاب احمدی (جمعی کبیڑ) کے اور اسی طرح ہم اپنے رفیق ذاکر محمد کفیل احمد کے لئے بھی دعا گو ہیں کہ ان کی اللہ حفاظت فرمائے کہ انہوں نے بھی اس محنت، خلوص اور عجز کے ساتھ پروف، ریٹنگ کی اور دوسری کتاب سے اس کتاب کے عربی متن کا وہ یہ وہ بڑی کے ساتھ سواز و معادلہ کر کے کتابت کی غلطیوں کی تصحیح کرنے کی الامکان کوشش کی۔

فقیر سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی عفی عنہ

سجادہ نشین حضرت مخدوم بہا

شیخ شرف الدین احمد عینی مریخی

خانقاہ معظم بہار شریف، ناندا، بہار (انڈیا)



استقارہ کا موقع ملے گا۔ سب سے اہم اور بڑی بات یہ ہے کہ آداب الہدیین کی مخدوم جہاں نے ایسی تفسیر فرمائی کہ محسوس ہوتا ہے کہ جو فتاویٰ حضرت مخدوم جہاں کی تحریر آداب الہدیین کے مصنف کے پاکیزہ خیال کی بہترین ترجمانی ہیں۔ وہ اگر خود شیخ ابو نجیب سہروردی کی زندگی میں اس کی شرح ہوتی اور ان کے مطالعہ سے گزرتی تو یقیناً فرط محبت سے اسے نامور معنوی اولاد کی پیشانی کو خضر درجہ ملنے۔ شرح آداب الہدیین علم کا ایک ایسا سمندر ہے جس کی موجوں میں کہیں علم قرآن کے نکات و لطائف ہیں تو کہیں اسرار رموز کی بلندیاں اور کہیں حدیث نبوی ﷺ کے علم و معرفت کی ایسی گہرائیاں ہیں جس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے۔

شرح آداب الہدیین کا جب ہم غائرانہ جائزہ لیتے ہیں کہ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم جہاں نے علوم لغویں کے سمندر کو مختصری کتاب میں سودیا ہے۔ چنانچہ وہ جب توحید کے اسرار بیان کرتے ہیں تو ایک زبردست موجد، عارف باللہ اور صاحب اسرار معلوم ہوتے ہیں، شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت کے تمام معاملات میں خانی اللہ اور اسوہ رسول اکرم ﷺ کے بحر یکراں میں ذوب کر عشق و عاشقی کے راز کے محرم دکھائی دیتے ہیں۔ قرآن کے فتاویٰ اور مشکل سے مشکل آیات کی ایسی تفسیر کرتے ہیں کہ بے مثال مفسر نظر آتے ہیں۔ احادیث رسول اکرم ﷺ کی تفسیر، تحقیق اور علم حدیث کے بہت سارے محدثانہ نکات بیان کرتے ہیں تو وہ ایک عظیم محدث اور مایہ ناز ماہر معلوم حدیث محسوس ہوتے ہیں۔ اپنے مضامین کے سوا سے موافق جب وہ عربی اشعار، عربی عبارات اور بزرگ صوفی ادیب کے کلام کو پیش کرتے ہیں یا خود کسی عبارت کی تفسیر عربی میں کرتے ہیں تو زبردست عربی کے معلم ہی نہیں بلکہ عربی ادیب نظر آتے ہیں، جب وہ ذات الہی کے حب، نفس، فہم، غم، مشق، شب کی شرح کرتے ہیں تو وہ منقطع قلبی سے بڑھ کر منقطع کا وقار پیدا

حضرت مخدوم الملکؒ کی تمام تصانیف کا مطالعہ کیا جائے تو وہ مستقل اسلام کی ایک

[illegible]

- پانچواں نمبر پر۔

اب ہم اپنی غفلت اور کوتاہی کی مثالوں کی طرح کر سکتے ہیں کہ حضرت مخدوم الملک کی جو تصانیف اب تک شائع ہو کر محض عام جامہ پہن گئی ہیں۔ ان کو شائع کریں۔ ورنہ کہیں وہ بھی بھوکھانق نہیں رہ کر دور دراز جائیں۔ اور اب جبکہ ہماری بول چال اور لکھنے پر پڑنے کی زبان بدلتی گئی ہے تو یہ بھی ضروری ہو گیا ہے کہ حضرت مخدوم الملک کی تصنیفات کے اور دور تو جہوں کی طبعیات و اشاعت کا بھی پورا اہتمام ہو۔ کچھ عام موجودہ نسل فانی زبان سے بالکل نااہل ہوتی جا رہی ہے۔

لیور اہتمام ہو۔ کیونکہ ہماری موجودہ سلسل فارسی زبان سے بالکل تابلہ ہوتی جا رہی ہے۔

[illegible]

صلاحیت و قابلیت رکھتے ہیں بلکہ وہ حضرت محمد الملک کی تعلیمات سے اچھی طرح واقف

لفظ

از سد صالح الدین عبدالرحمن صاحب دارالمصنفین اعظم کد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد مکی منیری قدس سرہ العزیز کے فیوض و

تعلیمات سے مستفہض ہوتے ہیں۔

ان کی تعلیمات کی اہمیت ہر زمانہ میں رہی۔ حضرت فہر الدین چراغ دہلیؒ نے فرمایا کہ سید محمد بن ابی بکرؓ نے اپنے مکتوبات کے ذریعہ ہم کو کمال کفر و صدامت سے روکا اور ان کی طرح آگے بڑھنے سے باز رکھا۔ (مناقب الاعاظم ص ۱۴۰)

ص ۱۴۰)

کے کنوئیاں کا ملاؤ فرماتے یہ خلوت میں بند ہو جائے اور کسی سے نہ ملے (مناقب الاعضا)

حضرت علام الدین بخاریؒ جہاں جہاں گشت ان کو اپنا سر تاج کہتے اور جب ان

حضرت شیخ احمد رومی ہندی یعنی حضرت محمد و الف علیہ نے ان کی بعض عارفانہ باتوں کو

اہم رہائی جلد سہم، کتب نمبر (۳۳)

امام ربانی جلد سوم، مکتوبات نمبر ۳۳۳)

ابوالفضل آئین اکبری میں رقم طراز ہے۔ ”و فرادواں تصنیف از یادگار ازاں میاں

کتابت شد در روز ۱۳۰۲/۱۲/۲۵

١٠٠

مولانا مجید الحسنی حضرت دہوئی کے ہیں۔

اور اقصایف عالی از جملہ لطیف و مستہد و لطیف ترین تصانیف او

است۔ بسیارے از ادب طریقت واسر الحقیقت آنجا اندراج یافتہ (اخبارالخیار ص ۱۰۹)

ضرورت ہے کہ ان کی ہر قسم کی ہمت، افروانی کر کے ان کو اس طرح کی علمی کامیابیوں میں مشغول اور سرگرم رکھا جائے۔ اگر وہ اپنی مظلوموں کے گمراہ حضرت مخدوم کی سزیدہ کتابوں کے اردو ترجمے اور ان کو سمجھا کر شائع نہ کر سکے تو نہ صرف یہ ایک انسانی علمی سانحہ ہوگا بلکہ ہماری موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے بڑی دری، علمی و عروقی بھی ہوگی۔

شرح آداب المریدین کی اہمیت اس کے پیش لفظ سے ظاہر ہوگی جس کے بعد کچھ اور کلمے کی چھان ضرورت نہیں۔ ناظرین کو اس کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوگا کہ اس میں کیا کچھ نہیں ہے۔ شخصیت الہی بھی ہے اور حب رسول بھی، ستمناں بھی اور ہمارا شریعت بھی، جلالِ کبریائی بھی اور جمالِ صلیغائی بھی، سوز و غمی بھی اور جذبہ عشق بھی، دعوتِ فکر بھی اور عزیمتِ زکری، حقوق نفس بھی اور حظوظ نفس بھی، غضبِ الہی کا خوف بھی اور عزتِ الہی کی انصارت بھی۔ پھر اندازِ ترکیب تو منظرانہ ہے، کہیں محو غائب، کہیں شکوہ منانہ اور کہیں تشبیہانہ ہے اور سب رنگوں میں ہم رنگ ہونے کے باوجود اس میں جو عارفانہ رنگ ہے، وہ اس کتاب کا نام ہے۔ جو کہیں اور نہیں پایا جاتا۔ اس لئے امید ہے کہ یہ کتاب اربابِ ذوق کے حلقہ میں دلچسپی اور غور سے پڑھی جائے گی۔

شاہ جہ الدین صاحب نے اس کتاب کا اردو ترجمہ جس محنت و لیاقت سے کیا ہے اس کے لئے وہ شکر یہ اور مہربانہ باد کے مستحق ہیں، امید ہے کہ وہ حضرت مخدوم الملک کی حریدہ کتابوں کے اردو ترجمے کر کے نہ صرف دنیاوی برکتوں کی سعادت حاصل کرتے رہیں گے بلکہ ان کے ذریعہ مسلمانوں میں قوی بھیجیت اور ایمانی ترادیت پیدا کر سکے اور حیا دین اور تقویہ یقین کی اشاعت میں معاون ہونے کی کوششوں کو جاری رکھیں گے۔

سیو صاحب الدین عبدالرشید

شریکِ عام، دارالاصفہین، شبلی اکیڈمی

اعظم گڑھ

۲۲ اگست ۱۹۷۲ء

ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی تحریروں کے ادانتاش بھی ہیں۔ ایسے اہل علم کی استعداد سے پورا فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ آگے چل کر حضرت مخدوم الملک کی تحریروں کے کچھ دالے نہ رہے تو ہر ایک بہت ہی قیمتی وراثت سے ہماری آئندہ نسلوں کو نکل کر ہم ہوجائیں گی۔

بزرگانِ چشت کی اکثر تصانیف نہ صرف چھپ کر شائع ہو چکی ہیں بلکہ ان کے اردو ترجمے بھی لوگوں کے ہاتھ پہنچ چکے ہیں۔ اسی طرح اور سلسلہ کے بزرگوں کی کتابیں اور ان کے ترجمے چھپ رہے ہیں ان کو دیکھ کر جہاں خوشی ہوتی ہے وہاں دل پر یہ چوٹ بھی لگتی ہے کہ ہمارے حضرت مخدوم الملک کی تصانیف اپنی نوعیت اور افادیت کے لحاظ سے ہر زمانہ میں قابلِ قدر سمجھی گئیں لیکن ابھی تک ان کی اور ان کے اردو ترجموں کی مطابقت کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہو سکا ہے۔ بات تو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت مخدوم الملک کے عقیدت مندوں کے حلقہ میں ایسا جنمو طاری ہو گیا ہے کہ اس کو حرکت میں لانا آسان نہیں، لیکن اس حلقہ کے جو اہل علم ہیں ان میں سلسلہ نشانی، ایسی برادری، لکھنوائی ہے کہ حضرت مخدوم الملک کی کتابیں اور ان کے ترجمے لوگوں کے ہاتھ تک نہ لگ سکیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ وہ اپنے حوصلوں کے مطابق اپنی علمی و ادبی کامیابی رکھیں۔ اگر سوسہ ہمارے چند کا خیر کرنے والے اصحابِ ثروت اس طرف توجہ کریں تو کم از کم صد ہوں کی کتابی کا دور دورہ بنانا کوئی بڑی بات نہیں۔

اس کتاب کے مترجم جناب شاہ جہ الدین صاحب ہیں۔ انہوں نے اپنی تمام محجوریوں اور دشواریوں کے باوجود شرح آداب المریدین سمجھا کر لوگوں تک پہنچایا جس کا شکر کا ثبوت ہے کہ وہ صاحبِ ثروت و عقیدت مندوں کی سرپرستی سے بے نیاز ہو کر حضرت مخدوم الملک کی تصانیف کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے بے چین و مضطرب ہیں اس سے پہلے وہ حضرت مخدوم الملک کی فوائد المریدین، مؤنس المریدین، اور اشرفی، ارشاد الی لکھیں، ارشاد الطالین کے بھی ترجمے کر چکے ہیں۔ ان ترجموں سے عوام و خواص جو فوائد حاصل کر رہے ہیں ان سے کسی کو انکار نہیں۔

جناب شاہ جہ الدین صاحب حضرت مخدوم الملک کی تحریروں کے بڑے ادانتاش ہیں

شرح آداب الہدیین کہی کبھی مکمل طبع ہو کر شائع نہ ہوئی جہاں کہیں بھی ہے قلمی ہے۔ میرے سامنے بھی مکمل قلمی نسخہ ہے۔ تاریخ اتمام کتاب ۱۳۳۷ھ بروز جمعہ ۱۳۳۲ھ میں پٹنہ کے مطبع النبی نے اس کتاب کی طبعیت کا اہتمام کیا تھا لیکن انھوں نے کتب ایک جلد میں کتاب کی چند فصلیں شائع ہوئیں۔ پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ یہ مصلوہ حصہ بھی میرے پیش نظر ہے۔ اس پر مولانا غلام یحییٰ بھاری کا حاشیہ بھی ہے۔ موصوف نے حاشیہ کا سوا دو کچا کرتے ہیں بڑی ہمت اور کاوش سے کام لیا ہے۔ انھوں نے کمال زبان و تندرستی کا یہ بھی شکار ہے۔

طبقہ صوفی اسلام کی معنوی قدروں کا حامل ہوتا ہے۔ اسی مطابقت سے اس کی کچھ راہنما روش ہے، کچھ مصطلحات ہیں، کچھ عادات ہیں، اور آداب ہیں، ان سب میں امت مسلمہ نبوی ﷺ کو مدعو کرنا کر اول درجہ دیتے ہیں۔ ایک اپنی جب تک اس کی تفصیل جان نہ لے اس طبقہ کے متعلق روئے قائم کرنے میں غلطی کرے گا۔ اسی طرح جو اس طبقہ کی غلامی میں شامل ہونا چاہتا ہے اسے بھی معلوم کرنا اور سمجھنا ہوگا کہ اس بات سے کس پابندی میں زندگی گزارنا ہے۔

انھیں ضرورتوں کی بنا پر خوب فیاض والدین ابو نجیب قدس سرہ نے کتاب آداب الہدیین کہی۔ کتاب میں سب سے پہلے مستقدرات صوفیایان لکھے۔ اس کے بعد فصل فصل کر کے تمام مسائل تصوف آگے ہیں۔

صوفی بننا تو بڑی بات ہے۔ صحیح اسلامی زندگی کیا ہے؟ اسے سمجھنے کے لئے میرا عقیدہ ہے کہ انہیں کتابوں کی ضرورت ہے۔

آداب الہدیین یعنی متن کتاب سلیس اور سادہ عبارت ہونے کے باوجود قراہب الفاظ، لطائف اشارات، اور فنی مصطلحات کی بناء پر ایسی ہے کہ استاد کمال کے سامنے بغیر زانوئے ادب تہہ کے کبھی نہیں جاسکتی۔ شرح میں مخدوم جہاں نے استاد مفتی کاظم افضیانی جاردی کیا ہے۔ اس طرح کہ متن کی عبارت کا قصولہ لکھ کر ایک حصہ لکھ لیا اس کے بعد کبھی تو پوری عبارت کا لفظی ترجمہ لکھا ہے اور اس کے بالا اور مابین کو سمجھا کر اگر ضرورت سمجھی ہے تو الفاظ عرب کی تحقیق کی ہے۔ اور کبھی نقل کی ہوئی عبارت کے ایک ایک حصہ کو اس طرح سمجھایا ہے۔

مقدمہ

الہدیین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰہِ هُوَ الْغَالِبُ وَالْمُغْنُوذُ. وَالصَّلٰوةُ عَلٰی رَسُوْلِہِ مُحَمَّدٍ هُوَ الْمَقْصُوذُ وَالْمُوْنُوذُ ؕ

کتاب ”مطالب الطالب“ آداب الہدیین کی شرح ہے۔ آداب الہدیین زبان عربی خوب فیاض والدین ابو نجیب سرور قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ مشہور ہے کہ خوب نے جب آداب الہدیین لکھی تو ان سے اس کتاب کی شرح لکھنے کی درخواست کی گئی ”اوشار ہوا۔ یہ خدمت میرے لڑکپن میں سے ایک اہتمام دے گا۔“ سبحان اللہ اولیاء اللہ کی نگاہیں مستقل ہمدرد کر لیں، کبھی اس کی کوئی بات والے والی ہو۔ اور فرزند ان معنوی کو بھی اپنے فرزندوں میں شامل کرتے ہیں۔ اولیہ کا سال ۱۳۶۷ھ میں ہوا اور اس کی شرح ۶۶-۶۷ھ میں خدو منا خدوم ہاں طبع شریف اہلکار والدین امیر مکی میری قدس سرہ نے مکمل کی جو خوب نے چھپنے دینے میں لہاس لڑنے سے عزم کیا ہے۔

کتاب مطالب الطالب کے جامع قاضی اشرف انہ کن ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ ”میں نے آداب الہدیین کا ایک نسخہ دیکھا جو میرے برادر طریقت علاؤ الدین کا بڑا حوا تھا انہوں نے میری مدد سے طریقت مخدوم جہاں سے پڑھ کر عبارت کی تصحیح کر دی تھی اور حاشیہ پر شیخ کے تائے ہوئے مفید معلوماتی نوٹوں کا اضافہ کر دیا تھا۔ مجھے یہ خدمت پرمنا آئی۔ دل چاہا کہ اسے نقل کر لوں پھر خیال ہوا شیخ کی اجازت کے بغیر کوئی کام کرنا جائز نہیں۔ اسی بنا پر بذات خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی کہ آداب الہدیین کی شرح مکمل کر کے عبارت قربانی جائے۔ عملیات دیرینہ کے مطابق عرضداشت کو شرف قبولیت حاصل ہوئی۔ اور پوری کتاب اہلکار لکھی گئی (۱۵۷۷ھ) سے اس کام کا اختتام ہوئی اور ۱۳۷۷ھ میں کتاب مکمل ہو گئی۔“

ہوئے چٹل کرتے ہیں۔ خدمتوں کی اور تصنیف میں بیہوشی ملتی۔

”ناتوا میں ہے“

مخدم جہاں لکھتے ہیں:

معلم درویش احمد مکی المصطفیٰ شریف، اللہ سے منافع کرے اس کے والدین کو اس کے اور ساتھیوں کو اور تمام نو مین اور موعنا کے و عرش حال رہا ہے کہ اس فقیر کے دوستوں (مریدوں) میں سے ایک دوست جن کا نام قاسمی اشرف ہے، اللہ تعالیٰ اس علم کے رکھنے والوں میں شرف فرمائے وہ اس کا صدقہ صوفیائے محبت رکھنے والے ہیں۔ اور صوفیاء کے عقائد پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ مجھ فقیر سے انتہا کی کہ ”تسلی علی علم سلوک میں لکھی جس کی محتاجی ہے اور دین کا طالب اس سے راہ راست پاتا ہے اور مطلوب تک پہنچاتا ہے۔ اس قدر ہیں کہ ان سب کو بڑھا بھی نہیں جاسکتا ہے اور دلکشا جاسکتا ہے۔ ان میں کی ہر ایک اپنے اپنے مریدوں اور معتقدوں کے لئے مشائخ نے (چونکہ وہ تمام لوگوں میں علوق پر زیادہ شفیق ہوتے ہیں) سریدوں کی فہم کے مطابق لکھی ہیں۔ لیکن لیغے ان میں سے بہت اوقاف واقع ہوئی ہیں۔ اگرچہ یہ حضرات اپنے مقام سے نزول فرما کر لکھتے ہیں، تحریر میں لائے ہیں۔ پھر بھی مبتدیوں کے لئے اس کے سنی اور الفاظ انتہائی مطلق اور ساقطی نہیں ہیں۔ اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے علم لغت اور صرف و نحو کی ضرورت پڑتی ہے اور ان علوم کو جب تک آدمی حاصل کرے عموماً کافی حصہ گزر جاتا ہے۔ پھر تحصیل علم کے بعد عمل کا معاملہ باقی رہ جاتا ہے۔

ان کتابوں میں خاص کر آداب الیرین جو کہ تصنیف شیخ المصطفیٰ شریف الطریقین، امام المتکلمین خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب محمد بن عبدالقادر سرور دکن کی ہے ”اللہ انہیں اپنے عقائد سے نوازے اور جنت کی نعم سے سکون عطا کرے“ اس کتاب میں خدمت شیخ نے آیات قرآنی، احادیث نبوی ﷺ سے دلائل لائے ہیں۔ اور محکم عمل کی کوشش کی ہے اور وہ مشائخ حلیف رضوان اللہ علیہم میں سے ہیں۔

قاسمی اشرف نے کہا میری آرزو ہے کہ میں اسے اس طرح بیٹا پڑھوں کہ دوران

واقف ہو گا اپنی صورت میں یا ہو گا یا خلاف واقع ہو گا اپنی صورت میں عمل خالص ہوگا۔

یہ دو مثالیں وہ ہیں جو ترجمہ میں آئی ہیں، اس کے علاوہ بھی مثالیں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ شرح آداب الیرین حضرت مخدم جہاں کی بڑی معجزہ کار تالیف ہے۔ اور مخدم نے بڑے ہی اختیار و اتمام سے اس میں کام لیا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ یہ کتاب خدمت مخدم میں با مشاطہ اسباق میں شامل تھی اور ابتداء اس کے شرح کی انہیں اسباق سے ہوئی ہے جس میں مخدم خود درس دیا کرتے تھے۔ مخدم جہاں کے بعد بھی کتاب کی اہمیت ہی تو ہے جس کی بنا پر تمام مشائخ اور خلفائے بڑے بڑے اپنے دروس اپنے خلفاء اور مترشین کو اس کتاب کا باقاعدہ درس دیتے رہے ہیں اور مطالعہ فرماتے رہے ہیں۔ سب سے اول اور مکمل القدر علیہ اور انہیں حضرت مخدم جہاں مولانا مظفر عثمانی قدس سرہ ہیں، ان کو اس کتاب سے اتنا حاصل تھا کہ علامہ محبوب مالے پر ایسا معلوم ہوتا ہے اپنی عدم مشغولیت کی شکایت مخدم جہاں کی خدمت میں لکھ لکھی ہے۔ اس پر مخدم جہاں اپنے اعزاء سے ان کی تسکین کرتے ہیں۔ چنانچہ انہیں اس وقت کے ملازم کلپ کر دیے گئے ہیں۔ ”اگر کوئی شہر یورپین زبان مطالعہ شرح آداب الیرین میں لگے گا وہ اس کا اور حسن العالی جلد دوم باب (۳۵) میں مرقوم ہے“ جس میں الدین طہارزی سافرا اور غلام رسیدہ بلوہ بزمین یوں شرف آداب الیرین خواندن آغاز کر رہے ہیں۔ در فصل ششیا رسیدہ ہیں۔ اس طرح بہت ہے۔

اور مخدم جہاں کے بعد بھی خاندان عظیم کے جملہ مشائخ کے ہر دور میں یہ کتاب درس میں رہی چنانچہ مخدم احمد درویشی قدس سرہ کے خلفاء مولانا القلوب کی مجلس اہل میں مرقوم ہے ”سید بھیکن پیلوا اشرف آداب الیرین میں میگندشت سبق تالیدین جار سید“ پھر مجلس (۴۵) میں ہے ”قاسم صوفی آداب الیرین میکندشت، سبق درین عمل رسیدہ بلوہ“

یعنی اس سے اس کتاب کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہ کہ شرح آداب الیرین کی تصنیف میں مخدم جہاں کو کیا اہتمام تھا اس پر خاتمرہ کی وہ تحریر بہت اہم ہے جس میں مخدم جہاں خود کو مصنف کتاب کی حیثیت سے اختیار کرتے

گے۔

الحمد للہ جو کچھ بھی ہوا مجھے اس کی اس نوعیت پر مسرت ہے کہ یہ اشارہ کی تکمیل تھی جو میرے آقا سیدی و مرشد کی جناب حضور سید شاہ سجاد صاحب رحمہ اللہ المسلمین اجلل بقاءہ جو وجود سجادہ خدمت جہاں کا مظاہر تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اگر اشارہ نہ ہوتا تو مجھ جیسے بے گم اور بے اہل بیت وجود سے اتنا غریبی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کام میں یہ خادم، ارباب علقہ، تصنیف، بیت الشرف، خانقاہ معظمہ کا بچہ و سرگزدار ہے کہ اپنی گمراہی اپنا تھاوان، اور اپنے ارشادات کے ذریعہ مجھ سے یہ کام لے لیا۔

مصورات حال یہ ہیں کہ کسی خادم نے آقا کی خدمت گزاری کی، بلکہ شکر گزاری

خادم کو ہے کہ خدمت کی نعمت غیر متزید اسے عطا کی گئی، اور خدمت لے لی گئی۔

والشکرو الحمد لله تعالیٰ علیٰ نعماءہ و نفعہ علیٰ رسولہ و اہل بیتہ و

اسعدہ و احسنہ و اولیٰہ اسعدہم

جادہ پش آستانہ

خادم حسین نوشہرہ دینی قدس سرہ

فیترتہ الدین احمد غفرلہ

الارضانی لایلاہ الاہری

بیت الشرف، خانقاہ معظمہ، بہار شریف (پنڈ)



عقیدت کی کلیاں ارادت کے پھول

یعنی

مختصر احوال حضرت خدو مع شیخ شرف الدین احمد مکی مینیری قدس سرہ

حضرت سلطان المصطفیٰ محمود جہاں شیخ شرف الدین احمد مکی مینیری قدس سرہ ۳۹

شعبان المعظم ۱۱۱۱ھ میں، مقام حیدر شریف آپ کی پیدائش ہوئی۔ تاریخ ولادت "شرف آئین"

ہے آپ کے جد امجد حضرت امام تاج فقیر قدس سرہ ہیں جن بزرگ نے یہ ارشاد حضور نبی کریم ﷺ

قدس علیہ سے ہندوستان شریف اکرمینہ کو فتح کیا تھا۔ حضرت خدمت نے بتعام سادگان کن

مضافات ڈھاکہ اکرام ملہم پشون میں واقف اسرار شریعت طریقت حضرت مولانا شرف الدین ابو

توابع مجاہدی سے تخر حاصل کیا۔ اس کے بعد اثنیس ۱۲۹۹ء میں در طلب نے آپ کو بے

آرام و سیر کر کر پابل پابل خانہ سے حقوق معاف کرے۔ فرزند ملہم حضرت خدمت کی الدین کو

والدہ ماجدہ کی خدمت میں بزرگ اور اجازت لے کر بھڑکی حاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ معلوم

نہیں اس سلسلے میں کہاں کہاں جانا پڑا۔ افاق خجراں دلی پہنچے۔ بڑے بڑے نامی دربار میں

حاضری دی مگر حاجت پوری نہ ہوئی آخر پانی پت کرنا لگے، وہاں سے بھی۔ نسل و مرام دائیں

آئے۔ خرابی قسمت پھر ولی لائی حضرت بھڑکی شیخ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ سے اہل خانہ میں

بیت طریقت بلکہ بیت حقیقت ہوئی۔ رہا سال لکھا کا کھلا ہوا خلافت نامہ وصیت نامہ

نور انعامیت ہوا۔

حسب بشارت و ارشاد شیخ چو لیس برس تک بیٹا اور راجگیر کے جنگلوں میں مشکوٰۃ

نبوت سے آپ کی تعلیم کلی اور دعائی ہوئی رہی۔ اس کے بعد وہ برس تک اسی خانقاہ معظمہ میں

مسیب ارشاد پر آپ کلواں روز رہے۔ اس اثنا میں رشتہ دار شاو سن و تدریس تعلیم و تعلیم حالیف و

تصنیف، مکتوبات و کتابت و معارف کا دیریا ہو جس مادہ اور لہر لیتا رہا۔

صاحب مناقب الامامین لکھتے ہیں کہ تو خیر خواہ اسرار علم حقیقت کے رموز اس

شریعت کا اتنا تقاضا ہے کہ آپ کے نزدیک ایسے نفس سے بڑھ کر کوئی شے دلیلِ تر خوار نہ تھی۔

شریعت کا اقبال ہے۔ آپ کے نزدیک اپنے نفس سے بڑھ کر کوئی شے اہم تر و خوار تر نہ تھی۔

اس قدر آپ میں فراخ حوصلگی تھی کہ اللہ کے موصوفہ یعنی نقی نہیں۔ دنیا اور دولت دنیا حقیقی اور نعمتی سمجھی کہ سب کی نظر میں بچے تھیں۔ فخر کشی کی حد یہاں تک پہنچی تھی کہ چار پانچ سالہ بچے کو شام تک شام تک مزاح سے کہے اور بار بار کہے کہ کچھ کوئی ضروری کی کی مطلق

آپ سے فرصت ہو کر دیکھیں گے۔

برکات اس مشرک کمالِ شجرت سے فتح کئے۔ ان سرطوں کے جوہرِ جازِ ملی اور سیدِ عالمین و
 رافع ہو گیا۔ پھر اس قدر گروہِ جودہ کے سزا و سزا یافتہ آپ سے حاصل کی اور بے انتہائش و
 نہیں رہی ہے۔ یہ معاملہ دیکھ کر وہ حقہ کھل گیا اور وہ مشکل حل ہو گئی۔ دل میں جو خدشہ تھا وہ بھی
 اٹک گیا۔ آپ کی خدمت میں رہے خیال کرتے ہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ حاجتِ بشری آپ میں اعلیٰ
 کچھ بنوں آپ میں اشراف کھیں تو ممکن ہے کہ یہ رازِ مختلف ہو جائے، چنانچہ سیدِ عالمین چو
 عالمین نے سوال کیا کہ سماک کی رسانی، قاصصہ تک ہو سکتی ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا
 سیر و سیاحت کرتے ہوئے آپ تک پہنچے شرف زیارت سے مشرف ہوئے۔ عموماً اکثر کہہ سید
 حاجت نہ پڑی جسی زندگی میں آپ اس سیاحت شائق میں گرم تھے سیدِ عالمین سیلِ برفانی

پھر یہی تحریر فرماتے ہیں کہ چنگام ریاضت ایسا بھی ہوتا تھا کہ عیسائیوں میں روزِ نک آپ کی دوح مبارک کو معراجِ ہوا کی اور چشمِ شریفِ محض جسے درِ حرکتِ پادِ رہتا۔ چنانچہ ایک دفعہ انھوں نے جب اس طور پر آپ کو دیکھا تو سوچے کہ اس جہان سے تشریف لے گئے۔ آخر آپ کو اس مقام سے جب نزول ہوا تو چھٹا سا عجز و کسل آپ نے صُفِ بیری خیمو کی مہمِ رت کی۔

آپ کا سال ۱۹۷۲ء میں بہ مقام خاقانہ عالم پناہ ہوا۔ تاریخی وقت ”بے شرف“ ہے
مزید الزام یہاں شریف محمد بڑی اور گاہ میں واقع ہے اور مرجع خلائق ہے۔

الحی بوسیلہ وقت پاک حضرت محمد و ہم جہان میرے اس تقریر ترجمہ کو صرف قبولیت عطا فرما

پہنچنا تھا۔

بزرگوں کے کلام کے بعد مہستان میں کوئی بڑھتا بھی نہ تھا اور کاشفاور کے پوتہ قاضی کو اس کی تہہ کوئیں

فرخ الدین عراقی مونا نا جمال الدین رومی، ان کی وضاحت ہے آپ نے فرمائی۔ آپ کے کئے ان

یعنی امام احمد غزالی جو غزالی دہلیان، اقتصاد مدائن، محلی الدین ابن عربی، دھرم پور، عید الدین، طار شیخ

مہستان میں پیدا آپ کے بیان نے ظاہر کئے۔ مؤرخان کبر کچھ زمانہ حقیقت کے کلام

[illegible][illegible]

حضرت شاہ عزیز اللہ عابدی کی روحی وحدت علیہ رحمہما شاہجہاںی میں تشریف رکھتے تھے جاتیں اور منشی نیز الفاظ میں حضرت عبداللہ شہاقد سہروردی نے بیان فرمایا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ہم پر ایک حالت میں عالم اکشاف کلاس معراج بھی روحی نظم تک رسائی ہوئی۔ سابق سلطان انارکلیہ مدبر تھا۔ اور حضرت محمد شفیع شرف الدین کا لقب سلطان کھجوریں درج لوح

ہے اور نہ نجی مسئلہ کو)۔

حضرت شیخ ابوالخیر شہاب الدین سہروردی جو آپ کے معزز خلیفہ اور کچھ بھائی ہیں رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن کثیر سے سنا کہ حضرت شیخ ابراہیم کے بار میں تقریباً چالیس سال پہلے تھے ایک بکری پوست کشیدہ تھا یہ ایک مکان میں لٹک رہی تھی آپ رک گئے تو صاحب سے فرمایا کہ یہ بکری کھانسی سے مر رہی ہے کہ میں نے چھینٹیں مول مراد ہوں اپنی موت مری ہوئی یہ کہیں کہ صاحب کا پیہ گیا اور فوٹا نہ ہو کر گر کر اس نے قوم ہوئی۔

ایک مرتبہ آپ اجداد کے بل سے گذر رہے تھے دیکھا کہ ایک شخص بار بار روئی کے

ایک دن آپ کو کرف کے ایک حملہ سے گزروں، ایک کان سے نذر بادوں کے خدو نقل کی آوازیں آ رہی تھیں اور شراب کی دلوں سے دماغ ٹھٹھ رہے تھے آپ نے آپس مکان کی دلائیر پر دو دروازے کھول دیے۔ آپ نے مکان کے تمام شراب پانی پانی گئی، جتنے شرابی تھے سب کے سب شراب خانہ سے باہر آئے اور میز پر کھیلے ہوئے گئے۔

ایک دفعہ حضرت کے پاس تین بھائی اور تین بھائی کے آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے آپ کی سزا اسلام کو مہربان دین جاسا ہے بھائیوں سے مرث کیا۔

جب دستور خان چٹا لگا، حضرت نے اسیروں کو ایک صف میں، ٹھٹھا اور خردان کے دو میان بٹھ کر ایک وقت ایک اسیر نے کھانے کے خورچے قیدیوں کے سردار پر کھرا کر آپ کی خدمت میں بھیجے

[illegible]

اے مہرِ بین اور مظلانی لہریں خست طوطاں لہریں ہے۔ سرفشل فردویاں ہمسور و دیوایاں
 صراطِ علیؑ اللہ علیہ السلام اللہ علیہ السلام ہر سوزنی خواہ مخواہ اللہ علیہ السلام کہیں کئی اور بعض عداوت کے سطاقت
 و محبت و دواہاں کبیر مسمیٰ حضرت ملا علی قاریؒ شیخ اسماعیل قیصریؒ خیرہ و اکابر کا حکام کی حامی کافی ہے۔
 ذکر ہے کہ ایک دولت آپ حرمِ مشغول تھیں شیخ الشیخ کو حجرہ کے دورہ پر قہماں
 مقرر نہ پایا تھا کہ اندر کوئی نہ آئے۔ جناب خسرو ملا ہاں تشریف لے آئے کہ اندر جاؤ کہہ دو کہ خسرو
 ملاقات کر آئے ہیں۔ گلے عرش کیا، آپ نے اشارہ سے منع فرمایا، شیخ پلٹ آئے لیکن غیبتِ خسرو
 سے کچھ نہ کہہ سکے۔ جناب خسرو نے کہا چھاپہ ہم آئیں گے۔ پھر جب آپ حجرہ سے فارغ ہو کر
 باہر تشریف لے تو شیخ شہاب الدین کی گوشہ دہلی اور فرمایا بات سمجھ کر نہیں آتی حضور تو پھر
 ملاقات ہو رہے گی، لیکن وقتِ غامض جو محبوب حق نے عطا فرمایا یہ پھر کوساں ملے گا۔ سبحان اللہ
 حضور ﷺ کے غلاموں کو ان کی بیروی میں ان کے تشبہ سے متاثر نہ کہہ رہا زبانِ حال سے اعلان
 کرتے ہیں لہٰذا وقتِ لا یستعینی فیہ ملک مقرب ولا نبی منزل (مجھے اللہ کی

ترجمہ و بیجا چہ کما سب بند

ﷺ

تمام مشقات کما الی اللہ کے لئے ہے جس نے مشائخ کو مخلوق کی ہدایت کا سبب بنایا اور ان کو توفیق دی سر یہاں کے تعلقات کو قطع کرنے کی تلقین اور تشریف کے ذریعہ۔ اور اس نے منور کیے اپنے معرفت کے نور سے مشائخ کے قلوب کو، اور ان کے اسرار کو حیرن کیا اپنے محبت کے جذبات سے۔

پاک ہے اس پروردگار کی ذات جس نے اپنے ولیوں کو معرفت کے اعلیٰ درجوں تک پہنچنے کی شرافت بخشی۔ اور اپنی محبت رکھنے والوں کو اپنے حکم پہنچنے کے راستوں کی معرفت بخشی، اپنی پہلی ہوئی عطیات کے ذریعہ۔ اپنی محبت رکھنے والوں کے درجوں کو دنیا میں نام فرمایا اور عقبتی میں ان کے مقامات کو عیاں فرمایا۔ جادہ شریعت پر قائم کیا، اور جلالہ طریقت پر مدامت بخشی۔ لذت و شہوات سے ان کے نفسوں کو ظاہر کر دیا۔ دنیا اور جنوں کی جانب میلان سے ان کے قلوب کو خالی کیا۔

پاک ہے اس پروردگار کی ذات جس نے معرفت کے اعلیٰ درجوں پر پہنچا کر اپنے ولیوں کو شرافت بخشی اور اپنی محبت رکھنے والوں کو اپنے حکم پہنچنے کی راہ کی معرفت بخشی، اپنی پہلی ہوئی عطیات کے واسطے سے اور ان سکھوں کو انبیاء کی ریختوں سے حیرن کیا، ان سکھوں کو توحید کا لباس دیا، مختلف اطوار سے لوگوں کی نظر روں سے چھپا دیا۔ ان کے قلوب کو اپنے شوق کی آگ سے گرم کیا۔ اپنے ذوقی اور اپنے رویت کے وعدے سے گرم کیا۔

پاک ہے اس پروردگار کی ذات جس نے اپنے اولیاء کو معرفت کے اعلیٰ درجوں پر پہنچا کر اپنے جانب پہنچنے کی راہ کی معرفت اپنی پہلی ہوئی عطیات کے ذریعہ اپنے دوستوں کو دی۔ انہیں بس معرفت بخشی ان کی نظر میں آجائے۔ انہیں بصیرت کی مسابقت عطا کی تاکہ وہ مخلوق

لحائے میں مشغول ہو گئے اور یہ حدیث شریف تلاوت فرمائی اَنِّیْ مِنْ رَّاہِیِ التَّوَّابِیْعِ اَنِّیْ یُبَدِّلُ بِالسَّلَامِ عَلٰی سَمْنِ لَفَیْقَتِیْ وَتُوَدُّ عَلٰی مَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ وَ اَنِّیْ تُوَضَّعُ بِاللَّوْنِ مِنْ التَّخْلِیْسِ وَ اَنِّیْ لَا تُجِبُّ الْعِلَاحَ وَالْقَرْبَیَّةَ وَالْبَیْرَ۔ (تو اسے یہ کہ جس سے سلام میں کہاں کر، جو بھی سلام کرے اس کا جواب دہو، جس میں خفیف تر لوگوں کی تکہ پیشے پر راضی ہو جاؤ، اپنی تعریف اور خوبیوں کا کیا ناپسند کر)

بارہویں، عبادی الآخروں سے جمعہ کے دن گزار کر سچے شب کو رفق اعلیٰ کی تہا کے لئے اس جہاں سے تشریف لے گئے۔ اور بغداد میں دجلہ کے کنارے آرام فرمائیں۔

اپنی یوسلہ وقت پاک حضرت خواجہ یحیٰ خان خواجہ منیا والدین ابو نجیب سہروردی قدس سرہا جمعہ صبح ان سہرے اس ترغے کی خدمت کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے منہ اور مقبول ناس و نام نہا اور اس ماحبی کو بخش دے، کرمت ﷺ النبی والاولادہ الامجاد۔

زور دے کر بھی شفقت شیخ سے محرم نہ رکھے۔ اپنے لطف کے خزانہ کے موتیوں سے تجھے حصہ دار بنائے۔

ایک روز میری نظر ادب الہدیہ میں کے ایک نکتہ پر پڑی جو صحیح کردہ تھا اور حقیقی حقائق سے بھرپور تھا۔ ایسے دواؤں جو مشقت کی جانب لے جانے والے تھے ان کے لئے جہاد میں عمل رہے ہیں اور ان کے لئے بھی نیک نیتی نہیں چلے ہیں۔ یہ دواؤں جو میرے بھائی زادہ سب میں زیادہ زہر رکھنے والے نے اسے پڑھا تھا۔ صیبا ان کا نام ہے اللہ انہیں زہری رکھے۔ میں جب اس کے معنی معلوم ہوئے اور مجھے اس کے بیان کے محتات کی واقفیت ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ اس میں کاغذوں پر محبت جو کچھ ہے کھلوں تاکہ ہر چھوٹے اور بڑے کے لئے مفید ہو۔ اس اثنا میں میرے دل میں یہ کھٹک ہوئی کہ جو چیز ہے مجھ سے رخصت نہیں ہے اور جو غلام ہے اسے باز نہیں ہے کہ کوئی کام بھی محض اپنی رائے سے کرے، یا کوئی بات اپنے نفس کی خواہش سے بولے۔ ہاں کچھ اجازت لے لے پوری طرح اپنے شیخ سے اس چیز کے متعلق جس کا ارادہ رکھتا ہے، یہاں لئے کر شیخ اپنے قوم میں وہ شخصیت رکھتا ہے جو نبی کی اپنی امت میں ہے۔ اس کے بعد میں خود سے چل کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے میری طرف دیکھا میں نے شیخ کی جانب میں اپنی عمومی پیشگی اور سوال کیا۔ اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے گونڈا رش کی کاس کتاب پر مزہ خوب حاشیہ کا اضافہ کیا جائے، اور علم طلبہ کی باریکیوں کا غلام کیا جائے۔

میں نے جو سوال کیا حضرت شیخ نے اسے اپنے فضل سے منظور کیا، میں نے جب کہ اسے اپنے کم سے قبول کیا۔ کتاب کی ابتدا یوں ہوئی ہے پہلے عقلی ترجمہ لکھ دیا گیا اس کے بعد دوسرے معنوی فائدہ سے اور تشریحات پیش کی گئیں۔ اور یہ سب کچھ خود لکھ دیا گیا اس میں کسی غیر کی امانت نہ لی گئی اول سے آخر تک املا کی یہی کیفیت رہی۔ ایک ایک کلمہ ایک ایک سطر تمام صفحات، یکے بعد دیگرے اور اوراق، ایک جہز کے بعد دوسرا جہز اور ان سکھوں میں سانس اور کاغذ کے جہز کا خیال رکھا گیا۔ اپنے منور قلب کے اونچے مقام سے نہیں بلکہ نزول فرماتے ہوئے یہ مشغولیت مختلف اوقات میں رہی۔ دینی معنوں کے بیان کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی تو ہر روز املا کا

میں فکر کر سکیں اللہ تعالیٰ کے ان دوستوں نے عالمین کے لئے وصول الی اللہ کے آداب بتائے، اور سلوک کے حق صدور مطالب جو کچھ ہیں ظاہر کئے۔

پاک ہے اس اللہ کی ذات جس نے اپنے ولیوں کو معرفت کے اعلیٰ درجہ تک پہنچایا اور اپنے جانب کھینچنے کی راہ اپنی پھلی ہوئی عطیات کے ذریعہ روشن معلوم کر دیا۔

اللہ کے رسول پر صلوٰۃ ہو جب تک زمین قائم رہے اور اونچے آسمان، جب تک اعلیٰ جہت افروزی کی نعمت رہے اور صلوٰۃ ہو رسول کی آس کرام پر اور ان کے اصحاب پر جو بہت ہی عظیم بھائیوں والے تھے اور ان پر جو زمانہ میں مفرد ہیں۔ امن دلمان کے سبب ہیں، وہ جو حق کے استاد ہیں مشیتوں کو ظاہر کرنے والے ہیں، وہ جو دین کے عالموں کے لئے علم سلوک والے ہیں، مطہر قلب کی مشیتوں کو ظاہر کرنے والے ہیں، دامن دنیا میں، امر اور مہلک کی مشغولیتوں میں بھیت کے اصول قوانین کو ظاہر کرنے والے ہیں، دامن دنیا میں، امر اور مہلک کی مشغولیتوں میں بھیت والے ہیں۔ وہ اولاد گرامی جو تمام لوگوں میں دینی معاملات میں فضیلت رکھتے والے ہیں۔ ہادی خدوئوں سے لوگوں کو اپنے انعام و اکرام کے ذریعہ نجات دینے والے ہیں۔ ہاں وہ اساتذہ کی تیرہ اسلم ہے، شیخ متعلق ہیں، صاحب مقامات ہیں، احوال عالیہ رکھتے ہیں، فضائل عالیہ کی نگاہ رکھنے والے ہیں۔ ادب الہدیہ میں صاحب اوصاف، اصحاب حقیقت میں برہا ہیں، اعلیٰ حق و یقین کے مقتدا ہیں۔

وہی ذات گرامی جو دین و ملت کے شرف ہیں شرف الدین احمد ان نبی مینری اللہ ان کی ہاتھ کھول دے کہ مسلمانوں کو یہ متاع سعادت کرے۔ پیشہ رکھے اللہ تمام مومنین کے لئے ان کی زیارت کی نعمت۔ اللہ رحم کرے ان تمام لوگوں پر جو میری ان دعویٰ میں آئیں کہیں اور اللہ انہیں صاف کرے اپنے نبی اور ان کے جمع آل کی حرمت کے واسطہ سے۔

محمد و نعت کے بعد یہ بندہ اللہ کی ذات نبی کی رحمتوں سے امید رکھتے ہوئے عرض کرتا ہے۔ یہ بندہ محمد ان کی محبت کی بجائے پکارا جاتا ہے اشرف انہیں رکھنے کے نام سے اور جو اس کتاب کا لکھنے والا ہے جس کا کام مطالب طالب ہے۔ اللہ مجھے باطلی امراض اور عانتوں سے شفا بخشے اور

قولہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر نام نہادوں میں اس کا معنی اس طرح مذکور ہے کہ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو رحمت سے موصوف ہے۔ تمام ذکر و عمل میں سب سے بڑا ذکر جو تم کا بیان کیا گیا ہے وہ یہی ہے۔ یہاں لے کر پیغمبر ﷺ نے فرما دیا ہے اور تعین فرمادی ہے کہ شُکُلُ اَنْفِ ذٰی بَالٍ لِّہُمْ تِلْکَ اَیَّامُ النَّبِیِّمْ اَللّٰہُ فَہُوَ اَکْثَرُ ہر وہ کام جو لائق قدر کے ہے اگر اس کے شروع میں ہم اللہ نہ کہہ جائے تو وہ کام ناقص اور لاخود رہتا ہے۔ تمام کاموں ہ سر انجام ہونا اور مبارک ہوتا اس کے ذکر سے وابستہ ہے۔

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا کہ کَلِمَةُ بِسْمِ اللّٰهِ فَاِنَّہُ لِلذَّکْوٰی، مُسَهِّلَةٌ لِلْعُسُوْرِ، مُخَيِّئَةٌ لِلْخَيْرِ، لِمَا فِی السَّجْدَةِ، اَنْتَ اَنْتَ یَوْمَ النُّشُوْرِ۔ یعنی کلمہ بسم اللہ تمام تاریک راتیں دھاتی و غماغم کا کھولنے والا، تمام مشکلات کا آسان کرنے والا، تمام دشواریوں کو آسکوں اور اوفت ہے، قیامت کے دن امان ہے۔ بسم اللہ لکھنے کی تریب امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے ہدایت نامہ میں ایسے مذکور ہے کہ بِاَعْلٰی رَیْقِی السَّکَاوَاتِ وَخَوِیْفِ الْقَلَمِ، وَانْصَبَ الْبَاءُ وَفَوْقِ السِّیْنِ وَخَسْبِی اللّٰہُ وَتَدِی الرَّحْمٰنُ وَلَا تُغَوِّرِ الْعِیْنُ وَتَجَوِّدِ الرَّحِیْمُ

یعنی اے علی جب بسم اللہ لکھنا چاہو تو رواں کرو دادات کو اور ظلم میں خدا کو پیڑھا کرو اور نصب کرو۔ ب۔ کو یعنی حرف ب۔ کو کبریا جس الف کے کھڑ اور سین کو متروقی لکھو یعنی سین کے

ب۔ آداب امر ہے کہ سلسلہ جاری رہتا رہی ایسا بھی ہوتا کہ کھینچوں خالی چائے مخلوق کے اثر و نام کی وجہ سے یا حق کی مشغولیت کی بنا پر اس کام کی ابتدا جمعہ کے روز یا شراق کے وقت، ربیع الاول کے پہنچنے میں، پہلے عصر کے بعد دھلائے، جبری میں ہوئی اور اس تا در کتاب کی کتابت سے اللہ کی مدد سے وہ ذرات جو صاحب عطا و مالک کل ہے مشکل کے دن اول وقت، وہ ذی الحجی اکسوس میں تاریخ لاٹھے جبری میں فراغت ہوئی۔

(معرفت قاضی اشرف کا تب کتاب پند)



کہتے ہیں کہ فلاں رحم ہے خود خداوند عزوجل نے پیغامبر ﷺ کی صفت میں فرمایا ہے۔ بالموہبین
 رؤف ورحیم۔ رحمن کا معنی دوسرے طریقے پر یوں بیان کیا کہ بے کس خلق دنیا پر درازی دینے میں
 رحمت کرنے والا ہے اور رحیم کا معنی ایسے بیان کیا کہ بے کس مومنوں پر خاص رحمت فرمانے والا ہے
 معنی کے معاملے میں بخشناس اور بخشنا کے ذریعہ یہ بھی بیان کیا کہ بے کس پورے قرآن میں جہاں
 جہاں رحمت فرمانے اور درازی دینے کا بیان ہے کلمہ رحمن کے معنی کے تحت میں ہے اور پورے
 قرآن میں جہاں بھی مغفرت اور خفیت کا ذکر و بیان ہے وہ سب کا سب کلمہ رحیم کے معنی کے تحت
 میں ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے رحمن کا معنی یہ ہے کہ بندوں کو روزی دینے کا وعدہ کے خلاف
 نہیں کرتا اور رحیم کے معنی وہ ہیں کہ بندوں کو ان کی عاقبت سے کم کا حکم دیا اور ان کو موت ان کی
 حادث سے زیادہ دلی اسی کو مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے ینفون اللہ سبقت رحمت کی تاخیر
 غصصی اللہ کہتا ہے میرے غضب پر میری رحمت سبقت لے گئی ہے۔ اور یہ بوقت رحمت کی تاخیر
 کی طرف اونٹنے کی دھنیں رحمت پر کیونکہ رحمت خداوند عزوجل کی صفت ہے اور اس کے صفات کو
 کسی بیخیت سے بھی تقدیم تاخر نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ رحمن اور رحیم کلمہ رحیم میں فرق نہیں
 ہے رحمن رحیم کے معنی میں ہے اور رحیم رحمن کے معنی میں لیں عربوں کی عادت ہے کہ فصاحت
 کے خیال سے ایک معنی کے لئے دو لفظ لاتے ہیں اور قرآن کا نزول عربوں کی لغت میں ہوا ہے
 جیسے استعمال کرنے کی ان کی عادت ہے۔

مفسرین رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "قرآن کی ایک
 آیت ہے اَنبِیَیْہِ الْفَضْلِ بَیِّنِ السُّوَرِ وَصَوْتِہِ کے درمیان فصل کرنے کے لئے نازل ہوئی۔

قولہ: اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَبِیْنِ الْفَضْلِ عَلٰی رُسُوْلِہٖ فَخَعِدْہٗ وَاٰلِہٖ
 اٰجَمِیْنِ ع

تمام حمد و ثناء اللہ کے لئے ہے جو جہاں کا پروردگار ہے اور رضا کی رحمت اس کے پیغامبر

دعا نے علیہ السلام کو اور نہایت عمدگی سے کلمہ اللہ کو اور کلمہ رحمن کو کھینچ کر لکھو یعنی وہ تمام
 حروف جو کلمہ رحمن میں ہیں ان کو کشش کے ساتھ لکھو اور حکم کی بندہ نہ کر یعنی قسم کے خج کا حصہ خالی
 رکھ دیجیسے خالی خط لکھتے ہوا کہ رحیم کی بندہ نہ کر یعنی کلمہ رحیم کھینچا گا نہ لکھو ایسے کہ درمیان کلمہ رحمن
 اور رحیم کے کچھ سفید حصہ رہے۔

کلمہ اللہ کی تحقیق اور تفسیر یوں ہے کہ بعض لوگ اس کلمہ کے مشتق کرنے میں مشغول
 ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا اشتقاق اللہ یا لہ

سے ہے یعنی فرغ کہتے ہیں کہ اللہ الرحمن یل نوع والیہ اور بعض کا قول ہے کہ ولہ
 بزوکہ سے مشتق ہے یہ بھی فذغ والیہ کے معنی میں فرغ والیہ معنی اس کا پانچا دا صحت صاف اس سے۔
 ایسے کہا کہ کہ لوگوں کا خداوند عزوجل سے جس کا نام اللہ یا ہے بہت زیادہ پناؤ و خوف صاف۔

اور بعض کہتے ہیں کہ والیہ لہ سے مشتق ہے تحریر کے معنی میں ینفعل اللہ الرحمن اذا
 لاحسن نسیم النوب ہدالک لانی الطول تنصوب لانی اداک کثیرہ قدوبہ وقل ہو مشفق
 وقل لا ہلوا ادا استعجب کثما قال ضایعہ لا فہ زہی عن الخلاقی کلوآ۔ (۱۱۱) اصل کہا جاتا
 ہے جب آدمی حیرت میں ہوتا ہے وہ سب کا نام اس لئے لکھا گیا کہ عزوجل اس کی بندہ اور قدرت کی
 اور اک سے تحریر ہے ہیں اور ایسے لکھا گیا ہے کہ لا فہ یلوا سے مشتق ہے جب کہ کوئی جانب میں

آجائے جیسے اگر شاعر کا قول ہے عجب میں آگیا میرا رب کلو کلمات سے۔

امام ظہل اسرار کا نقل تفسیر کی رائے یہ ہے کہ یہ نام مشتق نہیں ہے اور یہی قول محمد
 حسن رحمت اللہ علیہ کا ہے۔

لیکن الرحمن الرحیم کی تفسیر میں بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ دو نام مشتق ہیں
 صفت سے مگر رحمن کا معنی رحم کے معنی سے زیادہ لطیف ہے کیونکہ تاہم رحمن خدا کے ماسک اور کے
 لئے یوں نہیں چاہئے۔ یہ نہ کہیں کہ فلاں رحمن ہے پھر نام، ہم مخلوق کے لئے یوں ارد ہے جیسے کہ

میں رسول کا نام لے کر غمی بنالے لیکن ایسا جو کرتے ہیں کہ غمی کے علاوہ اہل بیت پر منہ رسول سلام بھیجتے ہیں یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ اہل بیت کی صفات کے اہل بیت تک پہنچا دیتی ہے۔

اور رسول پر صلوٰۃ بھیجنا واجب ہے، وہ جو آپ کی کیا صورت ہے اس میں اختلاف ہے اہل کفر کہتی رحمت اللہ علیہ نے کیا پوری عمر میں ایک مرتبہ بھیجنا واجب ہے اہل علم وادی رحمت اللہ علیہ نے کہا ہر مرتبہ جب رسول کا تذکرہ کیا جائے صلوٰۃ واجب ہے اور یہی اخلاص ہے۔ نبی کا اپنی امت کے لئے صلوٰۃ بھیجتا ان کی مغفرت کے لئے دعا کرتا ہے اور امت کا رسول پر صلوٰۃ بھیجنا ان کی شکر ہے اور اللہ سے ان کی قربت میں ذی ہوا کی دعا کرتا ہے۔

غسلی زنبورہ: اس موقع پر یہ سمجھ لیا کہ نبی اور رسول میں فرق ہے رسول ان کو کہتے ہیں جن کو شریعت بھی ملی ہے اور نبی شریعت کے پہنچانے والے اور شریعت کو تقویت دینے والے کہتے ہیں۔ اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا غلغلاء اُمّی کاغیبا نہی ائسرافیل (عبری امت کے علماء نبی اسرائیل کے نبی کی طرح ہیں) یہ اس لئے کہ نبی اسرائیل کے نبی شریعت کی تبلیغ کرتے تھے جیسے علماء شریعت کی تبلیغ کرتے ہیں اس تشریح کی بنا پر نبوت رسالت کے لئے لازمی چیز ہے اور رسالت سے نبوت لازم آجاتی ہے لیکن نبوت کے لئے رسالت لازمی نہیں صاحب کشف نے لکھا ہے کہ رسول وہ ہیں جنہیں کتاب بھی ملی ہو اور نبی وہ جو اللہ کے وحی کی خبر دہیں اگر چہ ان کے ساتھ کتاب نہ ہو۔

لفظ نبی کی تحقیق یوں کی گئی ہے کہ نسباً سے ہے جس کے معنی خبر کے ہیں یا نبوت سے ہے جس کے معنی رفعت کے ہیں، اولیٰ تشریح ملی جائے تو نبی فہمائی کے وزن پر مطلع معنی کے معنی ہوگا یعنی منہی الاحیاء الغیوب (غیب کی خبر دینے والے) اور اگر دوسری تشریح نبوت کی لیا جائے تو رفعت کے معنی میں ہوگا جیسا گذرا۔

محمد، رسولوں کے درانہیں کے ختم کرنے والے ﷺ کا نام ہے۔

عز و عل کے اسی ہزار عالم ہیں چالیس ہزار غمی میں اور چالیس ہزار سمندر میں یہ دنیا پوری کی پوری ان عالموں میں سے ایک ہے۔

ابلیس ابن کعب کہتے ہیں اور نبی مصطفیٰ ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اٹھارہ ہزار عالم ہیں آسمان اور زمین کے رہنے والے فرشتگان اور عرش اٹھانے والے اور کرو بیان اور روحانیان اپنے کثیر اختلاف اور جنسوں کے ساتھ سب کے سب ایک عالم ہیں۔ اور تک، ہنہ، روم، جیش، رنگی، یونانی، عرب اور عجم کے آدمی اپنے مختلف ہونے کے باوجود سب ایک عالم ہیں اور یہاں ایک ایک عالم ہیں، ہر ایک سب ایک عالم میں۔

حضور مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے ان عالموں کے بیان کرنے کا میرا دستور نہیں اگر دستور ہوتا اور بیان کرنا اختلاف مقام و نکتہ (تہارے ذرا کتاب نہ ہوتی) عالمین کی تعمیر مستویہ ہے جو انہی نے رحمت اللہ علیہ نے کہ ہے کہ عالمین جمع ہے اور احاس کا عالم ہے۔ عالم علم سے مشتق ہے علم نہیں ٹھان کے لئے ہوتا ہے کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ فکر کے خطرے کی جگہ کہاں ہے۔ معنی یہ ہے کہ ہر پیدا کی ہوئی چیز اس کے وجودانیت کی نشانی ہے کیونکہ محمد طاعت کو ہر ذرا اس کی ہستی کا پتہ دیتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

رویدیدہ دست آکر ہر ذرہ خاک جائے است جہاں نہ کہے دو گری

(چونکہ حاصل کر کے یونکہ نہ کہ کا ہر ذرہ ایک جام جہاں نما ہے اگر تم غور کرو)

قولہ: وَ الصَّلَاةُ۔ صلوٰۃ اللہ کی جانب سے رحمت کے معنی میں ہے۔

جانب سے استغفار کے معنی میں موتیں کی جانب سے دعا کے معنی میں ہے۔

صلوٰۃ غیر نبی کے لئے بھی جائز ہے جب کہ تبلیغ ہو کر مضامین آجائے متغیر نہیں۔ ایسا

ہوتا ہے کہ ایک چیز مضامین اور طریقاً ثابت ہوتی ہے قصداً نہیں تو صلوٰۃ بھیجے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ کوئی وقت سبیت کی بنا پر صلوٰۃ کے لئے مقرر کرے ہاں اس کے لئے جائز ہے کہ شروع

کر کے جب تک کہ وہ خدا تک نہیں پہنچ جائیں۔ جب ان کی دولت وقت مالی ہے تو یقیناً لوگ ان سے حسد کریں گے اور یہ حسد ہوں گے یہاں تک کہ اس حسد میں لوگوں نے ان پر بھڑت اور بہتان بھی باوجود ملجی وہ مقام ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے یہ دعا دی ہے اَللّٰهُمَّ اَجْعَلْنِیْ مَعْصُوْمًا وَّلَا تُفْضَلْنِیْ خَاسِدًا (۱) سناؤ تو مجھے معصوم بنانا عاصد نہ بنانا۔ ”سمجھنا اللہ“ کیسے اور کس درجہ کے لوگ ہیں کہ حضرت رسالت اللہ ﷺ نے دعا فرمادی کہ وہ یہ خداوند تعالیٰ سے یہ درخواست کی ہے اَللّٰهُمَّ اَخْبِیْنِیْ مِنْکُمْ اَوْ اَخْبِیْنِیْ مِنْکُمْ اَوْ اَخْبِیْنِیْ مِنْکُمْ اَوْ اَخْبِیْنِیْ مِنْکُمْ خداوند احیات و ممات میں مجھے تمہیں کیوں نہ سناؤ کہ اور میرا ستر تمہیں کے ساتھ فرما (اگر فرماتے کہ ان منکینوں کو زکوٰۃ اور مہمات میں میرے ساتھ رکھ کہ اور ان کا ستر میرے ساتھ فرما تو دولت کی کی نہ ہوتی پھر یہ کیوں فرمایا کہ احیات و ممات میں مجھے ان کے ساتھ رکھ کہ اور میرا ستر فرمایا تو ان منکینوں کے دولت و نعمت کی تو صیغہ کون کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ اپنے ارشاد کو حواشیا میں فرمایا۔ یہ اس لئے کہ عاصدان کے اندر وہ احوال دیکھتے ہیں اور یہ لوگ مستحکمت کے پروردگار جیسے مستور ہیں، لیے ہی ان کا حال بھی مستور ہے۔

تق ہے کہ ایک رات خواب میں نبی خداوی رحمت اللہ علیہ یہاں تک کہ سچو شہید بنو اہلباء کی جگہ چہ اس کے حد تک پہنچا ایک ہولناک اور کراہت و صورت والے کو سمجھ کے در پر کھڑا دیکھا فرمایا تو کان ہے کہ تیری جانب سے میرے دل کو انکار ہے کہا میں انہیں ہوں کہ جناب کو میرے دیکھنے کی آرزو تھی فرمایا کہ ہاں تجھ سے ایک مسئلہ دریافت طلب ہے اس نے کہا کہ تجھے ارشاد ہوا کہ کیا تیری پہنچ تیرا دست دکن فقیران تک ہے؟ اس نے کہا نہیں پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے اس نے جواب دیا کہ جب چاہتا ہوں کہ ان کو دنیا میں گرفتار رکوں (یعنی دنیاوی ساز و سامان میں پھنساؤں) تو یہ عیسیٰ کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور جب چاہتا ہوں کہ جنتی میں پکڑوں (یعنی جنتی میں کی آرائش و بآئش میں جتنا کروں) تو یہ عیسیٰ کی باگاہ میں پہنچ جاتے ہیں اور وہاں میری رسائی نہیں۔

نہیں ہے ہرگز ایسی بات نہیں بلکہ یہ مذہب چار و حق ہے نقص جو ہے وہ مدعیوں کے مذہب میں ہے نہ کہ اصل مذہب میں اسی بنا پر اگر کسی نے نقص کیا ہے تو وہ مدعیوں کے نقص پر ہے نہ کہ اصل مذہب پر اور مقصدوں کا فساد بھی انہیں کی طرف لٹنے کا نہ ملے گا کی درحقی اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کوئی شخص علماء میں محب دیکھے تو وہ اس محب والے کی عیب جوئی ہوگی اور محب جوئی عیب رکھنے والے کی جانب لوٹے گی ان تمام شریعت کا علم رکھنے والوں کی جانب نہیں لوٹے گی کیونکہ ظاہر ہے کہ اسام شریعت کے علمی پر قائم ہے

پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ مدعیوں کی تعداد بہت ہے محققین اور متحرکات کے احوال خلق پر پوشیدہ ہیں محقق کو مدعی سے پیچھے کر کے پچھنا مشکل ہو گیا ہے اسی بنا میں نے یہ کتاب تصنیف کی تاکہ محقق اور مدعی میں تیز ہو سکے اور محققین کی اقتدار کے آدلی راہ پائے اور مدعی کی اقتدار سے بچے اور آدمی گراوند ہو۔

اور حضرت شیخ کا یہ جملہ وَنَقَطُوْا اَقْرَبُھُمْ لِمَیْ اَقْرَبُوْاھُمْ وَ اَلْفَاھِھُمْ اِسْمَیْہِیْ کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ بیان ہمار کیا گیا ہے یعنی ایسے حال میں جب کہ کوئی چاہے کہ صرف لے حق کی راہ چلے اور کوئی ایسا شخص نہ ملے جو اس کی رہبری کرے تو اسی لئے یہ کتاب تصنیف کی تاکہ اس کتاب کے مطابق مل کر سہ آسیدہ ہے کہ مقصود دیکھئے۔

قولہ: فَلَمَّا بُدِیَ خَوْجِعًا بَیْہِمْ وَنَمَّازًا بَیْہِمْ فَمَیْ اَصْلُ الْاِغْیَاثِ۔

(اور شادی ہے) تو اب ہم پہلے ان حضرات کے اصل اعتقاد میں اس کے عقیدے اور ان کے مذہبوں کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جس پر کراہت زیادہ چھوٹ یا نہ مانا گیا ہو جتنا کہ اس جماعت پر اور کی جماعت پر اتنا زیادہ بہتان نہیں لکھا ہے جتنا کہ اس گروہ پر علاحدہ اس جماعت کے اصحاب تمام خلق سے برتر بزرگ ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ہر ایک گروہ کے لوگ کسی نہ کسی چیز سے آسودہ ہیں اور اس گروہ کو دونوں جہاں آسودہ ہو سیر نہیں

شرح آداب المریدین

پھر پوچھا کہ تجھے ان کے احوال کی خبر ہوتی ہے کہ انہیں مگر سماع میں جس وقت ان کو وجہ ہوتا ہے تو اس وقت میں جانتا ہوں کہ ان کو کیا حال پیدا ہوا ہے۔ یہ کہلا اور غائب ہو گیا۔ خود چنچڑی میں خشک داخل ہوئے مسجد کے ایک گوشہ سے آواز آئی اے پر درگھاس دھن و گیت کی بات میں نہ آتا کیوں کہ اللہ کے فقر اس سے کہیں زیادہ عزیز ہیں کہ چرخِ مکمل و مکمل کی ان کے مجال کی اطلاع دہی چائے اس دشمن کو کہاں دیں گے جب خوابِ جہنم نے آواز کی جانب نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ان کے پیروں پر سربلی قطعی رحمت اللہ علیہ تھے اس سے ان کا وقت خوش ہوا۔

بزرگی شیخ رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ابتداء ان حضرات کے اعتقاد سے کی ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان پر جو تہمت و الزام رکھے ہیں وہ بھلا ہے اور جو بکھان کے بارے میں لوگ کہتے ہیں یہ حضرات اس سے پاک ہیں اور انھوں پر خدا تعالیٰ کی ذات و صفات میں ان کے اعتقاد کی پاکی روشن ہو جائے انھوں کو یہ معصوم ہو جائے کہ لوگوں کے درمیان یہ حضرات معلوم ہیں اس سبب سے کہ خلق نے جو ان کے حق میں طعن کیا ہے یا ان کے ساتھ جو سختیاں کی ہیں ان کی طرف سے انھوں کو یہ جواب دیا گیا ہے۔ بہت۔

نہ ہرے تو مراد راہِ خوش کیر و برود ترا سلامت بادہ مرا نگو نزاری
(تو رہا ساقی نہیں اپنی راہ لے اور جاؤ سلامت رہ ٹھٹھے سرنگوں رہنے دے) اور ہر قوم کے مذہب کو ان کے پکلاں سے واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے یا ان کی کتاب سے جب الہی جو عت نہ پائیں کہ ان کے شرب کی بات ان سے دریافت کریں تو ان کی کتابوں کی جانب لوٹنا چاہئے تاکہ ان کا مذہب جان سکیں کیوں کہ ہر آدمی اپنی کتاب اپنے مذہب کے اصول و قوانین پر تصنیف کرتا ہے۔



فصل - ۱

صوفیوں کے معتقدات میں

قولہ: **وَاجْتَمَعُوا عَلَى أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَاحِدٌ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَا حِدٌّ لَهُ وَلَا بَدَلُ لَهُ وَلَا شَيْءٌ لَهُ مُؤْتَصِفٌ بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسُهُ وَمُسَمًّى بِمَا سَمِيَ بِهِ نَفْسُهُ** (ارشاد شیخ ہے) اس گروہ صوفیوں کی اس پر اجتماع ہے یہ درست ہے۔ درج ہے کہ خدا سے عزوجل ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کا کوئی متاثل نہیں اس جیسے کوئی نہیں اس کے مشابہ کوئی نہیں۔

اللہ۔ یہ اسم ذات خداوند تعالیٰ ہے۔ جملہ صفات ربوبیت کا یہ جامع ہے اور اپنے اس معنی کے دالات میں پورا ہے ان ماحول کی طرح جو نام رکھے جانے والی ذات کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ اس اسم کے مشتق ہونے میں جس قدر کھٹکی لگی ہے اس میں بہت تکلف کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسم ہونے کے لئے مخصوص ہے اس حد تک کہ اس کا اطلاق اس کے سوا پر درست نہیں نہ حقیقتاً نہ مجازاً اختلاف اس کے دوسرے اسما کو کہ ان کا اطلاق اس کے سوا پر مجازاً جائز ہے جیسے کریم و رحیم۔ دوسرے ماحول کے متعلق یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ بندوں میں سے کوئی اس صفت سے متصف ہو مجازاً ہاں اسی حد تک جتنا کہ بندہ کے حق میں جو چاہا سکتا ہے بخلاف اس کے نام اللہ وہ مخصوص ہے خداوند عزوجل کی ذات پاک کے لئے اس میں کسی کا حقیقتاً مجازاً شریک ہونا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اسم جن بھی اسی طرح ہے اور جو یہ کہ وہ اسلئے صفات میں سے ہے مگر بھی درست نہیں ہے کہ اس نام کو اس کے سوا کے لئے بولا جائے کیونکہ

میں یا آنکھ میں یا خواب میں نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

اور اہل تصوف کہتے ہیں کہ عالم اور اہل عالم سب کے سب ایک وجود حقیقی کہتے ہیں مگر

وجود خدا تعالیٰ قدیم ہے اور وجود عالم حادث ہے اور جب اہل وحدت پر اعتراض کرتے ہیں کہ

ہم لوگ کس طرح خیال و فرائض ہیں کیونکہ ہم میں سے بعض وہ ہیں جو عالم فانی میں ہیں اور بعض

فانی میں اور بعضے رنج میں اور بعضے راحت میں اور اسی طرح دوسرے مختلف احوال۔ تو اس کا

جواب یہ ہے کہ تم نے کبھی خواب نہیں دیکھا ہے کہ جب کسی کو کوئی خواب میں ڈراتا ہے تو وہ

مغضرب رنج میں ہوتا ہے اور کسی کو کوئی آواز ہے تو وہ آرام میں ہوتا ہے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں ہے کہ

دونوں خیال و فرائض ہیں۔ ہاں خیال و فرائض تو ہے لیکن اس خیال و فرائض کا مطلق ایک حقیقت سے

ہے۔ جب اس خیال و فرائض سے گذر کر آدمی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے تو اسی کو مہر کی تعمیر کہتے ہیں

کیونکہ مہر خواب کے اس خیال سے گذر کر حقیقت تک پہنچتا ہے۔ (صوفیہ کہتے ہیں کہ یہ عالم اور

اہل عالم کی اسی طرح خیال و فرائض ہوتے ہوئے ایک حقیقت کو کہتے ہیں اور وہ حقیقت خداوند عز

وجل کا وجود ہے اور جو لوگ کا لایا راہ ہیں ان کی حیثیت مہر کی ہے اس لحاظ سے لوگوں کو اس خیال و

فرائض سے گذر کر خدا تعالیٰ کے وجود کی حقیقت کی خبر دیتے ہیں۔

یہی وحدت ہے جو عالمان راہ کا مطلوب ساکان مریت کا مقصود ہے ایک سادہ

پورے طور پر جب وحدت کو پہنچتا ہے تو دیکھ لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ کسی صرف خدا تعالیٰ کو

ہے۔ تو کثرت اٹھ جاتی ہے کثرت ختم ہو جاتی ہے طول و اتقاد کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ قرب و بعد

باقی نہیں رہتا فراق وصال بھی جدا ہو جاتا ہے کس صرف خدا رہتا ہے۔ حل جلا اور خدا ایک ہی وجود

ہے اور ہمیشہ ہے گا لیکن یہ کچھ تو سادہ کال کا پلہ پلہ تھا اس نے سمجھا تھا کہ خدا کا لکھی وجود

ہے اور اس کا غیر بھی ایک وجود رکھتا ہے۔ اب اس خیال و چہار سے ابراہیمین کے علم سے گذر

کر عین الحقین کو دیکھا اور اس نے جانتا کہ وہ خدا ایک ہے نہ زیادہ نہیں اور وہ وہ صرف وجود خدا ہے

عزوجل۔ اسی موقع پر کیا ہے کہ۔ معشوی۔

دوئی را نیست روز در حضرت تو ۔ ہر عالم توئی و قدرت تو

امرحم بھی اپنی خصوصیت میں بخیر اسم اللہ کے ہے۔ اسی بنا پر حق تعالیٰ نے کلام مجید میں دونوں

ناموں کو یکجا لایا ہے اور ارشاد ہوا قل اذ غوا للہ أو فغوا للو حسنین انما مآلہ غوا۔ (آپ کہہ

دیتے ہیں کہ جب پکارنا چاہو اللہ نام سے پکارو یا حسنین نام سے پکارو برابر ہے) سوال۔ جب

واحد فرمایا ہر ایک کی لٹی کی پھر فائدہ لادہ ہر ایک لہ کا کیا ہے؟ جواب۔ اس لٹی سے ان

لوگوں کے قول کی لٹی مراد ہے کہ جو واحد کہتے ہیں اور اس کے ساتھ شریک کے بھی شامل ہیں۔ اور

شرح شارح میں صواباً اس لٹی نے ”لا شریک“ کے معنی لکھا ہے کہ یہ تائید کے لئے

آیا ہے اور اہل معرفت اس مقام میں کہتے ہیں کہ جدید میں ماضیوں کی خوشی کا راز یہ ہے کہ وہ

ایک ہے۔ اس بنا پر اس کی پوری خدمت کر سکیں گے جب کہ تصور ہوگا محبت بھی مقسم ہو جائے

گی محبت میں تقسیم کا یہ محبت نہ ہونے کی دلیل ہے یعنی کامل محبت نہیں ہے اور یہ بھی کہ جب دو

ہوگا تو ان میں کا ایک دوسرے کا بدل ہوگا۔ (یعنی دوسرے کا خوش) ہو سکے گا اور ایسا محبوب جس

کے خوش دوسرے کو محبت کے لائق نہیں۔

اس بات کی دلیل کہ وہ ایک ہی ہے یہ کہ اگر وہ ہوتا آپس میں ان کے اختلاف بھی

ہوتا ہاں طور کہ ایک حیات چاہتا اور دوسرا موت اگر دونوں کی مراد یہی ہوتی تو قصاص مراد آتا

اس طرح کہ ایک ذات ایک ہی ان میں زندہ بھی رہے اور مردہ بھی اور یہ خیال ہے اور اگر ان

دونوں کی مرادوں میں دونوں کی مراد یہی ہوتی تو دونوں کا جہز ہونا لازم آتا اور خدا کی کے

لئے جہز ہونا لائق نہیں اور اگر وہ میں ایک کی مراد برآتی اور دوسرے کی نہ برآتی تو وہ دوسرا جہز

ہوتا اور بخیر الوہیت کے لائق نہیں۔

تو سمجھ لو کہ الوہیت میں شرکت کی گنجائش نہیں جیسے کہ وحدت میں دونوں کی گنجائش نہیں۔

اہل وحدت کے نزدیک وہ وجود کا اثبات شرک ہے جیسے شرع میں وہ وجود کا ہونا شرک ہے۔ کیونکہ

اہل وحدت کہتے ہیں کہ وجود کی دو قسم ہے۔ وجود حقیقی و وجود خیالی و وجود حقیقی چاہے اور وجود

خیالی وجود عالم ہے۔ پانچہر حقیقت و وجود نہیں رکھتا۔ ہاں وجود حقیقی ہی کی جو

وجود خدا ہے کہ یہ خیالی وجودات موجود رکھتا ہے۔ جیسے ہیں جیسے کوئی موجود پانی

وقت میں قریب بعید کہا جاتا ہے اور کوئی تضاد لازم نہیں آتا۔ ہاں اس تقریر سے، ثابت ہوا کہ خدا کا ظاہر میرے ظاہر کی طرح نہیں۔ اس کا باطن میرے باطن سے مشابہت نہیں رکھتا اور اس پر آخر قریب و بعید ایسے تمام تاہم اور صفات الہی کا بھی حال ہے جتنی جہت علم کو کہ وہ اسلاف و صفات سے تشبیہ تھائی تو اللہ کے تمام تاہم و صفات ہست باقی نہیں رہی اس لئے کہ خدا نے تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ایک ہی وقت مخلوق میں تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ وہ ظاہر بھی ہو اور باطن بھی قریب بھی اور بعید بھی دال بھی ہو اور آخر بھی۔ ”خدا کے کہنے کا مطلب“ کہ میں ہی اول ہوں اور میں ہی آخر“ میں ہی ظاہر ہوں اور میں ہی باطن میں ہی قریب ہوں اور میں ہی بعید۔ ”خدا کے اسی اعلان کی جانب اشارہ ہے کہ (اس طرح تم سمجھو کہ میرا ظاہر تمہارے ظاہر کی طرح نہیں اور میرا باطن تمہارے باطن کے مانند نہیں میری اولیت تمہاری اولیت کے مانند نہیں اور میری آخریت تمہاری آخریت کے مانند نہیں میری قربیت تمہاری قربیت کی طرح نہیں اور میری بعدیت تمہاری بعدیت کے نہ نہیں۔ (ارشاد شیخ ہے) اور اس کا کوئی شبہ نہیں (اس کی مشابہت بھی نہیں) یہ اس لئے کہ دو چیزیں آپس میں مشابہ ہوتی ہیں تو اس چیز میں جس میں مشابہت ہے باہم شریک ہوتی ہیں اور شریک ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے تو اگر اس کے لئے کوئی مشابہت نہ ہو ”مشابہت کی دو شکل ہوگی“ باہر حیثیت سے مشابہہ ہوگا یا کسی بعض حیثیت سے اگر حیثیت سے مشابہت ہوگی تو اس کو بھی ہر حیثیت سے اللہ کا لائق ہوگا لہذا سمجھت میں وہ اللہ کا ہونا لازم آئے گا۔ اور وہ اللہ کا ہونا محال ہے یا اگر بعض حیثیت سے مشابہت ہوگی اس میں بھی جس حیثیت سے مشابہت رکھنے والے کو الہیت لازم آئے گی اور یہ بھی محال ہے یہ محال اس لئے کہ جب اس کے سوا کسی دوسرے کو ہر حیثیت اور ہر صورت درست نہیں لہذا کسی طرح بعض حیثیت سے بھی درست نہیں کیونکہ دو ال میں جو ملتا لازم آتا ہے ہر حیثیت سے اللہ ہونے میں، وہی خدا بعض حیثیت سے بھی ہونے میں لازم آتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے اعلیٰ وحدت کی نظر میں واجب الوجود ذات اگر ایک ہے تو دوسرا کوئی موجود نہیں بلکہ وہ موجود ماننا شریک ہے مثال اور شبہ ماننے میں بھی وہی سوال وارد ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں بھی دو ماننا پڑے گا۔ مثال بھی دو کے دو میان ہوتی ہے اور مشابہت بھی۔ جیسا کہ

وہو کون ظل حضرت ترست ہر آثار صبح حضرت ترست

(تیری جناب میں روشنی کو انہیں سارا عالم ہے اور تیری قدرت ہے کائنات کا وجود تیری حضوری کا ظل ہے، یہ تمام آثار و تجدد تیری قدرت اور وضعت کا ثمر ہے۔ (ارشاد شیخ ہے) کہ اس کا ضد نہیں۔ کیونکہ ضد میں ایک دوسرے کا متضاد ہوتا ہے اپنی ضدیت میں۔ تو جیسے اس کا کوئی ضد نہیں ہے اس کا کوئی ضد (شریک) بھی نہیں ہے ضدیت کی ایک دوسری حقیقت یہ ہے کہ دونوں ضد آپس میں ایک دوسرے کی لٹی کرتے ہوں اور دوسرے جو آپس میں ایک دوسرے کی لٹی کرتے ہوں ایک ہی گل میں اور ایک ہی زہ میں کچا نہیں ہو سکتے۔ جیسے حرکت و سکون تو خلق اگر خدا کا ضد ہو جتے تو خلق کا جو ایک ہی وقت میں خالق کے موجد رہتے ہوئے نہ ہوتا جبکہ خلق بھی موجود ہے اور خالق بھی قائم رہتا ہے کہ خلق حق کا ضد نہیں ہے۔ (اور ارشاد شیخ ہے) اس کا بسند نہیں یعنی اس کا مانند نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ صفات کے لئے یہ بات منع ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس کا مانند ہو کیونکہ جو صفات اللہ کی ذات کو ہے مخلوق کو نہیں ہے اور جو مخلوق کو ہے اس سے اللہ پاک ہے اس عبادت سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس کے مانند کوئی نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ ایک نام جو خدا کو ہے اور بندہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے جیسے رحم و کریم ایک اس سے ہم بعید ہوتا ہے کہ مخلوق کو خالق سے تشبیہ ہے اور یہی وہم مخلوق کے تشبیہ کی اول و آخر ظاہر باطن، قریب و بعید و غیرہ سب میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ تشبیہ اٹھ جاتی ہے اس طرح کہ مخلوقات میں ایک ہی وقت ان چیزوں میں سے ایک ہی چیز کا اطلاق ہوتا ہے یا یہاں نہیں ہوتا کہ اول بھی ہو اور آخر بھی ظاہر بھی ہو باطن بھی قریب بھی ہو بعید بھی بلکہ جب تم مخلوق کے لئے اول کہو تو آخر کی لٹی ہوتی ہے اور آخر ہو باطن کی لٹی ہوتی ہے اور قریب اس کے اللہ جل شانہ اول بھی ہے اور آخر بھی اور لایا کہنا ایک ہی وقت میں جائز ہوتا ہے اور کوئی تضاد لازم نہیں آتا۔ اسی طرح ”مخلوق کے لئے“ جب ظاہر کہو تو باطن کی لٹی ہوتی ہے اور جب باطن کو ظاہر کی لٹی ہوتی ہے لیکن ذات خدا کے لئے ایک ہی وقت میں ظاہر و باطن کہنا لائق ہوتا ہے اور بیضا تضاد لازم نہیں آتا۔ اسی طرح مخلوق کے لئے جب تم نے قریب کہا تو بعید کی لٹی ہوتی اور جب بعید کہا تو قریب کی لٹی ہوتی لیکن خدا کے لئے ایک ہی

سے مستثنیٰ نہ ہوتی تو اس عالم میں کسی کا ایمان لا مارست نہ ہوتا۔" اس پر حرمیان یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے ذات کی پہچان کر لی، اپنے صفات اور اپنے نام کہہ کر کہ اور اس نے چاہا کہ اسی طرح ہم لوگ اس کو پہچانیں اب اگر وہ اپنے صفات سے موصوف نہ تھا تو اپنے اسم سے سنی نہ تھا تو اس موقع پر اپنے ذات کی پہچان کرنا اس کا اپنے وصف اور اسم کے ذریعہ کیسے درست ہوتا حاصل ہے کہ جب ہم نے اس کو پہچانا اس سے کہ اس نے اپنے وصف کا تذکرہ کیا ہمیں اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کیا اسم سے مستثنیٰ ہے اور صفات سے موصوف ہے۔ اور اسم اور مستثنیٰ (میں کوئی الگ قید لگانا یہ بھی درست نہیں) دونوں ایک ہی ہیں جیسا کہ عقائد میں مذکور ہے۔

لیکن تمہیدات (یعنی القضاۃ ہوائی) میں یہ ذکر آگیا ہے کہ اسم نہ معین مستثنیٰ ہے نہ غیر مستثنیٰ، یہی ہی جیسے معنات اور مجموع اس میں یہ ذکر آیا ہے کہ اسم و معن کے ساتھ ایک حقیقی اور ایک مجازی، اسم حقیقی تو وہ ہے جو اس چیز کے لئے نشان بنا اور وہ اس چیز کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اس چیز کو دوری چیز سے الگ شناخت کرتا ہے اور اسم مجازی وہ ہے جو محض نشان بنتا ہے اس کے سوا اس چیز سے معینت کا لگاؤ نہیں (اسم اور مستثنیٰ ایک ہے اس سلسلہ میں) خود دوسری رائے ہے وہ اسی اسم مجازی کی جانب گئے ہیں اور اسی اسم کو علم کہتے ہیں۔

حاصل یہ کہ علماء کے درمیان جو اختلاف ہے کہ اسم معین مستثنیٰ ہے یا غیر مستثنیٰ اس کی شکل یہ ہو گئی ہے کہ جو معین مستثنیٰ کہتے ہیں وہ اسم حقیقی مراد لیتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اسم حقیقی معین مستثنیٰ ہے اور دوسرے وہ لوگ جو اسم کو غیر مستثنیٰ کہتے ہیں ان کی مراد اسم مجازی ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اسم مجازی غیر مستثنیٰ ہے۔ اس بنا پر اس علم کا اجماع ہے کہ خداوند تعالیٰ کے لئے حقیقی صفات ہیں وہ اپنے ان صفات سے موصوف ہے مثلاً علم قدرت اور دوسرے صفات۔

معتزلیاں صفات کے منکر ہیں مگر یہ کہتے ہیں مگر حیات نہیں علم۔ اسم کہتے ہیں اور علم نہیں فلیہو کہتے ہیں قدرت نہیں اور دوسرے صفات میں بھی ایسا ہی کہتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کے سنی ہونے میں بھی وہ کہتے ہیں کہ وہ مستثنیٰ ہے اسم کے ساتھ لیکن اس کی تسمیہ نہیں۔ اور اس سلسلہ میں ہمارے اور معتزلیوں کے درمیان اختلاف ہے ہم لوگوں کے نزدیک خداوند تعالیٰ اپنی صفاتوں سے

کسی نے کہا ہے۔ بیت

چنانچہ ہر دست در علم عالم نہیں تمام مانتہ در دو عالم آکر آخر پر نیست

(جب مدارے عالم میں جو کچھ ہے میں ہی ہوں، تو دونوں عالم میں میرا نشان نہیں میری مثال نہیں)۔ سوال۔ نام اور صفات دونوں ایک ہی ہیں یا نام اور صفات اور جواب۔ لفظ کے لحاظ سے اسم اور صفت اود ہے۔۔۔ (لفظ کے لحاظ سے تعریف کی ہو گئی) کہ اسم ایک ایسا لفظ ہے جس اس ذات کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا وہ نام ہے اور صفت موصوف کے متعلق کچھ زیادہ معنوں کو بتاتا ہے لیکن از روئے شرح کوئی فرق نہیں کیونکہ صحت شریف میں آیا ہے ان اللہ تعالیٰ توسیعاً و توسیعاً (بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے نامو سے اسماء ہیں) اور یہ معلوم ہے کہ یہی نامو سے صفت بھی ہیں اس کے باوجود نہیں کو شریعت میں نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور یہ تذکرہ کیا ہے خصوصاً بہ وصف بہ نفسہ کہ وہ موصوف بنا اپنی ان صفات سے (جس کے ذریعہ اپنی صفات کے حصول وصف کرتا ہے) باوجود یہ کہ مخلوق اس کی ان صفات سے توصیف کرے یا نہ کرے۔ اس موقع میں وصف کرنے سے مراد بیان میں لانے کے ہیں ان صفات کو جس میں وہ اپنی ذات میں قائم ہے (یہاں وصف سے) یہ مطلب نہیں ہے کہ وصف کرنے والے جو توصیف بیان کرتے ہیں اس کا لگاؤ الگ سے اس کی ذات کے ساتھ ہے۔ اور معتزلیوں نے تو یہ کہہ دیا کہ اس کے صفات ہی نہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کی صفت اس کے بندوں کا اس کی وصف کرنا ہے (یعنی اس کے معنات کہنے سے تو یہ نوعیت ہو جائے گی کہ وہ وصف اس میں ہے جس سے بندے اس کی توصیف کرتے ہیں) مثلاً اسے عالم کہتے ہیں اور قادر کہتے ہیں وہ صرف اپنے اسماء سے مستثنیٰ ہے، حرمین کہ مخلوق اسے نام اس سے نکارے یا نہ نکارے۔

اہل سنت و جماعت کے یہاں حق تعالیٰ اپنے اسماء سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس نے خود مجھ کو حکم دیا چاہتا تھا نہایت پر ایمان لانے کے لئے اور اس کی ذات کی وحدانیت پر ایمان لانا واجب (اسی لئے) ہم ایمان لاتے ہیں اور اس موقع پر اس کا نام لینے ہیں۔ اگر اس کی ذات کی خاص نام

اصل یوں ہے کہ اسامہ کے تین درجے ہیں ایک اسلمائے ذات، دوسرے اسلمائے صفات، تیسرے اسلمائے افعال۔ اسلمائے ذات جیسے خلقی و قدیم اسلمائے صفات جیسے قادی و حکیم اسلمائے افعال جیسے خالصی و کاذبی، اگر وہ کاس پر اجتماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسلمائے صفات ہیں نہ محدود نہ متناهی ہیں۔ لیکن ہم جو اس کا ذکر کرتے ہیں یا اس کے لئے جو الفاظ لاتے ہیں یہ اسماء محدود ہیں محدود ہیں اور متناهی ہیں۔ اہل معرفت کا کہنا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے صفات کے سلسلے میں مخلوق پر اسی قدر ظاہر کیا عتقان میں شے کی عاقبت کی لیکن اس کے وصف کا کمال وہی جاتا ہے اور یوں۔ اور اگر وہ جاتا ہے اپنے عظمت و کمال کے سلسلے میں اور دوسری صفات کے سلسلے میں مخلوق پر اگر ظاہر کرے تو تمام اولین و آخرین نیست ہوت جائیں کیا دیکھائیں کہ سرکار دو عالم ﷺ جو کچھ جانتے تھے ظاہر نہیں کیا اور فرمایا لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَخْلَعْتُ لَكُمْ مِنْكُمْ فَلَيْلًا وَ لَيْسَ كَيْفَ تَحْسِبُونَ (اگر تم جان لینے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کہتے اور بہت زیادہ دیتے رہتے) صحیح ہے کہ آپ جتنا جانتے تھے وہ ایسا ظاہر کیا کہ اس کے کہنے کا موقع نہ تھا اگر کہنے کی راہ ہوتی تو آپ نہ کہتے اور جب ایسا ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صفات الہی سے اتنا جاننا کہ مخلوق کو کہنے کی راہ نہ ہو، حق تعالیٰ کے لئے تو اس کا حق زیادہ ہے کہ وہ اپنے صفات کا جتنا جانتے تھے مخلوق کو کہنے کا موقع نہ ہوا اس سے بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ مخلوق کے لئے اللہ کے صفات کی معرفت کی راہ وہی قدر ہے جتنا کہ بندوں کی قدرت میں ہے نہ اتنا جتنا کہ اسما و وہ صفات الہی کے لائق ہے اسی پر نگاہ رکھی کہ ایک عارف نے کہا: وَاللّٰهُ مَا عَرَفَ اللّٰهُ عِيَوْهُ (خدا کی تم اللہ کی معرفت کی کو نہ ملتی جتنا کہ خود اس کو ہے) اور اس موقع کے لئے کہنے والے نے کتنا اچھا کہا ہے۔ بہت

بیچہ دل رابکہ اورہ نیست جان و عقل را کش آگر نیست

(اللہ کی نہ میں کی دل کو دانی نہیں، جان و عقل کو اس کے کمال سے آگاہی نہیں)

قولہ: "وَلَيْسَ بِجِسْمٍ فَإِنَّ الْجِسْمَ مَا كَانَ مُؤَلَّفاً وَالْمُؤَلَّفُ يَخْتَارُ الْإِلٰهِي

مُؤَلَّفٌ وَلَا هُوَ يَخْتَارُ فَإِنَّ الْخُلُقَ هُوَ مَا كَانَ مُتَخَيَّرًا وَالْإِتِّبَاقُ لَيْسَ بِمُتَخَيَّرٍ لِأَنَّهُ مُتَزَوِّجٌ عَنِ الْمُسْكِنَاتِ فَلَا يَكُونُ مُتَخَيَّرًا أَوْ يَخْتَارُ أَوْ لَيْلَى خَالِفٍ خَلْفِي مُتَخَيَّرٍ وَخَيْرٌ وَلَا هُوَ

موصوف ہے خواہ خلق اس صفت سے تو صیغہ کرے یا نہ کرے مثلاً یوں کے نزدیک خداوند عز و جل کے صفت نہیں ہیں اس کی صفت بندوں کا اس کی صفت کرنا ہے جیسے اس کو عالم کہتے ہیں قادر کہتے ہیں۔

اور نزدیک اہل سنت و جماعت کے عالم ہے اپنے علم سے اور قادر ہے اپنی قدرت سے اگرچہ خلق اس کو قدر کہے یا نہ کہے۔

بندوں کا جلیبت اور قدرت سے کہ ساتھ اس کی صفت کرنا چکایت کرنا ہے اس صفت سے کہ جو صفت اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس قول پر دلیل ہے کہ جس نے اس کی بیان کی ہوئی صفت سے تو صیغہ کی وہ صفات ہوا اور جس نے اس کے بیان کی ہوئی صفت کے خلاف تو صیغہ کی وہ کا ذہب ہوا۔ اگر وہ اپنی صفت سے موصوف نہ ہوتا صائغ کا ذہب کا سوال ہی نہیں پھر ہوتا۔ وہ اگر وہ جو صفات ہوتی وہ اس صفت سے ہوئی کہ انہوں نے وہی کہا عیباً کہ وہ ہے۔ اور وہ اگر وہ جو کلام ہوئی اس صفت سے ہوئی کہ اس نے وہ بات کہی عیباً کہ وہ نہیں ہے تو یہ درست ہوا کہ وہ اپنی صفات سے موصوف ہے نہ صفت کرنے والوں کی صفت ہے۔ اور یہ بھی اس پر دلیل ہے کہ خلق نے جو اس کے صفت کی راہ پائی وہ اس سے پائی کہ اس نے اپنی صفت آپ فرمائی مگر وہ اپنی صفت نہ بیان فرمائی تو کوئی اس کے صفت کی راہ نہ پاتا۔ اور اسی اصل کی بنا پر اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ ہم تو اسی صفت سے اس کی تو صیغہ کرتے ہیں جس سے اس نے اپنی تو صیغہ آپ کی ہے اور اسی نام سے ہم اس کو پکارتے ہیں جو ہم کہ اس نے اپنے لئے بیان کیا ہے۔ اگر وہ اپنے نام نہ بیان فرماتا اور اپنی تو صیغہ نہ کرتا تو کوئی اس وہ جہاں میں اس کا نام زبان پر نہ لاتا اور کوئی کسی چیز سے اس کی صفت نہیں کرتا تو جب اس نے اپنے لئے نام کو فرمایا اور اپنی تو صیغہ فرمائی خلق اس کے کہنے کو راہ دیتے ہیں اور اس کے کہنے ہوئے پر نہ پابندی کرتے ہیں اور دیکھی کرتے ہیں تو یہی بات سمجھنے کی ہے کہ خلق حقیقتاً اس کی صفت کرنے والے نہیں ہیں بلکہ اسی کے بیان کہنے ہوئے کو وہ راہ دے والے یا دکھایتے کرتے والے ہیں اور یہ ایسا ہے کہ اس نے خود اپنا نام لکھ کر دیکھ کر اس نے اس کا نام لکھا۔

اجسام ہے۔ اخصش انواع المصنوعات الصّور (یعنی عالم صورت موجودات کی ساری قسموں میں نہیں ترین قسم ہے) اب جبکہ ہم لوگ ناچسوں کی صحبت میں مبتلا ہو گئے ہیں تو ایسے لوگوں کی زبان میں گفتگو کرنا چاہئے تاکہ مرکب کا مصطفیٰ ﷺ کی خدمت حدیث (ارشاد) عمل بھی ہو جائے جیسا کہ فرمایا ہے۔ مَن کُنَّی لَکَ فَلْيُکْتَابْ لَکَ (جس کے پاس لڑکا ہوا ہے چاہے کہ اس بچے کے لئے خود کو بچہ جیسا بنالے) خدا شاہد ہے، گھر پر یہ کام اس سے زیادہ مشکل ہے کہ مہرے آگے ایک بچہ کو بٹھائیں اور کھٹے کیا جائے کہ اس بچہ کو حرف عطا الف پڑھاؤ اب اس لئے کہ اس میں کسی بے ادبی کا خطر نہیں رہتا ہے بخلاف اس کے جب مجھ کو کہا پڑتا ہے کہ اس کائنات کا بنانے والا جسم نہیں ہے، حج ہر نہیں ہے، عرض نہیں ہے۔ اس موقع پر تمام دیگر مواقع سے کھٹے زیادہ شرم آتی ہے (بجرحی کہ کیا جائے انسان کیلئے ملامت زہر ہے) ضرورت کے وقت جہاں چہرہ میں بھی سماج کر دی جاتی ہیں۔

قولہ: وَلَا اِجْتِمَاعَ لَکَ وَلَا اِفْتِرَاقَ لَکَ وَلَا اِبْعَاضَ لَکَ.

(ارشاد شیخ ہے) "اس کو اجتماع نہیں اس کو افتراق نہیں اس کو اجزاء نہیں"۔ کیونکہ اجتماع میں دو جمع ہونے والا چاہیے اور افتراق کے لئے دو متفرق ہونے والا اجتماع اور افتراق کہا درست نہیں ہوگا جب تک دو چیز نہ ہو، اور ہم نے گائے افتراق اور ایسا ہی اجزاء کیونکہ حقیقت رکھنے حقیقی ہے، جب احد حقیقی ہوا تو اجتماع ہے۔ گائے افتراق اور ایسا ہی اجزاء کیونکہ حقیقت رکھنے والے دو حصے یا وجود یہ کہ باہر میں ایک دکھائی دیتے ہیں لیکن حقیقت میں ایک نہیں ہوتے اور ذات پاک خداوند تعالیٰ حقیقت میں ایک ہے تو اس کو اجزاء نہیں ہوگا کیونکہ احد حقیقی ہے۔

قولہ: وَلَا یُؤْخِضُکَ وَ یُخَفِّوْکَ. (ارشاد شیخ ہے)۔ کہ کوئی ذکر برا نہیں کہتا"۔ یعنی اس پر کوئی ذکر نہیں ڈالے کیونکہ جو چیز متاثر ہوگی وہ کھٹ ہوگی مثلاً، الاذعاج (اکسانا)

قولہ: وَلَا یُنْخَفِضُکَ وَ یُخَفِّوْکَ. (ارشاد شیخ ہے اس کو کوئی ذکر نہیں ہوتی کیونکہ ذکر کا اثر کسی کیفیت یا کسی محدود چیز میں یا کسی احاطہ کی ہوئی چیز میں ہوا کرتی ہے اور خداوند تعالیٰ ذات پاک الہی تمام چیزوں سے منزہ ہے۔ تو ذکر کی اس تک راہ نہیں۔ مگر کامعادتہ اس کی ذات سے ایسا

یعنی فانی القویض لا یخفی زعائن و الذرب واجب البقاء۔"

(ارشاد شیخ ہے اور وہ جسم نہیں ہے یہ حقیقت ہے کہ جسم وہ ہے جو مرکب ہوتا ہے اور مرکب ترکیب دینے والے کائنات ہوتا ہے تو یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ذات پاک واجب الوجود ہے اور واجب الوجود غیر کائنات نہیں ہوتا۔ "شیخ کے طور پر" ذکر کہ نہیں ہوا "دوسری وجہ یہ ہے کہ ترکیب میں کم از کم دو چیزیں چاہئے تاکہ ترکیب قبول کرے۔ احد کی ذات احد حقیقی ہے ایک ہی ہے مرکب ہونا اس کے لئے محال ہے۔

(ارشاد شیخ ہے) اور وہ جو ہر نہیں ہے۔ "یہ حقیقت ہے کہ جو ہر وہ ہوتا ہے جو مکان قبول کرتا ہے یعنی اس کی جانب اشارہ کیا جائے کہ یہاں ہے یا وہاں اور ہر دو مکان کی نہیں بلکہ ہر ایک صاحب مکان اور مکان کا حاق ہے تو جو ہر کہا بھی درست نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ذات پاک مکان سے منزہ ہے تو وہ کسی مکان میں محدود نہیں ہوگا درجب مکان میں محدود نہیں ہوگا تو جو ہر نہیں ہوگا۔

(ارشاد شیخ نے فرمایا) اور وہ عرض نہیں ہے یہ حقیقت ہے کہ عرض کو دروازوں میں ہوا دوام نہیں، اور پروردگار واجب البقاء ہے یہ تو عرض کہنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ عرض کی تریف یہ ہے کہ وہ دروازہ بدلنے کے بعد باقی نہ رہے عرض ماننے پر یہ لازم آئے گا کہ ذات پاک خداوند تعالیٰ کسی موجود ہوگا اور کسی محدود یا جو کہ خداوند تعالیٰ ہمیشہ حاضر ہے اور ہمیشہ ہے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عرض یا تو اجسام کی صفت ہے یا جو ہر کی اور خداوند تعالیٰ دونوں سے منزہ ہے جیسا کہ قبل کہہ چکے۔

معین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کھٹے اس سے شرم آتی ہے..... کہ مشکلیں خداوند تعالیٰ کی عزت پر و تقدیر اس طرح کرتے ہیں کہ خداوند جسم نہیں ہے جو ہر نہیں ہے عرض نہیں ہے، اور اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا کام ہے۔ یا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ اس شہر کا بادشاہ ایٹھ نہیں ہے چتر نہیں ہے کیا یہ اس کی طرح ہوگی؟ قسم ہے اس خداوند جل جلالہ کے عزت کی کہ اس نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں اور سارے عالموں سے شرمین عالم، عالم

ہے۔ یہی حقیقت ہے اس مملکت کی جو فوجیہ جہتِ خداوی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑا جملہ قہر میں وہ ہے جو صدرِ حق اکبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ منشیخان من لہم یجعل لی خلیفہ منہبلاً راسی منہبلاً فقیہہ الا بالیہم خیر عنہم فقیہہ (پاک ہے اس پر درگاہ کی ذات جس نے اپنے مخلوق کے لئے اپنی معرفت کے مسائل میں کوئی راہ نہیں رکھی۔ جو اس کے کہ اس کی معرفت میں بحرِ کا اظہار کریں)۔

قولہ: وَلَا تَدْعُوْا لِحُكْمِ الْاِنْسَانِ اور نہ کہیں اس تک پہنچ سکتی ہیں۔ یعنی کوئی آنکھ سے اور اک نہیں کر سکتی کیونکہ اور اک کیفیت پر پڑتی ہے اور خداوند تعالیٰ کے لئے کیفیت نہیں۔ قیامت میں آنکھیں دیکھیں گی مگر ہاں کیفیت، جیسے کہ آج پہنچاتے ہیں مگر ہاں کیفیت کے بخلاف رویت (دیکھ کر) کے کہ رویت موجود پر ہوتی ہے خداوند تعالیٰ موجود ہے تو رویت کے متعلق قول درست ہوگا۔ یہاں میرے لئے ایک اصل کی تشریح ملتی ہے۔ اوہ یہ ہے کہ ہر چیز جو شناخت میں آتی ہے اس کی شناخت اس طرح ہوتی ہے جیسے وہ چیز ہے۔ اگر بے کیف و بے جہت ہے تو اس کی شناخت بھی ویسے ہی ہوگی اور اگر وہ چیز کیفیت و جہت کے ساتھ ہے تو اس کی شناخت بھی کیف و جہت کے ساتھ ہوگی یہی حال رویت کا ہے کوئی چیز جو کبھی جاتی ہے اس کا دیکھنا اس طرح ہوتا ہے جیسے وہ ہے اگر وہ چیز کیف و جہت کے ساتھ ہے تو اس کے دیکھنے میں کیفیت و جہت بھی آئے گی اور اگر وہ چیز کیفیت والی نہیں ہے تو اس کے دیکھنے میں کیف و جہت کا کیا سوال۔

قولہ: وَ کُلُّ مَنَاقِصُوْہٍ اَوْ نُوْجُوْہٍ فَاِنَّ اللّٰہَ یَخْلُصُہٗ۔ (ارشاد شیخ ہے) اور ہر وہ چیز جس کو ہم تصور کرتا ہے یا ہم جس کو پا تا ہے خدا نے تو فی اس کے علاوہ ہے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔ بہت۔

انچہ روز تو پیش از اس روز نیست غایت و ہم تبت اللہ نیست

(جس سے آگے تیرا روز نہیں جاتا وہ تیرے قدم کی انتہا ہے اللہ کی نہیں)

کیونکہ ہم و ہم کی محسوسات و مشاہدات میں پہنچنے سے اور ذات پاک خداوند تعالیٰ ان سب سے منزہ ہے تو وہ ہم میں آسکتا ہے اور ہم میں آسکتا ہے۔ اَللّٰہُ یُخْلِصُہُمُ الْبَلٰغُی وَہم و کان

ہی ہے جیسے چینی جہ چاہے کہ بچے کر پارٹن سے چل کر ہندوستان سے کہہ کر راہ کئے کرے، حال ہے حال بلکہ مثال ہے۔ مثال۔ بہت

راہے کہ فرشتگان در او پر نہ فرزند کس راہ پائے خود پر بیان خواں

(وہ ادھیال فرشتے پر نہ گنا کہیں گناہ کو اپنے پاؤں سے ملے کر گناہ اس طرح ہو سکتا ہے) قولہ: "وَلَا تُلَاحِظْکَ الْعِبَادُ" اور نہ کوئی عبادت اس کو لائق ہو سکتی ہے۔ یعنی ذات

پاک خداوند تعالیٰ کو کسی عبادت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ کہ اس کو بے چہرہ و بے چہوں ہے۔ مثال: بے چہرہ کہا جائے ظاہر ہے۔ بے مثال و بے شہرہ ہونے کے لئے کیا عبادت لائی جاسکتی ہے۔ قولہ: "وَلَا تُفْقِدُہٗ الْاِنْسَانُ" اور کوئی انسان اس کو نہیں نہیں کرے۔ کہ اس جگہ ہے

یاس جگہ ہے کیونکہ انجانو آنجا مکان اور صاحب مکان کے لئے آتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی ذات پاک مکان کی نہیں تو انجانو آنجا کہ یہ بھی درست نہیں جیسا کہ جو ہر جہت کی فنی گنہگار تو جب انجانو آنجا کی گناہیں نہیں اشار کو بھی وہاں غفلت نہیں جو چیز اشارت کی تحت میں آتی ہے وہ اشارہ کے تحت ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ سب میں بال ہے تحت نہیں۔ اور جو چیز عبادت میں آتی ہے عبادت سے مطلوب ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ غالب ہے۔ درمطلب۔

قولہ: "وَلَا یُحِیْطُ بِہٖ اَکْثَرُکُمْ" اور اے اکثر نہیں سمجھ سکتے کیونکہ احاطہ اس چیز میں ہوگی کہ جو چیز مخصوص و محدود اور خداوند تعالیٰ کی ذات پاک مخصوص و محدود نہیں تو احاطہ بھی اس کیلئے درست نہیں۔

عجب تراش ہے کہ جب جان آدمی میں مثال ہے (اور آدمی کی یہ کیفیت ہے) کہ آدمی نہ اس کا کل جانتا ہے اور نہ اس کی کیفیت اور نہ اس کی مابینت کا علم رکھتا ہے پھر جب انسان خود اپنی ذات کی کیفیت مابینت کو سمجھنے میں آیا تو خبر ہے تو اس کی فکر خدا کے مسائل میں کہاں پہنچے گی۔ ایسا بزرگ نے اسی موقع پر کہا ہے کہ میرا اور آدمی ہے اور اسی تجربہ کے بحر میں نہ تھا آدمی ہی مخصوص ہے بلکہ ملک و عرش و کرسی و بطوح و قلم اور امداد و جزا عالم اس مسائل میں عاجز ہیں۔ سبحان اللہ کیا عزت ہے کیا عظمت ہے اور کیا جلالت ہے کیا قدرت ہے اور کسی کبریا کی

اللہ کے رسول پر عملو! تاہو جب تک ذمہ نہیں کام رہے اور اپنے آباء، جن، سب اہل ملت افزوں کی نعمت رہے اور مسلولہ ہو رسول کی آواز پر اور ان کے اصحاب پر جو برکت ہی عظیم بھائیوں والے تھے اور ان پر جو زمانہ میں مغرور ہیں۔ اسی امان کے سبب ہیں۔ وہ جو خلق کے استاد ہیں۔ علم ظاہر میں، اور خفیہ میں، پلنی معنی کے بیان میں، جو شریعت کے، نئی نکتوں کو نمانے والے ہیں، ہر برائیت کی تحقیق کو ظاہر کرنے والے ہیں، وہ جو دین کے عالم معمول کے لئے علم سلوک کے اصول و قوانین کو ظاہر کرنے والے ہیں، اہل دنیا میں، امر اور ملوک کی مشغولیتوں میں نصیحت کرنے والے ہیں۔ وہ ذات گرامی جو تمام لوگوں میں دینی صلاحت میں فضیلت رکھنے والے ہیں۔ دیوئی ضرورتوں سے لوگوں کو اپنے انعام و اکرام کے ذریعہ نجات دینے والے ہیں۔ ہاں وہ ذات گرامی کثیر العلم ہے، شیخ فقیہ ہیں، صاحب مقامات ہیں، احوال عالیہ رکھتے ہیں، فضائل عالیہ کی نگاہ رکھنے والے ہیں۔ ارباب ہر برائیت میں صاحب اوصاف، اصحاب حقیقت میں سربراہ ہیں، اہل حق و یقین کے منتہا ہیں۔

وہی ذات گرامی جو دین، ملت کے شرف میں شرف الدین احمد ہیں، کئی تیری اللہ ان کی بقا کو ملوں دیکر مسلمانوں کو یہ متاع عطایت کرے۔ بخیر رکھے اللہ تمام مومنین کے لئے ان کی زیارت کی نعمت۔ اللہ رحم کرے ان تمام لوگوں پر جو میری ان دعویٰ میں آئیں کہیں اور اللہ انہیں معاف کرے اپنے نبی اور ان کے کھج آمل کی حرمت کے واسطے۔

محمد و سنت کے بعد یہ بندہ اللہ کی ذات غنی کی رحمتوں سے امید رکھتے ہوئے کہے گئے ہیں لیکن اس کو یہی جانتا ہے اور نہیں۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واللہ ما عسرف اللہ سیواہ (خدا کی قسم اللہ کو کسی نے نہیں بچایا اس کے وہ خود کو خود جانتا ہے) یہی بات کہی گئی ہے کیونکہ ہر چیز کی معرفت اس کی ہیئت اور مہیت کی معرفت کے بعد حاصل ہوتی ہے اور اس ذات پاک کو نہ مہیت ہے نہ ہیئت تہیات (میں اللہ تعالیٰ تعالیٰ میں پیدا نہ کیا ہے کہ جب تو چاہے کہ کسی چیز کو پہچانے تو اس کے لئے تجھے اس کی ہیئت و نہی کی ضرورت ہوتی یا محتاج ہوتی ہے اس کے بعد اس کی مہیت پھر اس کی ہیئت پھر کیفیت پھر اس کی ملکیت لیکن سامع

ہے خود اللہ کے معنی اس کو بخ کرنا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم میں جس کی تصویر آتی ہے یا ہم حرم کو اپنے گھر سے میں ہیں ہے یا تو وہ جو ہر ہوتا ہے یا ہم ہوتا ہے یا عرض اور ذات پاک خداوند تعالیٰ ان سب سے منزہ عقلم ہے۔ اور یہی ہے حضرت امیر المومنین علی کم اللہ وجہ کے اس قول کے معنی جب کہ ان سے پوچھا گیا کہ تو حید کیا ہے فرمایا تو جانتا ہے اور جہاں تک تیرے خیال کی پرواز ہوتی ہے خدا اس کے سوا ہے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔ مشویات۔

چون برسوں ان کو یاد کے بود او

وہم او زہی علم تیر و نیست ہر چہ در ہمت تجا آن و نیست

(کہاں اور کب کے سوال سے جب وہ ہر ہے تیرے گشتہاں میں کیسے ہاسکنا ہے اس کی تحریف علمی حاکمات ہے، ہر ہے جو کہ نظر آتا ہے یا آئے وہ اس کے علاوہ ہے) (وہ نہیں ہے)

صوفیان طریقت کا شرب یہ ہے کہ خدا کے تعالیٰ کو پوری طرح کوئی نہیں جانتا اس کو اتنا ہی جانتے ہیں کہ "ہے" اور یہ جانتا اسی قدر ہے کہ اس کو نجات مل جائے گی لیکن اس کے جاننے میں وہی کمال کا نہیں کرتے طریق معرفت میں جتنا بھر گیا ہے اور جتنے کی خبر دی گئی ہے یا دی جاتی ہے قبول کر لیتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ جتنا بھروسہ نے فرمایا ہے اتنا ہی ہم جانتے ہیں لیکن خود اس کی ذات عظیم اس سے بہت بالا ہے کہ ہم اس کے کمال تک پہنچیں۔

پاک ہے اس پروردگار کی ذات جس نے اپنے اولیا کو معرفت کے اہل درجوں پر پہنچا کر اپنے جانب پہنچنے کی راہ معرفت اپنی پہلی ہوئی معطیات کے ذریعہ اپنے دوستوں کو دی انہیں بصارت بخشی کہ حق ان کی نظر میں آجائے۔ انہیں بصیرت مہبت کی تا کہ وہ مخلوق میں فکر کر سکیں اللہ تعالیٰ کے ان دوستوں نے طالبین کے لئے وصول اہل اللہ کے آداب بتائے، اور سلوک کے مقاصد و مطالب جو کچھ ہیں ظاہر رکھے۔

پاک ہے اس اللہ کی ذات جس نے اپنے ولیوں کو معرفت کے اہل درجہ تک پہنچایا اور اپنے جانب پہنچنے کی راہ پہنچل ہوئی معطیات کے ذریعہ انہیں معلوم کرایا۔

نے کہا ہے اِلَّا اِلَہَ اِلَّا اللّٰہُ ذات قدیم سے کوئی چیز جدا نہیں اور اس سے متصل بھی نہیں تو یہ آتا اور جانا مجاز ہے اور یہ کی داستان ہے۔

قولہ: لیس لہادب تکلیف ولا یفعلہ تکلیف اختص عن العفونی کما اختص عن الانصار۔

(ارشاد شیخ ہے) اس کی ذات کے لئے کیفیت نہیں اس کے فعل کے لئے تکلیف نہیں (اس کی ذات حکیت نہیں ہوتی اور وہ اپنے کسی فعل کے لئے تکلف نہیں۔ مترجم) یعنی ذات پاک خداوند تعالیٰ کے لئے کیفیت نہیں کیونکہ کیفیت چھوٹی پر ہوتی ہے (کیفیت کا لفظ مثل رکھنے والے پر چلا جاتا ہے۔ مترجم) اور اس کی ذات پاک چھوٹی (مثلث) ہے۔ پاک ہے۔ وہ ہے مثال ہے کیف ہے جب حق تعالیٰ کا مثل نہیں جس تکلیف نہیں تو مجھ کو اس کی جابجا اشارہ کا حق نہیں۔ جتنی شکلیں ہمارے تصور میں آتی ہیں حق تعالیٰ ویسا نہیں اور جہاں تک تیرے وہم کی رسائی ہے حق تعالیٰ وہاں نہیں۔ وہ مثل کا مثل کرنے والا ہے۔ چھو کر کرنے والے کا مثل حال ہے۔ وہ تمام کیفیتوں کی کیف کا خالق ہے کیف سے کیف کرنے والے کے لئے حال ہے۔ وہ تمام چیزوں کو جس حال نے والا ہے جس کو جس حال نے والا ہے کے لئے جس حال ہے، وہ تمام مکانات کو مکانات دینے والا ہے اور مکان بنانے کے لئے مکان حال ہے۔ وہ اوقات کو وقت کی حالت بننے والا ہے اور وقت کو وقت بنانے والے کا خود وقت میں ہونا حال ہے، جس چیز سے اس کی طرف اشارہ کر دو اس کے سوا ہے اور جس عبارت سے اس کی تعبیر کر دو اس کے سوا ہے اور وہ جہاں تو لایفعلہ تکلیف (وہ اپنے فعل کے لئے تکلف نہیں) یعنی تکلف بنانا خداوند تعالیٰ کی صفت ہے کہ حکم دینے والا اور منع فرمانے والا وہ ہی ہے اور تکلف ہونا یہ بندہ کی صفت ہے کیونکہ حکم پر چلنا اور نہی سے رکن یہ بندہ کی صفت ہے اگر بندہ کو تکلف بنانے والا یا مان لیا جائے تو صفات بندگی اس سے ختم ہو جائے گی اور اگر خداوند تعالیٰ تکلف ہو جائے تو صفات خداوندی اس سے ختم ہو جائے گی اور یہ دونوں باتیں حال ہیں تو اللہ کا تکلف ہونا بھی حال ہے۔ اور وہ جو جن میں فرمایا گیا اختص عن العفونی تا آخر کہ وہ پردہ میں ہے محمول ہے جیسے کہ پردہ میں ہے آنکھوں سے تو

رب العزت کی معرفت اس کا حاصل ہے ان تمام چیزوں کے بغیر لکہ وہ مزاحم (کب) ما (کیا) ولم (کتنا) تخیف (کیسا) لہا (کس لئے) (و غیرہ کے سوال سے جو محسوسات میں ہر چیز کے ساتھ پیدا ہوتا ہے)۔

قولہ: وان قلت لکن؟ قل قد تقدم حق علی النکان۔

(ارشاد شیخ ہے) اور اگر تم سوال کرو کہ وہ کہاں ہے تو یہ حقیقت ہے کہ وہ مکان سے پہلے ہے۔ یعنی وہ مقادیر کے مکان نہ تھا اب بھی وہ یہی ہے جیسے کہ حق تعالیٰ و تبارہ اس کے لئے درست نہیں۔ اس موقع پر ایک عزیز نے کہا ہے محبت مکانی و محبت لاکمانی (محبت کرنے والا ایک مکان رکھتا ہے اور محبت لاکمان ہے) محبت معاملہ ہے محبت کرنے والے اپنا مکان نہیں چھوڑ سکتا اور محبت کی مکان میں جا نہیں نہیں ہو سکتا تو یہ درباری ہے۔ امیر المومنین علیؑ سے پوچھا گیا کہ انہی حکمان و لہنا قبل عن خلق العفونی (عرش کے پیدا کرنے کے نکلے ہو ادب کہاں تھا؟) علیؑ نے فرمایا یہ سوال مکان سے متعلق ہے خداوند تعالیٰ مقادیر کے مکان نہ تھا وہ اب بھی ویسے ہی ہے جیسے حال۔

قولہ: علۃ کلی شئ صناعۃ ولا علۃ لضعفہ۔

(ارشاد شیخ ہے) ہر چیز کی علت اس کی کارگیری ہے اور اس کے کارگیری کی کوئی علت نہیں۔ یعنی جملہ مصنوعات اور موجودات اس کی کارگیری سے موجود ہیں اور اس کے علت کی کوئی علت نہیں کیونکہ وہ قدیم ہے اور قدیم علت سے پاک ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو محدث ہوگا اور جو محدث ہوگا وہ خدا کی لائق نہیں ہے۔ جس کو کہا ہے جو ذلیا و سنیہ و قیافہ (پیر اور جواس سے ہے اور میرا قائم رہا اسی کے ذریعہ ہے)۔

معنی او نہ شرم و نیک ہے او واللہ کہ نہ امام عظیم الہی است

(میں وہ نہیں ہوں لیکن قسم اس کی کہ جیسا کہ نہیں ہوں اور اس پر مجھ کا یقین ہے۔)

اسی موقع سے کہا ہے۔ چوں آمدن ما ز دست رفیق با ہم بدست (چونکہ تم اسی سے ہوئے ہیں ہمارا لڑنا بھی اسی کی طرف ہوگا) ہنسنا لہنا و لہنا یفعلہ میں یہی راز ہے ایک بزرگ

سناں نہیں کیا اور پالیام طلب کرنے میں تو بھی ہمارے ہوتے ہیں پانے والوں میں فرق ہوتا ہے۔

قولہ: قَسَمْتُ ذَاتَهُ كَمَا لَوَّاتِ، وَلَا جِلْفَكَ كَمَا اَصْفَاَتِ.

(ارشاد شیخ ہے) اوروں کی ذات کی طرح اس کی ذات نہیں اور دوسروں کی صفات کی طرح اس کی صفات نہیں۔ کیونکہ تباری بہت ساری جسم یا جوہر ہیں۔ اور ہر ایک کی بہت سی رنگ ہے نہ جوہر ہے، اور ساری ہستیاں مکان میں ہیں یا زمانہ میں۔ اس کی بہت سی رنگان میں ہے نہ زمانہ میں۔ تو ثابت ہوا کہ خداوند تعالیٰ کی ذات پاک ان میں کسی ایک کی ذات کے ساتھ نہ ہوگی اور نہ اس کی صفات کسی ایک کی صفات کی طرح ہوگی۔ کیونکہ صفات کی صفات عرض ہیں اور اس کی صفات عارضی نہیں اس کی صفات کو ہیئت کی اہم ہے اور اس کو قائم نہیں۔ اور صفات صفات کی ذات لازمی ہے بھائیں ہے تو ثابت ہوا کہ خداوند تعالیٰ کی ذات اور اس کے جمیع صفات صفات کی ذات صفات کے ساتھ نہیں۔ تو خدا نے تباری کو کسی پاک وجود کے ذریعہ پیدا کیا جس میں جوہر عقل اور اس کا کوئی مشابہہ نہیں۔ اور اس شخصیت کو حید پاک اور اس کی معرفت کی یافت پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اس نعمت کی بھاکہ خداوند تعالیٰ سے چاہتا ہوں۔ ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ جس کو دل کا تاشیہ صلیت فرمایا ہے امیر ہے کہ شام کا کھانا بھی دودھ سے لگا۔

سوال: تو پھر خدا کے صفات عارفوں کے معرفت کی انتہا کیا ہے؟

جواب: عارفوں کے معرفت خداوندی کی انتہا یہ ہے کہ خود کو معرفت حقیقی سے عاجز سمجھتے ہیں۔ اور ان کا اس حقیقت کو کھل لینا کہ انہوں نے خدا کی حقیقی شناخت نہیں کی کیونکہ یہ مجال ہے کہ کوئی اس کی معرفت حقیقی کو پہچان لے۔ جب کہ وہ حید ہے اپنی ذات و صفات کے نہ روایت سے مگر حق سبحانہ تعالیٰ ہی حق سبحانہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے۔ جب یہ کہ ان کو حاصل ہو گیا اور ان پر ملکوت ہو گیا تو یقین ہے کہ انہوں نے اس کو پہچان لیا اور معرفت کی انتہا کو کھینچ گئے۔ اس حد کو جو مخلوق کے لئے معرفت خداوندی میں ممکن ہے۔

سوال: جب کہ اس کی ذات و صفات جو کہ اپنی آنکھ سے محض ہے اس کی معرفت حقیقی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا ہے تو پھر معرفت میں فرشتے، انبیاء، اولیاء صلوٰۃ اللہ کے درجہ میں فرق

پر وہ میں وہ ہوتا ہے جو خود کو کی نظر نہ کرے۔

محبوب (پر وہ میں ہوتا) کہ وہ محبوب ہے، یہ تو کہا جائے گا۔ محبوب ہے نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اس کے عقل نے اس کو محبوب نہیں کیا ہے (یعنی پر وہ میں نہیں ڈالا ہے) بلکہ مخلوق خود اس سے پر وہ میں آگئی ہے (عقل محبوب ہے) یہی بات ہے جو کہا ہے۔

مصرعہ: خود شہید نہ خرم است کہے مینا نیست۔ (آفتاب کا قصور نہیں اگر خود کوئی مینا نہیں) اور اہل معرفت کا اس پر اجتماع ہے کہ اللہ کی جانب رہائی بھی خود اللہ کی طرف سے ہے جسے کہا گیا ہے۔ بہت۔

نیست از راہ ہم عقل دحواس بے خدا هیچ کس خدا سے شناس

(وہ ہم عقل دحواس کے ذریعہ جب تک خدا کی مدد نہ ہوگی رائیں ہے اور نہ کوئی خدا شناس ہو سکتا ہے) نقل ہے کہ کیا ہم خود ہی رہتے اللہ سے پوچھا کہ خداوند تعالیٰ پر کیا دلیل ہے؟ فرمایا عقل عاجز ہے۔ اور عاجز کا زیادہ کے لئے دلیل خود خدا ہے۔ کہا کہ پھر عقل کا کیا کام ہے؟ فرمایا عقل عاجز ہے۔ فرمایا کہ خود خدا سے زیادہ اپنے جیسے عاجز ہی کی رہائی کر سکتا ہے۔ اسی حقیقت کو کہ ہے غر فٹ دوسری سرتیجی (مجھے رب کی پہچان رب کی جانب سے ہوئی) اور عقل کا کام اس اتنا ہی ہے کہ پاک جسم، دیکھے، یا جوہر سمجھے یا عرض کی شناخت کرے تو وہ حال سے غالی نہیں یا یہ چیزیں ہوتا خدا کے لئے جائز سمجھے۔ اس شکل میں (کھنڈ والا) کا فر ہوگا یا جگر ان چیزوں میں اس کی مثال اس کا مشابہہ نہ پائے گا تو سرگرداں ہوگا۔ بلکہ رائے کا میں تو انہیں چیزوں کے عداد کی اور کو جو چیزیں پاتا اور جب خدا ان چیزوں جیسا نہیں ہے۔ تو نہیں ہے۔

اس طرح سوچنے میں یا تو اس کی تنقید ٹھہرانے میں مبتلا ہوگا یا اس کا دین عقل ہو جائے گا۔

بات معلوم ہوئی کہ جب تک اپنی معرفت وہ خود نہ دے اس کو پہچان نہیں دے سکتا ان ترم باتوں کا تجزیہ ہے کہ حق کا پالنا طلب پر موقوف نہیں بلکہ اس کی عبادت پر ہے کہ وہ خود دے۔ غیر ضرور نہیں ہے کہ جو محفوظ وہ دھالے۔ ہاں جیسے وہ طالب یافت میں ہے اور ایسے بھی ہیں جنہوں نے

تمام چیز جس کا ذکر کیا گیا۔ یہ خداوند تعالیٰ کے صفات ہیں۔ اپنے اس نابع میں جیسا کہ ذات الہی کے لائق ہے۔ ہم اس سے زیادہ مہارت میں نہیں رکھتے اور اس سے زیادہ بیان نہیں کر سکتے۔ بس اتنی بجز ہم کہیں گے جتنا کہ خداوند تعالیٰ کی کتاب میں ہم نے پڑھ لیا یا پھر پیغمبر ﷺ کی حدیث میں ہم نے معلوم کیا کسی قدر پر ایمان لانا بجالی طور پر واجب ہے۔ لیکن اس پر بحث کرنا یہ واجب نہیں کیوں کہ وہ اس سے جو سوائی کی راہ ہے۔ اس لئے کہ جب ہم نے کہہ دیا یا بیشمار پناہ فقال اللہ وعلیٰ سائر اذاک اللہ وامنّا یسما قال ورسول اللہ وعلیٰ سائر اذ ورسول اللہ (یعنی ہم نے ایمان لائے ان چیزوں پر جسے اللہ کے رسول نے فرمایا اور اس حقیقت پر جس پر اللہ کے رسول نے ارادہ کیا تو اتنا کہہ دینے کے بعد میرا ایمان لانا درست ہو گیا۔ اس کے بعد مجھ پر یہ واجب نہیں کہ ان تمام کے مستثنیٰ کو بھی جانوں یا دیکھنے نہیں کہ تمام انبیاء کو بھیجنا جسے اللہ نے ان کو بھیجنا بھی مجھے نہیں لیکن جب ہم نے ان تمام پر ایمان لایا تو میرا ایمان لانا درست ہے۔ صفات شفاہات جس کا ذکر کیا گیا اس کا جواب بھی یہی ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں ہم اسے جانتے ہیں اور بحث کرنے میں مشغول نہیں ہوتے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ (فتاہات) کی ایک تاویل پر اعتقاد رکھا جائے اور وہ تاویل، وہ متنی خدا کی مراد میں نہ ہو نتیجہ یہ ہوگا کہ ایمان جانا ہوگا تھوڑی ایمان لیکن چیز کے علم کی طلب سے باہر ہے جس میں ایمان کے دواں کا خطرہ ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر فتاہات کی تاویل واجب ہوئی بیہودہ پہلے بیجا مبراہمہ پر واجب ہوئی کیونکہ آپ ﷺ بیان کرنے کے لئے مبعوث ہی ہوئے۔ جب آپ ﷺ نے بیان نہیں کیا اور تاویل نہیں بتائی اس بات کی دلیل ہے کہ تاویل واجب نہیں۔

جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا اسی طرح کی آپ کی بات و حدیث کے متعلق تو آپ نے فرمایا اقرؤھا جانا علی ما زاد اللہ (اسے تاویلات میں مثال رکھو اور پڑھو) رواں بیت سے کہ یہ یہی ہے جیسے اللہ نے ارادہ کیا)

زائد ہوتی ہے اور جب وہ نہیں ہوتی ہے تو جوتاج ہے وہ ناقص ہوتا ہے اور یہ خدا کے لئے جائز نہیں اور نہ جائز ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا بھی قدیم ہے اور اس کے صفات بھی قدیم۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ حقیقت نہ تھی اور ایسا ہرگز نہیں ہے کہ یہ صفات بھی نہ ہوں۔ صفات جب قدیم ہونے تو اعتبار کا سوال ہی محال ہے۔

قولہ: والجنھما علیٰ رقیبتی ملائکہ اللہ تعالیٰ لھی کتابہ وضع عنی النبی ﷺ فی اخبارہ منی ذکرہ النوحہ والید والنفس والشیع والنصو من غیو قدیقلی و تعطلی کما قال عزرا شملہ لیس عجیلہ فنی و فو السیوع البیض۔

(ارشاد شیخ ہے) اس بات پر لوگوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جن باتوں کا ذکر کیا ہے وہ حقیقت اور درست ہے۔ اور ضروری ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے (ذخیرہ ص ۱۸) نسخ اور مبراہمہ ذکر کیا ہے وہ بھی درست ہے بغیر اس کے کہ اس کی کوئی مثال دی جائے (یا اس کی فکر) میں قفل پڑا کیا جائے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے کہا ہے کہ سمن عجیلہ فنی و فو السیوع البیض۔ اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

سوال: کیا یہ جائز ہے کہ کتاب الہی میں کچھ چیزیں ایسی ہوں کہ جس کے جاننے کی بدولت کے لئے کوئی راہ نہ ہو؟

جواب: کیا فقہ اور محدثین اور صوفیاء کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کتاب الہی میں کچھ ایسی چیز ہو جسے ہم لوگ نہ جانیں کیونکہ حق تعالیٰ نے فتاہات میں کہا ہے (اس کے متعلق ہے) و سمنہم و ناولہ لواللہ (اس کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا) یہاں پر وقت لازم ہے۔ تفسیر اس کی یہ ہے کہ جن افعال کے ہم مختلف ہیں وہ وہ قسم کے ہیں اصل وہ جس کے حکمت کی راہ امتحان طور پر پہنچانی جاتی ہے عقلوں کے ذریعہ جیسے نار، روزہ، کوثر۔ دوسرے اس قسم کی چیز ہے کہ اس کے حکمت کی بنیاد پچھون میں نہیں آتی ہے جیسے افعال حج، جب افعال میں اس طرح کی بات ہو سکتی ہے تو اقوال میں کیوں رواں نہ ہوگی۔ مالا کوثر صوفیہ کے تمام لوگوں نے ایسا ہی کہا ہے کہ یہ

(ارشاد شیخ ہے) ان کو گویا قول استواء کی تشریح میں یہ ہے جیسا کہ مالک ابن انسؒ نے فرمایا جہاں استواء کے متعلق جب ان سے سوال کیا گیا کہ انہوں نے کہا استواء معلوم ہے اس کی کنیت کیا ہے یہ عقل سے باہر ہے۔ استواء پر ایمان لان نا واجب جہاں استواء کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

سلطان العارضین (یا پروردگار ظاہری) سے مقول ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی الْعَرْشِ الْمَشْهُوْرِ (اس کی ذات عرش پرستوی ہے) عرش کی جانب میں بدھ کر دیکھیں وہ کہ حال میں ہے جب میں اس تک پہنچا نہیں نے اس کو خود سے زیادہ تشدد پایا نہ ایمان نہ ایمان حال سے وہ کہہ رہا تھا۔ بیعت

دور سر زین علیٰ مسم بہودہ چون مرگہ حکم تھی دکن آلودہ

(اسی طرح ان لوگوں کا قہر قبول کے متعلق ہے) نزول کا تذکرہ قرآن حکیم میں نہیں ہے لیکن حدیثوں میں آتا ہے فی حدیث میں دیکھ رکھنے والے اس حدیث کے متعلق صحیح ہونے کی رائے رکھتے ہیں۔ حدیث ثریب یہ ہے کہ درود چہاں ﷺ نے فرمایا اِذَا كُنَّا ذَا نِیْلَہٗ مِنْ شَمْعَانِ یَنْزِلُ اللّٰہُ فَنُحَلِّیْ سِتْرَہٗ الْمَلٰٓئِکَہُ یَقُولُ حُلِّ مِنْ قَاعٍ فَيَسْتَجَابُ لَہٗا حُلٌّ مِنْ سَلٰطِلِہٖ فَيُغَطِّیْ سُوْرَہٗا حُلٌّ مِنْ مُسْتَقْفِہٖ فَيَغْفِرُ لَہٗ۔ ماہمیان کے (۱۳) کی آدمی رات جب کدرتی ہے اللہ تعالیٰ آسمان دیا کی جانب نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کوئی ہے دعا کرتے والا کہ میں اسے قبول کروں، کوئی ہے سوال کرنے والا کہ اس کا سوال اس کو دیا جائے، ہے کوئی بخشناؤں مانگے والا کہ اس کی بخشناؤں ہو۔ اس طرح کی دوسری حدیث بھی آئی ہے۔ و مُنْجِبَہ لَعْنَتِہٖ الْمَلٰٓئِہٖ (اور جہیزہ پیرا کرنے والے اللہ ان پر لعنت کرے)۔ صاحبہ آیات و احادیث میں کم کردہ راہ ہوئے ہیں۔ اپنے فہم کی جانب سے طرح طرح کی باتیں کہی ہیں لیکن کتاب اللہ سے انکار کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے، احادیث، رسول سے منکر ہونے میں آدمی کہیں کا نہیں رہتا۔ ایمان لانا چاہئے ان تمام باتوں پر جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تاکہ کتاب اللہ اور حدیث رسول کے منکر نہ ہوں۔ اقرار کے بعد تاویس کی طلب کروں۔

مکرر یا اَللّٰہُ الْعَظِیْمُ کہا اپنی احادیث میں بھی اللہ یا پھر دوسری ہر صورت میں بھی اپنے کا اللہ کہنا پس لئے کہ تخلیق اس وہم میں نہ پڑیں کہ مصیبت اور احادیث کے ایک ہی معنی ہیں۔

احادیث کے ثابت ہونے سے شرک کی نفی ہوتی ہے۔ ذہن و فہم و خیال و شبہ اور جو اس طرح کی چیز ہیں ان کی بھی نفی ہوتی ہے۔ پھر مصیبت کے معنی میں اکثر اہل تعبیر کے نزدیک کہ کسی کو اس پر راہ نہیں ہے اور نہ ہوگی۔ اس کے ہونے کو ثابت مانا جائے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری راہ نہیں ہے۔ یعنی اگر اس کی ہستی کے ثبوت کے بعد اگر کوئی ہستی کے معنی سمجھنا چاہے تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں دنیا و آخرت دونوں میں راہ رہے۔ کیونکہ اس کی پاک ذات کیا ہے اور اس کی ماییت کیا ہے ان سوالات سے پاک ہے۔

فرعون نے جو مومن علیہ السلام سے سوال کیا کہ تمہارا خدا کیا ہے؟ جب یہی جاننے تھے کہ ذات کے متعلق سوال کر رہا ہے اور وہ یہی سمجھتے تھے کہ ذات کے متعلق چہ نہیں دی جا سکتی کیونکہ اس میں راہ مسدود ہے جناب مومن نے صفت کے متعلق فری فرعون نے جو جماعت حاضر تھی اس سے کہا تمہارے بیٹا مرزا یا نہ ہیں۔ میں ذات کے متعلق سوال کرتا ہوں وہ صفت کے متعلق جواب دیتے ہیں (قرآن میں ہے) فَذٰلَکَ فِیْ عَمَلُوْکُمْ وَفَاوِزَیْہِ الْعٰلِیْنَ قَالُوْا رَبُّ الشُّعُوْبِ وَالْاَوَّلٰییْنَ وَمَا یَسْتَعِیْزُ اِلٰی اَخْرِہٖ مَّخْہِرٌ کہ اس کی ذات اور اس کی صفات کی ہستی کے متعلق اس سے زیادہ کی تجھے طلب نہیں کہ اس میں راہ مسدود ہے۔

شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو کا یہی مطلب ہے۔ انہوں نے فرمایا "یافت تو از درے راست ما در یافت تو در از درے راست"۔ (تجھے پالنا اتنا ہے مگر میری حلاش مرے قوت بازو سے باہر ہے)۔ جیسے کل فرشتے کہیں گے مَا عَزَلْنَا عَنْ عِبَادِہٖکَ حَرَامَ اٰلِیْہِ

مصرف بھی کہیں گے مَا عَزَلْنَا عَنْکَ حَرَامَ نِعْمَ فِیْکَ (ہم نے تجھے کچھ نہیں پھینکا)۔ قولہ: وَفَوَلِّہُمْ فِیْ اٰلِہٖمْ مَا شَآؤُوْا مَا فَاَلَکَ ذٰلِکَ اِنْ اَنْتَ عَلٰی حَقِّ سَبِیْلِ عَرَفٍ ذٰلِکَ فَذٰلَکَ الْاِسْتِزَاہُ مَسْلُوْمٌ۔ وَالْکَیْفِیْنَ عِیْوَ مَغْفُوْرٌ۔ وَالْاِیْمَانِیْنَ بِہٖ وَاجِبٌ۔ وَالسُّوْرٰتِ عَنْہُ بِدَعَا۔ وَکَذٰلِکَ مَلْعُوْمُہُمْ فِی الْوُزُوْیْ۔

مرا دلیتے ہیں کہ رنج کرنے کے معنی ننگی کرنا ہے اس چیز کے ساتھ اور پیچھے پھرنے کے معنی ننگی کرنے کے سلسلہ کو ترک کرنا ہے اور یہی معنی لوگوں میں متعارف ہے۔

نزل سے یہ بھی مراد لیا گیا ہے کہ اشرف فرشتوں کی جماعت اس وقت نازل ہوتی ہے۔ اور نزول کی تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ زمین پر اس وقت اس کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

قولہ: **وَاجْتَمَعُوا عَلٰی اَنْی الْفَرَادِیْ کَلَامُ اللّٰہِ وَاَنْی کَلَامُہٗ خَیْرٌ مِّنْخَلْقِ**

(ارشاد شریف ہے) ”گر وہ سو فی کا“ اس پر اجماع ہے کہ یہ درست اور صحیح ہے کہ قرآن

خدا کا کلام ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس کا کلام غیر مخلوق ہے۔ اس سلسلہ میں اہل سنت و جماعت اور محدثین کے درمیان اختلاف ہے۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک قرآن خدا کا کلام ہے۔ یہ لاولی ہے، تقدیم ہے اور اس کی صفت ہے۔ ایسا ہرگز نہیں تھا کہ مخلوق میں تھا اور ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ مخلوق میں ہوگا۔

قرآن کی اصناف خدا تعالیٰ کے ساتھ صفت کی اصناف ہے۔ چھپے حیات، اور خدا کا کلام جو اس کی صفت ہے وہ کی بھی حیثیت سے اور کی بھی نوعیت سے مخلوق کے کلام کی طرح نہیں ہوگا۔ اور اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے ہم اس کو خستہ کیچے ہیں جو بات کے ساتھ اور اس کی حیات میری حیات کی طرح نہیں کہ میری حیات جان سے وابستہ ہے اور اس کی حیات جان کے ذریعہ نہیں، میرا ارادہ میری طبیعت کے سیلان کا نام ہے اس کے ارادہ میں طبیعت کے سیلان کا سوال نہیں۔ میری سماعت میرے کان سے تعلق رکھتی ہے اس کی سماعت کا لگاؤ کان سے نہیں۔ میری بصارت میری چشموں سے ہے اس کی بصارت کا تعلق عین سے نہیں۔ میرا کلام حرف اور آواز ہیں اس کا کلام حرف اور آواز نہیں میرے کلام کلمات ہیں اس کا کلام کلمات سے نہیں۔ خداوند عزوجل نام لے رہا لوں کی باتوں کو کیا کی سنتا ہے اور کیا کی جوبلی جوبلی ہے۔ عجب اور عجب ابھی ابھی ایک دوسرے سے متصادم ہوتا ہے ایک کو نہیں کہتا ہے دوسرے کو ہاں ایک کو رحمت سے دوسرے کو لعنت سے یکا یک نازل کیا ہے اور دوسرے کو دوسری سے تو ایسا کلام مخلوقات کے کلام جیسا کہ ہے ہو سکتا ہے۔

اس گروہ کے زیادہ تر لوگ اس مسلک پر ہیں کہ تمام صفت خداوند تعالیٰ کے ہیں اس

طرح چھپے کہ وہ ہونے کے لائق ہے۔ اس سے زیادہ اس سلسلہ میں حلاوت و ربانیت کے علاوہ کوئی عبارت نہ پیش کی جائے۔ جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ان سے جب ان آیات و احادیث کے سلسلے میں سوال کیا تو ان کا ارشاد ہوا **الْغُرُوْہُ اَنْہَا مَحْصَا خِلَافِ عُلَمَیِّ مَآذِ اَوَّلِ اللّٰہِ تَعَالٰی** (پڑھو اس کو جیسے وہ نازل ہوئی ہے اس نہایت سے کہ اس کا مراد ہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ یہ سمجھ لو کہ آیات شکایات میں بہت سے شبہات گذرے ہیں خصوصاً اہلبیت، نبویات اور ائم شریعت کے سلسلے میں۔

اہلبیت کے سلسلے میں یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسے لوگ جو قرآن کی تفسیر حق کرنے والے ہیں، ان میں بھی کچھ لوگ ایسے باطل اعتقاد کے ناکل ہیں جو ذات الہی کی الوہیت اور قوم کے معانی سے اور یہی نبوت پر بھی طعن کرتے ہیں کیونکہ ایسے عنوان کا ناکل ہونا جو صفات الہی پر تنزیہ کے خلاف ہو ذات رسول پر طعن جان کر کہنا ہے اور یہ کہنا ہے کہ اگر پیغمبر ہوتے اور اللہ کی جانب سے مرسل ہوتے تو سب سے کمتر درجہ ان کا یہ ہونا کہ ذات الہی کے طرف ہوتے اور یہاں حال یہ ہے کہ ذات الہی کو صفات کی مصفوں سے متصف کر رہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ درحقیقت پیغمبر نہیں ہیں۔ شریعت پر طعن کا یہ ذریعہ بنتا ہے کہ جب یہ صفات صفات کے ہیں تو درحقیقت یہ قرآنی نہیں ہیں لہذا قرآن میں تہذیب کی رو کیا گیا ہے اور وہ قرآن جو محمد رسول اللہ ﷺ نازل ہوا تھا اس سے خالی تھا۔

یہاں اس طرح کے بہت سے نئے نئے فقہاء آیات و احادیث کے سلسلے میں ہوتے رہے ہیں ان فقہوں سے سلاطین کی راہ وہی ہے جو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ جتنا بھر حلاوت قرآن اور ربانیت حدیث میں آیا جائے اس کے بیان و تشریح میں نہ جائیں۔

اور یہ جو کہا کیلینٹول اللہ الہی شہداء اللہیا اس کی تاویل کی گئی ہے کہ یہاں اترنے کا مطلب کسی چیز کا قول ہونا ہے۔ خدا تعالیٰ کے قول کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کی طرف اپنا چہرہ کرے اسی طرح پیچھے پھرنے کا یہ مطلب کہ وہ کسی چیز سے چہرہ پھیر لے کر اپنا بھر

دوسری بات یہ ہے کہ کلام اگر پیروا کی ہوئی چیز تو وہ چیز محتاج ہوئی ایک دوسرے کلام کی تاکہ وہ کلام اس کلام کی پیروی کرے اور پھر یہی سوال اس پہلے کلام کے متعلق ایک تجربے کلام کے لئے پیدا ہوتا ہے غیر انسانی بات تو اس طرح تسلسل لازم آتا اور تسلسل لازم ہر حال ہے۔

قولہ: مخلوقات فی مضاف جہنا

(ارشاد شیخ ہے) لکھا ہوا ہے ہمارے مصحفوں میں۔ جیسا کہ پیغامبر ﷺ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور ﷺ نے لا تشقوا فیہ وبالشفق ان العنی آرض العلیہ۔ دشمن کی زمین کی طرف قرآن کے ساتھ سفر نہ کرو۔ یعنی جب دار حرب جاؤ تو مصحف لے کر نہ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ کافروں کے ہاتھ میں پڑ جائے اور وہ اس کی بے عزتی کریں۔ پیغامبر ﷺ نے قرآن کہہ کے مصحف مراد لیا ہے۔ یہاں اگر قرآن سے قرآن پڑھنے والے مراد ہوتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ قرآن پڑھنے والوں کو جہاد میں جانا لائق نہ رہتا اور اگر جاتے بھی تو دشمن کی زمین میں قرآن تلاوت نہ کرتے تو جب رسول ﷺ دشمن کی زمین میں جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کے اصحاب بھی ساتھ گئے اور آپ کی امت آج تک ایسا ہی کر رہی ہے اور لوگ دار حرب میں جاتے ہیں قرآن بھی پڑھتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے مگر نماز بغیر قرآن کے درست نہیں ہوتی اس سے یہ حقیقت ثابت ہوئی کہ حدیث میں قرآن سے قرأت مراد نہیں ہے بلکہ مصحف مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ بغیر مولد کے اور بغیر ذات خداوندی سے انتقال اور انتقال کے قرآن مصحف میں ہے، جیسے یہ معلوم ہے کہ خدا ہمارے دلوں میں ہے ہم کو کون کی زبان پر اس کا ذکر بھی ہے ہماری مسجدوں میں وہ مجبور ہے لیکن اس کے باوجود ان جگہوں میں وہ مل نہیں کرتا۔

اگر کوئی مشکل محسوس کرے کہ ہم کیسے کہیں قرآن مصحف میں لکھ ہوا ہے۔ زبانوں پر ہے جب ہم پڑھتے ہیں اور دلوں میں ہے جب ہم یاد کرتے ہیں یا دیکھ کر وہ ان جگہوں میں رکھا ہوا نہیں ہے تو اس اشکال کا کیا حل ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ یہ تو جو صفات کے سلسلے میں ہے ذات پر بھی مانگ ہوتا ہے اور کہا

اور اس کے لئے باہت (کہا، کیا) کا سوال نہیں ہے۔ یعنی اس کے کلام میں کی کوئی

چیز نہیں ہے جیسے اس کی ذات کے لئے کیا کوئی چیز نہیں ہے۔ جب ذات ہے باہت کے ہے تو صفات بھی ہے باہت کے ہوگی کیونکہ ہر ایک چیز کی صفات ویسے ہوتے ہیں جیسے اس کی ذات کے لئے ہونا چاہئے کیا نہیں دیکھتے؟ کہ اس کے علم کو اس کی قدرت کو جب ہم کہتے ہیں کہ ”ہے“ تو دوسرے درجہ پر اس سے تجاوز نہیں کرتے بس اضافی کہتے ہیں کہ علم ہے، قدرت ہے یہ نہیں کہتے علم کیا ہے، قدرت کیسی ہے۔

اسی طرح جب ہم کہیں کہ کلام ہے تو ہمیں یہ نہیں کہنا چاہئے کلام کیا ہے۔ پھر جب ہماری ذات کے لئے خدا (کہا، کیا) کی گنجائش ہے تو ہماری صفات کے لئے بھی خدا کا سوال باقی ہے کیونکہ اس کے جواب میں جس آقا ہے اور جس اپنے نوع کو حاج ہوتا ہے ایسے انواع جو خود میں ہوتے ہیں تو پہلے اصل ہونا چاہئے تاکہ ان کے ذریعہ سوال کرنا درست ہو کہ کہنے والا کسی ایک کو لے کر مخلوق کے ذریعہ سوال کرے تو جواب دیا جائے کہ وہ قسم ہے یا جو ہے یا عرض ہے یا جہاد ہے۔ جب خداوند تعالیٰ ایک ہی ہے اس کا کوئی خالی نہیں۔ خاصیت اور مثال میں اس جیسا کوئی نہیں پھر باہت کے متعلق سوال کرنا محال ہوگا اور جب اس کی ذات کے لئے یہ معصیت درست ہے تو صفات کے لئے بھی درست ہوگی یہ اس لئے کہ جیسے وہ اپنی ذات میں جذبہ نہیں رکھتا اس کی صفات میں بھی جذبہ نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لیسوا قولنا لیسوا إذا أراد ذنابہ انی نقول لک نحن قلیکون وانما انما اذا أراد شینا انی نقول لک نحن قلیکون۔

سورہ یحییٰ: اس کا حکم بھی ہے کہ جب کرنا چاہے کی چیز تو کہے کہ اس کو وہ وہی وقت ہو جائے)

اس میں خبر کیا کہ میں ہر چیز کو جب جی چاہے تو میں لانا چاہتا ہوں تو قول میں لانا ہوا ہے اس بات کی دلیل ہوئی کہ خدا کا کلام مخلوق نہیں ہے کیونکہ اگر کلام مخلوق ہوتا لفظ تعالیٰ (کلام کے بعد محتاج ہوتا ایک مخلوق کا تاکہ وہ پیدا کرے اور یہ درست نہیں ہے کہ ذات قدیم کسی محدث

چاسکنا ہے کہ کلام خداوندی میرے دلوں میں محفوظ ہے اسی طرح جیسے ذات خداوندی میرے دلوں میں معلوم ہے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ دل میں گل بٹائے ہوئے نہیں ہے کلام خداوندی میری زبان پر قرأت میں شامل ہے اسی طرح جیسے خداوندی زبانوں کے ذکر میں ہے۔ باوجود اس کے زبان خدا کا گل نہیں اور قرآن مصصوں میں لکھا ہوا ہے ایسے ہی خدا تعالیٰ خود گاہ میں موجود ہے اور سمجھ خدا کا گل نہیں۔

اسی طرح جتنی دُعا ریاں صفات کے سلسلے میں آئیں اس کی ذات کی جانب دیکھنا چاہئے تاکہ سمجھ میں آجائے کہ جیسے اس کی ذات قدیم ہے اس کی صفات بھی قدیم ہیں اور قدیم کے لئے کسی مکان میں ملول نہیں۔ یعنی ان میں سے دونوں کوئی ایسا مکان نہیں جس میں ملول کر سکے اور کلام کا ذات پاک سے عقل ہونا جدا ہونا اس طرح نہیں جیسے کسی گہری یا کسی باغ کا اجاواہ و ستارہ کے ذریعہ ہوتا ہے اس کی بکری اور اجاواہ و ستارہ میں کہا جاتا ہے لیکن فق اور اجاواہ بذاتہ و ستارہ میں موجود نہیں ہوتا کیونکہ وہ قیامی چیز ہوا لے کے کہتا اور خریار کے خریار ہی سے قیامی رکھتا ہے۔

قولہ: مَنَّاوُ بِالْهَيْبَةِ:

(ارشاد شیخ ہے) عطاوت میں ہوتا ہے ہماری زبانوں پر۔ یعنی جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ہماری زبانوں سے ذکر کیا ہے اسی طرح جیسے اس کی ذات پاک حال نہیں ہے اس کا کلام بھی ہے چاہے میری زبانوں کے لئے حال نہیں ہوتا۔

اس طرح کہہ کر دلیل اہتجاج کی گئی ہے ذات سے صفات کے لئے یعنی جیسے اس کی ذات ہماری زبانوں پر مذکور ہے اس کے باوجود حال نہیں ہے اسی طرح اس کا کلام بھی ہماری زبانوں پر قرأت میں ہے اور حال نہیں۔

قولہ: مَخْلُوقٌ طَافِي مَخْلُوقًا مِّنْ غَيْرِ مَخْلُوعٍ الْكَائِنَةُ وَلَا الْفَاعِلَةُ:

(ارشاد شیخ ہے) مخلوق رکھا گیا ہے ہمارے سینوں میں بغیر ان کے کہ اس کے لئے معارضہ میں لائیں (مخالِف و مِلّ بنا نہیں) کتاب اور عطاوت کو یعنی جیسے خدا کے لئے کلام ہوتا

دلیل سے ثابت ہوا اور کلام کا حادث نہ ہونا بھی دلیل سے ثابت ہوا اور اس پر ان دونوں کا اقرار کرنا واجب گردانا گیا..... اسی طرح قرأت کرتے والے کی قرأت اور مصحف میں لکھا جانا (اس کا اس بیان و دلیل کے لئے) تشریح میں نہیں رہا نہیں گئے (بائیں ملول کہ ہم کہیں) کہ قرأت مخلوق ہے یا غیر مخلوق اور کتب مصحف مخلوق ہے یا غیر مخلوق کیونکہ سنت اس میں وارد نہیں ہے (یعنی اس سلسلہ میں بھی ایسے سوال افشاء سنت کے مطابق نہیں ہے)۔

اسی طرح جب کلام خداوندی دلیل سے ثابت ہو چکا تو ہم یوں معارضہ نہ کریں کہ کلام عرب یا انہیں صوت ہے یا انہیں یونکہ ایسے سوال کے لئے سنت وارد نہیں نہ تو خدا آؤ سنت ایک ملنا تو واجب ہے ان باتوں سے رکتا اور ان مباحثوں میں نہ پڑنا۔

یہ لیساقی ہے کہ جب کہہ دیا کہ اس کا کلام ہے اور قدرت ہے پھر دوسرے وجہ پر ہم اس سوال کی جانب آگئے انہیں بدھئے کہ وہ کلام کیا ہے اور وہ قدرت کیا ہے پس اسی قدر کہ ہم نے اقرار کیا کہ اس کا کلام ہے اس طرح ہم کہیں گے کہ اس کا کلام ہے اور وہ اس کا کلام کا حکم ہے۔ اب اس کے بعد دوسرے وجہ پر ہم تہاؤ نہ کریں گے یہاں تک کہ کہنے لگیں کہ اس کے بھی صفات دیتے ہی ہیں جیسے مخلوقات کے۔ ویسے ہی ہم نے کہا کہ خدا ہے اور اس کی برحق سے مخلوق آگئے کسی سوال کی جانب ہم نے سہقت نہیں کیا یہاں تک کہ ہم یہ کہیں کہ وہ بھی ویسے ہی ہے جیسے اور مخلوقات۔

خلاصہ یہ کہ اس کے کلام کے ہونے کا اور صفات کی طرح ہم اقرار کریں اور ہونے سے آگے کوئی دوسرا سوال پیدا نہ کریں اور اس کے ہونے سے آگے تہاؤ نہ کریں تاکہ اس کے صفات کو مخلوقات کے صفات جیسے ہم نہ کہنے لگیں۔

مشکلیں کے یہاں قاری کی قرأت مخلوق ہے باوجود یہ کہ اس کو قرآن کہتے ہیں اور کتابت و مصحف مخلوق ہے مگر چاہے اس کو قرآن کہتے ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ ایک وقت تھا کہ کتاب و مصحف نہیں اور کتاباری کی قرأت ایک وقت تھا کہ نہ تھی نہ ہم یہ کہیں نہ کسی (دینی پھر ہوئی) تو محدث ہوئی۔ اور ایسے اقوال کے لئے بہت سی دلیل ہیں۔

قولہ: فَاِنَّ الشَّيْءَ لَمْ يَوْفُ بِمَا لَمْ يَكُ:

جو ہم نے بنایا پھر ہائی ہے وہ ہواٹ جائے گی اور اصل بنیاد پر رکھی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ مسافت اس کے ہیں، اور مسافت ہونے سے آگے کیا اور کیسے کی جانب تہجد کر کریں تاکہ سیری گنگو مسافت مخلوقات کی مشابہت کی جانب نہ چلن پڑے۔

قولہ: وَاجْعَلُوا عَلٰی جَنَازَتِکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَلْفِ نَحْوٍ ۝۱۰

(ارشاد شیخ ہے) اور اس بات پر اصرار کیا گیا ہے کہ ہر ہفت میں اللہ تعالیٰ کا ان انگوٹوں سے دیکھا جائے اور درست ہے یعنی یہ دینا رہتی دینا سے ہے (مومن میں) اس موقع پر ہی، من کے معنی میں ہے اور حروف جار میں سے ایک کو دوسرے کی جگہ پر لانا درست ہے۔ اسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دیکھئے والا ہفت میں خدا تعالیٰ کو دیکھئے گا مطلب یہ ہوا کہ ہفت ہی میں دیکھئے گا دوسری جگہ نہیں، کیونکہ اگر تہجد کی یہ دوری شکل ہے (اس میں ہلسی اپنے معنی میں رہ کر مفہوم ادا کرتا ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ دیکھا جائے گا خدا تعالیٰ بغیر مکان کے بغیر ہفت کے اور بغیر اس کے کہ فعل بھری اس کو متصل ہوا اور بغیر شجوت مسافت کے جو نہ ہوا اور خدا کے درمیان ہوا اس کے علاوہ ان تمام چیزوں کے بغیر جو جمع ہفت کے دیکھنے کے لئے سامان ہوتی ہیں اور یہی اس طرح ہوگا جیسے آج اس کی ذات پچھائی جاتی ہے۔ اور وہ ان سامانوں سے پاک ہے جو جمع ہفت کے ساتھ مخصوص ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ دینا اور طرح کے ہیں ایک دینا ہی دینا دوسرے کے ذریعہ اور ایک اخروی دینا دوسرے کے ذریعہ جب کہ کلمات الفاظ بچے جائیں گے جس کو اس بسو سے دینا ہاں حاصل ہے اس شخص سے دینا اور ظاہر ہے اور جس کی کو دینا ہاں اس بسو سے نہیں ہے اس شخص سے دینا اور ظاہر بھی نہیں ہے۔

سوال: اگر کوئی کہے جب آخرت میں دینا اور ظاہر ہے، دینا میں بھی جائز ہونا چاہئے کیونکہ جو چیز جائز ہے اس کی مکان سے کوئی خصوصیت نہیں۔

جواب یہ ہے کہ بات پچھائی طرح کی ہے لیکن وعدہ دینا آخرت میں کیا گیا ہے اور

(ارشاد شیخ ہے) کی درست ہے اور حقیقت ہے کہ اس پر (گنگو کرنے کے سلسلے میں)

سنت وارڈین ہے اور سنت کا طریقہ کہ اس پر اعتقاد رکھا جائے اور اعتقاد رکھا جائے جب ہے سنت متواتر ہے یعنی (اس گنگو کے سلسلے میں) کوئی حدیث متواتر وارد نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ کہتہ مصحف اور قرأت جاری مخلوق ہے یا بغیر مخلوق ہے تو اس سلسلے میں کوئی مباحث یا تعرض کرنا نہیں چاہئے اور یہ قید جو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ میں لایا ہے ”کہ کوئی سنت وارڈین ہے“ دراصل حائلہ کے قول سے پرہیز کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کتاب، ترکات، مکمل، حروف، مصوت قرآنی سب کے سب بغیر مخلوق ہیں۔ بالکل ہے ان تہود کے لانے سے شیخ کی جگہ ادرار ہوا۔

واللہ اعلم۔

گنگو کا حاصل یہ ہے کہ وہ تمام چیزیں جو کچھ وکیل سے ثابت ہیں مسافت خداوندی کے مخلوق اس سے انکار کرنا ہم لوگوں کے لئے درست نہیں ہے یا اس لئے کہ نافی مثبت یعنی جو ثابت ہے اس کو نفی کرنے والا یہی ہے جیسے مثبت معنی یعنی جس کی نفی کی ہو رہی ہے اس کو ثابت ماننے والا ہے۔

یعنی اگر کوئی خدا کے لئے ایسی صفت ثابت کرے جو صفت اس کی نہیں ہے تو اس کا ایمان نا درست نہ ہوگا اسی طرح جو خدا کے لئے ایسے صفت کی نفی کرے جو صفت اس کی ہے تو اس کا ایمان بھی درست نہیں ہوگا تو کلام اس کے لئے ثابت ہوا اور کلام کا صحت نہ ہونا یہ بھی ثابت ہوا لہذا ان دونوں باتوں کا تکرار کرنا واجب ہے تاکہ شر انکار ایمان حاصل ہو۔

قولہ: وَکَلَّمَ نَبَاتٌ اللّٰہُ خَوَافٌ وَصَوْتُ وَجِبْ اَلْوَسْطَاکَ عَنَدَ ۝۱۱

(ارشاد شیخ ہے) کسی دلیل سے بھیسے ثابت نہیں ہوا کہ کلام خداوندی حرف ہے یا صوت ہے لہذا یہ واجب ہوا کہ ہر مکمل جائیں اور کوئی گنگو نہ کریں تاکہ تمام مسافت اور ذات کے متعلق ہم ایک طرح کا عقیدہ رکھیں کیونکہ اگر ہم اس کے کلام حرف یا صوت کہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہونے کہ ہم ایسی گنگو کر رہے ہیں جو ہم نے اس ذات کے دوسرے مسافت کے متعلق نہ کی ہے اس شکل میں جو ہم نے اس ذات کے دوسرے مسافت کے متعلق نہ کی ہے اس کی شکل میں

نبیؐ کی اس سے منزا اور پاک ہے لہذا یہ کہ جب وہ طہشی ہے اور موجود ہے اپنی ذات سے قائم ہے اور اپنی صفات کے ساتھ قائم ہے تو درودیت درست ہوگی۔

قولہ: وَاللَّيْلِ فَسَبَّحْهُ بِالْقَطْرِ بِالْقَطْرِ لَا تَمْسُكُونَ فِيهِ رَأْيَهُ بِالْمَسْطُورِ الْكَبِيرِ فَوَيْلٌ لَّكُمْ

اَللّٰهُمَّ يَوْمَ الْيَقِيْنَةِ كُنَّا تَوَكُّوْنَ فَكُنْ لَنَا الْبَلَاءَ الْبَلَاءَ لَا تَنْصَلُوْنَ فِيْ رُؤْيَاہِ

(ارشاد شیخ ہے) یہ خطاب ایک شریک ہے جو شیخ رت اللہ علیہ نے دیا ہے کہ اگر کوئی کہے

کہ حدیث بخیر ﷺ سے گج نہیں ہے یہ اس لئے کہ اس میں تفسیر ہے۔ بندگی شیخ رت اللہ علیہ نے

جواب کیا کہ حضرت رسالت ﷺ نے نظر کو نظر سے فہم دی ہے منظور کو منظور سے نہیں اپنے اس

قوس میں اَللّٰهُمَّ تَسْتَوِيْنَ اَللّٰهُمَّ وَتَكْتُمُ يَوْمَ الْيَقِيْنَةِ (یہ ٹکٹ تم پڑے رب کو کھوکھوکے قیامت

کے دن) اللہ علیہ۔ یہ جگہ ہے اور درست ہے کہ تم لوگ ضرور دیکھو گے پورے طور پر اپنے رب کو

قیامت کے دن جیسے کہ دیکھتے ہو چاند کو چھو جس میں نہیں جیسے کہ چاند کو ہے چاب اور بار

لک و شربہ کے دیکھتے ہو لیے ہی ہے چاب قیامت کے دن بہشت سے اپنے رب کو دیکھو کہ دیکھو گے۔

اور اگر منظور کو منظور کے ساتھ کہ کر کے بیان کر دیں تو درست نہیں ہوگا یہ اس لئے کہ چاند

مکان میں ہے اور خداوند تعالیٰ مکان میں نہیں ہے۔ چاند جسم ہے خداوند تعالیٰ جسم نہیں چاند جہت

میں ہے خداوند تعالیٰ جہت میں نہیں ہے تو معلوم ہوا تفسیر یہ ہے اس حدیث سے سزا نظر کا نظر

سے تفسیر نہ چاہئے نہ منظور کا منظور۔

اور چودہویں رات کی قید کرنا اس رات کے تحت ہے جیسا کہ مروی ہے کہ ایک رات

بیابا میر ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے اتفاق سے وہ رات اس مہینہ کی چودھویں تاریخ

کی تھی، ماہ کابل پورا چاند نکلا اور انظار مبارک چاند پر ڈالی اور یہ حدیث زمان مبارک سے ارشاد

فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ تَسْتَوِيْنَ وَتَكْتُمُ اِلٰی آخرہ۔ (چٹک تم لوگ دیکھو گے اپنے رب کو قیامت میں)

اور یہ ترجمہ کیا لا نصفاؤن فی رُؤْيَاہِ خداوند تعالیٰ کو دیکھنے میں ایک دوسرے کو انکس ہوگا۔

لا تَنْصَلُوْا مَوْنٌ میں دور داریت۔ چاہے تھو کے ساتھ دوسرے تھیف ہم کے ساتھ اگر

تھیف ہم یعنی بالاتفاق یہ کہے تو معنی ایسے ہوگا کہ ان تصفاؤن بمعنی لا تَنْصَلُوْا یعنی خداوند تعالیٰ

دیکھیں گے تو خدا کا کرم و فیضیت دینا پاک رسولوں یعنی فرشتوں پر لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔

اسی دلیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قرمز شنگار سلطان طوطا جمین کو دیکھنا خداوندی ہوگا۔

البحر سرائی رت اللہ علیہ کی تسمیہ اس میں اس قدر مذکور ہے جتنا کہ بیان کیا گیا لیکن

بعض فقہا رت اللہ علیہ اس مسئلہ میں اسے ہیں اور ہا ہے کہ فرشتوں کے حق میں رعدت کے سلسلے

میں نص نہیں ملتی اور شیخ کا جواز بھی نہیں کیونکہ شیخ پر کوئی دلیل نہیں۔

دُؤں کے دیدار کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ کوئی نص نہیں۔ لیکن دیدار کی عزت اگر

کسی کو طاعت اور ایمان کی فیضیت کی بنا پر ملتی ہے تو ان لوگوں کو بھی ہوگی۔

حور و طالع کے دیدار حق کے سلسلہ میں کیونکہ وہ بہشت میں ہیں لیکن کہے ہیں کہ تمام

بہشت والے دیکھیں گے یہ اس لئے کہ ہمارے مسلک میں دیدار ازل کے بدلہ میں نہیں ہے جس

فیض کی بنا پر جو یہی جیسے دنیا میں ایمان و معرفت کی توفیق یہ بھی عطا کرے گا۔ عمل سے نہیں ہے

بلکہ فیض فیض ہے و خدا ایک فضل اللہ یونین بین یُنشَاؤ (اور وہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل

سے نواز دیتا ہے) اور جب کہ رب اللہ کا فضل ہے جو جس کو چاہے دے۔

قولہ: وَأَلَمَّا تَلَقَّى اللَّهَ الْوَاقِعَ الْوَاقِعَ بِالْأَنْصَارِ وَأَلَمَّا تَلَقَّى حَبِيبَةً وَأَخَاةً

وَلَيْسَ كَذَلِكَ الْوَقْعَةُ

(اور شاذ ہے) یہ درست ہے ہاویج ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آنکھوں سے اور اک کی نفی

کی ہے۔ یہ اس لئے کہ اور اک احاطت اور کیفیت کو موجب ہے اور روایات اس کے برعکس ہے

اور اک اور رعدت میں فرق یہ ہے کہ الْوَاقِعُ الْوَاقِعُ الْوَاقِعُ الْوَاقِعُ الْوَاقِعُ الْوَاقِعُ الْوَاقِعُ الْوَاقِعُ

تَحْقِيقُ الشَّيْءِ بِالْأَنْصَارِ۔ (اور اک دیکھے جانے والے پہلوؤں پر واقعیت حاصل کرنا اور رعدت

کسی شے کا ثابت ہونا بصارت کے ذریعہ) یعنی خداوند تعالیٰ کا دیدار کیفیت اور احاطہ سے مترو

اور پاک ہے کیونکہ یہ حقیقت مخلوق اور معرفت کی ہے۔ خداوند تعالیٰ کا دیدار مخلوق کے دیدار کی

طرح نہیں ہے جس کے لئے کیفیت لازم ہے تو دیدار ہوگی اور اک نہیں جیسے کہ آج معرفت

خداوندی حاصل مگر اور اک نہیں اس لئے کہ اور اک باہیت کیفیت پر ہوتی ہے اور خداوند

ندول سے گریختین کی راہ سے۔ یعنی دیدار دنیا میں نہ آنکھ سے روا نہ نہ ندول سے گریختین کی راہ سے مطلب یہ ہے کہ دل سے یقین کر کے کہہ جاؤ جب بندہ یقین بندہ کے لئے درست ہو گیا تو یہ ایسا ہوا کہ اس نے نہ دیکھا لیکن یہ یاد رکھیں ہوا۔

جو شخص اس کو بہتر سمجھتا ہے کہ بندہ خداوند تعالیٰ کو اس جہان میں نہ دیکھا ہے آنکھ یا دل کے معانی کے ذریعہ مگر اس ہے، بدیہ ہے، جھوٹا ہے، مگر اس معنی کو دل سے یقین کے ذریعہ یہ جانتا ہے کہ یہ جانتا ہے، اور یہ سب شرح تصرف میں مذکور ہے۔

قولہ: وَأَجْعَلُوا عَلَى الْأَفْوَكَ وَالْإِيمَانِ بِجَعْلَةٍ تَذَكُّرُ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ وَخِصَائِهِ بِالنَّوْائِثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالنُّوحِ وَالْقَلَمِ وَالْخَوَاصِ وَالْخَوَاطِ وَالشَّافَعَةِ وَالْيَتُونَ وَالصُّورِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَسُؤَالِ مَنكِبِهِ وَبُكْبَرِهِ وَأَخْرَاجِ قُلُوبِ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ الشَّافِعِينَ وَالْبُعْبُعِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَأَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ خُلِيقَتَا الْبَشَرِ وَأَنَّ أَهْلَهُمَا فِيهِمَا مَخْلُوقُونَ مُتَعَمِّدُونَ وَمُعْتَمِدُونَ غَيْرُ أَهْلِ الْكِبَالَةِ مِنَ الْمَوْتِ يَنْفُذُ فِيهِ النَّارُ لَا يَنْفُذُ فِيهِ النَّارُ.

(ارشاد شیخ ہے) اس گروہ صوفیہ کا اقرار ہے، ایمان ہے، اور ان سب پر جس کا خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا ہے اور جو کچھ پیغمبر ﷺ سے روایت ہے، بہشت اور دوزخ لوح و قلم، ہوش و حس، احوال و مشاہدات، از و صور، عذاب قبر، سوال منکر و کبر، اور ایک کہ وہ کا دوزخ نے نکلتا شفاعت کرنے والے کی شفاعت سے، اور بندہ نہ تا مرنے کے بعد اور یہ درست ہے، اور شیخ ہے کہ بہشت اور دوزخ دونوں پیدا کئے جاپچے ہیں ہمیشہ کے لئے اور یہی صحیح ہے کہ اہل بہشت اور اہل دوزخ ہمیشہ بہشت اور دوزخ میں رہیں گے، اہل بہشت ہمیشہ نعمت کے ساتھ رہیں گے اور اہل دوزخ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے، گنہگار و مومنوں کو عذاب اور دوزخ دونوں پیدا کئے جاپچے ہیں، کو عذاب و اجابت سے اور ہم کو کون کا یقین ہے کہ بہشت اور دوزخ دونوں پیدا کئے جاپچے ہیں، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے دوزخ کے متعلق فرمایا ہے: وَفُتِحَ لَهَا النَّاسُ وَالْجَنَّةُ فَأُعْلِفَتْ لِلْمَكْشُوفِينَ هَ، یعنی دوزخ پیدا کیا جاپچکا ہے اور عذاب و عذبت، خلقت کے معنی ہیں اگر

کے دیدار میں خلک نہ کرو کر کل قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کو تمام مومنین و مکملین کے جیسے کہ آج دنیا میں چودہویں رات کے چاکر کو کہتے ہیں کہ اس کے دیکھنے میں نہ خلک و شہد نہیں ہے۔ اور اگر تفسیر یہ ہم کے ساتھ کہو تو معنی ایسے ہوگا کہ لا تضامون، یعنی لا تضاد حضوری و حق الشخصائے و فو، الشواہد احسن، معنی لا تضاد احسن بغضض، یعنی لا تضاد تعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی کمی کا حرام نہیں ہوگا کل قیامت کے دن تمام مومنین و مکملین کے جیسے کہ آج دنیا میں چودہویں رات کے چاکر کو کہتے ہیں لیکن اس دیکھنے میں ایک دوسرے کی حاضرت نہیں کرتے ہر ایک شخص یہ سمجھتا ہے کہ دیکھنے والا میں ہی ہوں۔

یوں کہتے ہیں کہ کل قیامت کے دن اگر کوئی یہ جان لے کہ دوسرا میں دیکھ رہا ہے تو لذت یافت اس کو حاصل نہ ہوگی۔ ہاں یہ تو ہے کہ مجاہدوں کے ساتھ کھانے پینے میں خوشی ہوتی ہے لیکن محبوب کے دیدار میں شرکت گوارہ نہیں، عاشق اپنے دیدار دل کے ساتھ غیرت رکھتا ہے۔ بہت۔

از رکعت قریب کسرم دل و دیدار خوش تائیدت نہ بیند و نہ اس وار د دوست (رکعت کی پانچوں دیدار دل سے بنائے تامل کا دل چاہے میں رقیب نہ رہے اور آنکھ دیکھنے میں شریک نہ ہو)۔

خوبیہ الیٰ الحسنیٰ در حق رب العزیز نے فرمایا ہے لوگوں کا اس بات پر اختلاف کہ قیامت میں اس کا دیدار ہوگا یا نہیں، لیکن ایسا حسن فقرہ معاملہ کرتا ہے، مشکل ہے کہ احادیث کے معاملہ پر خود شیخ لا یضطرک مؤث الا حصر (تفادیر غنی موت ہے) بہت

ہر کار اس آداب ایجاب یافت انچہ آتیا وعدہ بود ایجاب یافت

(اس آداب کو جس نے یہاں دیکھا جس چیز کا کہ وہاں وعدہ تھا اسے کھینچ لیا گیا)۔

سوال: دنیا میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کسی کو کرامت کی وجہ سے دل اور آنکھ کے ذریعہ

جواب: اس پر اصرار ہے کہ خداوند عزوجل کو دنیا میں دیکھنا نہ صرف بصر سے روا ہے

معانی: کھانسی اس کی کھیت سے ہے جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے اِنَّ السَّيِّئَةَ

7

بھلائی کے لیے کہہ رہی تھی کہ وہ شرک نہیں شرک کے علاوہ وہ جیسے صفیہ و تو
شرک سے منفعت کی نفی یا شرارِ فساد کی اور جی چاہے شرک کے علاوہ ہیں ان کی

ملازم ہے کہ مشفقیت میں مشیت سب پر عائد ہوگی تاکہ مصلحت کرنے کا نہ مارہ حاصل ہو۔ اس کے معنی اہل اثبات ایسے کہتے ہیں کہ گویا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب شریک لایا گیا ہو تو اس اور دوستی میں غلطی لا تا دوستی کے خلاف ہے۔ جب شریک نہیں لایا تو غلطی نہیں لایا گیا ہے۔ اور یہی وہ گستاخی کی، ہے اور یہی گستاخی دوستی کے شرط کے خلاف نہیں۔ یعنی میری غلطی شریک نہ ظہور کرواؤ اس میں حاف نہیں کر سکتا اگر گستاخیں کو حاف نہ تاکہوں۔

دوں گا۔

نفس کے کوکبِ دانا ایشامِ رحمت اللہ علیہ آئے جگر سے گدڑ سے تھے ایک کہنے والا کہہ رہا تھا قفسِ مَنعوتِ نسوی آقا غرضِ اخلاقی (جو کُل گناہ بخشے ہوئے ہیں سوئے مجھ سے محفوظ رہے کے) ایک لُحڑا اور بے ہوش گئے جسے ہوش میں آئے تو ان سے لگوں نے پوچھا کہ آپ کیا ہو؟ فرمایا کہ اس کہنے والے نے کہا کہ تمام گناہ بخشا ہوا ہے مگر وہ گناہ کہ مجھ سے گردانی کرے اس شہیدِ خدا و عزوجل کا طرف سے ہم نے سلاخِ اللہ لچکھنصرِ اُن پُشورک بہ مَنعوتِ مَافوتِ کَالک لَیْسَ مَنعُتاً خدا و عزوجل فرمایا ہے کہ ہم نے منہ سوز اور ہر ماضی (پسین میرا شریک) تـلا۔ اس کے علاوہ تو جو کچھ بھی کرے میں بخش

وَاللُّوحُ: لوحِ ابرہماں علیہ السلام کی روایت کے مطابق ایک در (خفیہ تختہ) جس کی لمبائی آٹھ اسیان اور عرض کا درمیانی حصہ ہے اور پھر اپنی اپنی جہت میں مشرق اور مغرب کا درمیانی حصہ ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت سے بنے ہوئے ہیں اور اس کا چھوڑا اس میں کسی لکھی ہوئی ہیں۔

پیدا کیا اور ہوتا چلا گیا اور نہ ہوتا تو بہشت میں کبھی رہنا اور دوزخ میں کبھی رہنا اس سبب سے تمہیں کامنفع ہوتا تمام نعمتوں سے خوش رہو اور نعمتوں کا منقطع ہونا تمام عذابوں سے سخت ہے۔ اگر کافروں سے عذاب منقطع کیا جاتا تو یہ کیا چیز ہوتی جو بعضوں کی نعمت سے زیادہ اچھی ان کو معلوم ہوتی، اور اگر بہشتیوں سے نعمت منقطع کر دی جاتی تو یہ ایک ایسی چیز ہوتی جو دوزخیوں کے عذاب سے ان کے لئے زیادہ سخت ہوتی۔

اور حکمت کی رو سے "دست کے ساتھ دشمن سے بدتر سلوک کرنا اور دشمن کے ساتھ دوست سے بہتر سلوک کرنا" درست نہیں، معلم کا یہ جیسا کہ کہتے ہیں، وہاں کے بعد فرائض تمام خدا اہل سے زیادہ سخت ہے اور اوصاف اخلاق کے بعد حق اہل دشمنوں سے زیادہ پسند ہے۔ کچھ روز مومن کہ جو کچھ نگاہوں ان پر حکمِ نبوت سے متعلق ہے کہ وہ چاہے تو ان کو بخش دے اور یہ اس کا افضل ہو گا اور اگر چاہے تو خدا کی سزا کے بعد وہ کچھ خدا کی سزا کے لئے کئے گئے مومن کے لئے اور کچھ کچھ نگاہوں کی حالت میں بھی مخلوق (مخلوق) کے کائنات نہیں ہیں۔ پس اس لئے کہ نگاہ ایک گھڑی غمزدہ روا ہے اور برسوں بالائمان را ہے تو یہ حال ہے کہ ایک گھڑی کی مصیبت سہولت کے ایمان پر غالب آ جائے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعلق ہے کہ انہوں نے فرمایا ہر مومن جو اس جہاں سے گمراہ لے کر جاتا ہے خداوند تعالیٰ ان تین کاموں میں سے ایک کا کام کرے گا۔ پانچویں رحمت سے اس کو معاف کر دے گا۔ پانچویں کشتِ کفایت سے ان کو بخش دے گا پھر گمراہ خدا کی سزا کو ازاد کر دے گا اور دوزخ سے باہر لے آئے۔

نقل ہے کہ خوارج حسن بصری رحمت اللہ علیہ کی مجلس میں لوگوں نے تو کہہ کیا کہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرتؐ کو جو دروغ ہے باہر لا آئیں گے وہ دروغ ہے راہبانی سات ہزار سال کے بعد ہوگی۔ خوارج حسن بصری رحمت اللہ علیہ نے فرمایا اے کاش کہ وہ حسن بصری ہوتا ہر لوگ کی روڑا لگا کر بھی کہے کہ خداوند تعالیٰ سے ان کی تمام امیدیں دوسروں کے حصص کی ہوئی ہیں اور ان کا تمام خوف ان کے اپنے حصص کا ہوتا ہے ان کا حال دیکھ کر ایسا مطہم ہوتا ہے کہ وعدہ عذاب جس قدر بھی آیا ہے وہ انہیں کے لئے اور وعدہ نعمت دوسرے دوسروں کے لئے۔

کہاں تلاش کروں گی یا رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ خوش کے نزدیک جبکہ ہم اپنے استیوں کو اپنی پلا رہے ہوں گے۔ پھر پوچھا کہ وہاں نہ پائیں قرلیما ہوا ان کے نزدیک تا کہ اپنی امت کے کیوان کے پلے کو ذوقی بناؤں پھر پوچھا کہ وہاں نہ پائیں قرلیما پل صراط کے قریب وہاں میں کہہ رہا ہوں گا ہا زب سَلِّمْ سَلِّمْ (اے سب بچا بچا)۔ پھر خوش کیا کہ وہاں نہ پائیں قرلیما کہ ان تین جہوں میں سے کوئی نکلا کہیں نہ ہوگی جہاں میں نہ ہوگا اس وقت تک جب تک میری امت میں سے ایک شخص بھی باقی رہے گا اور حدیث شریف میں ہے کہ پیغمبر ﷺ نے ایسا فرمایا ہے کہ پل صراط نصب کیا گیا ہے دو درجہ پر اور یہ پل صراط گوار سے زیادہ تیز اور ہل سے زیادہ ہار یک ہے اور اس کے دونوں کنارہ پر کاشے کی چھانیاں سجداں کاٹنے کی طرح لٹکی ہوئے ہیں کہ ایسا کاٹنا جس میں شوک لگی ہو جس کی طواری خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کے دونوں کنارے پر کوڑے بڑے ہیں گے جو کہتے ہوں گے زب سَلِّمْ سَلِّمْ (اے سب بچا بچا)۔

لوگوں کے گزرنے کے انداز میں فرق ہوگا بعض تو کھلی کی طرح گزر جائیں گے اور بعض ہوا کے استوار بعض کھنڈوں کی رفتار سے اور بعض چیتوں کی طرح ہر شخص بقدر اپنے اعمال اور جات کے گزر جائے گا۔

مومنوں کے پل صراط پر گزرنے کی حکمت یہ ہے کہ یہ مخالفت سے خالی نہیں ہیں۔ ہاں مخالفت جتنا نہیں ہے کیونکہ یہ وفا سے بھی خالی نہیں ہے۔ پل صراط پر گزرنے کے درمیان لبتیں، شک، دبی جائیں گی اور عذاب کے دہرا کا خوف ہوگا جس خوف میں مبتلا کئے جائیں گے یہ اس لئے ہوگا کہ مخالفت اور تفریق کا اثر ان پر نہ ہو کہ وہ بخت کے نصیب کی لذت پائیں۔

والشفاعة: اور شفاعت اس نص سے جارت ہے فقال اللہ، وَلَسَوْفَ يُنْفِظُكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى (اور آپ آگے آپ کا رب آپ کو اتار دے گا کہ آپ راضی ہو خوش ہو جائیں گے)۔ جب یہ آیت کریمہ پڑائی تو پیغمبر ﷺ نے کہا کہ اے جبرئیل میرے پروردگار کو میری امت کے حق میں میری فری مطلب ہے۔ جبرئیل نے کہا ہاں اے محمد ﷺ تو حضور نے کہا خدا کی قسم میں ہرگز راضی خوش نہ ہوں گا جب تک کہ میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں باقی نہ رہے گا۔

والغفلة: تفسیر میں مذکور ہے کہ کھلی چیر جو خداوند تعالیٰ نے پیدا کی وہ ظلم ہے پھر ظلم حکموں کو لکھ تم نے خوش کیا کہ اے میرے رب ایک کھلیں قرلیما قلدو یعنی اللہ پر تو ظلم نے قیامت تک جو کچھ ہوتا ہے اس کو لکھنا شروع کیا۔ بعض روایات کے مطابق قلم وہ چیز ہے کہ وہ واسطہ ہے اس واسطہ کو حکم ہوا کہ لکھنے اس فرمان کے تحت وہ واسطہ قلم پر نہیں مشغول ہوا۔

لیکن اس کی ماہیت کہ وہ کیا چیز ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے کتابوں میں کہیں نظر نہیں آیا مگر عین القضاۃ جو علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدائے مالک کا مالک خاندہیہا ہوتا ہے۔

والخوف: خوش آپ کا شاد ہوا ہے صحن سے صحن تک جتنی مسافت ہے اتنی اس کی فرامی ہے اس غمور کے کنارے سونے کے درخت ہیں، جس کے پھل زرد ہونے کے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مروج میں میں نے اس غمور میں اتحاد لاؤں تک نے زیادہ خوش ہوا ہر مومن کی تعداد میں اس کے کنارہ پر ایک جام رکھا ہوگا اور اس کا پانی شہد سے زیادہ حریار اور دودھ سے زیادہ سفید ہے کوئی شخص بھشت کا کلمہ نہیں کھائے گا جب تک کہ وہ آپ کو نہ ملے۔

اور بھشت میں ایک غمور ہے اس غمور سے پانی اس خوش میں آتا ہے اور صدقہ میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ خوش فرشتہ کے پیچھے ہے میدان قیامت میں حضور ﷺ جہاں کہیں جائیں گے وہ فرشتہ اس خوش کو ساتھ لیتا چلے گا اور بھشت آپ کے ساتھ رہے گا جب رسول اکرم ﷺ بھشت میں جائیں گے اس خوش کو آپ ﷺ کے ساتھ بھشت میں لے جائے گا اس خوش سے ایک مرتبہ بھی جو پلے گا پھر یہاں نہ ہوگا اور ملائکہ سے کسی تکلیف کی شکایت نہیں کرے گا۔

والخسواط: صراط ایک ایسا پل ہے جس کو دوزخ پر قائم کیا ہے اس واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت رسالت پناہ ﷺ سے پوچھا کہ جب زمین بدل جائے گی تو اس وقت آدمی سب کہاں رہیں گے فرمایا کہ پل صراط پر اور پل صراط کا ایک کنارہ قیامت کے پینے پر اور ایک کنارہ بھشت کے در پر جب مخلوق قیامت میں پل صراط پر گزرنے لگے گی اتنی درمیان میں زمین کو بدل دیا جائے گا یہاں کہی کہ بھشت میں پہنچے بھی نہ پائے ہوں گے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرماتی ہیں کہ ہم نے پوچھا کل قیامت کے دن آپ کو

وَالْجُزْءَانِ مِيزَانِ یہ ہے جیسا کہ بیضاور رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ ترازو ہے ایک ڈراما اور دوسرے کشتہ کی ہر پینڈ کی مقدار پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے اگر کوئی سوال کرے کہ یہ ترازو کہاں لٹکایا جائے گا اور ترازو کس چیز کا ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ کا حقیقی خزانہ ہے مہمانِ قدیم نے خزانے میں اس کی کیفیت کی تشریح کے لئے بھی خبری کی ضرورت ہے اور ایسے تمام مسائل جن کا حقیقی حقل سے نہیں ہے اس کی کیفیت کے حقیقی حقل جب ہوتے جواب بھی ہے کہ آنسباً بسنا فقال اللہ وعلیٰ نماز اللہ واما بسنا فقال رسول اللہ وعلیٰ نماز اللہ واما بسنا فقال رسول اللہ (میں تو ایمان لا یا اس پر جو اللہ نے کہا اور جو اس نے ارادہ کیا اور اس پر ایمان لا یا جو رسول اللہ نے کہا اور جو کچھ آپ نے ارادہ کیا) اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر خداوند قدس کی مصلحت ہوئی کہ اس کی کیفیت بھی ہم جانتے جیسے اس چیز کا جو ہم نے جانتا کیونکہ اس نے بیان کر دیا تو وہ کیفیت بھی بیان کر دیتا۔ جب اس نے کیفیت بیان نہ کی اس نہ بیان کرنے میں اس کی میرے ساتھ کیا مصلحت ہے؟ وہ زیادہ بہتر جانتا ہے لہذا جو کچھ اس نے فرمایا اسے ہم بیان کرتے ہیں اور جس چیز کی جانب اس نے اہتمام کرنے کا حکم دیا ہم ہم کھتے ہیں۔ یہاں سے ہم بیان اللہ تعالیٰ کا قول ہے لَا تَسْأَلُوْهُ عَنْ اَخْبَارِہِ اِنَّ فِتْنَةً لَّكُمْ فَسْأَلُوْهُنَّ (ایسی چیزوں کے حقیقی سوال نہ کرو کہ وہ تم کو فتنہ کر دیں تو تم لوگوں کے لئے خدا پر تو تم لوگوں کے لئے برابر)۔

بعضوں نے یوں بھی کہا ہے کہ عرش سے نکلنا ہوا ہے بعضوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ کہاں ہے لیکن اظہار جانتے ہیں کہ ترازو ہے اور وہ خدا جاسات آسمان کو مطلع رکھتا ہے ترازو بھی مطلق رکھتا ہے۔

وَالْحُسْبُو "مصور ترنا کے بھی ایک چیز ہے جس میں ہر ایک جاندار کے قصور میں ایک سورج ہوگا جناب اسرافیل سلام اللہ علیہ کو سند میں لگائے منتظر فرماں کے ہیں کہ جیسے ہی حکم ہو سورج میں پھونک ماریں پیلے ہی پھونک میں جلا عاتق مر جائیں گے اور ہر شخص کو ایسا معلوم ہوگا کہ اسی کے کلام میں پھونکا گیا ہے اور جب دوسری مرتبہ سورج پھونکیں گے تمام مخلوق زندہ ہو جائے گی۔

اور یہ نص ہے انکار درست نہیں جس نص کا منکر ہوگا کافر ہوگا۔

اشارات قرآن میں امام تفسیری رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ بیضاور میں کی شفاعت مسلمان کے حق میں ان کے درجہ کی زیادتی کے لئے ہوگی اور عاصیوں کے حق میں ان کے گناہوں کی مغفرت کے لئے۔ اور ایسے ہی بیروں کی شفاعت مریدوں کے حق میں ہوگی۔

ان میں جو ملک اہل سلوک ہیں تحقیق اور توفیق کی ان کو زیادتی ہوگی اور جو ملک اہل فحش اور فحشا ہیں ان کے ساتھ درگزر ہوگا۔

قوان لوگوں کے لئے شفاعت اس طرح ہوگی کہ خدا کی جانب سے ان کے باطن کی تعریف ہوگی اور بھی ان لوگوں کے لئے شفاعت کا اذن ہو۔ بزرگوں کی شفاعت سنی جائے گی اور قبول ہوگی چھوٹوں کے حق میں جلدیاد ہو۔

مذہبوں کی شفاعت کی موقعوں سے ہوگی۔ ایک قوم کے لئے حساب سے قتل ایک کے لئے حساب کے بعد اور ایک گروہ کے لئے روزِ شمش لائے جانے کے بعد احادیث میں آتا ہے کہ جس وقت بیضاور علیہ السلام شفاعت کا تذکرہ فرما رہے تھے یہ بھی فرمایا تھا کہ روزِ نقسا (یعنی بیضاور علیہ السلام شفاعت کا تذکرہ فرمایا تھا کہ روزِ نقسا) (کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ شفاعت امامت کرنے والوں کے لئے ہوگی؟ نہیں یہ خون کرنے والے کا نام عظیم کرنے والے اور گناہوں میں ملوث رہنے والوں کے لئے ہوگی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا یعنی لا خلی الکناہو جن ائمتہ) (میری شفاعت میری امت کے لئے کرنے والوں کے لئے ہوگی) (سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ حضور ﷺ کی حدیث ہے نہ لے وہی الغفور لا یدخل الجنة)

(وہ اگر میرے پیش رو میں رہے والا نہ شہادت میں داخل نہیں ہوگا۔)

جواب یہ ہے کہ یہ منیٰ اگر بہشت میں داخل یا سب آسمانی سے قتل نہیں آئے گا اور اگر کوئی ایسے کہے کہ روایات میں آتا ہے کہ غَفَرْنَا لَنَاسٍ مِّمَّا (جس نے مجھ سے غیبت کی مجھ سے نہیں) جواب یہ ہے کہ اگر وہ اس کو حال سمجھتا ہے اور یہی بھی ہو سکتا ہے کہ وہ میری سنت سے نہیں سمجھتا۔

سوال کیا جائے گا قبر میں وہ شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور گواہی دے گا کہ جناب محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ سوال ضرور ہو گا خواہ اپنی میں فرق ہو کر مرے یا اس کو درندہ مکر جائے یا اسی طرح اور کچھ ہو۔

تعلیل ہے کہ سلطان العارفين (بایزید سلطان) بحدس سر کو گواہوں نے غراب میں دیکھا ہوا تھا کہ قبر میں کیا منہ لکھ ہوا فرمایا کہ منکر کیر آئے مجھ سے سوال کیا کہ تمہارا خدا کون ہے میں نے کہا کہ خدائے خدوں سے پوچھو کہ تیرا بندہ کون ہے کیونکہ اس طرح انھیں ہونگا کہ میں کہوں کہ وہ میرا ہے اتنا اچھا ہوتا کہ خدا کہے کہ وہ میرا بندہ ہے۔

اور یہ نسخ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں جیسے کہ دوزخ نہیں ہے اسی طرح سوال کو حساب، قصہ اعمال کا پڑھنا اور اعمال کا وزن ہونا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح کی چیزیں اس لئے ہیں کہ حسناات ہیئتات سے تم آئیں اور اس کے مطابق بدلہ کا معاملہ کیا جائے بخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام مصمم ہیں محفوظ ہیں اور اس طرح کی تمام چیزوں سے پاک ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کو ان تمام چیزوں سے نجات نہ ہو تو دوسروں کو نجات کی طرف بلاتا کیسے درست ہوتا کیونکہ جب وہ خود کو نجات کے حکم میں شامل نہیں کر سکتے اور خود خائف رہتے تو خائف رہ کر دوسروں کی نجات کیسے طلب کرتے اور طلب بھی کرتے تو پہلے اپنے لئے طلب رہتا اور اپنی ہوتا۔

والتعجب بقصد الموت اور اٹھایا ناموسیت کے بعد یعنی کل خدا تعالیٰ تمام بدن کا معبود اسی طرح اٹھائے گا خاک سے لوگوں کو پست اور پڑیوں کے ساتھ جیسے کہ وہ تھے۔ تو اپنے بنییت میں یمن ہو گا لیکن صفات کے لحاظ سے اس میں تغیر ہو گا۔ اور یہ صفت کا تغیر اس بات کو واجب نہیں کرتا کہ اسے دوسری مخلوق یا دوسرا شخص سمجھا جائے کیونکہ کل جو کچھ اس سے ہوا ہے اس کے بدلے سے ہوا ہے اگر اس بدن کے علاوہ جس سے عمل ہوا ہے دوسرے بدن پر غلاب کرنا جائز ہوتا تو در حقیقت یہ عمل نہ ہوتا وہ خود یکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَوَرَّ وَ لَا تَوَدَّرْ وَ لَا تَخْوَعْ۔

ایسے ہی وہ بدن جو عاصت و عمارت کی تکلیف اٹھا چکا ہے وہ ڈر کا اثر حاصل کرے

اور بعضوں نے کہا ہے کہ دونوں پھونک کے درمیان چالیس سال کا عرصہ گزرے گا۔

کتنی پاک ہے حیرتہ اساتذہ خدا کو کرنے ایک آواز کا کبھی قوت دی کہ اس کے سنتے ہی کیا مگر تمام غبار قریح جاتے گئے اور دیکھ دوسری مرتبہ اس کے سننے کے ساتھ تمام غبار زندہ ہو جانے لگی۔

وَعَدَابُ الْقَبْرِ قبر کا عذاب کافروں کے لئے اور مومن میں کچھ گنگا روں کے لئے حق ہے۔ لیکن قبر کا عذاب مومن کے حق میں جائزات سے ہے اور کافروں کے لئے وادجات سے اور وہ ایک تکلیف ہے کہ جو مردہ کو اس کے دفن کے بعد ہوتی ہے۔

سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جو شخص مر جاتا ہے اس میں نہ کوئی جنبش

ہوتی ہے نہ اضطراب اور عذاب کا کچھ اثر بھی اس پر ظاہر نہیں ہوتا پس عذاب کا کیا مطلب؟ جواب: عذاب کے اثر کا ظاہر ہونا لازم نہیں ہے کہ جنبش ہو یا اضطراب ہو کیونکہ یہ سب

ہے اور درست ہے کہ غراب میں جب ایک شخص کا اختتام کے موقع پر لذت ملتی ہے اور مصیبت کے موقع پر تکلیف محسوس ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اس کے ظاہر میں نہ کوئی حرکت ہوتی ہے نہ اضطراب۔

امام ابن عربی کا ایک حدیثی لفظ ہے اسے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ قبر کے عذاب سے اور منکر کیر کے سوال سے بہت ڈرتی ہوں تو فرمایا حضور ﷺ

نے کہا یا دل اللہ میں غلط گوارا سوال منکر کیر کے سوال سے بہت ڈرتی ہوں تو فرمایا حضور ﷺ نے کہ اے حبیب بنی اسرائیل کہہ کر مومنوں کے لئے غلط گوارا ہو گا کیونکہ ماں اپنے فرزند کے ہاتھ پاؤں سلاتی ہے اور منکر کیر کے سوال میں مومنوں کی یہ کیفیت ہو گی جیسے کہ آنکھ میں سرمہ لگانے میں جس قدر آنکھ دکھتی ہے۔

اور قبر میں منکر کیر کا سوال تمام مردنے والوں کے ساتھ ہو گا خواہ وہ چھوٹے ہوں یا خواہ بڑے ہوں یہ سوال اس وقت ہو گا جب لوگ دفن کر کے ہوت جائیں گے (یعنی جس وقت مرد ہوتا رہ جائے گا) کیونکہ اس مسئلے میں جو حدیث آئی ہے وہ مطابقت ہے اَلْمُسْلِمُ اِفَّا شَتَّىٰ لِيْ الْقَبْرِ يَنْشَهُ اَنِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ يَنْشَهُ اَنِّيْ مُعْتَدِلٌ وَسَوَّلٌ اِلٰلٰہِ اللّٰہِ۔ (مسلمان سے جب

ارشاد ہے: **خَلْقَ مِنْ خَلْقِي غَيْرَ اللَّهِ** کہنا درست نہ ہوگا۔

لیکن اس بیان سے اللہ کی ذات و صفات پر لفظی کا حکم اور دیکھیں کیا جا سکتا ہے کہ یہ نقل میں کیا ہوں کہ وہ خالق ان تمام اشیاء کا ہے جس کو مخلوقی صفات ہیں، اللہ ہی کا خالق ہے، خلاف اس کے خود اللہ کے ذات و صفات مقدم ہیں اور جو وہ کم ہے اس کا مخلوق ہونا محال ہے۔

اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک شخص سر اس میں ہوا اور وہ کہے کہ یہ سر اور ہر کچھ میرا نہیں ہے، ہر ایک ہوا ہے، ظاہر ہے اس گفتگو میں خود قائل اور اس کے صفات اس قسم سے خارج ہوں گی اسی طرح اس نے کہا: **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَنَسَفَكُمْ** یعنی اس نے کہا تم کو اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو خدا نے پیدا کیا اسی سوچ پر اس نے اپنے کو ہمارے اعمال کا خالق بتایا، ایک طرح جیسے ہماری ذات کا خالق اپنے کو بتایا۔

خلاصہ یہ کہ خود کمال کرنے والے کا خالق ہے اور اس کے اعمال کا۔ اعمال خیر ہوں یا اعمال شر، جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: **اے عمر اگر خدا چاہتا کہ سرے سے کوئی مصیبت کرے تو میں نہیں تو انہیں کوئی پیدا کرتا، جناب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا خیال ہے ہمارے ان کاموں کے متعلق یہ اسی فقیر پر ہے جیسے لکھ کر فارغ ہو چکے ہیں۔ یا اے ام ایمنی! جناب سے شروع کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ اسی ہے جس سے فارغ ہو چکے ہیں، جناب عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو ہم اس پر کھروسہ کیوں نہ کر لیں اور جو ہر ماہ ہونے لیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہوا اٹھئے کام میں لگو کیونکہ ایسا بھی ہے کہ ہر آدمی پر وہی کام آسان ہوتا ہے کہ جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ ایسے ہی سوچ پر کہا گیا ہے کہ بندوں کے افعال و اعمال بھی جیسے ہیں یہ اس کا پتہ دیتے ہیں کہ جو کچھ ان کے متعلق نقل میں لکھا جا چکا ہے اس کے باوجود سعادت و مشقت و نذر و ملت ہے نہ سب کیونکہ بندوں کے اعمال و افعال تو آج ہو رہے ہیں اور سعادت و مشقت کا حکم ادلی ہے۔ آج ہونے والی چیز اس کے لئے جراثیم سے ہے سب کیسے ممکن تھی ہے۔**

ہاں بھر بھی انہی کے اعمال و افعال خیر و شر سب سے تعبیر کرتے ہیں، یہ بھڑا ہے۔

کہ: **وَاللّٰهُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَخَلَقَ الْاَنْفُسَ فَمِنْهُمْ مَنْ عَلَّمَهُمْ مَا يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا يَهْدِيْهِ اِلَّا سَعْيُهُ يَوْمَئِذٍ** (اور مشیت اور مصلحت اور غیر انہی الکثیر من المؤمنین فليهم النّٰو لا يضلّوا). (اور مشیت اور انہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور جو اس کے نکل میں رہیں گے، انہی کو پائے ہوئے لوگ اور بظاہر دے دینے والے، جو اہل کلمہ مؤمنین کے علاوہ ہیں، کیونکہ مؤمنین اہل کلمہ ختم میں پیشہ رہنے والے نہیں۔) اس کی تفسیر تفصیل صحیح اقوال کے ساتھ حاصل کی، جماعتیں تو بڑی اسی بنا پر یہاں مڑا اضافہ نہ کیا گیا۔

قولہ: **وَأَخْتَصِمُوا عَلَىٰ آيَةِ اللَّهِ** تعالیٰ خالق، **وَالْفَعَالُ جَدِيدٌ** کتنا اللہ خالق یو غیبیہم، **فَاللّٰهُ تَعَالٰی** واللہ خلقکم واما تفعلمون۔

(ارشاد شیخ ہے) اے وہ خلقکم یہ تفسیر اس لئے کر آیت میں تفعلمون پر ماکا لایا جانا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ صدیق حق میں ہے، یہ اتفاق تمام خوبیاں۔ جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ انہی کا مصلحت اور مراد لینے ہیں، مصلحت (یعنی مصلحت میں معنی صدیق مراد لینے ہیں)۔

توبہ آیت کہہ سے مراد یہ ہوئی کہ اللہ نے تم کو کھل دیا اور تمہارے اعمال کو کھلی خلقکم و عنکم اللہ بعد سے شریف میں وارد ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَصَفَكَ** (چونکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہر کام کے کرنے والے اور اس کے کام کو)۔

اور اس طائفہ کا اس بات پر اجمال ہے کہ نہ شر، نہ خیر، ایمان، طاعت، مصیبت، بندہ جو کچھ بھی کرتا ہے سب کا خالق اللہ ہے جیسا کہ یہ کم کرنے والوں کی خود ذات کا خالق اللہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ** تو ہر وہ چیز جسے چاہے اور وہ چیز مخلوق ہوا، زم کہہ کہ خالق اس کا خدای ہے، اس لئے کہ اگر جسموں کا خالق خدا ہوتا اور افعال کا وہ نہ ہوتا تو بعض اشیاء کا خالق خدا کا ہونا خالق کل نہیں کہا جاتا اور اس کی شکل میں اللہ کا اپنے کو خالق کل ہی کہا خلاف اللہ ہوتا خدا اس کے انہی نہیں۔

مصلح یہ کہ صحیح ہے کہ اللہ جیسے انسان کا خالق ہے افعال کا خالق بھی وہی ہے، اللہ تعالیٰ کا

قبولیت دونوں تقریر ہے اور یہی جواب مدق کے سلسلے میں تھی۔

قولہ: **وَأَنَّ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ يَتَوَكَّلُونَ بِنَاجِيهِمْ.**

(ارشاد شیخ ہے) یہ درست ہے اور صحیح ہے کہ تمام مخلوق مرتے ہیں اپنے وقتوں میں۔

اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں کی موت کا حکم دیا ہے اسی کے مطابق جیسا کہ اس کا حکم ہے اور جیسا کہ ان لوگوں کے متعلق اس نے چاہا ہے۔ اور اللہ کا علم دارا وہ میں یہ تو کوئی تر دور ہے اور نہ کوئی اللہ کے حکم دارا وہ کو دلائل پلانے والا ہے۔ اِنَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِهِمْ لَعَلَّيْهُمْ يَرْجِعُونَ سَاعَةً وَلَا يَنْفَتِلُفُونَ. (جب ان کی موت کی گھڑی آجائے گی تو کوئی اس کا کئے کرنے والا ہے۔ اور نہ چپچپے کرنے والا ہے) اور یہ مشہور حدیث ہے کہ جب بندہ کی صورت شکم دار میں پھری ہو جاتی ہے اللہ کا حکم فرمے کو بیچتا ہے کہ اس کی پیشانی پر اس کی روزی، اس کی موت، اس کی نیک ختنی اور بد ختنی لکھ دو اور اس اہل سمیع کے علاوہ بندہ کے لئے کوئی دوسری اہل نہیں جیسا کہ معتزلین کہتے ہیں یہ اس لئے کہ صکت خداوندی کے برخلاف ہے کہ بندہ کے لئے کوئی اہل سمیع رکھے اور خود اس کو اس کا علم نہ ہو کہ بندہ اس وقت تک زندہ رہے گا یا نہیں اور یہ بھی کہ بندہ کے لئے دوا مل نہیں کرے کیونکہ ایسا تو وہ کرتا ہے جو کاموں کے نتائج سے واقف نہیں ہوتا۔

سوال: جب محتول کی موت اپنی اہل سمیع پر ہے تو قائل سے مواتہ کیا؟

جواب: یہ اس لئے کہ اس نے قتل کا ارتکاب نہیں کیا۔

قولہ: **وَأَنَّ الْفَرَسَ وَالْمَنَاصِي كُلَّهُمَا يَفْقَهُانِ وَقَدِيرٌ مِنْ غَيْرِهِ كُنُوزٍ**

لَا خِيَدُ مِنَ الْخَلْقِ، غَلِيَّ اللَّهُ حُجَّةً نَبِيَّ لِلَّهِ الْخِيَدَةُ الْبَاقِيَةُ.

(ارشاد شیخ ہے) صحیح اور درست ہے کہ شرک اور مصیبت یہ سب تقریر کی بنا پر ہے

اس میں تعلق قاتل سے لہذا رب الصبرت پر کسی کو کسی دعوئی کا حق نہیں ہے یہ اس لئے کہ وہ مالک مطلق ہے تو صرف مطلق کا بھی اسی کو حق حاصل ہے اور جب تصرف کا حق مطلق حاصل ہے تو اس سے کسی استدلال کی کہاں گنجائش ہے جت باعدای کو حاصل ہے اور یہ جز کہا گیا بقیہ غایہ و قدیرہ قصاں موقع تحقیق اور مکرین کے معنی میں ہے اور قدر کے معنی برعلی کی حد بندی ہے اس طرح

روا مل اس مسئلہ میں دو باتیں ہیں اول اعتقاد کو درست کرنا دوسرے آداب کی

تجہداشت اعتقاد کی درگی اس طرح کہ خالق خیر خدا ہے اس پر تو یقین رکھے تاکہ شرک میں مبتلا نہ ہو اور آداب کی تجہداشت یہ کہ نیکوں کا لگاؤ اس کی جانب کیا جائے اور برا نیکوں کے متعلق یہ کہ یہ میری جانب ہے یہ طلب یہ کہ یوں کہوں کہ فاعل الخیرات ونا محسن ونا محمل ونا فقیر ونا فقیر ایسے ہرگز نہ کہو یا بشو نہ یا سنی اوفضال ارا لیے یوں سمجھو کہ عرض سے تحت الثوری تک تمام چیزوں کا خالق تو وہی ہے لیکن جب نسبت کرنے لگو تو یوں کہنا کہ رب الخیر ونا الخیر سنی واللوح یوں ہرگز نہ کہو یا رب الخیرات والفقیر ونا الفقیر اہل باد جو یکہ پیدا کرنے والا سب کا وہی ہے تو خیر ایمان طاعت و مصیبت سب میں جواب اسی طرح کا ہے کہ اسے شائق افعال کہو لیکن جب قصص اور اضافات کرنے لگو تو خیر کی اضافات اس کی طرف کرو اور شرک اس کی جانب اضافات کر کے نہ بولنا کہ بے ادبیا نہ ہو جیسے چاہا یوں علیہ السلام نے کہواؤ اذنا شریفٹ فہو یخفون و (جب میں چاہا ہو چاہا ہوں تو وہ شتاب تا ہے) اس موقع پر عرض کا گارانتیہا جانب کیا اور شفا کی نسبت خدا کی طرف باوجودیکہ عرض دینے والا اور شفا دینے والا وہی ہے یہ اس لئے کہ زبان میں شفا اس رہے اور حرف شکایت زبان پر نہ آئے۔

مضمون محتول ہے لوگوں نے گندارش کی یا رسول اللہ ﷺ لوگ جو نہیں (جہاز پھونک) کیا کرتے ہیں یا دوا دینے استعمال کرتے ہیں کیا یہ قدر خداوندی کو دلائل کر دیتی ہے؟

جواب ملا جو کچھ ہوتا ہے یہ بھی قدر خداوندی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سوال یہ ہوا کہ بیمار کو ہم جہاز دیتے ہیں اور دوا اچھا ہو جاتا ہے یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدر پائی کو پلٹ دیتا ہے اسی کا جواب ملا کہ پلٹن بھی قدر پائی ہے یعنی یہ بھی قدر میں شامل تھا کہ لوگ افسوس کریں گے اور بیمار کی کو میں افسوس کے ذریعہ پناہ کا جیسے شفا قدر میں ہے اور دوا دوا بھی اسی طرح ہے اگر شفا اس دوا جہاز پھونک سے مقدور نہیں ہے تو وہ دوا نہ کرے گا اور دوا کا بھی یہی حال ہے اسی طرح کا دوا کے معاملہ میں بھی ہے کہ دوا جو قول ہوتی ہے اس میں دوا اور اس کی

چونکہ اس نے اپنی منہج اور ارادہ پر کام کیا بندوں کی صلاح کا پر نہیں تو ان کو کون کا قول باطل بھالو یہ کہتے ہیں کہ بندوں کے حق میں صلاح کاری کرنا خدا نے تعالیٰ کو واجب ہے عداوت کچھ بھی کرنا وہ بندوں کے حق میں اصل ہوتا ہے اس قول کی بنا پر اگر یوں کہا جائے کہ خداوند قدوس جانتا تھا کہ کافر سے اس طرح کفر کا ثبوت ہوگا تو پھر اس نے کافر کو پیدا ہی کیوں کیا نہ پیدا کرتا تاکہ یہ لوگ عینک کے عذاب میں مبتلا نہ ہوتے یہ تو ایسا نہ ہوتے تو کفر کر کے کرتے ان کے حق میں تو ان کا نہ پیدا کرنا ہی بہتر تھا پھر جب اس نے پیدا کیا اور ایک مذمتک مہلت دی کہ وہ باطل ہو گئے اور کافر بھی ہو گئے اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ اس نے ان کے ساتھ وہ نہیں کیا جو ان کے حق میں بہتر تھا بلکہ وہ کیا جو بدتر تھا۔

دوسری بات یہ لازم آتی ہے کہ جب بندوں پر خدا کا حق واجب ہے اور کی طرح اس قول کے مطابق بندوں کے حق میں اس طرح کرنا واجب ہے تو وہ جب میں دونوں برابر ہوں گے اب اس برابر کے بعد بندہ اور خدا کا کیا فرق ہے۔

دوسری بات یہ کہ جب کی کو اس پر حق بتلانے کا حق نہیں ہے اور وہ اپنے ملک میں پوری طرح تصرف کرتا ہے اور اس سے کوئی اونچائی نہیں ہے کہ اس کو کسی اصول کا پابند بنائے اور اس کی پابندی چاہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو کچھ کرتا ہے محل سے کرتا ہے ظلم سے نہیں کسی کو اس پر جمت کا موقع بھی حاصل نہیں اس نے خود پایا لامتناہی عطا فیض و نعم ہستائون عطا ہستائون (وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا اور اگر لوگ جو کچھ کرتے ہیں اس کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا) ظاہر ہے اس کے سوا جب سب اس کے غلام ہیں تو اس کے حکم پر دار ہوئے حکم کے ترک پر ان سے سوال ہوگا لیکن جب خود اس سے اپنی کوئی ناکم نہیں ہے تو وہ جو کچھ کرتا ہے خود اس سے کوئی سوال نہیں ہوگا۔

گروہ صوفیہ کا اصرار ہے اس بات پر کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جو کچھ بھی نیک کرتا ہے یہ اس کا فیض ہے اور فیض کرنے والے کا معاملہ میں ہوتا ہے کہ اگر وہ کرے تو کرتا جائز کرنے پر کوئی نہ لائی جائے حدیث شریف میں آیا ہے لَسُوْا خُلُقَیْہِی اللّٰہُ وَالْاَنْبِیَآءُ مَوْثِقُہِہِ

جس پر کہ وہ موجد ہوتا ہے اپنے جس طرح نعرہ خیر کے پہلو میں۔

اور چونکہ بالقدیر ہے کہ خود خداوند قدوس کیے میں نے نہیں پیدا اور اختیار دیا یہ نہیں تو اختیار کے اجازت میں کیا کیا کیوں کہ عین ایمان پر مجھ نہیں ہے، اوجہ اس کے پیدا کیا اور ایمان اختیار کیا اور کفر کو پسند کیا اور کفر سے کراہت کی۔ اسی طرح کافر غیر مجبور نہیں ہے کافر اسی بنا پر تو ہوا کہ کفر کو اختیار کرنا اور پسند کرنے والا ایمان سے کراہت کرنے والا اور عداوت کرنے والا تو اس طرح دونوں کے دونوں صاحب اختیار ہیں ان پر جبر و اکراہ نہیں۔

تم ویکسے نہیں جب ایمان اختیار کرنے والا جبر اکثر اختیار کرتا ہے تو اس جبر کی بنا پر کفر کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا بخلاف اسکے مانتی کفر اختیار کرنا اور کفر کو پسند کرنا جبر کی کٹوار کے جبر سے ایمان لاتا ہے۔

اسی طرح اللہ رب العزت کی جانب سے جبر اس وقت تسلیم کیا جائے گا جب کہ کافر اپنی جانب سے ایمان اختیار کرے اور کفر سے کراہت کرے پھر بھی اسکو اللہ کا فرمان ہے ایسے ہی مومن کفر اختیار کرنے اور ایمان سے کراہت رکھنے لیکن اللہ سے جبر اس مومن کا ہے۔

ام جابر رحمت اللطیفہ کہتے ہیں کہ جبر بالقدیر کو آدمی کے نفس پر ہیں حاصل ہے کہ اس نے نفس میں عادت اختیار کرنے کی صلاحیت دی ہے اور اسی پر وہ قیامت میں اپنے بند پر جبر لاویگا کہیگا اَلَمْ یَخْلُقْکَ فَخَسْبُوْا لَہٗ (کیا میں نے تمہیں بوجھلائے والا نہیں نہیں یا قلم!)

امل منعت و معاصت کا خصوصاً اصرار ہے کہ خداوند تعالیٰ بندوں کیساتھ وہ کرتا ہے جس میں بندوں کی بہتری ہو یہ اس لئے کہ اس نے اپنی طاعت بتائی ہے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَنْصَحُکُمْ فَسَیُوفِیْہُ (خداوند قدوس اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور صیبا چاہتا ہے حکم دیتا ہے) اگر ایسا ہوتا کہ بندوں کے حق میں وہی کرتا اپنے اوپر وہ واجب کرتا جو بہتر ہو تو اسکو اپنے ارادہ اور مشیت پر کار بند ہوتا حال ہو یا تا اور وہ وہی کتنا یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَنْصَحُکُمْ فَسَیُوفِیْہُ (اللہ کرتا ہے جو بندوں کیلئے بہتر ہو اور وہی حکم دیتا ہے جو بندوں کے لئے اچھا ہو)

کہ اس کی پاک ذات ظلم سے مژدہ ہے۔

جواب: میں یہ کہوں گا کہ کسی کا خدا پر کوئی حق واجب نہیں اس طرح کہ وہ حق نہ رہے
برحق کی ادا ہو سکتی ہو جائے۔

دوسری بات یہ کہ خاتم اس وقت ظالم کہا جاتا ہے جب وہ کسی دوسرے کی ملکیت میں
مالک کی بغیر اجازت کے کچھ کرتا ہے اور جب یہ چیز عادت ہو چکی کہ خداوند تعالیٰ کی کوئی حق
واجب کی نہیں اور وہ جو کچھ کرتا ہے خاص اپنی ملکیت میں کرتا ہے اور جب بھی ہو چکا کہ اس
سے بڑھ کر کوئی نہیں ایسا جاسے کسی دستور و قانون کو طلب کرے تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ
اس کا کوئی تصرف ظلم و جور نہیں اور وہ جو کچھ بھی کرے اس کا کوئی تاخیر و تفویض ہو گا عدل۔

بزرگوں میں سے ایک کہتے ہیں سائنس قسم بنو بنی بالقلوب قلقلہ کلکلو۔ تقدیر پر جس نے
لہجہ ان ساداتِ یاس نے کو کر کیا قبولِ اہل سنت و جماعت کے موافق ہے حق اُخفاء المسما صحنی
علی اللہ قلقلہ ففجور۔ جس نے مصیبت کو اللہ رب العزت کے حوالہ کیا وہ ظاہر ہے یعنی تقدیر کو
لہجہ ان کی جانب سے سمجھو اور مصیبت کو اپنی جانب سے۔

ظاہر ہے جب تقدیر مقرر کرنے کا حق اسکو ہے ایسا نہ سمجھو کہ تو دوسری طرح سے گویا
تم کہیں کہہ رہے ہو کہ میں جو چاہوں کروں تم کو ان سے بڑا کفر اور کیا ہے لہذا جب
مصیبت کو تو کہو میں نے برا کیا اس کی طرف نسبت نہ کرو کیونکہ مصیبت عجب ہے عجب کا لگاؤ
اللہ کی طرف کرنا کفر ہے۔

کل کا قاصد یہ ہے کہ جب تمہاری اپنی جانب نظر پڑے خود کو سراپا عجب و تہنیت کہو اور
جب اس کی جانب نگاہ تلخ تو کھل کا کھل پا کی اور افضل سمجھتا کہ نگاہ کے دونوں رخ درست ہوں
جب اپنے کو عجب دلا رہا ہے عاجزی اور عذر داری پیدا ہوگی نتیجہ میں پا کی آنگلی اور جب اس کو
پاک ہے عجب سمجھو کہ اور اس کے احسان کا مشاہدہ کرو گے کہ شرافت و قرب کی کیا آوری ہوگی۔

قولہ: وَتَوَزَّى الضَّلُوفُ خَلْفَ خَلْفٍ تَوَظَّاهُ جَو۔

(ارشاد شیخ ہے) اور صوفیہ کا اعتقاد ہے کہ ہر قافلہ و صانع کے پیچھے نماز جا رہی ہوتی

بَعْدَ اللَّيْلِ وَعَلَيْنَا فَكُلُّهُ غَيْرُ ظَالِمٍ۔ مجھ کو ادا میں رہ کر وہ کچھ کرتا ہے عدل سے اور عذاب
کرتے تو اس میں پروردہ عالم نہ ہو گا۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سرور کا ناکت ﷺ جب نماز ادا
کرتے تھے تو اس طرح کہ دونوں پاؤں مبارک آپ ﷺ کے سوچ جاتے تھے جبرئیل علیہ السلام
آئے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اَلَيْسَ قُلْتُ فَكُلُّهُ نَاكِتٌ مَا تَقْلُبُ مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَأْتُو (کیا
انکی بات نہیں ہے کہ میں صاف کر چکا ہوں آپ کو اس چیز سے جو گناہ آپ کی جانب سے پہلے
گزر چکے ہیں اور جو بعد میں ہوں) آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا لَيْسَ لِي مِنَ يَنْفَعُنِي مِنْ
مَنْجُو كَمْ۔ (جی ہاں لیکن یہ کہان ہے جو مامون ہوں آپ کے خیر کر خیروں سے)۔

قولہ: وَلَقَدْ لَا يُؤْخِضُنِي لِجَعَادِهِ الْكُفْرُ وَالنَّعَاصِي۔ وَالْوَاضِي غُفُورُ الْآزَادَةِ

(ارشاد شیخ ہے) یہ کجج ہے اور درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کفر و مصیبت
پر راضی نہیں ہے۔ یعنی جب ایک کافر بندہ سے کفر و جود میں آتا ہے یا کسی مصیبت کار سے
مصیبت و جود میں آتی ہے اللہ رب العزت کی اس میں رضا مندی نہیں ہے مگر چاہے اس کے حکم سے
اور اس کی رضا سے ہوتا ہے۔

فتحا سے اس موقع پر تحقیق کی نسبت مراد ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کے ارادہ سے اور
اسی کی تقریر سے ہوتا ہے اللہ جل شانہ کا قول ہے لَئِنْ لَمْ يَنْصُرُنَا اللَّهُ فَبَعْدَ ذَلِكَ أَمَّا أَتَى
حدیث ہے اَلْقُلُوبُ خَيْرٌ وَنُفُوسٌ مِنَ اللَّحْلِ (خیر و شر کی تقدیر اللہ کی جانب سے ہے)۔

رضا اور ارادہ میں فرق ہے یعنی رضا ارادہ نہیں ہے یعنی رضا کا اثر اور ہے ارادہ کا اثر
اور ہے کی انجی شے کے ارادہ کو رضا سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ طاہریت پر ہونے کے لائق
ہے۔ مصیبت پر نہیں ہے اور ارادہ کی جانے والی چیزوں میں کی کو خصوص کر دیتا ہے تو عجب و فحش
و عجب و بیعتیہ و فحش و بیعتیہ (چند وجوہات میں سے کسی ایک کو یا چند وجوہات میں سے کسی ایک کو
مخصوص کر دیتا ہے)۔

سوال: اگر کوئی یوں کہے کہ مصیبت اللہ کے حکم سے ہے اللہ کے قدر کرنے سے
اور اس کے چاہنے سے ہوتا ہے مگر بھی اس پر پروردہ کو عذاب اور مراد دیتا ہے یہ تو ظلم ہے یا جود یہ

تہیلے واقع ہونا یہ ممکن ہے معذات خداوندی میں تہربلی کا ملائکہ نہیں وہ اللہ جس کا محبت ہے عہد نہ ہو گا اور جس کا عہد ہے محبت نہ ہو گا۔

ہاں ایسا ہوتا ہے کہ اللہ ایک شخص کا محبت ہے لیکن خود وہ شخص ابھی اللہ کے صدق کی صف میں ہے جیسا کہ دربار فرعون کے سارے حب مسیت خداوندی غالب آئے گی اس کی معذات محبت سے بدل جائے گی بخلاف اس کے ایسا شخص کہ حق تعالیٰ اس کا عہد ہے وہ خود بیت الہی کی معذت ہی سے کیوں نہ متصف ہو چیسے اہلسی طبعیعت۔ جب اللہ کی عداوت زائل ہوئی اس کو مسیت کی معذت اسے عداوت میں بدل دے گی تو ظاہر ہے کہ اللہ کی محبت و عداوت کی علت سے لگاؤ نہیں رکھتی۔

وہ معذت الہی ہے معذت الہی کے لئے کسی بندہ کی روزمرہ کی مخالفت و مفاقحت علت نہیں ہوتی کیونکہ علت جس کے لئے علت بنتی ہے اس سے قبل اس کا وجود نہیں آنا ضروری ہے۔

بیت

ہم نہایت صبر و تحمل و انحراف و است

(تمام صدیقیوں کے بچے پائی ہیں وہ فرخ کے گھونٹ لیا ہے ہیں کے خبر ہے کہ لہجہ

کار کا راز ان کے کیا ہے۔

قولہ: وَقَدْ رَوَى الْبُخَارِيُّ فِي تَوْحِيدِ نَبِيِّنَا وَتَوْحِيدِ عَمَلِهِمْ وَتَوْحِيدِ

(ارشاد شیخ ہے) صوفی کی نگاہ میں خلافت کا حق قرینہ کو ہے وہ اس پر اتفاق رکھتے

ہیں خلافت کے معاملہ میں ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں اس مسئلہ میں اہم اہل صاف ہیں کہ قریش کے عداوہ کی کو خلافت کا حق نہیں قریش کا لفظ قریش سے ہے خارج کے معنی میں آتا ہے

اس کی تغییر قریش ہے قریش خود سے اختیار کو کہا جائے گا۔

اس کا قصہ یوں ہے کہ جناب اسامہ رضی اللہ عنہ کی اولاد باہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئی تھی ایک ایک دور دور کے اطراف سے سک میں جمع ہونے لگی اس خیال سے کہ یہ میرے آؤا اجداد کی جگہ ہے اس طرح ایک تھوڑی سی جگہ بناوٹ ہوئی۔ اسی مختصری بناوٹ کو عرب نے قریش کہا

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسیت نے ایمان زائل نہیں ہوتا ہے اگر حاسی مومن نہیں رہتا تو غیر مومن کے پیچھے مومن کی نماز جائز نہیں ہوتی۔

قولہ: وَلَا يَنْتَهِي عَنْ تَوْحِيدِ مَنْ أَعْلَى الْفَلَكِ بِالْبَيْتِ الْخَبِيِّ أَتَى بِهِ وَلَا عَلِي

أَخِي بِالْأَعْلَى لِكِبَرَةِ أَتَى بِهِ

(ارشاد شیخ ہے حال قبلہ میں سے کسی کو نکال دینی کا پارس کے پیشی ہونے کی گواہی نہیں

دیتے اور کیا نہ کے اور کتاب کی بنا پر دوزخ کی گواہی نہیں دیتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ تمام مسلمان اہل بہت ہیں اور تمام کافر اہل دوزخ ہیں خصوصاً کر کے یہ نہیں کہتے کہ یہ مسلمان اہل بہت ہے یا یہ کافر اہل دوزخ ہے۔ یا اس لئے کہ یہ حکم لگانا فیصلہ کی طریقہ ہو گا یہی چیز کے متعلق جس کا حکم نہیں ہے کیونکہ اس کا قائل نجیب سے ہے۔ (شیخ اللہ کا معلوم ہے کہ کیا ہو گا) اور اس بارے میں بندہ کو خود اپنے متعلق ہی معلوم نہیں ہے یہ صفت ذات پاک خداوند تعالیٰ ہی کی ہے۔

اور معشر و مشر و رضوان اللہ کے متعلق یہ مخصوص کر کے کہا کہ اہل بہت سے ہیں ہم سے لازم نہیں آتا یا اس لئے کہ اس کا ثبوت کہ یہ اہل بہت میں بیٹا خبر رضی اللہ عنہ کے قول سے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

اس مسئلہ کی پوری تقریر یہ ہے کہ کفر اہل عداوت ہے اور ایمان اہل محبت ہے۔ لیکن کافر اپنے کفر میں عداوت خداوندی کی بنا پر ہے یہ اس سے صاف ظاہر نہیں ہوا ہے اس کے عداوت خداوندی کا حال خصلہ ہے اور حکم لگانا اسی پر موقوف ہے ہاں اگر کفری کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو اس کی عداوت خداوندی متعین ہو جائے گی یا اگر اس کا خیر زائل ہو گیا تو ظاہر ہو جائے گا کہ خدا سے اس کو محبت ہے۔ اسی طرح مومن باوجود یہ کہ ایمان کی بنا پر خدا کا محبت ہے لیکن یہ ظاہر نہیں ہوا ہے کہ خدا سے اس کو محبت ہی ہے کیونکہ اس کی حالت میں بھی ایسا ہے اس کے زائل ہونے پر حکم لگانا موقوف ہے اگر یہ مومن دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہو تو محبت خداوندی اس کی متعین ہو جائے گی اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان خالص ہو گیا تو بھی ظاہر ہو جائے گا کہ خدا کا دشمن ہے اس کی عداوت خداوندی ہی حقیقت میں جائے گی۔ چھوڑا ت کی معذات میں

مطہدہ کا ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا اللہ رب العزت اس کے ہاتھوں سے جس قدر اعمال عام کرنا ہے وہ اس کے مقابلہ میں زیادہ ہے کہ بتایا یہ لوگ جاننا ہی اتے ہیں۔

محمد ابن شیرین فرماتے ہیں اگر آسمانوں سے مجھے آواز دی جائے کہ آج تیری سزا عا میں ٹھیل مرنے والی ہیں تو میں تمام کبھی بادشاہ کے لئے کروں یہ اس لئے کہ ہر دور وہ عاجز تھیں اپنے لئے کروں گا اس سے تمنا میری بھلائی ہوگی اور وہ دعا جو میں بادشاہ کے لئے کروں گا اس سے تمام مسلمانوں کی بھلائی ہوگی۔

پھر سے طور پر یہ جانتا چاہئے کہ بادشاہ کا فساد مخلوق ہی کی بنا پر ہوتا ہے مخلوق جب اصلاح پر ہوتی ہے تو بادشاہ عادل ہوتا ہے اور مخلوق جب فساد حال ہوتی ہے بادشاہ ظالم ہوتا ہے حدیث شریف میں ردو ہے حکمتا نکلو لئلا یؤلفی علیہم (تم جیسے ہو گئے تمہارا حکم بھی دینا ہی ہوگا)۔

قولہ: وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ الْمُنَوَّلَةِ

(ارشاد شیخ ہے) اور ان تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ کی حاجت سے اناری گئی ہے یہ سمجھو کہ کتب ہائے خداوندی اللہ کا ایک ہی کلام ہے اس کی کتب کے کسی ایک حصہ یا ایک کلمہ کا جب کوئی منکر ہوگا کافر ہوگا۔ کتب ہائے خداوندی میں باہم کلام ہونے کی حیثیت سے کوئی فرق نہیں ہے اور کلام ہونے کی حیثیت سے باہم ایک دوسرے کو کوئی تفریق نہیں ہے اس کا کلام ایک ہی ہے مگر اس میں جاننا ہے کہ کتب و احادیث کی حجت سے ایک کلمہ دوسرے پر فضیلت ہو جیسے حدیث میں آیا ہے کہ جو حدیث بت جائے پڑے گا اس کو کتب ہائے گویا دینا اور جو حدیث غلط پڑے گا اس کو بھی تو کتب ہائے گویا اس طرح کا اور بھی اس طرح اور سو قول کے متعلق آیا ہے۔

تران سے نقل کی کتب ہائے منورہ کے نہ پڑھنے پر تمام امت کا اتفاق ہے کیونکہ اس کی قرات منسوخ ہو چکی ہے قرآن کے نازل ہونے کے بعد عداوت قرآن کے عوض ہے۔ یہ بات کہ اس کے احکام بھی احکام قرآنی کے عوض منسوخ ہو گئے ہیں یا نہیں اس سلسلہ میں امام مسلم ابوحنیفہ رحمت اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی کتابوں کے احکام جس کا نسخہ قرآنی سے ہے یا حدیث

شرح کیا گئی تحقیق ضرورت کے بیان کی کتابوں میں آتی ہے اور میں نے جو یہ کہا کہ کسی کو خلافت کے مسائل میں اختلاف نہیں ہے پیغمبر ﷺ کی اس حدیث کی بنا پر ہے لَّا بُدَّ مِنَ الْقُرْآنِ (امام قریش سے ہوا کریں گے) خلافت کے لئے شرط ہے کہ علیہ قریشی ہو۔ خواہ طوی خواہ حثلی خواہ غری خواہ کسی خواہ کسی اور بھی اس اصل و نسل سے ہے اس کی امامت و خلافت ہو سکتی ہے دوسرے کو نہیں۔

قولہ: وَلَا تَوَدُّنَ الْخُرُوجَ عَلَى الْوَلَاةِ وَلَا تَخْلَوُا مَلَائِمًا

(ارشاد شیخ ہے) امیر اگرچہ ظالم ہی کیوں نہ ہو اس کی امامت سے گردن نہانا

مناسب نہیں سمجھئے یعنی ایسا اعتقاد نہیں رکھتے۔

امامت میں سلطان جاہل اور سلطان عادل برابر ہے۔ یہ اس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے جو حدیث کے ذکر میں آیا ہے عشق نہ کرنا خلیفہ و ائمتہ و خلفائے نبی و ائمہ اہل بیت و خلفائے نبی و ائمہ اہل بیت کے لئے نہ کرنا و لا جمعہ فشدک آپ نے جو حدیث کے متعلق فرمایا کہ جس نے نماز جو ذکر کیا ہے یہ سمجھ کر کہ اسے یہ جائز نہیں سمجھتا ہے یا ترک کی اس بنا پر کہ اس نے اس کا ہر بیت نہ دی اس حال میں اس کا امام یعنی امیر اور بادشاہ نیک ہو یا بد اس کی عقل میں اللہ سے برکت نصیب نہیں کرے گا اور اسے کامیابی نہ دے گا اس موقع پر بتاؤ کہ اور ایک دونوں بادشاہوں کا ایک ساتھ نہ کرنا کیا ہے تا جرات پر نہ کرنے والے بادشاہ و دونوں کے پیچھے ایک طرح سے نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ظالم بادشاہ کے حکم سے گردن موزنا جائز نہیں۔

یہ تفصیل اس لئے کی گئی کہ متحرکین کا مذہب ہے کہ بادشاہ جب ظلم کرتا ہے طبعی طور پر وہ خرد معزول ہو جاتا ہے اور جب وہ بادشاہت سے معزول ہو گیا اس کی امامت کا حکم بھی لغو ہو گیا بخلاف اس کے اہل سنت و جماعت کے نزدیک سلطان اپنے ظلم کی وجہ سے معزول نہیں ہوتا تو جب اس کی مصلحتی باقی ہے جو خون کی امامت بھی وہ ہم سے طلب کرے اس کی امامت ہم پر واجب ہے۔

قصہ بیان کیا گیا ہے کہ خواہ حسن بصری رحمت اللہ علیہ کی ایک صحبت میں بادشاہ کے

کے قدر و احترام ہوں یہ اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ محبوب ہیں اور سنا سوں میں خاص ہیں۔

اور نبوت کے مقام سے کوئی مقام برتر نہیں خصوصیت میں۔ لہذا تمام دوستوں میں خصوصاً یہی لوگ ہیں۔ جب تک یہ مقام حاصل نہیں نبوت کے لائق نہیں۔ تو محبت خداوندی انبیاء ہی پر یوں ملحق صادق آتی ہے کہ سر سے سامون ہو گئے ہیں۔

مجموعی طور پر یہ سمجھ کر گزارنا کہ تمام اہل ایمان کے احوال و انکسائی فی کے ایک قدم کے کنارہ میں مکھڑے جائیں تو ان کا پتہ بھی نہ چلے۔ اولیاء کا گروہ جو کچھ حاصل کرتا ہے اور جس منزل تک پہنچتا ہے انبیاء ہی کے ذریعہ اور جو کچھ پاتا ہے انہیں کے ذریعہ انہیں کی رحمت سے فرمان لگتی کی اطاعت میں آئے ہیں اور قوم کی رعنائی کرتے ہیں۔

تو انبیاء کی ایک سائنس اولیاء کے جملہ کاروبار سے افضل تر ہے چنانچہ اولیاء جب احتیاج کو دیکھتے ہیں جب مشاہدات سے مطلع ہوتے ہیں اور عجب بشریت سے اہل آئے ہیں اگرچہ میں بشر ہوتے ہیں۔ لیکن عیسائے کبریا ہی تمام مشاہدہ میں ہوتا ہے تو عجب ابتداء انبیاء کی، اولیاء کی انبیاء ہوتی ہے تو اولیاء کو انبیاء پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔

سلطان العارفین (ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ) سے منقول ہے فرمایا صلیقیہ مقبول کی آخر و آخر انبیاء پیغمبر اسلام کے احوال کی شروعات ہے اور انبیاء پیغمبر اسلام کے انہی کی کوئی ایسی حد نہیں جس کا پتہ کوئی پا سکے، یعنی تمام نبوت کے سوا کوئی مقام صمدیت کے مقام سے برتر نہیں جس طرح اولیاء کا سر نیزہ غلطی کی ادراک سے پیشتر ہے انبیاء کا سر نیزہ اولیاء کے ادراک سے دے دیے ہی نہیں ہے۔ اولیاء انبیاء کے سایہ میں سر کرتے ہیں اور انبیاء اولیاء کو پہلو میں لئے کر ہوا کرتے ہیں تو یہ سر کرنے والے ”پہلو میں لئے کر ہوا کرتے“ والے کو اپنے پیچھے کے اندر نہیں لے سکتے۔

سلطان العارفین قدس سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ انبیاء کے احوال کے متعلق کیا لہراتے ہیں؟ فرمایا کہ انہوں ہم کو ان کے گھر و راقصرت نہیں بتانا ان کے اندر تلاش کرتا ہوں انہی حد سے آگے نہیں بڑھتا۔

رسول ﷺ سے یا انبیاء امت سے یا اس قیاس علی سے جو ذریعہ نص اس کے حق پر دلالت کرتا ہے یا ایسے کام ممنوع سمجھے جائیں گے کہ بغیر حواس کے علاوہ ہے مگر باقی اور شروعا ہے۔

قولہ: وَأَلْفَيْئَاءَ وَالْفَوْسَلِينَ.

(ارشاد شیخ ہے) تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان لانا فرض ہے اس پر اجماع ہے کہ اللہ کے تمام عیسائے اللہ کے بندے ہیں اور سب جناب آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں سب اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں سب مصمم ہیں سب عقل میں مکمل اور عبادت میں مکمل ہیں ان کے کی عمل میں نفس کھمنا درست نہیں ہے ان کا عمل تھوڑا ہو یا بہت مکمل اور مقبول ہے کہ سب ایک ہی دین پر ہوئے ہیں اور وہ دین اسلام ہے ان سب پر ایمان لانا واجب ہے۔ بلکہ جو کچھ میں ان سب کو نفس جانتا ہوں اور انسان کی کئی معلوم چنان میں سے کسی ایک کا بھی کوئی منکر ہو گا تو وہ فوہو گا۔

ان کی کئی کا مسئلہ یہ ہے کہ درحقیقت کیا ہے عمارے لئے الا معلوم ہے اور یہ ضرورت ان کی ہے کہ عیسائے رسول کے متعلق جب سوال کیا گیا کہ انہی کی کئی ہے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار بتایا گیا۔ یہ حدیث اجماع کا ہے اور یہ علم لاطیف کا سبب نہیں ہوتا تو یہ بہتر ہے کہ ہم یوں کہیں کہ تمام عیسائے رسول پر ہم ایمان لاتے ہیں ان کی تعداد کا تعین کئے بغیر۔

یہ سوال کہ عورت میں کوئی عیسائے ہوئی ہے یا نہیں بعض فقہاء اس مسئلہ پر نہیں کہ کوئی عورت مختبر نہیں ہوئی ہے اور بعض کا یہ مسلک ہے کہ چار عورتیں عیسائے ہوئی ہیں ان میں ایک جناب عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں دوسری جناب عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم قمری حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ جناب سارہ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ جناب حوا کا عجب یوں کہا گیا ہے کہ یہ بی بی ہیں۔ چار اگر بی بی بھی ہوں تو ہم یوں کہیں گے کہ میں تمام انبیاء و رسول پر ایمان لانا چاہتا ہوں خواہ وہ مردوں یا عورت اس طرح کہنا بہتر ہے۔

قولہ: وَأَنْتُمْ أَفْضَلُ الْبَشَرِ.

(ارشاد شیخ ہے) یہ بی بی اور درست ہے کہ تمام عیسائے اللہ تمام خلق سے افضل ہیں بشر میں کوئی شخص نہ ان کے برابر فضل میں ہے نہ صرف عیسا میں نہ ولایت میں نہ کچھ نبوت زیادہ اس

افضل تر ہوا۔

لیکن وہ جو اس مذہب موقوف کے شیوخ ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ ان کے دین پر سمجھوں کو اعتماد ہے ان باتوں سے بیزار ہیں کہ وہ جان نہیں رکھتے کہ کسی کا مقام الہی کے مقام سے بلند ہوا یا ہمارے ہاں اس شہ کا حجاب جو ان لوگوں نے دار کیا ہے یہ ہے کہ خیر کو فضل مفید تھا اور وہ علم من لدنی کا بعض حصہ ہے۔ بخلاف اس کے مومن الصلیٰ علیہ وسلم کو فضل مطلق تھا۔ فضل مفید مطلق کو حاصل نہیں کرتا۔ مثلاً سریم پاسا کا فرزند پاکسی ہاشمی بغیر ساس کے۔ یہ ایسا فضل نہیں ہے جو فضل عاقلینہ و قدوہ طہرا بر ارضی اللہ عنہا کو حاصل کرے کیونکہ ان لوگوں کو عالم کی تمام عزتوں پر فضل مطلق حاصل ہے۔ اور جناب مومن کا خیر کے پاس بھیجا جاتا اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ مومن علیہ السلام کی امتلاچی اور افضل کی امتلا مفسول کے ذریعہ جائز ہے۔ گرچہ لال کتاب کہتے ہیں کہ یہ مومن ابن عمر بن جحش سے ملکہ مومن ابن ابیایان تھے۔ اور یقول حنیف ہے۔

قولہ: وَأَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ الْفَضْلُ

(ارشاد شیخ ہے) اور یہ حقیقت ہے کہ محمد ﷺ تمام پیغمبران عظیم اسلام سے افضل ہیں۔ اسکی پہلی اس حدیث سے ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ میں تمام اولاد آدم کا سرور ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں اور ارشاد ہوا آدَمَ وَنَسْنُ فَوْزِي فَخْرِي لَوْ لَاسِي وَلَا فَخْرَ۔ آدم اور آدم کے حوا بیٹے ہیں سب میرے جملہ سے ہے نیچے ہیں اور اس سے میری برتری نہیں یعنی میں جو کہتا ہوں فخر کے لئے نہیں کہتا۔ بلکہ اس سب سے کہتا ہوں کہ مجھے اس کا حکم ہے کہ میں ایسا کہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اپنے ذات کی پاکیزگی اور اپنی تقدس پس حرام ہے۔

قولہ: وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَيْرٌ مِنَ الْإِنْسَانِ

(ارشاد شیخ ہے) اور یہ حقیقت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپ ﷺ پر پیغمبری عظیم کر دی۔ یعنی حضور ﷺ کے بعد کوئی نہ آئے گا نبوت آپ پر ختم ہو گئی۔ اور کسی بڑے کام کا خاتمہ نہیں ہوتا مگر کسی بڑی چیز پر کیا نہیں دیکھتے کہ فرمان شای کی قدردانیت ہر سے ہوتی ہے۔

تم سوال کر سکتے ہو کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام سے انہیں گے یہ یوحنا ہے۔ اس طرح

دوسری بات یہ ہے کہ غیر یسعی خداوند تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان سبب غیر ہمیشہ بادشاہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور جو بادشاہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے اسرا سلطنت کو زیادہ جانتا ہے قریہ کیوں کہ درست ہو سکتا ہے کہ جو نبی نہیں ہے وہ نبی سے بڑھ جائے یا اس کے برابر ہو جائے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جو نبی نہیں ہے اس کو نبی پر ایمان نا ہوگا اگر انہیں لانے کا کافر ہوگا اور خداوند تعالیٰ پر جو اس کا ایمان ہے وہ بھی بر باد ہوگا۔

اور یہ بات بھی ہے کہ پیغمبران لوگوں کی اصلاح کے لئے ہیں جب کہ نبی ایسا شخص جو پیغمبر نہیں ہے وہ پیغمبر سے بڑھ کر ہوا اور وہ وہاں جائے کہ جس کا علم پیغمبر کو نہ ہو۔ مثلاً پیغمبر کی کیا ضرورت ہے؟ اور پیغمبر کس کام کے لئے ہیں؟ اور وہ؟ جو راز کھتر جانے والے بہتر طریقہ سے آراستہ ہوگا تو اسے چاہئے کہ پیغمبر کو آراستہ کرے اور اسکی صورت میں نبوت معطل، اور شریعت رخصت، جو شخص ایسا عقائد کا مال ہے وہ کافر ہے۔ سوڈ باللہ من ذالک۔

خلاصہ یہ کہ گھڑوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اولیاء غیاء سے افضل ہیں وہ اپنے دینی کی دلیل میں یہ کہتے ہیں کہ اولیاء ہر وقت خدا کے ساتھ مشغول ہیں اور انیاء اکثر وقت غفلت کی دغوت میں مصروف ہیں تو ایسا شخص جو ہر وقت کتب مشغول ہے افضل تر ہوگا جو کچھ وقت مشغول ہو۔

اور جاہلوں کی ایک ایسی جماعت جو اس گروہ اولیاء سے محبت کا دعویٰ کرتی ہے ان سے نیک گمان کہتی ہے ان کی متابعت کرتی ہے اس کا قول ہے کہ مقام ولایت مقام نبوت سے بڑے ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کا علم وحی کے علم سے ہوتا ہے اور وحی کا علم سروری ہے ولی اس سے وہ چیزیں جانتا ہے جو پیغمبر نہیں جانتے ہیں اور اس علم کو علم لدنی کہتے ہیں اور اس لقب کو جناب مومن اور خیر علیہم السلام کے قصہ سے مشتق کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ خیر ولی تھے اور مومن نبی جناب مومن کو نبی ہوا کرتی تھی جب تک ان کو وحی نہیں ہوتی نہیں جانتے۔ خیر علیہم السلام تمام اولاد کی کے غیب جانتے تھے یہاں تک کہ جناب مومن کو ان کے شکر کی کی حاجت ہوئی، استاد شاکر سے

کہہ کر فضیلت پہنچنے والی وہ چیز ہے جو ان کے سینہ میں ہے اور وہ عظمت خداوندی ہے اس سے یہ روایت کھٹھ میں آتی ہے جسبہ کہہ گیا ہے کہ پیغمبر ﷺ جس نے سب سے پہلے تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے وہ اللہ کریم ﷺ تھے تو یہ بہترین سنت کی راہ پر چلے گئے انھیں نے کھول دی۔ مطلب یہ کہ اب جو شخص یہ تصدیق کرتا ہے پیغمبر ﷺ اور ان پر ایمان لاتا ہے ہمہ جہتی منت پر مگر ان ہوتا ہے۔ لہذا ہر اہل قیامت کے دن اس تصدیق اور ایمان کی بناء پر تمام مومن کو جنت ملے گا اور انہی تصدیق کرنے والے کا یہ کہہ کر یہ سنت انھیں کی ضرورت کی ہوئی ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اہل ایمان جو دراصل کے تمام امت پر انھیں کو فضیلت حاصل ہے۔

قولہ: ثُمَّ غُلْفُو: پھر تمام آدمیوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد افضل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے، ایک دن جناب جبرئیل علیہ السلام پیغمبر ﷺ کی خدمت میں موجود تھے، جناب عمر سامنے آئے، جناب جبرئیل نے پوچھا یا محمد ﷺ یہ جو سامنے آئے یہی عمر ہیں؟ حضور ﷺ نے جبرئیل کو کہہ دیا ہاں، انھوں نے کہا ہاں پس پور کا کہ تم جس نے آپ کو سر مل دیا عمر تو آسمانوں میں اس سے زیادہ مشہور ہیں جتنا زمین میں۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل کہ عمر کے خدا کی سر سے سامنے آئے۔ جبرئیل نے کہا اے محمد ﷺ اگر میں آپ کی صحبت میں اتنی دیر بیٹھوں جتنی عمر قیامت کے روز آئے گی تو میں آپ کے درمیان گزار دی یعنی ماراؤں تو میری اور عمر کے خدا کی بیان کرنا ہوں تو مجھے عمر کے خدا کی قسم نہیں ہوں گے۔

یوں بھی کہا گیا ہے کہ جناب عمر کوئی دوسری اور فضیلت نہ ہوتی سوائے ان آیات کے جنہیں اللہ نے ان کی رائے کی موافقت میں نازل فرمایا جس پر خود جناب عمر فرمایا کرتے تھے کہ اگر تھے تو اللہ قسمی دوستی میرے رب نے میری تائید کی تو محض ان آیات کا نزول ہی دوسروں کے مقابلہ میں بڑی فضیلت تھی۔ اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ جناب ابوبکر کے حسانات میں سے عمر ایک نہ تھیں۔

قولہ: ثُمَّ غُلْفُو: پھر ابوبکر صدیق اور عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان تمام آدمیوں سے افضل ہیں۔ یہ اس لئے کہ آپ سے پیغمبر ﷺ کو دو صاحبزادیاں بھائی ہوئی

نبیل میں آخری قوی ہوئے؟ جو بائیں ہوں گا کہ جناب علی رضی اللہ عنہ سب کچھ کی نزول فرمائیں گے وہ مستقل نبی نہیں ہوں گے بلکہ محمد ﷺ کے نائب ہوں گے اور انھیں کی شریعت پر عمل کریں گے جیسے آج علانے امت میں کسی ایک کی طبیعت ہے ان کی حیثیت اس سے زیادہ نہ ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کا ظہور اور ان کی نبوت محمد رسول اللہ ﷺ سے قبل ہو چکی ہے، اب بعد میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔ اور میری گفتگو اس پر ہو رہی ہے کہ آپ کے بھوکے کی نبوت ظاہر نہیں ہوگی۔

یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی کہے حدیث جو پیغمبر ﷺ کی ہے کہ نو حقیقتوں علی انہی یونس مجھے میرے بھائی یونس پر فضیلت نہ دو۔ یہ اس حدیث کے معانی ہے جو پہلے نوری یعنی ناسید ولد آدم و آدم من لونہ نصحت ابوقحیہ و لا یصلو کے

میں جواب میں کہیں گا کہ یہ حکم کیا مجھے فضیلت نہ دو میرے بھائی یونس کے مقابلہ میں اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی جانب سے مجھ سے فضیلت دین کی مقابلہ پاری نہ کر دو۔ اور اس کا حق نہیں نہیں پہنچتا ہے کہ نبیوں میں سے ایک کو دوسرے پر تم فضیلت دو۔ الفصل لحنی فصلہ اللہ تعالیٰ (فصل اس شخص کے لئے ہے جسے اللہ نے فضیلت دی) اور اس تاویل کا تاویل ہلک الزمیل فصلًا یفعلہم علی بغضیہ (یہ رسولوں کے کام ہیں جن میں بغض کو بغض پر فضیلت ہم نے دی) اور کیسے اس آیت کریمہ میں فضیلت دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب کی ہے تو دوسرے کو اس میں کیا حق پہنچتا ہے۔

قولہ: وَالْفَضْلَ الْبَشَرُ بَعْدَهُ اَنُو بَکُو:

(ارشاد شیخ ہے) پیغمبر ﷺ کے بعد آدمیوں میں افضل ترین ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے مَا عَلِمْتُ الْبَشَرِ وَلَا زَبَّ بَعْدَ النَّبِيِّ وَالْمُؤْمِنِينَ عَلٰی ذٰلِ الْبَشَرِ بِغَضٍ مِّنْ اَنِيْ بَکُو: جملہ پیغمبران علیہم السلام کے بعد کسی ایک کی ذات پر اقبال علی و زوہب نہیں ہوا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہتر ہوا۔ اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ لَمْ يَفْضَلْكُمْ اَنُو بَکُو بِخَيْرٍ وَصِيَامٍ وَلَا صَلَوةٍ وَآلَمَا فَضَلْكُمْ بِشَيْءٍ وَتَقَرَّ لِيْ صَلَوةٌ اَبُو

طرح کا ذکر کرو اور پھر خود میں غاص حصہ کرنا شروع کرنے والے اور مجدد کرنے والے کہلاتے ہیں۔ رحمت کی مفت اس میں بس اس طرح ہوگی کہ بغیر مصطفیٰ اٹھائے کرے۔ چونکہ ایسی طاقت جس میں لائق کا حصہ نہ ہو صرف طاقت کرنے والے کو ہوا اس پر اس طاقت کو فضیلت حاصل ہے جس میں مخلوق کو حصہ ہو۔ یہ ترتیبی دلیل بنی گئی اس بات پر کہ حضرت عثمان کو حضرت علی پر فضیلت حاصل ہے۔

حضرت عثمان کو رحمت کی صفت میں سرا گیا اور حضرت عمر کو اھل ذہن پر شہرت کے محض رحمت کے لئے شہرت ادا کرنی نہیں۔ شہرت ادا ہی میں ہوگی جو طاقت کے وقتوں پر بہت زیادہ رحمت کہلاتا ہو۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمنوں کے معاملہ میں شہرت برتے گئے اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر کو جناب عثمان پر فضیلت ہے کیونکہ جناب عثمان میں رحمت ہے اور بس لیکن جناب عمر میں اعداء اہل کے معاملہ میں شہرت ہے ظاہر ہے کہ رحمت کا جذبہ بھی بہت زیادہ ہے جب ہی قصہ کی ہدایت میں شہرت ہوئی۔

ان تینوں مذکورہ حضرات کا ایک ایک مقام بتایا گیا۔ جناب ابو بکر کی خصوصیت کہ ان کے کسی مقام کا ظاہر نہ کیا گیا۔ واللہین مَعَاذِ اللہ اس اشارہ سے معلوم ہوا کہ رحمت کی خصوصیت کے علاوہ حضرت ابو بکر کو حضور رسول متبول کی معیت حاصل ہے یعنی وہ سب میں شامل ہیں اس سے نتیجہ سامنے آیا کہ حضرت ابو بکر کو مذکورہ تین حضرات پر فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ خلافت کی ترمیم بھی ان لوگوں کے درمیان اسی طرح ہے۔ اور چاروں امام برحق ہوئے ہیں، اور خلفائے راشدین ہیں۔ ان میں سب سے پہلے امام برحق حضرت ابو بکر صدیق اکبر ۷ تھے اور جب تک ان کا وصال نہ ہوا عمر امام نہ ہوئے۔ ان کے بعد عثمان برحق تھے۔ جب تک ان کا وصال نہ ہوا عثمان رضی اللہ عنہ امام نہ ہوئے۔ پھر ان کے بعد امام برحق عثمان ۷ تھے جب تک ان کا وصال نہ ہوا حضرت علی ۷ امام نہ ہوئے۔

اور امامت حضرت ابو بکر صدیق ۷ کی صحابہ کرام کے اہل خانہ سے ہوئی اور حضرت عمر ۷ کی امامت حضرت ابو بکر ۷ کے خلافت پر کرکے سے ہوئی اور حضرت عثمان ۷ کی امامت اس

جنہیں آئمہ کے زمانہ سے ہمارے پیغمبر ۷ کے عہد مبارک تک یہ فہم کسی شخص کو حاصل نہ تھا کہ جس سے کسی پیغمبر کی دوسرا جزا دی جانی گئی ہوں۔ بعض کا قول ہے کہ اسی وجہ سے آپ کو دواخبرین کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ اس وجہ سے دواخبرین کہا جاتا ہے کہ آپ نے قرآن کو جمع فرمایا اور جب تک ایک ختم نہ فرما لیجئے آپ نہ مواتے۔ قرآن جمع کرنا ایک نور اور ختم فرمانا بھی ایک نور ہے۔

قولہ: ثُمَّ عَلِيٌّ پھر ابو بکر صدیق، عمر خطاب، عثمان دواخبرین کے بعد تمام آدمیوں میں افضل ترین حضرت علی ہیں۔ یہ اس لئے کہ پیغمبر ۷ نے فرمایا ہے اَقْبَتْ وَنَسِيَ بَعْدُ زَوْجَهُ ذَاؤُنْ وَنَسِيَ اَبَاؤُ اللّٰہِ لَا یُہْبِیْ بَعْدُیْ ثُمَّ میرے لئے بخیر اہل رمان کے ہو، مجھے میری کے لئے ہاروں تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا قل ہے کہ جب پیغمبر ۷ نے تمام اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا یعنی یہ فرمایا کہ تمہارے بھائی یہ ہیں اور تمہارے بھائی وہ وہ حضرت علی ۷ دوتے ہوئے آئے اور کیا رسول اللہ سکھوں کے لئے کہ ایک ایک بھائی خصوصاً فرمایا گیا۔ میرا بھائی کون ہے اگر شرا دھالے علی تم کو اپنے لئے لکھا ہے کہ تم میرے بھائی بنو اور تمہارے بھائی بنیں۔ پھر فرمایا کہ اسے علی کا نام اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم آخرت اور دنیا میں تمہارے بھائی ہوں، حضرت علی نے کہا میں خوش ہوں یا رسول اللہ۔

اور ان چاروں اصحاب کی فضیلت میں بہت سی باتیں ہیں۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا مُحَمَّدٌ وَآلُہٗٓ اَیُّہٗٓ الذِّیْنَ مَعَاذُ اللّٰہِ اَنْ یَّکْفُرَ بِالْکُفَّارِ وَیُخْلَدَ یُنْفَخُ مِنْ تَوَافُہٗمْ وَیُخْلَدُ سَجْدًا۔ (جناب محمد ۷ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جن کو ان کی معیت حاصل ہے، جو کفر کے معاملہ میں سخت ہیں، یا ہم رحم و شفقت کا جذبہ ان کے اندر ہے، جنہیں تم رکھو اور مجدد میں دیکھتے ہو) کَعْبَۃُ الْاَوْبَکِ۔ اھل کفار و عجز حماء یہ ہم، عثمان بنی، موسیٰ و کعبہ مسجد، علی۔ (آیت کریمہ میں معیت کی صفت اتنا زیادتی جناب ابو بکر کو حاصل ہے۔ شہرت علی اکثر جناب عمر کو۔ رحمت علی المؤمنین جناب عثمان کو۔ بارگاہی میں کون اور جوہر کی مشغولیت جناب علی کو) آیات کے بیان میں ایک کی فضیلت دوسرے پر ظاہر ہے۔ یہ اس

کہو کہ میں نے چوری کی ہے اور چوری کر کے آیا ہوں مجھ کو خدا عزوجل سے ایسی شرم ہوتی ہے اہل معرفت آیت کریمہ اَلَمْ يَنْعَلَمْ اَبَانِي اللّٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ (کیا وہ جانتا نہیں کہ خدا نے تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے) کو یاد کر کے شرم خداوندی سے گھلے جا رہے ہیں۔

قولہ: ثُمَّ اَفْضَلَهُمُ الدِّينَ خَيْرًا لَهُمْ وَنَسُوا اللّٰهَ بِالْجَنَّةِ

(ارشاد شیخ ہے) پھر عرش ہمشہر و حضرات العظیم اجمعین کے بعد افضل ترین وہ لوگ ہیں جن کے متعلق پیغمبر ﷺ نے بہشت کی بشارت دی ہے چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا سَيَدْخُلُونَ مِنِّي اُمَّتِيْ وَبَنِيَّ اَلْحَقَّ بِعَوْنِ حِسَابِ۔ آخر کار میری امت کے ستر ہزار آدمی جمع میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے فَتَقَامُ عَشَاةٌ وَقَالَ يَا نُسْرُ اللّٰهُ اجْعَلْنِيْ مِنْهُمْ لَقَدْ اَفْضَلْتُكَ مِنْهُمْ تو عکاشہ اچھے عرش کیا حضور مجھے بھی ان لوگوں میں شمار فرمائیں، ارشاد ہوا تم کو بھی ان لوگوں میں شامل کیا فَتَقَامُ دُخُوْرًا وَقَالَ يَا نُسْرُ اللّٰهُ اجْعَلْنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ قَدْ سَبَقْتُكَ بِمَا عَشَاةٌ پھر ایک دوسرے صحابی کو پکڑے ہوئے عرش کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ان لوگوں میں شمار کیا جائے۔ ارشاد ہوا عکاشہ تم سے جنت کی طرف بہت دیر کی۔

قولہ: ثُمَّ قُرَى الدِّينِ نُبُوتِ فِيْهِمْ رُسُوْلُ اللّٰهِ

(ارشاد شیخ ہے) پھر اہل زمانہ میں اس زمانہ کے لوگ ہیں جس قرن میں خود حضور اکرم ﷺ تھے اور اس میں عام صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ یہاں لے کر خود ارشاد رسول ہے خَيْرُ الْمَشْرُوْنِ قُرَى رِاٰتُوْنِ میں پھر ترین زمانہ ہر ازاں ہے۔ اس موقع پر زمانہ سے محفل زمانہ مراؤ گئیں ہے بلکہ زمانہ کے لوگ مراد ہیں اس لئے کہ زمانہ ان وراثت سے عبارت ہے اور اس وقت کہ ان وراثت آج کے دن وراثت میں کوئی فرق نہیں۔

اور وہ اختلاف جو ان صحابہ کے درمیان تھا اس کی بنا پر ان یکجہوں میں توحید نہیں وارد ہوگا جو ان کو کون اللہ تعالیٰ نے اول ہی میں دیا ہے۔ یہ نصیحی اس بنا پر ہے کہ خدا عزوجل نے فرمایا تَخْلَوْا عَنِ اللّٰهِ اَلْحُسْنٰی (یہ سب کے سب وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے یکجہوں کا وعدہ کیا ہے) تو ارادہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ ان تمام باقوں کو جانتے ہوئے کیا جو ان لوگوں سے

کے بارہ میں آتی ہیں ان کو کس پر تحمل کیا جائے گا؟ مثلاً امیر المومنین ابو بکر صدیق ﷺ سے روایت ہے وہ فرمایا کرتے تَشْتِیْ شُذُوْثُ بَنِيْهَا الْکُفْرِ لَعْنَتِیْ اُسے کافروں میں شرم ہوتا کہ اس کو پرغیرے جن لینے اور امیر المومنین رحمہ اللہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تَشْتِیْ لَعْنَتِیْ اَلْحٰی خُشَا اُسے کافروں میں ہوتا ہی نہیں۔ اور اسی طرح دوسروں کے متعلق بھی مقول ہے۔

اس سلسلہ میں جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کا خوف اس بنا پر نہ تھا کہ خاتمہ سے ڈرتے تھے۔ ان لوگوں کو حضور ﷺ کا بچے متعلق کوئی پر بھی شک نہ تھا۔ ہاں ان کو اس کا خوف تھا کہ ان تمام حلیات کے باوجود بھی کوئی بات تم سے لکھی نہ ہو جو خدا تعالیٰ کے خلاف ہو۔ اور جو کچہ وہ جانتے تھے امر دشمن ہوگی۔ پھر اس خوف کو کس پر تحمل کیا جائے۔ لازماً یہ خوف احساسِ شرم و مذکر اور عادت کا خوف تھا اور یہ خدا تعالیٰ کی بزرگی کا خیال کر کے ہوتا ہے۔ اسے ڈرتے تھے کہ کیا جائے گا کیونکہ اس میں پیغمبر ﷺ کی شہادت پر شک لانا مساوی آتا ہے مثلاً امیر المومنین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے یَسْمِعُ الْخَوْرُ صُحُوبٌ قَوْلَهُمْ يَخْفِیْ اللّٰهُ لَئِمَّ يَنْعَصِبُ صَحِیْبُ نِکَ مَرْدُوْنِ اگر خدا عزوجل سے ڈرتے ہیں تب بھی مصیبت ذکر کرتے یعنی یہ مصیبت کہ جنہوں نے ترک مصیبت کی ہے، عذاب کے خوف سے نہیں کی ہے۔ بلکہ خدا عزوجل کی عظمت جو ان کے دل میں جاوے اس سے جو ان کو شرم ہے۔ یہ بچہ مصیبت نہ کرنے کی ہے۔

اور ابولیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ سے مقول ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کہا ہے کہ اے میرے بندے جب تو مجھ سے شرم رکھتا ہے تو میں نے تیرے بیہوش کو لوگوں سے بھلا دیا اور زمینوں کو تیرے گناہوں سے اور تیری اغوش کو ام الکلب سے عطا دیا۔ اور قیامت کے دن تجھ سے باز پرس نہ ہوگی۔ نقل ہے کہ ایک شخص ایسے تھے جو کچھ سے باہر گزارا کرتے ایک دن لوگوں نے ان سے پوچھا مسجد کے اندر نماز کے لئے کیوں نہیں آتے۔ انہوں نے جواب دیا مجھے شرم آتی ہے اس کے کہ اس کے گھر میں داخل ہوں اس حال میں کہ میں نے اس کی بنا فرمائی کی ہے۔

اور خوبہ ابو ذرقان سے مقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے ایسا بھی ہوتا ہے کہ روکھت گزارا دیا کرتا ہوں اور جب اس سے قاریغ ہوتا ہوں پلٹتا ہوں میرا حال ایسا ہوتا ہے کہ تم کو پکڑ

فرمودے ہیں تمہارے اقامت پالیہ اور تمہارا مذہب شیطان ہے (جب یہ حال ہے) تو تم جو کئی کیسے؟

نقل ہے کہ ایک بزرگ سے لوگوں نے ان علاقے متعلق پوچھا جن کا اختلاف رحمت سے کہ وہ کون علاقہ ہیں؟ جواب دیا کہ جو قرآنی احکام پر جتے ہوئے ہیں اور جہد میں لگے ہوئے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کی سنت کی پیروی میں ہیں۔ اور اس سلسلہ میں پیغمبر ﷺ کے اصحاب کی اقتدا کر رکھی ہے یا یہ علماتین کردہ میں ہیں۔ ایک اصحاب حدیث دوسرے فقہاء تیسرے صوفیاء۔

قولہ: ثُمَّ اتَّفَعَهُمُ لِلنَّاسِ.

(ارشاد شیخ ہے) پھر انھیں قرین آدمیوں میں وہ ہیں جو لوگوں کو فتح پہنچانے والے ہیں نیاس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے: اَلْخَلْفَةُ خَلْفُهُمْ خَلْفُ اَللّٰهِ وَ اَخْلَفُهُمْ اَللّٰهُ اتَّفَعَهُمُ لِجَبِّ اِلَیْہِ تَامَام لَوَکَ خَدَاوۃ قَدَالٰی کے مراد ہیں ان میں اللہ رب العزت کو سب سے پیار سے وہ لوگ ہیں جن کو اس کے عیال یعنی بندہ کو فتح پہنچاتے ہیں۔

اور یہ جو میں نے کہا کہ تمام لوگ اللہ کے عیال ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ سب اسی کی رزقئی کھاتے ہیں تو یہ ایسا ہوا کہ جیسے عیال۔ عیال اسی معنی کے اعتبار سے فرمایا گیا مطلق میں خدا رزق دہنی کو سب سے پیارا وہ شخص ہے جو اس کے بندہ کے لئے سب سے زیادہ نفع رساں ہے۔ اور یہ گفتگو خلق کی اصطلاح میں کی گئی ہے جس طرح مخلوق کو بولنے کی عادت ہے۔ اس سبب سے کہ کو لوگوں کے نزدیک دوست سب سے زیادہ وہ شخص ہے جو اس کے عیال کو فتح پہنچاتا ہے۔

قولہ: وَ اَجْمَعُوا عَلٰی تَفْقِیْہِی الرُّسُلِ عَلٰی الْمَلَاحِظِہِ.

(ارشاد شیخ ہے) کردہ صوفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ تمام پیغمبران فرشتوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ یعنی تمام پیغمبران علیہم السلام تمام فرشتگان صلوا اللہ علیہم سے افضل ہیں۔

یہ سوال کہ ملائکہ پر انبیاء کی یہ فضیلت یا اعتبار جو ہر کے ہے یا اعتبار جہاد؟ اس کے صوفیہ کے بزرگان اس پر کہ فضیلت یا اعتبار جو ہر کے ہے یا اعتبار عمل کے خواہ فرشتوں کو پیغمبروں پر ہو یا پیغمبروں کو فرشتوں پر یا مومنوں میں ان کا قول ہے کہ کسی کو جو فضیلت حاصل ہے وہ فضیلت محض خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اس کا نقل نہ جو ہر سے ہوتا۔

صادر ہو گئیں۔ اور سزا کا تاجہ کے ان احوال و واقعات کے باوجود ان اصحاب کو بہشت کا وعدہ ہے۔ اور بہشت ان لوگوں کے لئے تہیہ ہے۔ اور لیئے علا بہ کا قول ہے کہ وہ اختلاف جہاں صحابہ کے درمیان ہیں یہاں خداوند عزوجل کی جانب سے اس امت میں رحمت تھا کہ تا قیام احکام سے واقف ہوں اسی لئے حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر صحابہ کے درمیان اختلاف نہ ہوتا تو ہم لوگ نہیں جانے کہ ہم کو کون کونال قبلہ کے اندر (احکام دین کے متعلق) کیا کرنا ہے۔ تو ایک تہائی یا ایک چوتھائی احکام ہم پر ان لوگوں کے اختلاف سے ظاہر ہوں۔ اور اسلام کا کام کام ظاہر ہونا رحمت تھا۔

قولہ: ثُمَّ اتَّفَعَهُمُ اتَّفَعَهُمُ لَوَ.

(ارشاد شیخ ہے) پھر ان لوگوں کے بعد افضل عالمان مہمل ہیں۔ یعنی ایسے علماء جنہوں نے دنیا سے منہ موڑ لے ہوں اور علم کے ساتھ ساتھ عمل کے ہوں ایسے لوگ انے آخرت کہتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک شخص نے پیغمبر ﷺ سے خر کے متعلق پوچھا اور خداوند تعالیٰ سے خر کے متعلق نہ پوچھا، خر کے متعلق سوال کرنا۔ اسی طرح تین بار حضور ﷺ نے فرمایا اور سائل بار بار سوال کرتا رہا تو آپ نے فرمایا: خَرُّ الْمَسْرُ حِسْرًا اَلْعِلْمُ خَدَا وَ اَلْاِخْتِ اَلْخَبْرُ جِنَاؤُ الْمَعْلَمَ یہ درست ہے کہ بروں میں سب سے برے علماء ہوں ہیں اور نیکیوں میں سب سے نیک علماء خیر ہیں۔ علماء علمائے آخرت ہیں، مادہ وہ علمائے دنیا ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حصول علم دشنامے الہی کے لئے کیا ہے اور انہوں نے دنیا اور جاہ مرتبہ پر پہنچنے کے لئے اور اس لئے کہ انہیں دنیا میں شہرت پائیں اور اس کے ذریعہ دنیوی نصیبیں دنیا والوں سے حاصل کریں۔ ہاں اس قسم کے عالم شیطان کے قیدی ہیں۔ ان کے خیرات نفس نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔ ان کے دل کی محتات ان پر غلبہ پا چکی ہے۔ حقیقی مسخوں میں انہیں تو علمائے دین بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

خوبیہ عجیبی سناذ راوی رحمت اللہ علیہ علمائے دنیا سے فرمایا کرتے کہ اے اصحاب علم تمہارے قصر و مکمل، قصر یہ ہیں تمہارے مکانات کسر وہ ہیں تمہارے جیسے پتھر ظاہر یہ ہیں تمہارے موزے جالوچ اور تمہارے گھوڑے اور سوار یاں گاؤں پے اور تمہارے ظرف اسباب

(آؤی زادہ عجیب بخون مرکب ہے۔ یہ فرشتہ صلات اور زبانِ طہ ہے۔ جو انیت کے جانب جھکا ہے تو بہاؤم سے بھی پوڑ ہو جاتا ہے۔ کوکرت، فرشتہ صبح کی طرف بڑھتا ہے تو اس سے بھی کہیں بہتر ہو جاتا ہے)

قولہ: وَبَيْنَ السَّكْرَةِ نَفَاةٌ حُضِلَ تَحْتَا بَيْنَ النُّوْبَيْنِ. (ارشاد شیخ ہے) فرشتگان صلوٰۃ اللہ علیہم کے درمیان ایک دوسرے پر فصل ہے۔ جیسے کہ مومنوں کے درمیان ایک دوسرے پر فصل ہے۔ اسی طرح فرشتوں میں بھی ایک ایک دوسرے پر فصل ہے۔ اگرچہ ملکیت کی اصل میں برابر ہیں۔ بعض کو بعض پر فصل ہے جیسے مائتہ المئینہ از روئے ایمان سب برابر ہیں۔ لیکن بعض کو بعض پر فصل ہے۔

اور جیسے تمام بیٹا برائے اللہ نبوت میں برابر ہیں۔ لیکن بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔

قولہ: وَاجْتَمَعُوا عَلَيَّ اَنْى كَلَبَ الْخَلَاةِ قَوْيُفَةً.

(ارشاد شیخ ہے) اس گروہِ مہوئی کا اس پر اجتماع ہے اور یہ حقیقت ہے کہ حلال روزی کے لئے کسب کرنا فرض ہے۔ یہ اسلئے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قِيْلًا لِّمَنِيَّةٍ الصَّلٰوةُ قَانِدِيْنٌ وَاَمْسِ الْاَوْضِيْنَ وَاجْتَمَعُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ. جب نماز جو عباد کو کچھ تو قلیل، مگر نازل میں پر اور خدا تعالیٰ کے فضل کے طلب میں لگ جائے، مفسروں کے درمیان اس پر اتفاق ہے کہ اس فضل سے سراسر کسب کرنا ہے اور یہ فرض ہے اس لئے کہ حکم فرمایا اور خدا تعالیٰ کا حکم واجب کا مستثنیٰ ہے اور حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ عَلَبَ الْخَلَاةِ قَوْيُفَةً عَلَيَّ كَلِيْ مُسْلِمٍ (حلال روزی کیلئے کسب کیا تمام مسلمانوں پر فرض ہے)

اور ان جاس ﷺ کی اس حدیث میں اِنَّ لِلّٰهِ عَلَيْكَ عَلِيْ بَيْتِ الْمَقْلَسِ بُنَادِيْ كَلِيْ لَيْلَةٍ مِّنْ كَلَلٍ حَوَامَا تَمْ يَهْلُ مِنْهُ ضَرَفٌ وَلَا عِلَالٌ. (وہیک اللہ کے فرشتے ہیں بیت المقدس پر جو ہر رات مدامت دیتے ہیں کہ جس نے حرام کھایا اس کے درویش قبولیت کے درجہ کو کچھوں کے ذرائع) یہاں یہ لفظ صرف سے مراد اقل ہے اور صلیٰ فیہ مضی ہے۔

مذکورہ بالا دیکھوں کے علاوہ یہ بھی واقعہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کسب میں مشغول ہوئے ہیں

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ نے اپراہیم علیہ السلام کو اللہ کو تَعْبُدَ اللّٰہُ اَنْزِلْ اٰیٰتِہُمْ غَلِيْلًا کہا جناب موی علیہ السلام کو وَكَلِمَ اللّٰہُ مُؤْمِنِيْ تَكَلِّمْتُمْ اٰوْرَہِمَ اٰمِنِيْوں کو یٰہُہُم وَیَعْمُوْنُ کہہ کر تو یٰہُہُم میں محبت قدیم اور محبت قدیم کو محبوب نہرت تھا اور یٰہُہُم کہہ کر محبت حضرت اور محبوب قدیم ہے۔ تو حضرت اور قدیم کے درمیان ایسا معاملہ ایک بہت بڑا راز ہے۔ ہر شخص کی اس سوسہ عظیم تک پہنچ نہیں۔

قولہ: وَاجْتَمَعُوا عَلَيَّ تَقَطُّعِي الْخَلَاةِ عَلَيَّ النُّوْبَيْنِ.

(ارشاد شیخ ہے) سولائے پیغمبران علیہم السلام کے مومنوں پر فرشتوں کی فضیلت میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ فرشتوں کو فضیلت دیتے ہیں اور یہ اس سے کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا اَنْزِلْ اٰیٰتِہُمْ وَكَلِمَ اللّٰہُ مُؤْمِنِيْ تَكَلِّمْتُمْ اٰوْرَہِمَ اٰمِنِيْوں کو یٰہُہُم کہہ کر تو یٰہُہُم میں محبت قدیم اور محبت قدیم کو محبوب نہرت تھا اور یٰہُہُم کہہ کر محبت حضرت اور محبوب قدیم ہے۔ تو حضرت اور قدیم کے درمیان ایسا معاملہ ایک بہت بڑا راز ہے۔ ہر شخص کی اس سوسہ عظیم تک پہنچ نہیں۔

اس دلیل سے کہتے ہیں جو زیادہ مطلع ہے وہ زیادہ افضل ہے۔ اور وہ لوگ جو آدمیوں کو فرشتوں پر فضیلت دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے۔ بعضوں نے تھیں کہ تنگ کی ہے کہتے ہیں کہ مطلق جواب نہیں دیا جوں بلکہ ہر شخص کو کہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نے ملائکہ کو افضل دیا ہے شہوت خواہشات نفسانی نہیں دی، بہاؤ کو شہوت دی عقل نہیں دیا۔ آدمیوں کو دونوں با عقل بھی اور شہوت بھی بجز عقل شہوت نفسانی پر غالب آئے وہ فرشتوں سے بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ اس نے شہوت کو مطلوب و مقصود کیا ہے۔ اور جس کی شہوت عقل پر غلبہ حاصل کر لے وہ پادھر سے بڑھتا ہے۔ کیونکہ آدمی صاحب عقل ہے عقل مانع ہے۔ بہاؤ کو عقل نہیں دیا۔

آؤی زادہ طرہ بخون است از فرشتہ سرشہ واز حیوان
مگر کہیکل این شودم ازین در کند قصد آن شود بہ ازان

ایک عید کے بعد ہر ایک کے یہاں افطار کی فورت آتی۔

قولہ: **وَاجْتَنِبُوا غُلِيَّ أَنْ تَكْمَلُوا الْأَوْثَانَ**، **وَأَقْرَأُوا بِاللَّسَانِ وَتَضَلِّقُوا بِالْقَلْبِ**، **وَعَمَلٌ بِالْأَوْثَانِ**۔

(ارشاد شیخ ہے) گروہ موقوفہ کا اس پر اعلان ہے یہ حقیقت ہے کہ ایمان کا نکل زبان سے اقرار کرنا دل سے تصدیق رکھنا اصحاء سے عمل کرنا ہے۔ حضرت شیخ روت اللہ علیہ نے یہ عنوان اس لئے اختیار کیا کہ زیادہ تر اس جماعت کے لوگ اصحاب حدیث کا مذہب رکھتے ہیں اور اصحاب حدیث کے مذہب بیان کرنے کا یہی عنوان ہے جو بیان کیا گیا اور ہے اس قول کی صحت میں یہ دلیل لاتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا **أَلَا يَتَضَلَّقُونَ بِاللِّسَانِ وَتَضَلِّقُونَ بِالْقَلْبِ**، **وَعَمَلٌ بِالْأَوْثَانِ**۔ ہمارے علماء کے نزدیک اعمال ماثل ایمان نہیں یہ اس لئے کہ ایمان شدہ کفر ہے اور کفر ایمان کا ضد ہے اگر طاعت ایمان ہوتی تو معاصی کو کفر ہوتا چاہئے حاجب اس پر اتفاق ہے کہ معاصی کو نہیں ہے نہ یہ لازم آتا ہے کہ طاعت ایمان نہیں اور جب ہر دو فرق کا اس پر اتفاق ہے کہ ترک طاعت سے آدمی کا فرض ہوتا تو یہ درست ہے کہ طاعت ایمان نہیں۔

اور وہ کہ اصحاب خواہر نے روایت کی ہے مابول اس کی یہ ہے کہ طاعت ایمان کا فروغ ہے اس معنی کہ کچھ تھوڑے ایمان کے طاعت نہیں ہوتی تو لازماً بغیر طاعت کے ایمان ایمان ہے اور فروغ کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو کچھ کا جائز نام دیا جائے اصطلاح شرع میں ایسا ہوتا ہے اور اس کے بہت سے مذاکر ہیں۔

قولہ: **لَمَنْ تَوَكَّلَ الْاَوْثَانُ فَهُوَ تَكَاثُرٌ**، **وَمَنْ تَوَكَّلَ الْفَضْلُ فَقُوْهُ مَنَافِقُ**، **وَمَنْ تَوَكَّلَ الْفَعْلُ فَهُوَ قَلْبِيْقُ**، **وَمَنْ تَوَكَّلَ الْاَوْثَانُ فَهُوَ مُتَّبِعُ**۔

(ارشاد شیخ ہے) جس نے اقرار و تک کیا وہ کافر ہے اور جس نے تھوڑی ترک کی وہ منافق ہے۔ اور جس نے عمل ترک کیا وہ فاسق ہے اور جس نے سنت کی چوڑی ترک کی وہ مبتدع ہے۔

لما لم يتركهم سے روایت ہے کہ لوگ ایمان میں تین ادب کے ہیں ان میں سے ایک

یاد جو کہ ان کو کس کی مشغولیت مباحات میں بہت کم ہوتی ہے ان کی زیادہ تر مشغولی فراموشی میں ہوتی ہے مباحات میں نہیں۔

اور اس کے علاوہ ایسا بھی ہے کہ آدمی اگر کسب حلال کی کچھ مشغولیت نہ کرے گا کفر کو طاعت میں قائم نہ کر سکے گا کس کو قوت لامعت سے بھی اگر روک دیا جائے تو آدمی طاعت سے عاجز رہے گا۔

قولہ: **وَأَنَّ الْاَوْثَانَ لَا تَخْلُوْا مِنْ الْخَلَالِ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى طَالِبُ الْعِبَادِ بِخَلْقِ الْخَلَالِ وَلَمْ يَخْلُقْ لَهُمْ إِلَّا بِنَايَتِهِمْ**، **وَأَنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ فِي مَوْضِعٍ وَيَخْشُرُ فِي مَوْضِعٍ**۔

(ارشاد شیخ ہے) یہ سب ہے اور درست ہے کہ نہ میں حلال سے خالی نہیں۔ یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں سے حلال روزی طلب کرنے کا مطالبہ فرمایا ہے اور یہ مطالبہ خدا تعالیٰ نہیں کرتا جس کا مکان نہ وہاں یہ درست ہے اور کچھ ہے کہ حلال روزی بعض جگہ کم لگتی ہے اور بعض جگہ زیادہ لگتی ہے ایسی بات نہیں کہ نہ میں سے کھلیا اٹھتی ہو۔

خواہ یہ شرعی رستہ اللہ علیہ پر ہرگز رول میں سے تھے ایک ہر پر کی نے ان سے حلال کیا آپ کہاں سے کھاتے ہیں جواب میں ارشاد ہوا ہاں سے جہاں سے تم کھاتے ہو لیکن وہ شخص چکھاتا ہے اور دتا ہے اس کے برابر نہیں ہو سکتا جو کھاتا ہے اور دیتا ہے۔

قولہ: **لَمَنْ كَانَ طَاهِرًا خَبِيرًا لَا يَتَّبِعُهُ لِي مَالُهُ وَتَكْسِبُهُ دَارُهُ** (ارشاد شیخ ہے) جس شخص کا ظاہر صراح و قہوئی سے راستہ ہواں کے مال اور اس کے کسب و خزی میں بیکاری نہیں کہتا چاہئے مومن کے حق میں بیکاری کہنا جب کہ اس کا ظاہر بریت سے راستہ ہوا نہ نہیں کہ اس کی روزی اور اس کے لقمہ کی حاجت نہ ہو گا کہ ان کیا جائے۔

روایت ہے کہ اگر لوگوں میں ایک شخص ایسے تھے کہ تین سو ساٹھ و ست ان کے تھے ہر رات وہ ایک دوست کے یہاں افطار کرتے سال بھر کے بعد ہر ایک کے یہاں افطار کی باری آتی۔ اور ایک شخص ایسے تھے کہ ان کے تین دوست تھے ہر رات ایک دوست کے گھر افطار کرتے

لیکن ہم لوگوں کے ذہن میں ایمان کے اندر زیادتی جائز نہیں کیونکہ ادب ایمان تصدیق ہے تو تصدیق میں زیادتی اس وقت ہوگی جب جس کی تصدیق کی جائے ہے اس میں زیادتی ہو اور تصدیق میں قصص اس وقت ہوگا جب کہ جس کی تصدیق کی جائے ہی میں قصص ہو لیکن جب ادب پاک خداوندی پر زیادتی اور نقصان کا اطلاق درست نہیں تو اس نقصان میں زیادتی اور نقصان کا کیا سوال اور اسے میں تمس بیان کر چکا ہوں۔

ہاں اگر ایمان کے اس باہمی تقاضی کو ہم یوں کہیں کہ فضیلت ایمان کا اپنے اوصاف کی بنا پر ہے کیونکہ ایمان تو تصدیق کا نام ہے لیکن تصدیق کی بھی معنی ہیں اس فرق کی جان صفتوں کے ساتھ برقی ہے جیسے خوف و جوار حق و محبت اور اس کے علاوہ تو مناسب ملے۔

قولہ: **وَأَنَّ الْمَغْزٰیَ بِالْمَلَبِ لَا يَنْتَفِعُ مَا نَفَعُ بِمَكْلَمٍ بِمَكْلَمٍ الشَّهَادَةُ**

(ارشاد شیخ ہے) یہ درست اور صحیح ہے کہ خداوند تعالیٰ کا دل سے بچھا اس وقت تک

جب تک اقرار نہ کرے یعنی ملکہ شہادت زبان سے نہ پڑھے قطع بخش نہیں۔ کیونکہ ایسی طبعی

بالمعنی خداوند تعالیٰ کو بچھاتا ہے چونکہ کوس کی زبان پر موجود ہے لہذا کافر ہے۔

اور دوسرے حق تعالیٰ نے فرمایا **لَا تَلْمِزْنِ أَنْفُسَكُمْ** الیکھتات بنو فوئانکما بنو فوئان

کہتے انہم ملل کتاب کے حق میں فرمایا وہ ملک جنہیں میں نے کتاب دی یعنی ان کے لئے میں نے توبہ کی گئی وہ اس کو ایسا بچھاتے ہیں جیسے اپنے فرزند کو اس کے باوجود اٹھا کر لے کر قاتل کا ٹکار کے ساتھ بچھانا یا اقرار کے ساتھ نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ بغیر اقرار کے محض بچھان لائق نہیں۔

قولہ: **وَأَلَّا أَنْ يَكْفُرَ لَكُمُ غُلُوٌّ كَبِيرٌ بِالْإِسْلَامِ**

(ارشاد شیخ ہے) مگر یہ کہ اسے ایسا غلو ہو جو شرع سے ثابت ہو اور ایسا غلو شرعی

جائے کہ زبان سے اقرار کرنے میں معذور ہو۔ مثلاً کوئی ملک ہو یا ایسا غلو کہ دل سے تصدیق کرتا ہو مگر اقرار اس خوف سے نہیں کرتا کہ کفار اسے ارادائیں گے اس کا کیا ہمت اس کو صحیح طور سے معلوم ہونا چاہئے کہ اگر ایمان لانے کا اٹھ کر تارتا ہے یا کرے گا تو تو اس کو رہانے کا یہ بھی معذور کہ میں سے ہے۔

خداوند تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے اور لوگوں کے نزدیک کافر ہے اور وہ وہ ہے کہ حق تعالیٰ کو جیسا بچھائے کافح ہے وہ بچھاتا ہے اور تو جیہ پر اعتقاد رکھتا ہے کفر سے بیزار ہے اس کا اقرار ظاہر نہیں ہوتا ہے تو وہ مومن ہے خدا کے نزدیک اور کافر ہے لوگوں کے نزدیک تو جیہ چاہے کہ کفر کے حکم سے ایمان کے حکم میں داخل ہوا ہے اقرار ظاہر کر کے بغیر چاہے نہیں جیسے کہ بغیر تصدیق کے چارہ نہیں۔ دوسرے وہ کہ کافر ہے خداوند تعالیٰ کے نزدیک اور مومن ہے لوگوں کے نزدیک اور وہ وہ ہے کہ اقرار زبان سے کرتا ہے مگر دل سے اعتقاد نہیں رکھتا۔ اجتہاد ظاہر اس کو مسلم کہتے ہیں وہ ہے کہ اقرار زبان سے کرتا ہے خداوند تعالیٰ کے نزدیک۔ تیسرے وہ کہ اقرار کرتا ہے مومن ہے لوگوں کے نزدیک اور کافر ہے خداوند تعالیٰ کے نزدیک۔ چوتھے وہ کہ زبان سے اور اعتقاد رکھتا ہے دل سے تو وہ مومن ہے خداوند تعالیٰ کے نزدیک فرشتوں کے نزدیک اور تمام لوگوں کے نزدیک۔

اور اہل مصلحت و جماعت کے نزدیک بدعت حرام ہے اور اس پر قائم رہنا شرعی پر قائم رہنے سے زیادہ برا ہے اور وہ بھی پرعت کرنا جائز ہے لیکن ان کے کافر ہونے میں شک ہے۔ جیسے فقہاء رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ بدعت کفر ہے اور بدعت کافر ہے اس لئے کہ بدعت حرام ہے اور جس نے اس کے خلاف ہونے کا اعتقاد کیا اس نے حرام کو حلال قرار دیا اور جس نے حرام کو حلال مانا وہ کافر ہوا۔

اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ بدعت کفر نہیں ہے یہ اس لئے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کمال بدعت کی گواہی مقبول ہے اور جب اہل بدعت کی گواہی مقبول ہوئی دلیل یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بدعت کے پیچھے گزار پڑھتی جائز ہے مگر کفر وہ ہے اور کافر نہ ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے۔

قولہ: **وَأَنَّ النَّاسَ يَخْتَلِفُونَ فِي الْإِيمَانِ**

(ارشاد شیخ ہے) یہ صحیح اور درست ہے کہ لوگ ایمان میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے

ہیں یعنی ایک پر دوسرے کو اس ایمان میں فضیلت ہے یہ اس بنا پر بھی کہ صاحب حدیث ایمان میں کی بیشی کو جائز سمجھتے ہیں اور ان کے مسلک کی بنا پر جب کہ عمل کا ایمان ایمان سے ہے جس کی کمال زیادہ ہوگا اس کے ایمان کی زیادتی ہوگی جس کمال ہوگا اس کے ایمان میں نقص ہوگا۔

قلوب کے ساتھ کہا جائے کہ یہ الہامی ہے۔ تو اس بنا پر یہ معاملہ غیبی نہیں ہیں بلکہ الہامی ہیں۔ دوسری شکل کا لفظ رکھتے ہوئے بھر بھی ہے کہ کہا جائے کہ ان مومن انشاء اللہ۔
 قولہ: سُبُلُ الْخَيْرِ الْبَصِيرِ، ھُوَ مِنْ أَفْتٍ حَقًّا، فَقَالَ إِنَّ أَزْوَاجَ مَا خَلَقَ بِهِ دُوسَى وَبِجَلِّ بِهْ ذِبْحِي وَنَشَا كَيْفِي فَقَالَ مُؤْمِنٌ حَقًّا وَإِنَّ أَزْوَاجَ مَا خَلَقَ بِهِ الْبَحْرَيْنِ وَالْجَنِّ بِهْ مِنْ الْبَيِّنَاتِ وَتَوَضَّعَ بِهْ غَيْبِي الْوَحْشَيْنِ فَقَالَ مُؤْمِنٌ

إِنْشَاءً اللَّهُ.

(ارشاد شیخ ہے) حسن بصری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ حقیقتاً مومن ہیں، انوارِ شاد دہا کہ اگر تمہارا مقصود اس سوال سے یہ ہے کہ اس ایمان کے سبب میرا خون محفوظ ہے، مگر میں تو نہیں کیا جاؤں اور میرا ذرا کیا گیا ہوا جاؤں اور میرا نکاح کرنا حال ہوتا ہے حقیقتاً مومن ہوں کیوں کہ ایمان قلبی کے ساتھ یہ حکام مذکورہ ثابت ہیں۔ اور اگر اس سوال سے تمہارا مقصود یہ ہے کہ اس ایمان کی بدولت میں بہشت میں داخل ہوں اور اس ایمان کے عمل و درخ سے آجائوں اور اس ایمان کے حدود میں رہوں، تو میں خود وہ مومن ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوں۔ یہ اس لئے کہ یہ بہشت کا اور دوزخ سے نجات کا معاملہ پردہ میں ہے اور کوئی کی شخص کے متعلق چاہتی ہوئے کا حکم قطعاً نہیں لگا سکتا۔ سوال نے ان لوگوں کے جن کے متعلق شارع شائع ہوا ہے۔

قولہ: وَاللَّهُ تَعَالَى اِسْتَشْفَى فِي قَوْلِهِ اَلَمْ يَخْلُقْ الْمَسْجِدَ الْكَوْنَامِ اِنَّ قَوْلَهُ اَللَّهُ اَبِيْنٌ دَوْلَتِمْ هُنَاكَ حَكْمٌ، وَسُبُلُ بَعْضُهُمْ عَنْ هَذَا اِلَاسْتِشْفَاءُ مِنْ اَللَّهِ تَعَالَى، فَقَالَ اَزَادَ بِهَذَا كَيْفَ اَوْجِبُ اِلَاسْتِشْفَاءُ مِنْ غَيْرِ اِسْتِشْفَاءٍ اِلَاسْتِشْفَاءُ مِنْ اَللَّهِ عَلَيْهِ كَيْفَ اَوْجِبُ اِلَاسْتِشْفَاءُ مِنْ غَيْرِ اِسْتِشْفَاءٍ اِلَاسْتِشْفَاءُ مِنْ اَللَّهِ عَلَيْهِ.

(ارشاد شیخ ہے) خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں یہ نکتہ بیان فرمایا کہ اسلام و صحابہ کرام استغفار یا یہ حکم تمام آداب سے داخل ہوئے ہوئے اپنے اصحاب کے ساتھ مجھ حرام میں اگر خدا نے

قولہ: وَتَوَدَّى اَلْوَيْسَةَ فِي الْاِيْمَانِ مِنْ غَيْرِ وَبِكَ بَلَى عَلَيَّ سُبُلِ الْاَلْبَابِ وَالْمَايَةِ وَالْاَيُّ اَلْمَوْغِبِ.

(ارشاد شیخ ہے) یہ لوگ ایمان میں بغیر حکم کے استغفار کرنے پر معتاد رکھتے ہیں، یعنی یہ لوگ جو استغفار کرتے ہیں یہ اس سبب سے استغفار نہیں کرتے کہ انہیں ایمان میں حکم ہے یا اس مگر کہ انہیں ہے اور ان لوگوں کے حال کے لائق ہے اور وہ جو علی بن ابی طالب (ع) کی فرمایا میں برکتیں بنا کر اور سادہ کے لئے ہوئے ہیں کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تعالیٰ

سوال: یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کفر انشاء اللہ سے ایمان کی مراد ایمان میں حکم نہیں ہے بلکہ سادہ اور تائید کے لئے ہے تو پھر حکم کی شکل کیا ہوگی۔

جواب: جواباً کہ میں سنو تمہارا مطلب میں مذکور ہے ایمان میں حکم اسے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اور پیغمبر کو بھیجا ہے اور لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور اس کی تصدیق بھی رکھتا ہے۔ پھر اس میں حکم کرتا ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اقرار کرنے سے ایمان ہے اور یہ اقرار اور ایمان لانا اور کفر کا سبب ہے یا نہیں۔ یہی صورت ایمان میں حکم کی ہے اور ایمان حکم کے ساتھ ثابت نہیں۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہوں ہوا ہے کہ ہر ایک نے ایک علیحدہ معنی بیان کیا ہے۔ بعض فقہاء کفر کا قول ہے کہ ایمان میں استغفار کا حکم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ استغفار کا ایمان میں حکم نہیں ہے اور آقا مؤمن اِنْشَاءً اللہ کہتے ہیں

اور یہ سب نام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ یہ تائید سادہ کے لئے ہے نہ کہ ایمان میں حکم کے طور پر۔

اور وہ جو کہا کہ اَلْمَوْغِبِ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ دوسری دلیل مارتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معاملہ غیب کا ہے قرآن میں ان کی باتیں بہت ہیں کہ جو مومن ہوگا قلبی اہل بہشت سے ہوگا تو کسی ایک کے متعلق حکم قلبی لگا کر یہ قلبی اور یقیناً مومن ہے یہ اس بات کو بھی واجب کرے گا کہ یہ اہل بہشت سے ہے اور ہر ایک نہیں کر سکتا کہ متعلق یقین کر کے

امام دہلوی تحریر میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بات کا وعدہ کرے اور وقت وعدہ اثناء اللہ کہنا بھول جائے اور بعد اس کے اسے یاد آئے تو اسے چاہئے کہ انشاء اللہ کہہ لے اور اس سے اتفاق سے عہد نہ ہوا تو وعدہ خلافی کا مرتکب نہ ہوگا۔

اور ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ اشتیاق کرنے کی بدلت چھ ماہ تک ہے یعنی اگر اس نے کسی سے وعدہ کیا کہ وہ اور وعدہ کے بعد انشاء اللہ نہ کہے، تو چھ ماہ کے اندر انشاء اللہ کہہ لے لیکن صورت میں اگر وعدہ پورا نہ ہو سکے تو وعدہ خلافی کی وجہ سے جنت میں نہیں آئے گا۔

قرہ: وَكَذَلِكَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ هِيَ أَهْضَلُ السَّعَابِرِ وَأَنَا السَّاءُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِحُجْمٍ لَا يَجُوزُ لَهُ وَلَمْ يَكُنْ حَاسِبًا لِي الْمَوْتِ وَالْمَوْتُ يَوْمًا.

(ارشاد شیخ ہے) اور پیغمبر ﷺ نے اہل گرجستان سے کئی میں اس طرح فرمایا کہ بلا شبہ تم تمہارے پاس پہنچنے میں انشاء اللہ قریب عالم سے حضور ﷺ تشریف لے جائے میں شک نہیں، اس حملے سے اپنے احوال کے متعلق اور دوسرے عالم میں موتیں سے ملاقات کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ حضور کر تک خاتواں سے معلوم ہوا کہ چچہ کی چیز کے ہونے میں شک نہ ہو تو بھی اس کام میں انشاء اللہ کہنا یاد آیا ہے۔

اور دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ جس وقت بندہ نے یہ کہا کہ اَللّٰهُ مُؤْمِنٌ (میں مومن ہوں) گویا اس نے اپنی بہت بڑی مدح کے ساتھ تشریف کی اس لئے بندہ کے لئے صفت ایمانی سے بڑھ کر شرف کوئی صفت نہیں تو ایسے حال میں انشاء اللہ کہنا اور ضروری ہے تاکہ یہ کیکر حصول حاکمگی دہل اور عجب کے وہاں کا سبب ہے۔

قرہ: وَاجْتَمَعُوا عَلَيَّ الْبَاخَةُ الْكُتُوبُ وَالْبَخَارَاتُ وَالصَّنَائِعَاتُ عَلَى سَبِيلِ الصَّانِدِ عَلَى الْيَوْمِ وَالْقَوْمِ مِنْ غَيْرِهَا لِيُؤَيَّ ذَٰلِكَ سَبِيْلًا لِيَسْتَجْلِبَ الرِّزْقَ.

(ارشاد شیخ ہے) صورت کا احوال ہے کسب و تجارت اور صنعت کے مباح ہونے پر اگر یہ اس طرح ہو کہ اس سے ٹکلی اور پرہیزگاری کی جائے یا اس میں یہ نہ ہونا چاہئے کہ سب ہی کو روزی کا سبب سمجھ لے۔

جانب اور یہاں یعنی کلام خدا سے قتالی میں شک نہیں۔

اس گروہ صوفیہ کے بعض لوگوں سے خداوند قتالی کے اس اشتیاق کرنے کے متعلق پوچھا گیا جواب میں انہوں نے کہا اس اشتیاق کرنے سے بڑوں کو ادب سکھانا مستحب کرنا اور اگر کہنا ہے کہ جب خداوند قتالی اپنے کمال علم کے باوجود اشتیاق کرتا ہے تو بندہ کے لئے اپنی کم علمی کے باوجود یہ خلاف ادب ہے کہ وہ بغیر اشتیاق کے یعنی بغیر انشاء اللہ کہہ لے۔

دوسرے خداوند قتالی خواہ کام مجھ میں فرماتا ہے اِنْسَاءَ الْمُؤْمِنُونَ الْيَقِيْنَ اِذَا ذُكِرَ الْمَلِكُ وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَزَادَتْ لَيْلِيَّتْ عَلَيْهِمْ اَيَّامَهُ وَذَقْنَهُمْ اَيَّامَنَا وَعَلَىٰ رُجُلِهِمْ يَتَوَكَّلُونَ هَ الْكَافِرُ يَحْمِلُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ اَوْ لَيْلِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا.

(چنگ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے گلوب کاپ جاتے ہیں ان جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمانی مغفرت میں زیادتی ہوتی ہے اور ان مومنین کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے رب ہی پر پور دوسرے کھتے ہیں کچھ وہ لوگ ہیں جو نرازیں قائم کرتے ہیں اور اللہ کی جانب سے جو انہیں رزق ملتی ہے اسے صرف کرتے ہیں وہی لوگ جتنی نعمتوں میں مومن ہیں) اس آیت میں پہل ہے کہ آدمی جب تک ان پانچ نعمتوں سے محروم نہ ہو مومن نہیں ہوتا۔ ایک خوف خدا دوسرے اللہ کے دین میں اخلاص تیسرے خدا پر توکل چوتھے نرازیں قائم کرنا پانچویں مال کا زکوٰۃ دینا اس لئے کہ پہلی آیت میں لکھ اِنْسَاءَ کا ذکر کیا اور لکھ اِنْسَاءَ صر کے لئے ہے اور نرازیں آیت میں فرمایا اَوْ لَيْلِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا اور یہ بھی معنی صر کا فائدہ دیتا ہے اور آدمی کے لئے اپنی ذات پر ان پانچ نعمتوں کے حصول کا صر کرنا ممکن نہیں ہے۔ آخر کا کلمہ یہی ہے کہ انشاء اللہ کہہ کر ہے۔

دوسری بات یہ کہ پیغمبر ﷺ نے شیخ کے کل خواب دیکھا تھا کہ میں مجھ کہ میں داخل ہوا ہوں پیغمبر کا خواب دیکھتا ہے جس طرح وہی میں شک یا نہ نہیں ہے پیغمبروں کے خواب میں بھی شک درست نہیں ہے اس کے باوجود خداوند قتالی نے اپنے کلام میں انشاء اللہ کہہ کے اشتیاق فرمایا۔

اس نے اسی میں اس کے لئے روزی کا دورہ کرکھولا اور کسب کو اس کے لئے روزی کا سبب بنادیا یہ لیسوی اس نے اپنی عبادت کا دورہ کرکھول دیا تاکہ وہی اس کے نجات کا سبب ہو۔

اور کسب کرنے کی اصل جناب آدم علیہ السلام سے ہے کہ وہ کھیتی کرتے خداوند تعالیٰ نے

ان کو نکال دیا کرنا اور اس کے آلات کے نام رکھائے اور فرمایا کہ لے اپنے فرزندوں کو کھانا۔ اور دیکھنا انہی اللہ تعالیٰ کو کھیتی اور دوسرے روزہ گزارتے۔

اور کسب میں بھی آداب بتائے گئے ہیں کہ کسب، کسب کرنے والے کو دوسرے فرشتوں سے روک کر اپنے میں مشغول نہ کرے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ تم کھیت و چھانڈو و کاشت و بکاشت اللہ (ان کی تجارت اور کمری خریداری اللہ کی یاد سے ہونا کرنا ہے میں مشغول نہیں کرتے) یہ اس وقت کے ان مومنین کے حال کا ذکر ہے کہ اس میں لوہار تھے جو ہندوئی کا کام کرنے والے تھے لوہار تھوڑا اٹھائے ہوتا جو مرد و کھاد پڑے ہوتا اسی حال میں جیسے وہی ذات کی آواز سنیں تھوڑا بغیر لگائے اور گولہ پڑے، ویسے ہی چھوڑ کر نہ زمین میں ہوتا۔

کسب کہ روزی کا سبب نہ سمجھے بلکہ اسی قدر سمجھے کہ اس سے مسلمانوں کے حق میں ایک طرح کی ممانعت ہوتی ہے اس طرح کہ ایسا کرنے سے مسلمانوں کی ہماری جناب سے مشغولی ختم ہو جائے گی۔ کسب کا دوسرا ادب یہ ہے کہ اس میں اپنی مشغولیت بہت زیادہ نہ رکھے بلکہ اس کا اہتمام کرے کہ اس کے کسب کے متاعل وقت پاشت سے ظہر کے اندر اور ختم ہو جائیں پھر کسب سے فارغ ہو کر دوسروں سے ملے جلے پھر ان کے ساتھ فرض کی ادائیگی میں لگ جائے اور یہ سلیبہ دوسرے وقت پاشت تک رکھے ایسا اس لئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ فرشتے جب جہنم اٹال کے کھینچے کہ ساتھ دن کے اہل حصہ میں اور آخر حصہ میں آتے ہیں اور بندہ کو ذکر و تہجد میں پاتے ہیں تو یہ تہجد اللہ تعالیٰ کی جانب میں اس بندہ کے ان باتیں کا بھی کھیا کرتا ہے جو اس دورہ یا میں اس سے کچھ نہ گیا۔

اکابرین موفیہ کے نزدیک کسب سرے سے فریضہ ہی نہیں اور بعض موفیہ اس قول کے موافق ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ کسب کرنا تجارت یا صنعت یا معاش کا ذریعہ ہے، اور سوائے خدا کے کسی

انگلوں میں جس روزہ کا غلبہ رہا ہے وہ وہی میں چڑے بیٹے کا کام، برہمنی کا کام بارہواری، روزی، جھول بیٹے کا کام، جونی کا بیٹہ، موزے بیٹے کا کام، لوہاری کا بیٹہ، بھوڑا شہ، سنہیہ و مصحف کے اجڑاؤ لیں۔

کسب کے لئے مباح کا لفظ یا فریضہ کا لفظ نہیں آیا یہ اس لئے کہ اجماع کے ساتھ ہے اور کلام عرب کی یہ خاص اصطلاح ہے جب کسی مسلک کو اجتماع کے ساتھ بولتے ہیں تو عام فقہا کا مسلک نہیں بیان کرتے بلکہ خواص فقہا کی روش بتاتے ہیں، مثلاً جب یوں کہیں کہ فقہا کا اجماع اس پر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر فقہا کی روش ایسی ہے تو خلاصہ یوں ہوا کہ ان کا یہ صوفیہ اپنے حق میں کسب فریضہ کی کیفیت میں نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اپنے اندر قہر کی قوت کچھ لپکتی پاتے ہیں کہ بھوکے کمری جائیں تو بھی قہر لپکتی اللہ سے غائب نہ ہوا اور اس موت کو اصل مقدار تصور کریں، اور مخلوق کے سامنے ان کے کسی گنہگار اظہار نہ ہوا، جس مقام میں ہوں ان پر فریضہ کی کیفیت نہیں سمجھی جائے گی۔ بخلاف اس کے اگر کوئی شخص ہمیشگی عبادت میں رہتا ہے ایسے حال میں اسے اپنے خدا سے ارض کا شہرہ ہے یا یہ کہ وہ دست سوال دراز کرے گا تو کسب فریضہ کی حیثیت سے اس پر ملاری ہے۔

اور وہ جو کھا علیہ البیضاء القوی (نیکوکاری اور پرہیزگاری پر عبادت کے لئے) یعنی جب یہ سمجھے کہ اس کے ذریعہ سے غم تو ہگا تو خیر کے حصول کے لئے کسب کرے نہ خیر ایشیات کو اس کے لئے اس پر عمل یہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا تھا تو علی البیضاء القوی و لا تسعوا و توفوا علی الاطعم و اللبوان (تقویٰ اور خیر کی باتوں میں معاشرت کیا کرو گناہ اور خدا کے دشمنی کے معاملہ میں مدد کرنے سے پرہیز کیا کرو) تو کسب روزی میں بھی مباح کی وہی کیفیت ہے جیسے نماز روزہ کے لواظ میں چھتا دیا وہ کہہ کر ہے۔ لیکن اس کسب میں بھی انفرادی نظر نہ ہو اور اس کو اپنی نجات کا باعث نہیں جانا چاہیے یہ اس لئے کہ بندہ بجز فضل خدا کے جس کسی چیز میں بھی اپنی نجات پانے وہ شریک ہے اور کسب پس ایسا ہی ہے کہ کرنے کی چیز ہے روزی کا مدار کسب پر ہے نہیں نہیں کھانا چاہئے بلکہ جانا چاہئے کہ یہ بھی فضل خداوندی سے ہے کہ

حقیقت کو خوب سمجھے کہ لوگوں کی نگاہ میں اس کی کیا قدر و قیمت ہے۔ جیسا کہ خود پیر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ کے ساتھ کیا۔ مگر ایسے لوگوں کے یہاں ہے کہ جب کوئی شخص کوئی چیز بخر سوال کے دے تو اس وقت اس کا لینا مباح ہوتا ہے اور اگر سوال کرنے والے تو مباح نہیں ان تمام شکلوں میں سب کے بغیر جو کچھ بھی کما اور بیچا ہے اس میں بہت کی ذخایاں ہیں عام اوزار کی کہ وہ مانگے یا پے مانگے ملیں۔ کیونکہ جو کچھ بھی لوگوں کے ہاتھوں سے ملتا ہے سب اس کی تلاش کی جائے یا تو روکل کاکل حرام ہوتا ہے یا زیادہ حصہ اگر کوئی اس مسئلہ کی تحصیل دیکھنا چاہے تو احیاء العلوم میں دیکھے نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے پوری تشریح معلوم ہو جائے گی۔ حاصل الامر یہ کہ درویشی کا خداوند تعالیٰ کی راہ میں بہت بڑا مرتبہ ہے اور ان درویشوں کو خطر بھی بہت ہے۔ نقل ہے کہ قیمت کے ان خداوند تعالیٰ یوں کہے گا۔ اَفْسُوساً یسعی اُجْعَالُہٗ۔ فَيَقُولُ الْمَلَكُ حَيْثُ مِنْ اَحْبَابِنَا نَوَكَّ فَيَقُولُ فَعَرَّاهُ الْمَسْكِينُ۔ (مجھ سے قریب کو میرے محبوبوں کو فرستے کہیں گے اے! نہ کون ہیں تیرے محبوبوں میں اور شاد ہوگا مسلمان قرآن) فقیر وہ ہے کہ اس تمام عالم کے مالک ہونے کے باوجود فی نہیں ہوتا اس عالم میں۔ اور اس عالم میں اس پورے عالم کے مالک ہونے کے باوجود فی نہیں ہوتا۔ نہ کوئی فقیر کے فقر کے ترادو کے ایک مجھ کے پر کے برابر بھی نہیں۔ ان ملاحیہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ فقر یہ ہے کہ تیرے پاس کچھ نہ ہو اور اگر تیرے پاس ہو بھی تو بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ طلب یہ ہے کہ جب تک نہ ہو تو اس کی طرف تیرا ایمان نہ ہو اور تجھے اس کی طلب نہ ہو اور مل جائے تو تجھے اس پر اعتماد و محروم نہ ہو یہاں تک کہ اس کے ہونے اور نہ ہونے میں تیرا حال کیاں ہو فقیر کی یہی علامت ہے۔

اور سوال خود غصہ زل و تقاروت ہے اور تقاروت کو فقیروں سے انگنا تقاروت و تقاروت ہے۔ اور اس کو وہ صوفی کی صحت ایسی بلکہ ہوتی ہے کہ اپنی صحت کی بلندی کے باعث جب دنیا خداوند تعالیٰ سے نہیں مانگتے تو پچھے بھی تقاروت سے کب طلب کریں گے۔



چیز پر محروم نہ ہو بلکہ میں نقصان کا سبب ہے اور وہ لوگ اصحاب مغفہ کے حصہ سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ اصحاب مغفہ تو کل پر جیتے تھے اور کوئی کسب نہیں کرتے تھے پیغامبر ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا اور یہ وہ نہیں ہے کہ ایک جماعت غریبوں کو کسے اور پیغامبر ﷺ اس کو منع نہ کریں۔ قولہ۔ وَاقِلْ لِمَسْأَلِ أَخِي حَسْبُ الْغَنَى. وَلَا تَجْعَلِ الْمَسْأَلَةَ لِقَعِي وَلَا لِلْبَنِيِّ مَوَدَّةً سَوِيًّا. (ارشاد شیخ ہے) یہ درست ہے اور کج ہے کہ کسب کی سب سے آخری نعمت سوال ہے یعنی کسب کی کوئی راہ نہ ہو جب سوال ہے اور کسی تو کھر اور صاحب قوت یعنی جس کے اصحاب کھج و سالم اور نعمت ہوں اس کے لئے سوال حال نہیں ہے تین میں بسبب قوت سے قوت مراد ہے یعنی بخی جبرۃ سوسی کا مطلب یہ ہے کہ صاحب عقل و قوت ہو۔ تین میں بخی کا لفظ ہے اور اس کی اوجہ ہے ایک اتنی مقدار ہے کہ جس کے لئے سوال مانع ہے اور وہ درمکچاس درم کا مالک ہوتا ہے غنائی تو کھر کی کی دوسری قسم وہ ہے کہ جس کو کھر کے لئے صدقہ قبول کرنا منع ہے اور وہ ملل نصاب ہوتا ہے اس موقع پر مروضہ سے پہلی قسم ہے یعنی بچپاس درم کا مالک ہوتا ہے۔ یعنی یہ ہوئے کہ ان دونوں کے لئے اس حال میں بھرتیں ہے یعنی اس کے لئے بھی جو بچپاس درم کا مالک ہو اور اس کے لئے بھی جو صاحب قوت ہے کہ احتیاج کو کھر پر سوال کرنے میں جکھ پکھ نہیں کھر سامان و نیاز میں سے کچھ موجود ہے اور دوسرے کو قدرت و طاقت کسب کرنے کی حاصل ہے تو ایسی شکل میں سوال کرنا ان دونوں کے لئے کھر وہ ہوگا۔ ان اسباب و محکات کی بنا پر جو سوال میں مغر ہے کیونکہ ایسا کم ہوتا ہے کہ ایک شخص سے سوال کیا جائے اور وہ ان خطرات سے خالی ہو اس کو شکایت نہ پید ہو، مسائل میں قلت و کثرت حصول اپنے کو کچھ نہ کھر یہ سب کے سب حرام ہیں اس بنا پر سوال اس وقت تک مباح نہیں ہے جب تک کہ ضرورت نہ آئے اور ضرورت یہ ہے کہ ہلاکت کا خطر ہو اور کوئی دوسری شکل اس کے ذریعہ کے طلاء نہ ہو جب ایسا ہو تو سوال کرنا مباح ہوگا۔ بالکل ویسے ہی جس طرح بخطر ار کے حال میں مردار کھانا۔

سوال کے لئے کبھی دوسری شکل بھی ہوتی ہے یا سخت نفس کے لئے سوال کرتے ہیں تاکہ اس سلسلہ میں جو قلت ہوتی ہے اسے نفس برداشت کرے اس کا رنج دل پر ڈالے اپنی

ہیں وہ ان اسباب سے پاک ہیں ان لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو خوف گیر ہو، ظالم ہو، فراب دل ہو، یہ کسی کی کی عقل خدوئی نہیں کرتے، وہ کسی سے دشمنی نہیں رکھتے، وہ وہ حاکمیت نہیں رکھتے، وقف نہیں وصیت نہیں رکھتے دنیا داری اور دکان دار کی کی پوچی جمع نہیں کرتے ان پر کو کو آداب نہیں آتا جیسے دین و دنیا نہیں کرتے مانگنے بھی نہیں۔ طاعت کرنے والوں کی نظر میں جب ایسے لوگ ملعون ہیں تو بزرگ پر یہ کہان لوگ ہوں گے۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کم لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں بیٹھے تھے کہ جناب جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو خوشخبری کہیے کہ آپ کی امت کے قبرا، امراء سے پانچ سو سال قبل بہشت میں داخل ہوں گے یہ وقت دو پہر کا ہوگا۔

اس بشارت نے رسالت پناہ اجماعیت خوش ہوئے ارشاد ہوا تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے جو کوئی شہر سرائے ایک بادشاہ نے کہا کہ حاضر ہے یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے (یاد دلاؤ) اس وقت اس بادشاہ نے یہ شعر پڑھا: شمرہ
لَقَدْ كَسَبْتُ حَيَّةَ الْهُوَيِّ جَدِيدِي + فَلَا طَيْبَ لَهَا وَلَا رَاقِي + إِلَّا الْخَيْبُ
الْهَيْبِي خَفَلْتُ بِهِ + فَبَسْطُهُ وَتَوَقَّافِي + رَبَّائِي۔

اذا رامت گردید و دام بگرے

تزدست کرد کن شیخ و دودے دیم

لدم کا تیرے ڈسا ہے بگر

شیخ و تیرے دام کا ہوں تو توی

تو رسول اللہ ﷺ نے توبہ فرمایا یہاں تک کہ اس واقعہ میں چار دربارک جسم المہرے گر

گئی۔ حدیث شریف میں ہے کہ وہ شیخوں کے ساتھ بہت زیادہ دوستی کروان کی تربت اختیار کرو ان کے ساتھ احسان کرو ان کی خدمت کو یہ سب اس لئے کہ وہ صاحب دولت ہیں۔ لوگوں نے

فصل ۲۔

فضیلت فقر میں

قوله: وَاجْتَنِبُوا عِلْمَ آيَةِ الْفَقْرِ الْفَضْلُ مِنَ الْغِنَى إِذَا كَانَ مَقْرُونًا بِالْإِضْعَاءِ۔
(ارشاد شیخ ہے) اس کو وہ ہنر کا اجماع ہے کہ بیشک فقر غنی سے بہتر ہے چونکہ فقر کو رخصت سے قربت ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ فقر فقر کے زوال سے ایسا ذاتا ہے جیسے کہ بزرگ و بزرگی کے زوال سے لیکن دلیل کوئی فقر کو فضیلت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حضور ﷺ کی حدیث شریف اس بات میں ناقد ہے۔ امت کے زیادہ تر لوگ اس پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ کی رحلت کے بعد حضور ﷺ کے افضل ترین امتیان (اسی لوگ) حضور ﷺ کے فقر میں یہ اس لئے کہ فقر اور زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہے ہیں۔ کیا نہیں سمجھتے کہ انبیاء کا میں مبتلا ہوتے ہیں تو فقریوں کے پاس جاتے ہیں اور کبھی کوئی فقر تو فقر کے پاس نہیں جاتا اور زمانہ سے پناہ و محفوظ ہے لیکن یہ صفت فقر کی ہے کہ اگر کسی نہیں یہ اس کی شان ہے جو فقر میں صادق ہو معمولوں کی نہیں۔

اور فقر کی حقیقت یہ ہے کہ فقر دونوں جہاں میں کی چیز پر مگر نہیں کرتا اور نہ کسی شخص سے کوئی صلح رکھتا ہے اور نہ خدا تعالیٰ کا بعض فقر اس سے ایسا شخص البتہ فقر ہے کہ اس کا فقر عین غنی ہے۔

اور جملہ فقر میں سے وہ لوگ جو خلق کے نزدیک ملعون ہیں حق تبارک و تعالیٰ کے نزدیک وہ زیادہ سے بہتر ہیں اس لئے کہ جن اسباب میں دوسرے لوگ لگتے ہیں

آپ اپنے امت کے فقیروں کو اپنے پاس آنے سے منع فرمادیں اور وہ آپ کے پاس نہ آکر کریں کیونکہ ان غیر پربال فقیروں سے ہم کو کوں کو مار ہے اور ان کے کپڑوں کی بدبو سے ہمیں تکلیف پہنچتی ہے۔ خصوصاً پیغمبر ﷺ کو ان فروع کے ایمان لانے پر حرج نہیں تھے (یعنی آپ کی شفقت کا تقاضا تھا کہ زیادہ سے زیادہ کفار عطف بخشیں اسلام ہوں) اس پر مصلحت غور کرتے گئے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی جانب بھیجا کہ چہ روز وہ لوگ نہ آئیں تاکہ ہم لوگ ایمان لے آئیں، ابھی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ تمہیں قوم ہم نہ گئے تھے کہ جرجل ﷺ آئے اور یہ امت لائے وَلَا تُنْظَرُوا الْمَلِیْقَیْنِ بِمُخْشَوْنِ وَتُتْهِمُ بِالْاِفْکَادِ وَالْاِصْخَبِیْنِ نَبِیُّنَا یُنْذِرُ وَجْهَهُ (امت بنائے ان لوگوں کو جو اپنے پروردگار کے ذکر اور یاد میں صبح و شام گئے ہوئے ہیں اور جو اپنے خدا کی رضا کے طالب ہیں۔

جب ان مالدار کافروں نے یہ سمجھا کہ ان خیر ائمہ کو نہیں کریں گے تو دوسری چال چلی کہنے لگے کہ میرے اہل ایمان کے دو میان باہمی مقرر کر دیجئے ایک مذہب ہم لوگوں کو موقع دیتے ہیں اور ایک روز ان لوگوں کو اس پر بھی پیغمبر ﷺ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو ان فقیروں کی جانب روانہ کیا تب جرجل رضی اللہ عنہ آئے اور امت کو مذہب الاوصیہ شفقت منع اللفظی، الایہ، نازل ہوئی جس کی شرح اوپر گذر چکی جب ان کافروں نے سمجھا کہ ایسا بھی نہ کریں تو دوسرا فریب کیا کہنے لگے اگر باہمی مقرر نہیں فرماتے تو ہم لوگ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھیں گے لیکن ایسا کیجئے کہ جو میری طرف رہے یعنی وہ میرے سہاک ہم لوگوں کی سمت رکھیں پھر حضور ﷺ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو ان فروع کے پاس روانہ کیا لیکن خداوند تعالیٰ نے اتنا بھی پسند نہ فرمایا پھر جرجل رضی اللہ عنہ آیا امت کو میرے لے کر آئے وَلَا تَعْلَمُ غِیْبَتَکَ غُفْہُمْ آپ ﷺ نے ان دوسری صحابیوں کی طرف سے لپٹا دو فروع انھیں نہ بتائیں یعنی اپنی لگاؤ شفقت ان لوگوں کی جانب سے نہ بتائیں انھیں کی طرف دیکھیں یعنی انھیں پر نظر شفقت رکھیں اس لئے کہ ہم بھی انھیں کی طرف نگاہ رکھتے ہیں ان آیات کریمہ کے نزول کے بعد حضور ﷺ جہاں کہیں ان دوسریوں کو دیکھتے فرماتے ہمارے پاس پہنچ کر فرمانا ہوا کہ تم میرے ہو کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے لئے مجھ پر کڑی نگاہ کی۔

قولہ: فَاِذَا اِجْتَمَعَ مُخْتَلِفٌ یُّقُوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلِیْہِ السَّلَامُ خَیْرٌ مِنْ اَلِیْہِ السَّلَامُ.

افلاس) قریب کر دینا ہے اس سے کہ کفر ہو جائے۔ اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ فقیر مسکین سے افضل ہے یہ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَلْمُفْقَرُ اَبَدُ الْاَلْفِیْنِ اَخْصَرُ وَ اَیُّھِ سُبْحٰنَ اللّٰہِ (یہاں فقرہ کے لئے ہے جو اللہ کی راہ میں کمر بستہ ہوئے ہیں)

دوسری بات یہ کہ مسکین کی چیز کا مالک نہیں ہوتا یہ معلوم ہے اور فقیر کچھ کا مالک ہوتا ہے لیکن رک کر تاکہ یہ بھی معلوم۔ حضرت شیخ نے ایک اور دوسری دلیل دی اس بات پر کہ فقر غنی پر فضیلت زیادہ رکھتا ہے۔

قولہ: وَ اَمَّا اللّٰہُ تَعَالٰی بِالْمُحْسِنِ مَعْنُہُمْ فَقَالَ اَلْمُحْسِنُ تَقْسَمُکَ نِعَ الْبَلِیْنِ بِمُخْشَوْنِ وَتُتْهِمُ الْاَیْہِ.

(ارشاد شیخ ہے) خداوند تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ میر کریں یعنی فقراء کے ساتھ ارشاد ہوا آپ روکے رکھئے اپنے کو یعنی آپ خیال رکھئے ان لوگوں کا، میر یہاں مخصوص ہونے کے معنی میں ہے یعنی اسے محمد ﷺ پر خود کو گھرا دی میں رکھئے ان لوگوں کے جو خدا کی یاد میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ مہاجرین قرآن مجید کے حکم کی ادائیگی میں پیغمبر ﷺ کی کج معنوں میں اطاعت کی کوشش میں گئے بیٹھے تھے۔ خود رسول اکرم ﷺ کی مسجد میں ان کا کوئی اور مشغلہ تھا نہ لکھنا دوسرے مشاغل سے بھرا تھے اور اپنی روزی کے معاملہ میں خداوند تعالیٰ پر یقین رکھتے اور خدا ہی پر ان کا توکل تھا۔ یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ ان کے متعلق خاص حکم قرآن کے پاس بیٹھا کریں اور ان کے حقوق کا خیال رکھیں یہ بھی ایک دلیل ہے کہ غنی پر فقر کے فضیلت کی یا اس لئے کہ اگر ان فقرہ کو کما کر تم لوگ خود پیغمبر ﷺ کے ساتھ لگے ہو جب بھی ان کے حق میں ایک فضیلت ہوتی تو اب دوسری شکل میں ان کے لئے کہیں نہ فضیلت ہوگی جبکہ خود پیغمبر ﷺ ان کے متعلق حکم ہوا کہ آپ ان کا خیال رکھیں اور ان کے پاس رہیں۔

فقہ۔ اس آیت کریمہ کی شان نزول یہ ہے کہ بڑے مالدار کافروں نے ایک چال یہ چلی کہ پیغمبر ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ تو ایمان لائیں اگر

عَلَى الْكَلْبَةِ بِفَضْلِ الْخَوَافِ. وَأَمَّا فَضْلُ الْخَوَافِ لِتَرْكِ الْمُعْصِيَةِ
الْمُسْتَحْذَرَةِ. كَمَا لَكَ فَضْلُ الْإِخْفَاقِ وَالْعَطَا أَمَّا هُوَ لِإِخْرَاجِ النَّالِ
الْمُخْلَفِ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

(ارشاد شیخ ہے) جو لوگ غمی و اتفاق و عطا کو فقر پر سبب عطا و عطا کے فضیلت دیتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص مصیبت کو طاعت پر یا بقا افضل قرار دے کہ فضیلت دے تو یہ کو جو فضل ہے وہ ترک مصیبت کے سبب سے ہے جو مذموم ہے نہ باقتدار کسی مصیبت کے اسی طرح اتفاق و عطا کو فضل ہے وہ مال کے لیے یعنی مال دور کرنے کے سبب سے ہے جو کہ بندہ کو خدا سے دور کرنے والی چیز ہے۔

دوسری دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ غمی کو فقر پر اس سبب سے فضیلت دیتے ہیں کہ غمی خدا کی مفت ہے اور فقر اس کے لئے جائز نہیں ہے تو وہ حق میں ایسی مفت جو کہ بندہ خدا کے درمیان شریک ہوا اس مفت کے مقابل میں بہت کم ہے جو ہر سے خدا کے لئے جائز نہ ہو۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ شرکت اسم میں ہے نہ کہ متقی میں شرکت متقی میں ممانعت چاہئے۔ جب اس کی صفات تقدم ہے اور طلق صحت تو یہ دلیل باطل ہوگی۔ اور دوسری بات یہ کہ غمی خداوند تعالیٰ کا ایسا نام ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور مخلوق کو گنج معنوں میں اس نام کا حق نہیں ہے اور فقیر مخلوق کا ایسا نام ہے جو مخلوق ہی کے لائق ہے اللہ کے لئے کسی طرح بھی یہ نام جائز نہیں اور اگر کسی کو عبادت نامی کہتے ہیں ہرگز ایسا نہیں کہ وہ حقیتاً غمی ہے۔

اور ایک دوسری دلیل جو سب سے واضح ہے وہ یہ ہے کہ ہماری تو عمری (غمی) اسباب کے وجود سے ہے اور اس کا غمی اسباب سے نہیں "ذاتی" ہے صفت کے اور شرکت خود باطل ہوگی ہے تو اس موقع پر غمی نام لکھنا محض نام ہی نام ہے اور نام تو مخلوق میں محض ایک علامت ہے جس کے ذریعہ جس کا نام لکھا گیا وہ پہچانا جاتا ہے۔ معویہ کا اس کے اندر پایا جاتا اس کی کوئی قدر نہیں۔



وَقَالَ الْإِمَامُ عَلِيُّ بْنُ الْمُصْطَفَى وَالسُّفْطَى بْنُ الشَّيْبَانِ:

(ارشاد شیخ ہے) ہمارا کریم کامل قائم کرنے والا حضور ﷺ سے دلیل قائم کرے جس حدیث کا مضمون ہے کہ وہ ہاتھ جو اوپر ہے وہ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہے اور اس کی وضاحت خود بیان فرمائی کہ اوپر ہاتھ دینے والے کا ہاتھ ہے اور نیچا ہاتھ اٹکنے والے کا ہے۔

معرفت شیخ رحمت اللہ علیہ نے ان لوگوں کی دلیل بیان کی کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ غمی فقر سے افضل ہے اور اس پر اس حدیث کو دلیل لاتے ہیں پھر شیخ رحمت اللہ علیہ نے آگے اس کا جواب بیان فرمایا ہے جو یہ ہے۔

قَوْلُهُ: قِيلَ لَهُ: أَلَيْسَ تَقَالَ الْفَيْضَةُ بِإِخْرَاجِ مَا فِيهَا وَالْإِمَامُ السُّفْطَى تَقَالَ الْمُنْقَضَةُ بِإِحْضَارِ الشَّيْءِ فِيهَا فَفَيْضُ الْفَيْضِ وَالْمُعْطَا وَالْمُعْطَى قَلِيلٌ عَلَى فَضْلِ الْمَقْصُورِ عَلَى الْكَلْبَةِ وَالْمُعْطَا. لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ يَمْلِكُ الشَّيْءُ الْمَقْصُورَ وَالْكَانَ يَذَلُّهُ بِالْمُعْطَا، لَمَلَفْنَا.

(ارشاد شیخ ہے) اس حدیث کی تخریج یوں کی گئی ہے کہ اوپر والے ہاتھ کی فضیلت اس کے اس گل کی بنا پر ہے جسے وہ انجام دیتا ہے یعنی جو اس کے ہاتھ میں ہے اس سے دست بردار رہتا ہے اور نیچے والے ہاتھ کے متعلق جو کہ لکھا کہ اس کے نقصان کی وجہ سے جو اس نے اوپر والے ہاتھ کی چیز کا مالک بن کر کیا تو یہی حدیث جو کہ غمی کے نہیں بلکہ عطا اور عطا کی فضیلت میں ہے دلیل ہو جائے گی غمی پر فقر کی فضیلت کے لئے یہ فقر پر غمی کے فضیلت کی دلیل نہ رہے گی کیونکہ اوپر والے ہاتھ نے دے کر فقر اختیار کیا اور نیچے والے ہاتھ نے لے کر فقر میں نقصان کیا جیسا کہ اوپر بات کیا گیا اس لئے کہ کسی چیز کا مالک ہونا کوئی پسندیدہ چیز ہوتی تو اوپر والے ہاتھ کے فروغ کرنے میں یعنی غمی میں غمی نہیں بلکہ برائی ہوگی۔ ایک بزرگ کی نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر دولت ممدان صاحب ممدت ہیں تو فقر اس صاحب ممدت ہیں اور صدقہ صدقہ کے مقابل نہیں ہو سکتا۔

قَوْلُهُ: قِيلَ لَهُ: فَضْلُ الْغَمِيِّ وَالْإِخْفَاقِ وَالْعَطَا عَلَى الْفَقْرِ كَانَ كَمَنْ فَضَّلَ الْمُعْصِيَةَ

رہبت اور طلب نہ ہو اور اگر مل جائے تو وہ چیز جو تیرے پاس موجود ہے اس پر کچر دست نہ ہوتا اور نہ ہونا دونوں حال یکساں ہو۔ تو فقر یعنی کو کہتے ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ ایک سر ہوگی دنیا کسی فقر کی ملک میں ہو تو اس کا فقر کمال کوٹھیں پہنچا ہے اس کے باوجود اس نے اختیار فقر اس کے فضل کی بنا پر کیا ہے اور کئی کو اسی لئے ترک کیا ہے اور امید لگا رکھی اس چیز کے لئے جو اس کے لئے تیار رکھی گئی ہے بدل میں خداوند تعالیٰ کی جانب سے اس بنا پر کہ پیغامبر ﷺ کا ارشاد ہے نہ داخل فقر نہ انقصی الخیۃ فیہ الا غنیۃ ۽ ینصفی یوم وفو غنم من مایۃ غلام (داخل ہوں گے میری امت کے فقر اجنت میں مال داروں سے نصف روز قبل اور وہ نصف روز پانچ سو برس کے برابر ہوگا)۔ تو جب کہ اس کی نظر اس بات پر رہتی رہے والی نعمت پر ہے اسی لئے خود کو ترک رکھا ہے دنیا کی فانی نعمتوں سے اور اسی لئے فقر و قلت اختیار کیا اس نے اپنا کیا ہے اور روز رتا رہتا ہے فقر کے راکل ہونے سے تاکہ اس کی فضیلت اور اس کے حصے کے لئے فوت نہ ہو جائیں۔

صوفیوں کی راہ میں اسوۃ اللہ کا اختیار کیا بھی بنیادی ہے کیونکہ یہ تو نظر رکھنا ہوا بدلہ پر اور یہ ترک بھی اس لئے ہوا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی سعادت کی بنا پر کہ اس کا مسجود ہی طاعت ہے اسی موقع پر لوگ کہتے ہیں جس کی جانب تیرا دل اٹکا ہوا ہے۔ وہی تیرا مسجود ہے۔ لیکن صوفی کسی اشیاء کا ترک کسی معبود غرض کی بنا پر نہیں کرتا ہے کیونکہ وہ صاحب وقت ہوتا ہے (ابن وقت) اور وقت اس گروہ کی اصطلاح میں ایسی حالت کو کہتے ہیں جو بندہ کے سر میں ظاہر ہوتی ہے اور اس کو اپنے اس حال میں سکون ہوتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کی یہ حالت اس کے لئے سکون واجب کرتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حرکت واجب کرتی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شکر واجب کرتی ہے کبھی یہی ہوتا ہے کہ شکایت کی کیفیت ہوتی ہے کبھی یہ کیفیت صبر واجب کرتی ہے اور کسی وقت میں آہ و داغ واجب کرتی ہے ایسا وقت بھی آتا ہے کہ گناہ کا دھوب ہوتا ہے اور ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاموشی واجب ہوتی ہے کبھی صحت طلب کا دھوب ہوتا ہے کبھی گوشہ تنہائی واجب ہوتی ہے آنکھیں مسموں میں کہا گیا ہے کہ عارف خود اپنا زمان و وقت ہے اور اسی لئے کہے

فصل ۳-

فقر غیر تصوف ہے

قوله: الفصل - افقر غنم الصوفی بلی نہایت بدایتہ۔

(ارشاد شیخ ہے) فقر تصوف نہیں ہے بلکہ فقر کی جہاں جہاں فقر تصوف کی وہاں سے ابتداء ہوتی ہے (یعنی تصوف کی جو شرائط ہے وہ فقر کی انتہا ہے) صوفی ایک نام ہے۔ اولیاء محققان اور کاملان کو اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اہل مشائخ کے درجوں کی تین قسم ہے ایک صوفی دوسرے تصوف تیسرے مصوف۔

صوفی کی تعریف یہ ہے کہ وہ خود فانی ہوتا ہے اور حق کے ساتھ باقی طبعی تقاضوں سے چھٹکارا کر حق کی حقیقت سے مل جاتا ہے۔

مصوف اسے کہتے ہیں کہ جو یہ بات کے ذریعہ اس درجہ کی طلب میں مشغول ہیں اور اسی طلب کے سلسلہ میں اپنے معاملات صوفیوں جیسے درست رکھے ہوئے ہیں مصوف وہ ہیں کہ جو جاہ و لذات دنیاوی کے لئے اپنے کو ان لوگوں کے مانند بنائے ہوئے ہیں۔ اور صوفی و مصوف کے معنی اور اعمال سے خالی ہیں۔

مگر فقر کی حقیقت یہاں وہ ہے جو ان چار مراتب اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تیرے پاس کچھ بھی نہ ہو اور اگر ہو تو بھی نہ ہو۔ اللہ بجز جانتا ہے معنی یہ ہیں کہ اگر تیرے پاس کچھ نہ ہو تو اس کی

اسی کے ساتھ رہیں چنانچہ ماہنامہ شریعت اللہ سے منتقل ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر مجھ کو دوزخ و بہشت میں اختیار دیا تو میں دوزخ کو اختیار کروں گا اس لئے کہ بہشت شمس کی حرارت ہے اور دوزخ درست کی حرارت ہے۔ بخلاف اس کے فقیر و زائد و مصنفوں میں تیرے نہیں کرتے بلکہ اس کو اختیار کرتے ہیں جو ترک کی طرف زیادہ قریب دلانے والا ہو اور جو دنیا کے مشغولوں سے باہر لانے والا ہو اور اس میں وہ اپنے علم سے فیض کرتے ہیں صوفی ان دہشتوں میں جو اس میں ہوتا ہے اس کو اختیار کرتے ہیں اور اسے وہ اپنے اس مقام سے معلوم کرتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کی جناب میں تمام صدق میں انہیں حاصل ہے اور اچھے طریقہ سے ان کی بازگشت خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہو جاتی ہے اس لذت و قرب کی بنا پر جو کہ انہیں عبادت رب ہے اور اس لطافت کی بنا پر جس کے ذریعہ ان کا آگیا ہے رب کی جناب اس علم کی بنا پر جو کہ اپنے پروردگار سے انہیں ہے صوفی اپنے احوال سے کہتے رب سے کلام و محال کرتے ہیں لیکن شام کے لوگ فقر و تصوف میں فرق نہیں کرتے ہیں وہ اس آیت سے مکمل لیتے ہیں **لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ اُخْصُوا وَ لِلْهِی سَبِیْلِ** اللہ لیکن اس موقع پر جس لوگوں کا ذکر ہے وہ سب اہل تصوف ہیں۔

قولہ: **وَ کَذَٰلِکَ الْفُقَرَاءُ غَیْرِ الْفُقَرَاءِ**

(ارشاد شیخ ہے) اور اس طرح تو فقر کے علاوہ ہے یعنی زہد و سحر و جہیز ہے اور فقر و سحر و جہیز ہے پہلے یہ جانا چاہئے کہ فقر کی حد کہاں تک ہے یہاں کہنے کا ایک سرنوبت یہی ہال کے برابر بھی دنیا کی فقر کی ملک میں ہو تو اس کا فقر کہاں کہیں پہنچتا ہے اور سب سب دنیا میں سے کچھ بھی اس کے پاس نہ ہو لیکن اس کی نظریاتی قوت و روشنی پر ہے اور اس کا گناہ ہے کہ اس زندگی اور قوت کے واسطے سے وہ کچھ حاصل کر سکتا ہے تو اس کا فقر مکمل نہیں ہے تو تمام چیزیں جو کسی گنہگار میں سے ایک چیز بھی اس میں نہ پائی جائے مگر بھی اس سے پیدا آئی جائے کہ لاخوتوں و لا قوتوں یعنی مجھے کوئی چاہ نہیں اور مجھ میں کوئی قوت نہیں۔ ہاں جب اس حد کو پہنچے تب اس کا فقر مکمل ہو گا۔ اور وہ جو کہتے ہیں **اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ** (جب فقر مکمل ہوتا ہے) اس سے مراد یہی **وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ** (مجھے کوئی چاہ نہیں اور مجھے کوئی طاقت نہیں) کی کیفیت ہے اور وہ جو کہتے ہیں **لَهُوَ اللہ** (وہ ہے اللہ)

کہتے ہیں یعنی جیسے لڑکا ہاں باپ کا تابع ہوتا ہے۔ عارف بھی ظاہر و باطن میں متین کا تابع ہوتا ہے اور وہ خود مردمان میں نہیں ہوتا ہے جو کچھ بھی اس سے پوچھا جائے اس سے بجز کوئی جواب نہیں ہوتا کہہ کہ اللہ۔

دوسری بات یہ کہ فقیر یعنی کا ترک اور فوری لذت کا اور اس کا خصوصاً فقر کا اختیار کرنا یہ اس کی جانب سے اختیار کا استعمال ہے اور اس میں اس کا ارادہ ہے اس کی اپنی جانب سے اور اختیار و ارادہ ہی صوفی کے حال میں ایک بنیادی شہر کی جاتی ہے کیونکہ صوفی کا اشیاء میں قیام خاص خداوند تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے اپنے ارادہ سے نہیں اس کی فکر فقر کی فضیلت اور شغلی کیا ہے اس کی جانب نہیں ہوتی بلکہ اس کی نگاہ اللہ کے فضل اس کی جانب ہوتی ہے کہ اس خداوند تعالیٰ نے اسے ایک حال میں رکھا اور ایک حال میں رکھا کیا۔ صوفی کو اس کا بچہ کسی حال میں خدا نے اسے لایا اور کسی حال سے خدا نے اسے نکالا اس کے نور باطن سے اسے معلوم ہوتا ہے تو اس بیان سے فقر و تقویٰ کا فرق ظاہر ہو گیا۔ یہ فقر اشیاء میں خود سے قائم ہوتا ہے اور اپنے ارادہ کے ذریعہ واقف ہوتا ہے بخلاف صوفی کے اس کا قیام ارادہ خداوندی سے ہوتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا آپ کہیے رہے ہیں فرمایا جیسا کہ کھتا ہے کچھ پوچھا گیا کہیے کھتا ہے فرمایا جیسا کہ چاہتا ہے سوال کیا گیا کہ ارادہ چاہتا ہے فرمایا مجھے اس سے کیا مطلب وہ کہنا چاہتا ہے ہوتا تو یہ چاہئے کہ بندہ عجز کی سطح میں اسید و ارادہ بندہ کی اپنی چاہ سے کیا سرنگار۔

خوب سلطان انوار نقیہ بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ تیس سال تک میں یہ بتا رہا کہ ایسا کرو اور دنیا کر جب معرفت کے پہلے درجہ میں پہنچا تو میں نے کہا اے خدا تو میرا وہ چارہ جو چاہو ہی کر۔ اور انہیں بزرگ سے یہ بھی منتقل ہے کہ انہوں نے فرمایا خداوند تعالیٰ کو میں نے خواب میں دیکھا پوچھا کیا چاہتے ہو عرض کیا جو میری خواہش ارشاد ہوا میں تیرا ہوں جیسے تو میرا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا علم ہے یہ علم و زامہ کے پاس نہیں مل سکتا یہ اس لئے کہ بزرگ ترک کو بڑی چیز جانتے ہیں اور لینے کو برا سمجھتے ہیں اور ایسا ہی فقیر بھی کہتے ہیں کہ اگر صوفی کو وہ سحرین حاکم با و بزرگین ملے تو ان میں سے راہِ حجت میں جو سب سے زیادہ بزرگ ہو وہ اس کا قول کر لیں

ای پر قیاس کرنا چاہئے۔

رضا محبت کے ثمرات سے ایک شکر ہے اور یہ مقربان الہی کے مقامات میں سے ایک

بہت بڑا مقام ہے کہ جسے ہیں کہ جو قلبیں رزق پر اللہ سے خوش ہے اگرچہ اس کا عمل قلب ہو اللہ تعالیٰ

اس کے غلت عمل کے باوجود بھی اس سے خوش ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ پیغمبر سرانِ علیہم السلام میں سے ایک پیغمبر خداوند تعالیٰ

کے دربار میں بھوک فقر اور جوس و شکوے سے جس میں وہ دس سال سے مبتلا تھے رو کر کہتے اس دن

سال کی گریہ و زاری کی مدت میں ان کو کوئی جواب نہیں ملا اس دن سال کے بعد خداوند تعالیٰ کے

یہاں سے وہی آئی کہ کب تک روتے رہو گے میرے یہاں ام الکسائب میں تھا اس کے

آسمان وزمین کو ہم نے پیدا کیا تمہارے لئے بھی لکھا جا چکا ہے اور دنیا کے پیکر کرنے کے قبل

تمہارے لئے ایسا ہی قصد کر دیا گیا ہے کہ جو تیرے کی آفرینش کو تمہارے لئے پہلے دروں یا

یہ چاہتے ہو کہ جو تمہارے مقدر میں لکھ چکا ہو اسے بدل دوں مجھے اپنے عزت و جاهل کی قسم اگر

پھر تمہارے دل میں اس کا خیال گذرے تو تمہارا نام پختہ دروں کے دفتر سے مٹا دوں گا۔

نقل: مشائخ رحمہم اللہ میں سے ایک بزرگ کی نقل ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری

خوابش اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ اگر کل قیامت کے دن خداوند تعالیٰ مجھے ایمان کی دولت کے

ساتھ روزت میں لے جائے اور دوسروں کا اصلی علین پر پہنچا دے تو میں ان اصلی علین

والوں سے زیادہ خوشی محسوس کروں۔

ایک دوسرے بزرگ کی نقل ہے وہ فرماتے ہیں کہ تیس سال گذرے مگر ایسا نہیں ہوا کہ

خداوند تعالیٰ نے مجھے جس حال میں رکھا اس میں میں اتنی زہد پا ہوں۔ اور وہ چرک بالیقہ بالیہ

تعالیٰ یعنی بکنوئی خالہ مع اللہ تمکھال الطغلی فی جنتی ائیم فایقہ لا ینعوث غنوتھا ولا

ینفریح رانی بسواھا ولا یغنیہذا اذہا ائھا۔ (اللہ کے معاملہ میں رائق ہوتا یعنی یہ کہ اس کا حال

اللہ کے معاملہ میں ایسا ہو کہ جیسے پرانی ماں کے معاملہ میں ہوتا ہے کہیں بیکگ وہاں کے علاوہ کسی

کو پہنچا سکتی ہیں کی کے پاس فریاد کرتا نہیں کسی پر اعتراض نہیں رکھتا سوالوں کے کیا سوال اللہ سے دس کا

یعنی اِلا بسا لہ (مگر دوسرے اللہ کے) اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کی امیدیں اور ان کا بھروسہ

خداوند تعالیٰ پر ہوتا ہے اور ان کی باتیں بھی اسی اللہ سے ہوتی ہیں لہٰذا اللہ کے کہیں معنی ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ مقام نبوت تمام صفات کمال کی جامع ہے اسی جامع حضرت

رمات چاہے اللہ نے فقر پر فرمایا ہے ارشاد ہے اللفق ففوفی (فقر تو میرے لئے فرمایا ہے) تو

اب معلوم ہوا کہ فقر زہد سے برتر ہے بخلاف اس کے کہ زہد مظلوم باقی اور فقر کے یافت کی امید

پر نصیب غالی اور مظلوم لذات کا مجرور تک کرتا ہے اور اس کا ملل حضرت خدیوہ و رخت اور دکان

واری کہتے ہیں۔

قولہ: وَلَسَّ الْفَقْرُ عَنَلَهُمُ الْفَقْفَ وَالْعَنَمُ لَعَنَسَبِ اَمَلِ الْفَقْرِ الْمَخْمُورِ الْفَقْفَ

باللہ تعالیٰ ذالرحضا بنما قسم۔

(ارشاد شیخ ہے) سو فی کے نزدیک فقر لفظ ناق اور ماں کے نہ ہونے کا نا نہیں ہے یہ

اس سبب سے کہ یہ جانتے ہیں کہ روزی سے دوست دشمن کی کو وہ نہیں کرتا بلکہ روئے زمین پر

جتنے بھی چھینے والے ہیں ان کو بھی جیسا کہ اپنی کتاب میں فرمایا ہے وَمَا نَحْنُ ذَاتِیہ ففی الآؤض

الآؤض علی اللہ وَاَلْہٰ (زمین میں رہنے والی کوئی چیز نہیں ہے جس کی روزی میں نے اپنے

دوست لے لی ہو) اور وہ جو فرمایا تہی اللفق الْمَخْمُورِ الْفَقْفَ بِاللّٰہِ وَالْحَضٰی بنما قسم۔

بلکہ وہ فقر جو خود ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر مجرور نہ کہ اور اس کو مظلوم چکارتا ہے۔

اور اس کی قسمت کہے ہوئے پر راضی رہتا ہے یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر کوئی نفس ایسے صحرا میں

پڑ جائے کہ وہاں نہ پانی ہو نہ کھانا بھوک اور پیاس کا ایسا غلبہ ہو کہ موت پر قریب پہنچ جائے اور

ایسے وقت میں کھانا اور پانی مل جائے سے وہ ہلک ہوئے سے مطمئن ہو جائے اور اگر اس بھوک

اور پیاس کیسے بے آب و دان ہوئے کے وقت میں خداوند تعالیٰ کی روزی سے اتنا مطمئن نہ ہو جتنا

کہ اب روانہ ملنے سے مطمئن ہوا ہے تو خداوند تعالیٰ کو اس کی روزی کی صفت سے نہیں پہنچا ہے

اور اس راز حق کے حقیقی کھانہ پر کمال امتیاز نہیں۔ تو فقیر کو اس کی روزی پر انکھوں لاکھ بار ایسا اعتبار

ہونا چاہیے جیسا کہ کھانا اور پانی کی موجودگی پر اعتبار ہوتا ہے اور جتنے اس کے ہیں اس کو بھی

فصل ۳۴

صوفی اور ملاتی کی تعریف میں

قولہ: وَالصُّوفِيُّ خَيْرُ الْمَلَائِكَةِ هُوَ الْبَيْتُ لَا يُخْفَوُ خَيْرٌ وَلَا يُخْفَوُ شَرٌّ

(ارشاد بیچ ہے) صوفی ملائکہ کے علاوہ ہے تو یہ سچ ہے اور درست کہ ملائکہ وہ ہے جو اچھائی کو ظاہر نہیں کرتا اور برائی کی نقائص چھپاتا یعنی صوفی اور ملائکہ میں اور ہیں اور میں یہ اس لئے کہ ملائکہ اسے کہتے ہیں جو اپنے اچھے اعمال، احوال کو ظاہر نہیں کرتے اور برے اعمال، احوال کو چھپاتے ہیں ان سے نہیں چھپاتے اور یہ اس سبب سے ہے کہ ملائکہ ان کے احوال کا حقہ پلٹا ہے اور صدق نے ان کا دل پکڑا ہے، وہ اس کو خوب نہیں رکھتے کہ ان کے حال سے کوئی واقف ہو۔ اور اسے اچھے اعمال و احوال کے چھپانے میں وہ لذت دیتی ہے کہ ان کے احوال و اعمال خلق پر ظاہر ہو جائیں تو ان کو لایسکی وحشت اور اتنا زیادہ رنج ہو جتنا کہ کسی گنہگار کو اس کی بد اعمالیوں کے ظاہر ہونے سے ہوتی ہے جیسے کہ تمام عالم قبول غنائق ہونے سے خوش و خرم ہونے میں یہ لوگ ویسے ہی خلق کے نظر اعزاز کرنے سے شاد و فرحان ہوتے ہیں۔

پھر ملائکہ ان کو اغلاص پر ہاتھ مارے ہوئے ہیں اور صدق کی بیجا تعجیل ہونے میں بھر بھی ان کی نظر خلق پر ہے اور یہ صوفیوں کی راہ میں شریک ہے۔ اس طائفہ کا ایک کردہ ہے جو روئے گاہ راہ دل میں ایسا فعل کر گزرتے ہیں کہ خلق ان کو مردود سمجھتی ہے کہ چندہ مل سیمہ و دیگرہ نہیں ہوتا مگر وہ جو خلاف شریعت کوئی چیز اختیار کر کے یہ دعویٰ کرے کہ یہ راست کی راہ ہے۔

مستطیع ہوتا ہے (مثال اس کی یہ ہے) کہ جیسے جناب مولیٰ ﷺ نے اچھائی حق کی حالت میں شعیب بن نصر ﷺ کی صاحبزادی کو چھوڑ دیا اور خداوند تعالیٰ کے یہ فرمایا اور جناب ابراہیم ﷺ نے جناب ہاجرہ اور اسماعیل ﷺ کو ہادی فیروز کی ذریعہ (غیر تبادلی وادی) میں پہنچا کر خدا کو سونپ دیا اور پورے طور پر دل اللہ سے لگایا یہاں تک کہ ان کی سراد پر ہی ہوئی۔ اور وہ جو کہا وَالرَّحْمٰنُ بِنَا قَسَمٌ (اپنی قسم پر راسخی ہونا) بہر صورت بندہ اپنے خدا سے جڑ چکا اس کے حصہ میں دیا ہے بہت زیادہ پائے جانے کہ خدا مجھ سے بہت زیادہ راسخی ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی رضا کو بندہ کی رضا کے ساتھ لگایا ہے اور کہا ہے وَجِئِی الْمَلٰئِکَۃُ عَنْهُمْ وَرَظَوْا عَنْہُ (اللہ ان سے راسخی ہوا وہ اپنے اللہ کی رضا سے راسخی ہوئے)

نقل ہے کہ سلطان العارفين حضرت ہابیزہ سلطانہ ﷺ سے لوگوں نے پوچھا خداوند تعالیٰ کے ساتھ بندہ کے راسخی ہونے کی ایجاد کیا ہے فرمایا کہ الٰہی ایجاد کو میں نہیں بیان کر سکتا لیکن اپنے حال کے سلسلے میں کچھ کہتا ہوں کہ میری رضا اس وجہ کو پہنچ گئی ہوئی ہے کہ اگر کسی بندہ کو اعلیٰ علیین پر پہنچا کر نہ ان کی پہنچکی اسے عطا فرمائیں اور مجھے دروز میں اگر نہیں ایمان کے ساتھ پیشہ دروز میں ہوں تو میں اس بندہ کے کہیں زیادہ خوش ہوں۔



(ارشاد شیخ ہے) وہ لوگوں کے قبول و رد کی طرف نگاہ نہیں اٹھائے یعنی مطلق ان کو قبول

کرے یا رد کرے وہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ یہ اس لئے کہ حقیقت ان پر آشکارا ہے کہ حق جس کی تعریف کرے وہ تعریف کے لائق ہے نہ کہ مطلق جس کی تعریف کرے وہ تعریف کے لائق ہے۔ حق جس کی مذمت فرمائے وہ مذمت کے لائق ہے مطلق جس کی مذمت کرے وہ مذموم نہیں۔ جب ان کی نگاہ مطلق پر پڑتی ہے تو ان میں تو ان کے نقصان کرنے اور رد کرنے پر کب ہوگی؟ وہ خود اس سے آگے ہے اس سبب سے کہ حق قبالی کے سوا دوسرے کو رد کیا حق سے جواب ہے تو جبر جو موصی کی صفت ہے وہ یہ ہے کہ توحید کی صفت کے ذریعہ موصی ہو گیا ان اپنی صفت کو دیکھنے والا لائق کو دیکھنے والا انہیں ہوتا جب تک اپنی صفت کا دیکھنے والا ہے حق قبالی سے محبوب ہے جب یہ حال ہے تو مطلق کو دیکھنے والا موصی کیمر ہو سکتا ہے یہی وہ بات ہے جو کہی گئی ہے اَلْقَسْرُ جُمْلَةُ اِنْصَافٍ اِلَى اَخِصَاتٍ۔

قولہ: وَاجْتَنِبُوا عَسَىٰ اَنْ تَرْوِكَ الْاَوْفِیَاءَ بِالْمَكَاوِبِ وَالصَّنَائِحَ وَالْفُتُورِ

لِلْمَكَائِبِ اَجَلٌ وَالْفَضْلَ لِمَنْ فَوْکَ الْاَجْمَعِ بِمَلْکِ الزَّیْقِ۔

(ارشاد شیخ ہے) صوفی کا اس پر اعتدال ہے یہ درست ہے اور کچھ ہے کہ ترک کی یہ نوعیت کہ مشغول ہو کر سب میں اور مشغول میں اور اپنے کارِ باطن کے کام کو ترک کرے لے یہ بزرگ تراور افضل تر ہے اس شخص کے لئے کہ جو طلبِ رزق کے غم و اندوہ کو ترک کرے یعنی اگر کسی کو سیر باطن حاصل ہے اور علمِ احوال و مذکافات میں اس کا عمل دل تک پہنچا ہوا ہے یا کوئی ایسا عالم ہو جو علمِ ظاہر کی ترتیب یعنی تالیف و تصنیف میں مشغول ہے اس لئے کہ لوگوں کو ان کے دین میں تسبیح پہنچائے اس علم کی یہ مشغول نہ ہا ہوا اس کے ساتھ اس کے سبب و معاونت میں مشغول ہونے سے بہتر اور برتر ہے۔ شریک مذکور ذی کے لئے اندوہ نہیں ہوا اور یہ ایک بہت بڑا کام ہے ہر آدمی کے حصہ میں نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ شخص اپنے تمام اندوہوں کو ایک اندوہ بنا لیتا ہے اور وہ اندوہ اس جہاں کا اندوہ ہے تو خدا اور قبالی اس کے تمام اندوہوں کو قابضیت کرتا ہے تاکہ اس کے امر اور کسی چیز کے ساتھ مشغول نہ ہوں اور اس کی ہمت منتشر ہو پر اگر اندوہ نہ ہو تو جب کسی کے مشغول

ایک کمالی آفت اور کراہی ہے جیسا کہ اس زمانہ میں جہلا کرتے ہیں۔ کیونکہ پیچہ چاہئے کہ کوئی متعین غلامی ہو جو خود نگاہوں سے گرانے کا قصد کرے جو متعین غلامی نہیں ہے اسے اپنے کو لوگوں کی نگاہوں سے گرانے کا قصد یا سامان کرنا تو یہ قبول بننے کا ایک بہانہ ہے خصوصاً اس مقصد سے خلافِ شریعت چیز کا اختیار کرنا خود ایک ہونے کے اور یہ کمالی مثال ہے۔

قولہ: وَالصُّوْلَى هُوَ الَّذِی لَا یَسْتَعِیْلُ بِالْعَاقِلِ۔

(ارشاد شیخ ہے) صوفی وہ ہے جو خلق کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ یعنی صوفی اسے کہتے

ہیں کہ اس کا مشغول مطلق کے ساتھ نہ ہے یہ اس لئے کہ پہلے خلق پر اس کی نگاہ ہو گی تب خلق کے ساتھ مشغول ہو گا اور صوفی مطلق سے پرہیز ہو جاتا ہے کیونکہ شکلِ شینی و خیالِ پاک و زنجیر کا راز اس پر کمال گیا ہے اور سوائے خداوند قبالی کے کوئی چیز اس کی نظر میں نہیں ملتی۔ اسی کو کہا ہے۔

تاکہ با خرمنی عود بنی ہمس چوں شوی فانی احمد بنی ہمس

(جب تک قرآن ہے میں ہے تیری نگاہ میں دوں ہے جب تو جاہل بنے گا تجھے ایک ہی نظر آئے گا) اس کو صوفیہ القضاۃ فی التوجیہ کہتے ہیں اسکی توحید جو مطلق و اتحاد سے پاک ہو

جیسا کہ کہا ہے۔ بیت۔

خیال کفر مبر اعجاز و شانس ہر آنکو خدا گم شد خدا نیست

(کفر کی جانب خیال سمت لے جا اس موقع پر پھیلاں لے ہو وہ چیز جو خدا میں گم ہوئی وہ خدا نہیں ہے خوب بظہار رحمت اللطیفہ فرماتے ہیں۔ مشغولی۔

تو درو گم شو کہ توحید ایں بود گم شدن کہ کنی کہ تو بر این بود

(تو اس ذاتِ احدش گم ہو جائی تو حید ہے مگر گم ہو جائے گا شعور بھی گم ہو جائے تو حید ہے)

یہی وہ توحید ہے کہ مجرد نگاہ و ساکان راہِ طریقت کا مطلوب ہے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا

وَالْخَوَیْضَ الطَّالِبِیْنَ۔

قولہ: وَلَا یَلْبِیْطُ اِلٰی قُلُوْلِهِمْ وَرَزَقِهِمْ۔

وَقَالَ بَعْضُ لَا تُكُونُوا بِالرُّزْقِ مُهَيِّئِينَ فَكُونُوا بِالرُّزْقِ مُتَهَيِّئِينَ وَيَضَعَا يَهُ
غَيْرُ الْفَقِيرِ.

ہے تاکہ تھیں خداوند تعالیٰ کی رزائی پر استیقام نہ ہو مقلد اور نہ پانی۔

مشرک ہوں۔ ایک دوسرے بزرگ سے متعلق ہے انہوں نے کہا کہ اس فضی کا ایمان کیا ہے؟

۱۔ ہاں! ہمارا پتھر ہو جائیں اور اس حال میں مجھ کو رزق قائم ہو تو میں یہ سمجھوں کہ اگلی تک میں

خود اس کی معرفت حاصل نہیں۔ نقل ایک بزرگ سے متعلق ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر بزرگین و

کے لئے انوہہ گئیں گے تو تم پر رانے کا الزام رکھا ہے اور رانے کو کھنکھراتا ہے جانتے نہیں اور اس کی

(ارشاد شریف ہے) اور شخص کہے ہیں کہ رانے کے سبب ہے انوہہ گئیں گے ہوں اگر رزق

نور اللہ: وَتَقِيلُ لِبَعْضِهِمْ مِنْ لَيْقِنَ فَهَلْ لَوْكَانَ مِنْ لَيْقِنَ لَقِيلِي۔
(ارشاد شیخ) : ان میں سے ایک شخص سے پوچھا گیا لیقن اس کردہ کے ایک فقیر سے
لیقن کیا نام ہو چکا اس سے کہنا وہ تو انہوں نے کہا میرا کھانا اگر کہیں سے ہوتا تو لیقن ختم ہو جاتا
ہو یاں سے تم کہا ہے ہو اگر میرا کھانا ہاں سے ہوتا چوں سے تم کہا ہے ہوتا ہے فلک ختم ہو جاتا
اور نام ہو جاتا تو کیا کہنے ہیں کہ اس خزانہ سے میں کھا کھا کھوں کہ جس خزانہ کی انتہا نہیں ہے اور
نام ختم ہوتا نہیں ہے لیقن جو کچھ کہیں گے میں آئے اور میں کی واقع ہو وہ فانی ہو گئی تو جہیز مخلوق
کے ہاتھ میں ہے وہ شہر انور کرتی ہے اور کبھی کبھی کرتی ہے اسی چار فانی ہے لیکن خداوند
علیٰ کا خزانہ رحمت جس سے بندوں کو رزق دیتا رہتا ہے وہ ہے کہ نہ ختم میں اور نہ کسی اس
میں واقع ہو سکتی ہے تو کیا اس تک گذر نہیں ہی کو کہنے والے نے کہا ہے کہ لو کہان میں لیقن لقیقن
(اگر کیا ہوتا کہ وہ کہاں سے آتا ہے تو کیا ہوتا)۔

(اشارہ شیخ ہے) اور ایک دوسرے بزرگ سے پوچھ گیا کہ آپ کہاں سے کھاتے ہیں
وَقِيلَ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ مَا لَكُمْ مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ بِمَا كُنْتُمْ فَاعْلَمُوا

اللہ تعالیٰ کفایت کرے نہ دنیا کو اس کے ساتھ صحبت باقی رہتی ہے اور نہ شیطان کی اس پر حکمرانی ہوتی ہے اور نہ اس کو اس کے ساتھ اختلاف رہتا ہے۔

وَالْمَخَالِطَ وَالْعَزَلَةَ وَيَصِيرُ شَاهِدًا لِلْقَنُوءَةِ فِي كُلِّ حَالٍ.

[illegible]

مسئلہ قضا و قدر نے تو میری جان ہی لے لی ہے۔ رہ بائی۔

آرہو کیے و دگھرے برپایہد برقع کس اہل رازہمی کشاید

ملاو قضا جزاں نہیں عجماید بیانہ تولی بلو جہر بیکاید

(ایک کو کچھ لیے ہیں دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں، کسی پر اس کا راز بھی ظاہر نہیں کرتے۔

کچھ کھٹکا کے متعلق اس سے زیادہ نہیں بتاتے ہیں کہ تم خود بیانہ ہم سے تم کہتا ہے ہیں۔ عارفوں کا قول ہے۔

وَدَخَلْنَا الدُّنْيَا مُفْضًى فَيَكُونُ ه وَنَحْنُ بِهَا مُتَخَوِّنُونَ وَنَحْنُ بِهَا مُتَحَارِبُونَ

(مجھے) دنیا میں حالت خطر میں داخل کیا، جب تک کہ کامیاب حیرت میں رہا اور جھکے جب نکالا وہ بھی میری پسند کو بغیر یہ دیکھے ہوئے)۔

خلاصہ یہ کہ جسے تنگی پر مامور فرمایا یہ اس کی رضا کا اثر ہے۔ اور جس کو برے کاموں

یعنی اہل دورخ کے کاموں پر عمل پیرا کیا۔ یہ اس کا کھٹکا کا اثر ہے۔ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ کی یہ دونوں

صفتیں قدیم ہیں۔ وہ جہ کہ ہے غلّٰی مُتَحَوِّنٌ لِّمَا خَلَقَ لَكَ (آؤں جس چیز کے لئے پیدا کیا گیا ہے

وہی اس کے لئے آسان ہوتا ہے) اور وہ جہ کہما اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْبَشَرَةَ وَخَلَقَ لَهَا اَهْلَهَا وَخَلَقَ

النَّارَ وَخَلَقَ لَهَا اَهْلَهَا لَا يَزِيدُ فَيَكُونُ وَلَا يَنْقُصُ غَنَّهُمْ یہی پریشانی کی جگہ ہے۔

قولہ: وَتَوَرَّأَ الرَّضَىٰ بِالْقَضَاءِ وَالصُّوْرَةِ عَلَى النَّارِ وَالْمُتَحَوِّنُ عَلَى الْقَضَاءِ

وَاجِبًا عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ

(ارشاد شیخ ہے) یہ لوگ دیکھتے ہیں یعنی یہ لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قضا پر راضی رہنا

اس کی بناؤں پر مبرک کرنا، خداوند تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنا، ہر ایک شخص کے لئے واجب ہے مبرک

اولیٰ درجہ مخلوق سے شکایت کرنے کو ترک کرنا ہے اور مخلوق سے شکایت کرنا مصیبت ہے۔

استاد بولگی دقاق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا مبرک کی حد یہ ہے کہ جھکو

تقدیر پر اعتراض نہ ہو۔ اور یہ بھی فرمایا مبرک یہ ہے کہ جس بلا میں مبتلا ہو تاویذ کر دے رضا کی تفریق

کہ جس بلا میں بھی مبتلا ہوا ہو اس سے کہ بہت نہ کرے۔

علامہ کوکناہ سے پاک کہ کرتی ہے اور خواص کے ہاں کو اس اللہ سے پاک کرتی ہے۔

وَخَلَقَ اَهْلَهَا وَخَلَقَ النَّارَ وَخَلَقَ لَهَا اَهْلَهَا. لَا يَزِيدُ فَيَكُونُ وَلَا يَنْقُصُ غَنَّهُمْ. (بے شک

اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا کی ہے اور اس کے لئے اہل پیدا کئے، آگ پیدا کی اور اس کے

لئے اس کے اہل پیدا کئے، اس میں نہ تو زیادتی ہوگی اور نہ کمی) یہی وہ بات ہے جو کہتے ہیں کہ

بندوں کے اعمال و افعال حلاوت ہیں اس بات کے جو اس کے لئے ازل میں مختور ہو چکا ہے۔

جو بہشت کے لئے پیدا کیا گیا ہے طاعت اور اسباب طاعت اس کو میسر ہے خواہ چاہے یا نہ

چاہے۔ اور جو دوزخ کے لئے پیدا کیا گیا ہے مصیبت اور مصیبت کے اسباب اس کے لئے میسر

ہیں خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عارفوں کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہیں کہ وہ جو

چاہتا کرتا ہے اسے کسی کا خوف نہیں۔ بیت۔

کیسے نمی قوانم کہ شکاھت رسام ہمہ جانب قہ خواہندہ کن کی خواہی

(کسی کو ایسا نہیں پاتا ہوں کہ جس سے تیرا کھڑکھڑاں، سب چیزے طرقدار ہیں اور

تیری شان یہ ہے کہ تو جو چاہتا ہے کرتا ہے)

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے کاش کہ یہ معلوم ہوتا۔ اس کی

وہ کون اور اچھی جس نے اس ایک شخص کے لئے اگر کام واجب کر دیا اور اسے اس سے مخصوص کر لیا

کر لے طاعت اور اسباب طاعت میسر کر دیا۔ اور وہ کون کی افادگی جس نے اس پر واجب کر دیا

کہ اس دوسرے کو کوئی کر دیا اور وہ پاتا یا اس طرح مصیبت پر ملانے والے اس کے ساتھ

مقرر کر دیتے۔ یہی مقام ہے۔

اور چشم کارے کہ روز چلی آمد است علم مغفل عقل در پیش آمد است

(ای طرح کے کام جو سامنے آتے ہیں اس کے سمجھنے سے علم مغفل ہے عقل بے پایہ ہے)

بیجان اللہ کیا پاک ہے تیری ذات کی پہنچا تو نے مجھ کو کھٹکا اہل علمین میں آپ کے درجہ

میں آنے سے قبل بغیر اس کے کہ آپ کے کئی وسیلہ نکالے ہو۔ اور بڑا بخل کو اس اہل علمین میں نقل

اس کے پیدا ہونے کے ذال را یا بغیر کسی گناہ کے جہاں سے سرزد ہوا ہو۔

یہی وہ مقام ہے جہاں کہ ایک بزرگ نے کہا ہے فَتَلَفْتِي مُسْتَلَّةَ الْقَضَاءِ وَالْقَدَرِ.

نو اڑ جائے، دونوں اس کے نزدیک یکساں ہوں۔ اسی موقع پر کہا گیا ہے کہ رضا نامہ سے افضل تر ہے یا اس لئے کہ راضی کو کوئی تفتیش نہیں ہوتی۔ اور از ادب صاحب تباہ ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے تفتیشی فنانا لک مٹجٹ، ورنہ تو تفتیشی فنانا لک مٹجٹ، اگر تجھے تو درخت میں جھونک دے جب بھی تو میرا دوست ہے اور اگر تجھ پر رحمت فرمائے جب بھی تیرا دشمن دوست ہوں۔ بندہ حق رضا ادا کرے یا نہ کرے مقدر بدل نہیں سکتی۔ ایسے حال میں اضطراب کا شرہ گہوگاری کے سوا اور کچھ نہیں۔ جو راضی ہے وہ حال کا مال کے نظارہ میں مستغرق ہے۔ ایسا شخص دونوں جہوں کی باتیں سمجھ سکتا ہے۔ جو اپنی مرضی پر کام کرتا ہے وہ خود بخوبی میں جلا ہے۔ اسے طاقت کہاں کہ بلا کے ایک ذرہ کی بھی تاب لا سکے۔ جب جناب آدم علیہ السلام نے اپنی مرضی کے موافق کام کیا تو گندہا جھونکان پر گنوارا۔

نقل، خواجه ابوسلمہ ان دارانی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا، رضا وہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے نہ بہت طلب کرے اور نہ درخت سے چمکائے۔ نہ کہ طلب کرے۔

سلطان العارفین، بابزیہ بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میری رضہ حق تعالیٰ کے ساتھ یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اگر مجھے درخت میں بھیڑ کر رکھے تو میں اس شخص سے کہیں زیادہ خوش رہوں جو اعلیٰ حلقوں میں ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو خدا تعالیٰ کے کاموں پر خوش ہے وہ حق تعالیٰ کے دیدار میں ہے اور حق کے ساتھ ہے اور جب حق کے ساتھ ہوگا تو دونوں جہوں کی باتیں بلا خوف جھیل، بکا اور اپنی مرضی اپنے اختیار سے کام کرنا نہیں اصل بات ہے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کے قصہ سے ظاہر ہے کہ بہشت ان کی جائے آسائش تھی مگر ان کی باتیں سمجھنے کا مزاج تہذیب و عروج تھا۔ ایک قوم اپنے اختیار سے اٹھایا بہشت سے باہر کر دیئے گئے رفیقہ جنات سے جدا ہو گئے عروج و سر تار لیا گیا۔ دار ہا سے دار فنا میں ڈال دیئے گئے۔ کھس اک تقدیر اپنے اختیار سے کمانے کا یہ معاملہ ہوتا تو جو بحر لائی مرضی پر چلا ہے اپنے اختیار سے کام کرتا ہے اس کا حال کیسا ہو گا؟

نقل ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا خداوند مجھے وہ کام بتا کر جس کے کرنے سے تو

بندہ کے لئے معصیت کا چھیلنا بندہ اور خدا کی دوستی کی دلیل ہے۔ مصرب۔

نازش لکھم جو میری قدامت۔ (میں اس کی تائید و تائید کرتا ہوں چمکنا اس کے بغیر مجھے میر کہتے ہیں کہ میر تمام کاموں میں لائق سائنس ہے۔ مگر حقیقی میں، کیونکہ میر کو قول نہیں کرتا اور مشوق صابروں کو قبول نہیں جاتا۔ و عیضاً الیک، ربّ لغو ضعی۔ (میں نے تیری لفاظی نکالت کی اسے میر سے اللہ تا کر تو راضی رہے) جناب موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کا اثر ارادی مل رہا ہے۔

نقل ہے کہ گم نے سب باتیں چیر چور کھجور میں لکھی وہ لکھی گئی تھیں۔ نسیم نسیم حق بے غفہ خالی و نسیم نصیبو علی بلاخی و نسیم بشکو علی بغفہ علی فلیطلب ربنا سوا لہی۔ جو میر سے فیصلہ پر راضی نہیں، اور جو میری باتوں پر میر نہ کرے، میری نصیحتوں پر شکر نہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ میر سے علاوہ کوئی پروردگار وجود رکھتا ہے۔

خدا تعالیٰ سے راضی وہی شخص ہوتا ہے کہ جس کو تقدیر الہی پر کسی طور سے بھی اعتراض نہ ہو۔ رضا کے بارے میں تک کہتے ہیں کہ بندہ کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ آج بہت گری یا بہت غمزدگ ہے۔

نقل: ایک بزرگ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ اگر میر سے تم کو یقینی سے ریزہ ریزہ کر دی تو تجھے یہ کہیں محبوب ہے اس بات سے کہ میں ہوں کاٹا ایسا ہوتا یا کاٹا کر ایسا ہوتا۔ کیونکہ ایسا کہنا تقدیر الہی پر اعتراض کرنا ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص نے اپنے استاد سے پوچھا کہ کیا بندہ یہ تیرا رکشا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس سے راضی ہے؟ کہا کہ رضہ غیب میں ہے تو یہ کیسے پہچان سکتا ہے کہ وہ راضی ہے۔ شاگردوں نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ تیرا رکشا ہے، استاد نے کہا وہ کیسے؟ کہا کہ جب میں اپنے دل کو خدا سے راضی پاؤں تو یہ سمجھوں کہ خداوند تعالیٰ مجھ سے راضی ہے استاد نے کہا خستہ غیب کہا اسے لڑے۔

کہتے ہیں کہ بندہ کو ایسا راضی ہونا چاہئے کہ بلے یا بلے میں مبتلا ہو یا نعمت سے

گنہگار کے حق میں یہ ہے کہ وہ مصیبت کو ترک کرے۔ بلکہ وہ تمام بلائیں جس کے رنج کر کرنے پر قادر ہے، آدمی ان سب پر صبر کرنے کے لئے مامور نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی آدمی پانی پینا چھوڑ دے اور پیاس کی اس طویل مدت میں لنگھی کی تکلیف حد سے بڑھ جائے تو ایسی صورت میں آدمی کو صبر کرنے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ اسے پیاس کی تکلیف دور کرنے کا حکم ہے۔ تکلیف و مصیبت پر صبر کرنا اس وقت آپا ہے کہ نہ وہاں تکلیف کے دور کرنے کی قدرت نہ ہو۔

حقیق شکر: شکر کی تعریف محققین کے نزدیک عابدی کے طور پر منعم کے نعمت کا اعتراف ہے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ شکر سے اپنے بچہ کو جانا شکر ہے۔ شکر پر شکر شکر سے بڑھا ہوا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ نعمت غایت کو صبر کرنا اور حاصل شدہ نعمتوں کو قید کرنا شکر ہے۔ اس تقریر کا حاصل یہ ہے کہ ہر ایک چیز کا شکر اس چیز کی ممانعت سے ہے۔ مثلاً دل کا شکر یہ ہے کہ دل، حق توئی کو لنگھی کی صفت کے ساتھ جانتے۔ جو اس کو شکر نہیں جانتا وہ کافر ہے۔ اور اعصاب جھارج کا شکر یہ ہے کہ جھارج اس کی خوشنودی میں لگے ہیں۔ مال کا شکر یہ ہے کہ مال اس کی خوشنودی میں خرچ کیا جائے۔

اعصاب جھارج کا شکر نماز ہے، مال کا شکر روزہ ہے، ہیبت کی جھوک اور قریح کی شہوت کا شکر روزہ ہے۔ کیونکہ طین اور قریح کی شہوت یہ دونوں بہت بڑی نعمت ہے۔ ایک آدمی کی زندگی کی بھلا کا سبب ہے دوسری، نسل کی بھلا کا سبب ہے۔ فقیل ہے کہ اگر آپ شریعت اللہ علیہ نے فرمایا منعم پر نظر کرنا شکر ہے نہ کہ نعمت پر۔ یعنی اس بات پر یقین کرے کہ نعمت منعم سے ہوا اور منعم اللہ تعالیٰ ہے، اور تمام واسطے تمام ذرائع ان ہی کی طرف گزر ہیں، جیسے کہ بزرگوار تالان، بادشاہ کے ہاتھ میں مسخر ہیں۔ تو جو شخص بزرگوار تالان پر نگاہ رکھتا ہے، جو اس کو ملا ہے اس میں ان کو کوئی کوئی دخل سمجھتا ہے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ نعمت کے معاملہ میں بادشاہ کا ان لوگوں کو شریک ٹھہرایا۔ اور اس نے نعمت کو بھوکہ دیا بادشاہ کی جانب سے نہیں دیکھا۔ بلکہ بعض حیثیت سے بادشاہ کی طرف سے اور بعض حیثیت سے بادشاہ کے غیر یعنی بزرگوار تالان کی طرف سے تو ایسی صورت میں وہ بادشاہ

خوش رہے فرمان ہوا کہ تم سے نہ بھوکے گا۔ چنانچہ موئی علیہ السلام نے سر پہ دو کر تضرع و زاری شروع کی تو وہی آدمی اسے عریان کے بیٹے میری تقویٰ پر تیرے خوش رہنے میں میری رضا ہے۔

فقیل ہے خود بخود بخود رخت اللہ علیہ ایک دن رابعہ مصریہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، بول اٹھے اے رب تو مجھ سے راضی ہو جا۔ رابعہ نے کہا تمہیں شرم نہیں کہ اس کی کیا مطلب کرتے ہو جس سے تم راضی نہیں۔ رابعہ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رضا کو رضہ پر منحصر رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے تو فیضی اللہ عظیم و رضو عظیم (اللہ راضی ہوا ان سے اور راضی ہوئے اس سے) تو بند خود کو بخود خدا سے خوشو پائے کچھ کہ حق تعالیٰ ان کا زیادہ مجھ سے خوشو ہے۔

صبر نہیں آتی: ان ہاں سے، مقبول ہے، فرمایا کہ صبر قرآن میں نہیں طرح ہے۔ ایک صبر خداوند تعالیٰ کے فراموش کی ادائیگی پر ہے۔ اس کے تین دور ہے ہیں۔ دوسرا صبر، خدا کی حرام کی ہونی چیزوں سے بچنے پر ہے، اس کے چھ دور ہے ہیں۔ تیسرا صبر، مصیبت آنے کے وقت ہے۔ اس کے نو دور ہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ پہلا دور ہے، تا نکون کا دور ہے، دوسرا دور عقدر و مکر راضی رہنا ہے، یہ دور زہدوں کا دور ہے، تیسرا دور خداوند تعالیٰ جو کچھ اس کے ساتھ کرے اس کو دل سے پسند کرنا ہے۔ اور یہاں چارہ صدقوں کا ہے۔

فہاضبہ صبر: آجیچلا، کے معنی میں کہتے ہیں کہ صبر نہیں کی تعریف یہ ہے کہ صاحب مصیبت خلق کے درمیان ایسا رہے کہ لوگ نیز کر نہیں کہ صاحب مصیبت ہے۔

ذکر ثبات کلمات اولیاء

یہاں پر یہ بھی اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ صبر کی معنی متین ہیں سب کی سب محمود نہیں ہیں۔ بلکہ یہاں پر صبر کی وہ مخصوص متین مراد ہیں۔ کیونکہ بندہ ملائے مطلق پر صبر کرنے کے لئے مامور نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ صبر بھی ایک بلا ہے، اور اس کو صبر پر صبر نہیں اور اسی طرح مصیبت بھی بلا ہے۔ مصیبت پر صبر نہیں۔ بلکہ کافر کے حق میں یہ ہے کہ وہ مکر و ترک کرے۔ اور

خوف خداوندی ہے کہ بندہ کو خدا سے ڈرنا چاہئے کہ وہ عذاب کرتا ہے، دنیا و آخرت

میں۔ اور خداوند تعالیٰ نے بندوں پر فریش کیا ہے کہ وہ خدا سے ڈرنا ہے۔

خداوند تعالیٰ کے علاوہ تین چیز ایسی ہیں کہ اس سے ڈرنا چاہئے۔ نفس، شیطان، اور

دورخ۔ نفس سے ڈرنے کی علامت یہ ہے خواہشات کو ماننا ہے۔ اور شیطان سے ڈرنے کی

علامت یہ ہے کہ اس کی سرپرستی نہ کرنے۔ اور دورخ سے ڈرنے کی پہچان یہ ہے کہ

اور مردی کے حدود سے قدم ہار نہ نکالے۔

نقل ہے کہ فرما حسن رحمۃ اللہ علیہ نے خلقِ حقینیٰ یعنی خشیہ و سبوی اللہ اقرّوجنی

یسوۃ الخلق علیہ کتب علی خشیہ و تسلیط علیہ المخلقة و حبیب یسبحون جہاناً

ایسترفہ شگٹ۔ (اللہ کے سوا جس کو کسی اور سے ذرہ عبادت کی اور سے امید نہ ہوگی تمام چیزوں

کے روز اسے اس کے لئے بندہ کر دئے جاتے ہیں اور خوف اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے اور ستر

پر دے اس کے سامنے ازل دئے جاتے ہیں جن میں کاسب سے آسان پر نہ شک ہے)

اور اسباب خوف چھ قسم کے ہیں (۱) توبہ کے قتل کی موت کا خوف (۲) توبہ کے بعد

توبہ کے قصص کا خوف ہے۔ (۳) نفوت کے پہلے حاصل ہونے پر استراج کا خوف ہے۔

(۴) غیر خدا کے ساتھ اعتقاد کا خوف۔ (۵) خاتمہ کا خوف۔ (۶) گھبر مائیں کا خوف یعنی ازل

میں کیا ہے کیونکہ خاتمہ کا اخصار ازل ہے۔ اسی موقع کی بات ہے۔ موت

رائدہ سابقہ عظام عیست۔ خداوند تعالیٰ مراد کیست

(قل کی حکم یا چاہیچہ میں نہیں جانتا، معائنہ کیا کہ ہوتا ہے یہ کی نہیں معلوم) کیست

زہدیت کی کار آید کہ رائدہ درگاہ ہے۔ کفریت چندیاں را کہ تیکہ آتجا ہے

(حیرت و کایا کام آئے گا کہ تو رائدہ درگاہ ہے۔ تیرے کفر سے کیا نقصان ہوگا اگر خاتمہ

تیک ہوتا ہے)

کسی کو جملہ مد یقین کی کی طاعت حاصل ہوتی تھی وہ اس خوف سے پریشان رہے۔ تو

خوف درجایہ ہونا چاہئے بھیہا کہ حضرت محمد بن اکبر علیہ السلام آپ فرمایا کرتے، میرا خوف اس

کے حق میں مد یقین۔

نقل ہے کہ جناب داؤد علیہ السلام نے عرض کی کہ میں تیرا شکر اس طرح کر دوں کہ میرا

شکر تیری نعمت پر ہے تیرے حضور میں۔ خداوند تعالیٰ کی جانب سے وہی آئی کہ کب تم نے شکر کیا۔

نقل ہے کہ جناب موسیٰ نے اپنی ساجات میں کہا کہ اے توبہ نے آدم کو اپنے یہ قدرت

سے پیدا کیا اور ان کے ساتھ ایسا دیا کیا تو انہوں نے تیرا شکر کس طرح پر ادا کیا۔ خداوند تعالیٰ نے

وہی کی کہ آدم نے شکر اس طرح پر ادا کیا کہ انہوں نے یہ چاہا کہ یہ سب کچھ میری طرف سے ہے۔

ان کا یہ چاہنا اور سمجھنا کہ میری طرف سے ہے یہی سمجھنا میرا شکر تھا۔

سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے وہ ساری چیزیں جن سے میں

اپنے اختیار سے کام لیتا ہوں تو وہ خداوند تعالیٰ کی نعمت کے علاوہ ایک دوسری ہی نعمت ہوگی۔ یہ

اس لئے کہ ہمارے تمام جوارح، اعضا اور ہماری قدرت، ہماری ارادت، اور وہ سارے

امور اس جو ہماری حرکت کے اسباب ہیں اور خود ہماری حرکت خداوند تعالیٰ کے خلق سے ہے اور

یہ اس سے ایک نعمت ہے تو یہاں لازم آتا ہے کہ شکر حال ہوگا۔ اور شکر پر شرع کا حکم ہے؟

جواب: جواب اس کا یہ ہے کہ ایک حد شکر جو جناب داؤد علیہ السلام اور جناب موسیٰ علیہ السلام

کو ہوا تھا۔ تو خداوند تعالیٰ نے ان دونوں پر وہی بھی کر جب تم نے یہ پہچان لیا تو یہ بھی ہے کہ تم نے

میرا شکر ادا کر لیا۔

قولہ: وَ اَنَّ السُّخُوفَ وَالسُّخُوفَ وَالسُّخُوفَ لِلْعَبْدِ بِمُتَعَالِيهِ مِنْ سُوءِ الْاَقْدَابِ وَ كُلُّ قَلْبٍ

مُتَخَلِّفٌ فِيهَا قَلْبٌ غَوَّابٌ۔

(ارشاد شیخ ہے) یہ درست ہے اور صحیح ہے کہ خوف درجایہ دونوں بندہ کے ہاتھ میں

تکلیف کے مانند ہیں۔ یہ دونوں بندہ کو اپنے ادبی سے روکتے ہیں۔ ہر وہ دل جو خوف درجہ (امیدو

خوف) سے خالی ہے، وہ دل خراب ہے۔ یہ دلیل حق ہے اس بات کی کہ طاعت سے دل کی

آبادی ہے اور یہ نقصان دہ چاہے اور ترک معصیت کہ وہ نقصان دہ خوف ہے۔ تو جب طاعت کا

فقران ہوگا معصیت ہوگی۔ اور جب معصیت ہوگی بلا شہرہ دل خراب ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ **مروءۃ المؤمن** پر خداوند تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤدؑ تجھ سے ایسے ڈرتے رہو جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں۔ یعنی درندہ سے جو ڈرتے ہیں وہ اس کی ذات سے ڈرتے ہیں نہ اس سبب سے کہ اس درندہ کا کوئی گناہ انہوں نے کیا ہے بلکہ اس لئے ڈرتے ہیں کہ ہر چھوڑ چلا اس کی صفت ہے اور اپنے اس نفس میں وہ درندہ کسی کے نہیں ڈرتا نہ **نفسہ**، **المنہل**، **الاعطی** (اور اس میں سب سے اونچی مثال ذات الہی ہے) نہ **نفسہ** نہ **نفسہ**، **الترجیہ**، **فان**، **النشأ**، **الیکبر**، **فان**، **غلادۃ**، **الرجاء**، **حسن**، **المکافئ**، (بات ہو رہی تھی) رجا کے متعلق شاہ کرمانی نے ارشاد فرمایا۔ امیر کی رعایت میں اٹھتے رہتا ہے۔

ایک بزرگ سے متقول ہے انہوں نے کہا کہ جا کے تمہیں دے دیں۔ مثلاً ایک شخص نیک کام کرتا ہے اور امیر رکنا ہے کہ اس کا وہ کام قبول ہوگا۔ دوسرے ایک شخص برے افعال کا مرتکب ہوتا ہے، اس برے کام کے ارتکاب کے بعد توبہ کرتا ہے امیر رکنا ہے کہ وہ توبہ کا ثواب اسے بخش دے گا۔ اور تیسرے چھوٹی رجا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ وہ گناہ پر اصرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں امیر مغفرت کی کشتی ہوں۔

تیسرا اور چارم فرق ہے ایک شخص کا علیٰ حق کرتا ہے کام نہیں کرتا تمنا رکنا ہے ایسے شخص کو حتمی کہتے ہیں۔ یہ مضم ہے۔ رجا یہ ہے کہ کام کرتا رہے اور امیر رکے یہ مجاہد ہے آیات احادیث میں رجا کے اسباب بہت ہیں ان میں سے ایک یہ ہے جو خداوند تعالیٰ نے فرمایا **سَلِّ بِأَعْيَادِیْ بِالْیَمَنِ** **أَسْمُوْا عَلَیْ اَنْفُسِکُمْ** **لَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ** **وَحُشَّۃُ اللّٰہِ** **اِنَّ اللّٰہَ یُطَوِّرُ الْمَلٰٓئِیْٖٖٓ** **حَیْثُ مَا اَمَّ** **مُحَمَّدٌ** **مِیْرَے** **مُیْدُوں** سے کہہ دیجئے جنہوں نے اپنی جائیں پر یاد تیاں کی ہیں (یعنی مرتکب گناہ ہوئے ہیں) اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں۔ یاد چھوڑ دینے کے لیے یاد تیاں کی ہیں، خداوند تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت پڑھ کر نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا **لَوْ لَہٗ اَنْ تَاٰلَی اَللّٰہُ فَوَ الْفَقُوْۃُ الْاَوْفَیْہِمُ** (کوئی مصلحت نہیں ہے بلکہ وہ بچنے والا اور رحمت والا ہے)

شیخ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر کل قیامت کے دن ہزار آدمی عبد اللہ سے

حدیث بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن اگر یہ دعا ہوگی کہ کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا مگر ایک شخص، تو میں یہ جان لوں کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ اور میری امید اس حد کو پہنچے ہوئی ہے کہ اگر قیامت کے دن خدا ہوگی کہ آج کوئی بھی بہشت میں نہیں جائے گا مگر ایک شخص، تو میں یہ سمجھ لوں کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔

یہ خوفی اور ناامیدی دونوں حرام ہیں۔ شیخ عبد اللہ نے فرمایا ہے کہ جب تم اپنے کو بے خوف پاؤ تو اس وقت بے خوفی سے ڈرو۔ صریح یہ کہ لکھو **خسیر** یہ کہ مرے نہ کرے (کون ہے جو ایک لحظہ بھی ہنسنا اور عمر نہ دینا) **فَقَالِیْ اِنَّمَا لَوْ یَذُنُّ** (وہ جو چاہتا ہے کہ نہ کرتا ہے)۔ اس کی نفی کی حاجت بادشاہ فرمایا ہے۔

خوبہ فیصلہ حاضرحجت اللہ علیہ سے متقول ہے آپ نے فرمایا اگر تم سے کوئی پوچھے خداوند تعالیٰ سے ڈرتے ہو تو دعا موش را کرو۔ کیونکہ اگر تم نے یہ کہا کہ تمہیں تو کا فر ہو جائے گا اور اگر کہا کہ ہاں تو تمہارا یہ گناہ ہوا جائے گا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ بیت۔

حسن را گشتی از فرد ایندیش تو از انجام تری از آفتاز
(حسن سے لوگوں نے کہا کہ کل کے متعلق فکر کر، وہ حال یہ ہے کہ تمہیں انجام کی فکر ہے)

اور اسے نوشتہ ازل کی

ترس ہم مردمان فروراست ما یم ز حکم داریم
(گوگوں کہنا تم کا خوف مجھے ہے نہ جانیں ازل میں کیا لکھا گیا ہے)

اگر کوئی شخص خدا کو پکارتا ہے جیسا کہ اس کے پیکارنے کا حق ہے تو وہ یقیناً ہی اللہ سے ڈرے گا نہ کسی دوسری چیز سے۔ بلکہ تمہارا اگر خدا کو پیکارنے جیسا کہ اس کے پیکارنے کا حق ہے تو اسے یقیناً اللہ سے ڈرنا چاہئے، نہ یہ معصیت سے۔

جب اللہ جل شانہ نے محمد ﷺ کو حضور ﷺ کے افعال کے سبیل سے پہلے مثالیں پر حضور ﷺ کے وجود کے نقل پہنچایا اور ابو جہل کو اس مثالیں میں پیغمبر اس کے گناہ کے اس کے پیدا ہونے کے نقل کر لویا تو جب یہ حال ہے لازم ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

وَأَحْكَامُ الْعُمُورِ فِيهِ لَا يَزِيدُ اللَّعْنَةُ عَادَاتِمُ عَذَابًا. غَيْرَ أَنَّهُ إِذَا ضَلَّنا فَلَيْلَةً فَنِعَ اللَّهُ
سَعْيًا عَنْهُ تَمَلَّقَهُ الْكَافِرُ الْكَافِرُ وَنَجَّوْهُ.

(ارشاد شیخ ہے) بندگی کے احکام بجا لانا بندہ کے لئے واجب ہے۔ جب تک وہ
عاقب ہیں مگر جس کسی کا دل خدا تعالیٰ کی معیت میں صاف ہو جاتا ہے تو اس سے عبادات کی
تکلیف و مشقت اٹھ جاتی ہے، تکلف ہونے کا وجہ جب نہیں اٹھتا۔ پس اس لئے کہا گیا کہ اللہ کی
لحنت ہو مصلوہ کا ایک گروہ جو طریقہ رقت سے تعلق کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہتا ہے خدمت (بندگی) اتنی
کرتی پاتے کہ بندہ حق کا دل ہو جائے۔ اور جب حق کا دل ہو گیا تو خدمت اٹھ گئی۔ مثال میں وہ
کہتے ہیں زاد و ماضی کی ضرورت کہہ کر کچھ کے لئے ہے۔ جب کہ پہنچ گئے راہ خراج کی
ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ کلی گراہی ہے یہ اس لئے کہ اس راہ خدا دعویٰ میں کوئی مقام ایسا نہیں کہ
جہاں بندگی کے ارکان میں سے ایک کن کا جوہر بھی اٹھتا ہو۔

وہ جنہیوں کے خشتہ ہیں اور جو جملہ مشابہت مالہ سے موصوف ہیں ان سے عبادات
کی تکلیف ختم ہوئی یہاں تک کہ حضور کے حق میں فرمان ہو تو اٹھنے نہ تک شخصی بندگی تک
القیض نہ اپنے خداوند کی بندگی کیجئے تا آنکہ آپ پر موت جاری ہو۔ یہاں پر لفظ یقین سے موت
طاری ہونا مراد ہے۔ اور اس طرح تمام انبیاء علیہ السلام سے یہ حکم نہ اٹھایا جو اس کے کہ ان لوگوں کا
مرتبہ سمجھوں سے بلند و بالا ہے۔ اگر یہ حکم اٹھتا تو ان سے اٹھتا جب ان سے نہ اٹھا تو ظاہر ہے
دوسروں سے بھی نہ اٹھے گا۔

ہاں یہ بات تو ہے کہ تکلف ہونے میں جو مشقت ہوتی ہے وہ اٹھ جائے، اور صورت
حال یہ ہو جائے کہ جو دوسرے لوگ مشقت سے حاصل کرتے ہیں ان لوگوں کو آسانی سے حاصل
ہو اور جو چیز دوسروں پر رنج طاری کرتی ہے ان کے اندر نشاط و مسرت لائے اور یہ نشاط و مسرت
اسی تکلیف کی ادا سنگی پر ان کو محسوس ہو۔ لیکن یہ کہنا کہ تکلف ہونا ہی اٹھ گیا ایسا نہیں بلکہ یہ
محال ہے اور ایسا کہنا گراہی ہے۔

مشائخ کچھ اہل اللہ کی حکایتیں اس بار سے میں بہت ہیں۔

حدائق کی شرکاء یا مانا یا جائے تو معرف کے امور اور مکر کے شیخ کا مذہب لایا جاتا ہے۔ کیوں کہ
صحابہ جب موصوم نہ تھے تو دوسرے لوگوں میں عصمت کہاں تک ہوگی عقل۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ
علیہا فرماتے ہیں کہ اگر امر معروف و نہی مکر کو انجام نہ دے مگر ایسا شخص جو خود کے لئے ہونے نہ ہو
یعنی جملہ امور بجا لائے ہوئے اور جملہ دعویٰ سے کنارہ کش ہو تو اس وقت اس کوئی ایسا شخص جوں میں
نہ ملے گا جو خود امر معروف اور نہی مکر کا پابند ہو۔

امر معروف کے ادب میں سے طلاق کو کم کرنا ہے تاکہ اس پر ذرا غالب نہ ہو اور طلاق سے
طبع کا قطع کرنا ہے تاکہ نہ مصداق (سستی) اس سے ختم ہو جائے۔

نقل ہے کہ ایک بزرگ کے پاس ایک ٹمٹمی۔ اس ٹمٹمی کے لئے قصاب سے جھان کے
پڑیوں میں رہتا تھا جانور کی گھٹلیں نکھڑا تے ایک دن اس قصاب کے پاس منہیات شریعہ میں سے کوئی
چیز نہ تھی مگر ٹمٹمی لنگر سے نکال دیا۔ پھر قصاب کے پاس خرید لائے اور مکر یعنی منہیات شریعہ
سے سکناس کی شروع کیا قصاب نے کہا اچھا آپ کی ٹمٹمی کے لئے کچھ دیں گے۔ ہاں بزرگ
نے فرمایا کہ ہم نے پہلے ٹمٹمی کو کھانا کھڑا کیا پھر تھما دیا ہے تاکہ تم سے باز پر کر رہا ہوں۔

بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس سے خوشدل رہیں اور لوگ اس
کی تعریف کریں تو ایسا شخص ہرگز امر معروف اور نہی مکر کا پابند نہیں ہو سکتا۔ فرمایا علی
ضامنہ اللہ وینما ائمتہ حکم کرنا امر معروف اور نہی مکر شروع سے واجب ہے جہاں تک اس
سے ممکن ہو اور جیسے بھی اس سے ممکن ہو۔ یعنی ہاتھ سے زبان سے یا دل سے۔ ہاتھ سے حاکمان
اور فرمانروایاں کے لئے اور زبان سے علماء کے لئے دوسرے لوگوں کے لئے دل سے۔ بزرگوں
نے فرمایا ہے۔ امر معروف میں ہر مسلمان کے لئے منصب یہ ہے کہ جب اچھے کاموں کی نصیحت
کرے تو اسے آپ سے شروع کرے اور پہلے اپنے آپ کو پھینک دے اور پھر اپنے پائندگی اور غربت کے ترک
سے آراستہ کرے۔ اور اپنے مکر والوں کی تربیت کھڑے کھڑے نہ کرے۔ جب ان سے
قاریع ہو تو پھر اپنے محلے والوں کو بتائے۔ جب ان سے قاریع ہوا ہے تو پھر وادوں کو سکھائے جب
شجر والوں سے فراغت ہو تو پھر مشافعت شجر کی تربیت میں مشغول ہو۔

کے درست ہونے کی علامت یہ ہے کہ ایسے شخص کے دل سے اشیائے اہل کی اضافی کیفیتوں کی تعمیر اٹھ جاتی ہے۔ ہر چیز اس کی نظر میں برابر ہو جاتی ہے۔ عام ازیں کہ خدیں ہو یا نہیں ایسے شخص کے نزدیک چاہی اور سونا، ڈھیلہ اور پتھر سب برابر ہو جاتا ہے۔ تو حیرت کا مقام یہ ہے کہ انسان نفس کی پندگی سے آزاد ہو جائے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ذِكْرُ بَرٍّ عَنِ النَّفْسِ وَكَوْنِهِمْ خَصَصَ صَاحِبُهُ (اور یہ لوگ خود فقر و صدمت مندی میں ہونے کے باوجود اپنے اوپر دوسروں کی امداد و ترجیح دیتے ہیں) وَأَمَّا الْوَالِدَانِ فَالْأَبْنَاءُ النَّفْسُ لَمْ يَخْرُجْ عَنْهَا خَوْفُ بَرٍّ وَمِنْهُ وَالْوَالِدَانِ (اور یہ نیک ان لوگوں نے اپنے نفسوں کے مقابلہ میں دوسروں کو ترجیح دی یا اس لئے کہ یہ لوگ تجر دو ہو چکے ہیں ان چیزوں سے جس میں کہ نہیں ہیں اور اب ان لوگوں نے زینار اختیار کیا ہے)۔

الصَّادِقُ الْأَسْمُ مِنَ الصِّدْقِ ۝ (امد صدف ہے صادق اس سے اسم ہے اور بطریق مبالغہ ہے یعنی جس کے امد صدف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بزرگ و عالمان برابر ہو اور صادق وہ ہے جو اپنے قول میں صادق ہو لیکن صدمہ یہ ہے کہ اپنے تمام اطوار میں صادق ہو، اقوال میں، احوال میں افعال میں جیسا کہ حادثہ ﷺ سے نقل ہے چنانچہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا عَزَّوَالَتْ نَفْسِي عَنِ الْمَالِ فَاسْتَوَى عِنْدِي ذَهَبُهَا وَنَفْسُهَا وَخَصْمَتُهَا وَمَنْوَعُهَا (نفس کو میں نے دنیا سے بھیر لیا ہے، اب دنیا کی چیزوں میں سے چاندی اور سونائی پتھر سب میری نظر میں برابر ہے) اور یہ گروہ صوفی تربیت اسے کہتے ہیں کہ ان کے دل میں بندگی کے تحت مخلوقات میں سے کوئی چیز نہ ہو نہ اغراض، دنیاوی میں سے جو جملہ ان کے سامنے آئے وال ہیں اور نہ اغراض اخروی میں سے جو برہماتے آئے وال ہیں تو وہ مفرد ہو گئے ہیں اور ذات متصف فریت کے لئے۔ ہر آرزو، ہر سوال، ہر مقصد، ہر حاجت اور ہر حصر طلب سے ان کا دل پاک ہوتا ہے۔ كَيْسٌ لِّكَ خَلَقَ رَأَى اللَّهُ وَلَا نَصِيبَ لَكَ سِوَاهُ (اللہ کے سوا کسی چیز میں انہیں حصہ نہیں ہے اور اللہ کے سوا کسی چیز میں دھم نہیں لینے)۔

نفس۔ امام شمس رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نقل ہے ایک شخص نے ان سے ایک حال میں کہا۔

امام شمس رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نقل ہے آپ نے مکررات موت میں ایک شخص سے فرمایا کہ مجھے دشو کرادو۔ جب وہ دشو کرانے لگے بیش مبارک میں خال کرانا بھوں گے، امام شمس رحمۃ اللہ نے ہاتھ پکڑ لیا اور سنت بجالا دی۔

قَوْلُهُ: وَأَنَّ الْبَشَرِيَّةَ لَا تَزُولُ عَنْ أَحَدٍ وَلَا تَزُولُ لِحَى الْهَوَا، حَتَّى تَنْفَكَّ تَفْصُفَ مَرَّةً وَتَقْوَى الْهَوَى.

(ارشاد شیخ ہے) مجھ اور درست ہے کہ سب سے بشریت انکار نہیں ہوتی اگرچہ چار زانوینہ کوئی ہولناں اسے اس پر درست اور صحیح ہے کہ بشریت کے نزدیک ہو جاتی ہے کبھی اور اور کبھی قوی ہو جاتی ہے۔ یعنی جب روح اور محبت کا غلبہ ہوتا ہے تو کمزور ہو جاتی ہے اور جب مراد اور خواہش کی یافت ہوتی ہے تو بشریت قوی ہو جاتی ہے۔

یہ اس لئے کہ نفس کا مجاہدہ نفس کی اوصاف کو فنا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے نہ کہ میں نفس کی فنا کے لئے تو جب کوئی شخص نفس کی اوصاف نفس کو یا محبت اور مجاہدہ سے قابو میں کر لیں ہے تو نفس اپنے اوصاف سے پاک ہوتا ہے لیکن میں نفس اس کے امد رہا باقی رہتا ہے اسی صورت میں کبھی میں نفس سے مطمئن نہیں رہتا چاہے۔ کیونکہ نفس کی خفیہ کارروائیاں بہت ہیں۔ تجرباتیہ خداوندی کے آدمی اس سے محفوظ نہیں رہ سکتے چاہے جتنا بھی یا نہیں کرے۔ کیونکہ ایک قدم بھی خواہش نفس پر اٹھانا دین کی ساری تعمیر کو زمین پر ڈال دیتا ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ بشر سے اوصاف بشریت کا انکار ہونا محال ہے۔ اسی بنا پر پیغمبر ﷺ نے ہم کو ان کو کثرت سے کہ جتنی کی ہے آتَا بَشَرٌ مِّنْ خَلْقِكَ تَمَيُّزًا تَهَادِي طَرِيقَ بَرٍّ عَنِ الْهَوَى

قَوْلُهُ: وَالْخَيْرِيَّةُ مِنْ زَوْجِ النَّفْسِ جَانِثَةٌ فِي حَقِّ الصِّدْقِ تَفْصُفَ مَرَّةً

(ارشاد شیخ ہے) نفس کی غلامی سے آزادی درست ہے یعنی صدقہ نفس کے حق میں

مکن ہے اور بندہ جو آزاد ہوتا ہے وہ اس وقت آزاد ہوتا ہے کہ رزق مخلوقات کی غلامی کے تحت سے رہا ہو جائے۔ اور کائنات کی کار خرقوں کا ساموس اس پر تکلف ہو جائے اس کیفیت

قتالی کی قدرت میں ہے۔ بندہ کو رام رام میں دل نہیں۔ لیکن زیادتی سے کسی کی طرف راستا ہے اور اس کے علم کو مغرب جاسکتا ہے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ یہ دفع وہ ہے جو موجود ہو تو لوگوں کے ساتھ اور معدوم ہو وقت کے ساتھ یعنی اس کا ظاہر خلق کے ساتھ ہو اور اس کا باطن، مشاہدہ حق میں ہو، ایسے کہ خلق سے غائب یعنی گھسکتی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے اور ہم لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جو کچھ بولتا ہے حق ہی سے بولتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے حق ہی سے سنتا ہے۔ اسی معنی کے اعتبار سے اس کا موجود ہونا بھی ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے اس کا معدوم ہونا بھی ہے۔

قولہ: وَأَنَّ الْعَبْدَ يَتَقَلَّبُ فِي الْأَشْوَالِ مَتَعِي يَتَجَوَّلُ فِي الْعَالَمِ الْأَوَّلِ حَالِيَيْنِ.

(ارشاد شیخ ہے) یہ حق ہے اور درست ہے کہ بندہ اشوال میں متقلب ہوتا رہتا ہے۔

یہاں تک کہ وہ رخ کرتا ہے دو خانوں کی صفت کی طرف۔ مطلب یہ کہ بندہ ایک حال سے دوسرے حال کی جانب متقلب ہوتے ہوئے اس حال کو پہنچتا ہے کہ اسے کھوئی صفت حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ اگر روح ہو جو عالم الشیئ کی متابعت میں ہو گا پھر اس کے زیر قوت حاصل کر لے تو ہو سکتا ہے کہ قلاب کشف کو جسمانیات کے لطیف مکان میں پہنچا دے۔ پچان اس کی یہ ہے کہ یہی میں دہنیں ماہ کی راہ طے کر لیتا ہے جیسا کہ جسمانیات لطیف۔ اور اگر اس کی قوت اس سے بھی زیادہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ اسے قلاب کو لطیف تر جسمانیات کے مکان تک پہنچے لے شہادت اس کی یہ ہے کہ اگر پانی میں غوطے لگے تو اس کا جسم تر شدہ ہو اور اگر آگ میں وہ دھوپے تو اس کا قلاب نہ چلے جیسا کہ لطیف تر جسمانیات کا حال ہوتا ہے۔ اور اس کو ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں میں دیکھا جائے تو آسمانیکہ وہ ایک ہی جگہ مانا ہو۔

قولہ: فَتَقْلِبُ لَكَ الْأَوْشَاقُ وَيَتَغَشَّى عَنِّي الْأَوْبَاقُ.

(ارشاد شیخ ہے) اس وقت زمین اس کے لئے صفحہ کر دی جاتی ہے چنانچہ ایک درازی دیر میں شرق سے مغرب جاسکتا ہے۔ اور پانی کی سطح پر چل سکتا ہے اور اس کا جسم ذرا تر نہ ہو۔ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے یا کوئی اسے نہیں دیکھ پاتا تاہم وہ سب کو دیکھ سکتا ہے۔

کیا آپ جانتے کہ وہ روشن ہے فرمایا جاتا ہوں لیکن جب سے اس کے محنت کی معرفت ہم نے حاصل کی ہے تو بھی ہم نے نہیں کہا کہ کچھ پر محنت فرما۔ جس کی وجہ ضرورت ہے وہ اس سے مانگتے لیکن جس کو خود اس کی ضرورت ہے۔ وہ اس کے سوا کچھ اور کیا چاہے گا۔ تو حریت کا مقام نہایت عزت اور اعلیٰ ہے۔

نقل ہے کہ خواجہ چندیروت اللہ علیہ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس کے پاس دنیا سے سوائے خدا کی چہائی ہوئی کچھ نہ اور کچھ نہ بچا ہوا اس کا کیا حال ہے؟ خواجہ نے فرمایا جب تک ایک آدمی باقی ہے آدمی نفس کا مخاب غلام ہے اس قول سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ جب تک اغراض دنیاوی یا اغراض اخروی میں سے کسی ایک غرض پر بھی نظر ہے۔ گی تو اس کو حریت کا مقام مسلم حاصل نہیں۔ جب تک کہ کوئی نہیں سے باہر نہ نکل جائے۔ یہاں تک کہ اگر ایک غرض بھی باقی ہے تو بندہ اس کی قید میں ہے۔ اور جب اس کے قید میں ہے تو اس کا غلام ہے۔ حریت (آزادی) کیسے ہوگی۔

قولہ: وَالصِّفَاتُ لِلْغَيْبِ مَنَظَرٌ مِّنَ الْعَالَمِينَ وَتَغْلِبُ عَلَى مَتَعِي النَّوْءُ بَيْنِي وَه.

(ارشاد شیخ ہے) وہ صفتیں جو مذمومہ بری ہیں مثلاً کفر، جھوٹ، خیر، محبت دنیا، فحش، کبر، عیبت جانشی وغیرہ غلوں میں ظاہر ہو جاتی ہیں، اور سریدوں میں مرد ہو جاتی ہیں یعنی وہ صفتیں جو مذمومہ ہیں صفت جہدہ کے حصول کے علاوہ سے غلوں کے حق میں ظاہر ہو جاتی ہیں، مگر سریرہوں کے حق میں صفت مذمومہ ظاہر نہیں ہواں اس کی ایک یہ صفت کہ جب جاتی ہے۔

تبدیل کی رہنمائی نہیں ہیں۔ ایک تبدیلی ذات دوسرے تبدیلی صفت۔ ذات کا تبدیل ہونا خداوند تعالیٰ کی قدرت میں ہے بندہ کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

تبدیل صفت و طرح پر ہیں، ایک صفت وہ ہے کہ اس کی تبدیلی بندہ کی قدرت میں جیسے بکالت کی صفت کو سخاوت کی صفت سے بدلنا اور جیسے حمل کی صفت کو طعم کی صفت سے تبدیل کرنا اور اسی طرح دوسری صفتیں۔

اور دوسری قسم صفت طبعی ہیں جیسے نیند، بھوک، پیاس، انا، صفت طبعی کا بدلنا بھی اللہ

انہوں نے کہ کچھ عورتیں پردہ کی ضرورت نہ سمجھیں فارغ اہل عورتیں شاہی کا یہام نہ دیں۔ جن کے لئے کوئی شخص بھی اپنا دروازہ نہ کرے۔ اپنے باطن کے لحاظ سے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اپنے خدا پر اعتماد کر کے کسی بات پر قسم کھائیں تو خدا تعالیٰ اسے پورا کرنا اپنے اوپر واجب کر لے۔ انہیں میں نبوہ ابن مالک ہیں۔

اگر کوئی کسی بات کا دعویٰ کرے اور اس دعویٰ پر قسم کھالے اس پر خداوند تعالیٰ اس کو سچ کر دکھائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہوگی۔

پہلی بات یہ ہے کہ کرامت کا اظہار وہ حال سے ظاہر نہیں، بلکہ اس منکر کرامت نے اللہ جل شانہ کو عاجز سمجھا، یا اس نے دلی کو اس کا حال نہیں چاہا۔ اگر خدا کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ وہ عاجز ہے تو کفر ہے اور اگر کوئی اس کا حال نہیں جانتا تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ اس لئے کہ مومن خود تمام کرامات کے لائق ہے۔ اور وہ ایمان جو اس کو عبادت ہوا ہے وہ خود تمام کرامات سے برتر ہے۔ جب سب سے بڑی کرامت حمایت فرمائی ہے تو بجز درجی کرامتوں میں کیا کلام ہے۔

کرامت ایک ایسا فعل ہے جو قدرت کی عام روش کے خلاف ہے، تکلفات شرعی پر تمام رہتے ہوئے۔ اگرچہ مجروح کی حد تک ہو۔ یہ اس لئے کہ جو کرامت دلی سے ظاہر ہوگی وہ سب کی سب پیشبر اللہ کے حضور کے گھج ہونے کی دلیل ہوگی اور اس پر ان سمجھوں کا اتفاق ہے جو کرامت کے قائل ہیں۔ تو وہ چیز جو کسی سے کرامت کی فعل میں ظاہر ہوئی ہے وہ اس کے لئے تو کرامت ہے لیکن اس کے کئی کائی بھی ایک مجروح ہی ہے۔ یہ کرامت جس سے ظاہر ہوئی اس کی پہنچی مخلوق خدا کے درمیان اپنے نبی کی ہر وہی ہی کی ظاہر سے ملی ہے۔ تو ان مسنون میں کرامت خود نبی کے زمانہ میں کسی سے ظاہر ہوئی کسی کے زمانہ کے بعد لے اس حکم میں ہر درجہ کھینچی ہے۔

سوال: اگر تو یہ کہے کہ مجروح ایک خلاف عادت فعل ہے جو اس کے نبی کے دعویٰ پر صادق ہونے کی دلیل بنتا ہے۔ پھر تم نے اسی چیز کو نبی کے سوا کے لئے جائز رکھ دیا تو یہ چیز خلاف عادت ہاں ہی ہو تو مطابق عادت ہوگی۔

جواب: جواب میں میں کہوں گا اس معاملہ میں جو غیر انہیں نظر آتی ہے اس کی

قولہ: وَأَنَّ الْمَسِيحَ فِي اللَّهِ وَالْمَسِيحَ فِي اللَّهِ مِمَّنْ أَتَىٰ غُرَى الْأَنْعَامِ.

(ارشاد شیخ ہے) یہ سچ ہے اور درست ہے کہ خدا کے لئے کسی سے دعویٰ کرنی اور خدا ہی کے لئے کسی سے دعویٰ کرنی ایمان کا نہایت معنی دار شیعہ ہے۔

رشتہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ لوگوں کا کام کریں نجات کے لئے۔ اُنسانی یعنی اس چیز سے نجات کا مطلق ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ اَشْفَيْتُكُمْ بِالْعَزَّةِ الْوُفْقِي (چنگا اعتبار کیا انہوں نے نجات کے ذریعہ کو)۔

ماصل تقریر یہ ہے کہ جس کسی سے بھی محبت کرو محض خدا کیلئے کرو نہ کہ مغفرت اور غرض کے لئے، اور ایسے ہی جس کسی سے دشمنی کرو خالص خدا کے لئے رو نہ اپنی ہوس عداوت کے لئے بلکہ محبت اور عداوت وہ چیز ہے کہ جس سے بندہ نجات پاتا ہے۔

قولہ: وَأَجْمَعُوا عَلَيَّ الْفُكْرَ اَمَّا لَئِلَافُ لِيَاؤُ لِيَاؤُ وَتَوَافُ لِيَاؤُ هَافِي النَّبِيِّ وَلِيَّ غِيُو غَضِيهِ.

(ارشاد شیخ ہے) صوفیا اس پر اجماع ہے کہ الہام کے کرامات ثابت ہیں۔ وہ ان کرامات کا تحقیق پیغمبر ﷺ کے عہد مبارک اور آپ کے زمانہ کے بعد بھی رہتے ہیں۔ قرآن و احادیث کی دلیل کی روشنی میں۔

کتاب اللہ سے روشنی قصہ سر پہ میں ملتی ہے۔ ارشاد الہی ہے كَلِمَاتًا دَخَلَ عَلَيْهَا وَكَرِيْمًا لِّمَحْمُودَاتٍ وَجَدَ عِنْدَهَا رُفَقًا کہتے ہیں جائزوں کے عہد کے گریہوں میں اور گریہوں کا پھل جائزوں میں چنانچہ سر ہم کے پاس پہنچتے تھے، اگرچہ مومن عہد نہ ہوتا چنانچہ ذکر کیا کہ تجب، اور اس تجب کے تکرار کا یہ اثر ہے انہوں نے کہا لَقَدْ هَلَا، (پھر ہر سے پاس کہاں سے آئی)۔

اور حدیث بروی ﷺ کی اس حدیث سے روشنی ملتی ہے رَبِّ اَشْفَعْ بِاَخِيكَ ذِي طَبْعُونِ لَا يُؤْنِسُ لَهٗ وَلَا يَنْزُوْهُ الشُّعْبَاتِ وَلَا يَنْفُخُ لَهٗ الْمَسْدَدُ وَلَا اَقْسَمُ عَلٰى اَللّٰهِ لَا اُفْوَرُهٗ. وَهُمْ اَلْبِرَاءُ اَنْ يَّخَالِكَ. (بہت سے پرگندہ مال غوارا کو، پسیدہ پاس، ازیک

کواپنے شخص سے دیکھے گا جو پیغمبر نہیں ہے لیکن اس کی کرامت مجروحہ کی طرح عقل کا جز کر کے دالی ہے تو اس دیکھنے والے کو چشمہ ہوگا یا روکی پیغمبری ہے۔ اس لئے اسکی جڑ جو نبوت میں چھہ ڈالنے والی ہواس کا چکر ہوٹا درست نہیں۔

قوله: وَكُنُوهُ الْآفِيَاءَ لَمْ يَنْبَغِثْ بِالشَّعْخُورَةِ وَلَكِنْ بِإِذْنِ رَبِّهِ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يُؤْتِيهِمْ إِلَّا مَا يَشَاءُ

يَطْلُبُوهُ لِلْخَشْيَةِ مَا كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ قَاتِلًا

(ارشاد فتح ہے) پیغمبروں کی پیغمبری مجروحہ سے ثابت نہیں ہوتی۔ ان کی پیغمبری اسی سے ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے ضرورت سمجھی اور انہیں پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اور یہ کہ مجروحہ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حلقہ کوئی دینی و دینی مشہاد سے عاجز رکھنے کے لئے دعوت خدا کا جناب میں بظاہر ہو جائے۔ یعنی پیغمبر اپنی پیغمبری کی بنا پر ہوتے ہیں، مجروحہ کی بنا پر نہیں، صرف اللہ کے پیغمبر بنا کر سمجھ دینے سے اور ان پر دینی اتارنے سے ہی ان کی پیغمبری ثابت ہو جاتی ہے۔

مجموعہ کی تفریف یہ ہے کہ کوئی امر مخلوق کے سوال اور پیغمبر کے دعویٰ پیغمبری کے

بجواب خلاف حادث صادر ہو۔

خاصہ کلام یہ ہے کہ جب تک ایک قوم کا فرض نہیں ہوتی کوئی پیغمبران میں نہیں آتا۔ چونکہ کافر ہیں ایمان لاتا پیغمبر کے آنے سے قبل ہی ان پر واجب ہو چکتا ہے اس کے باوجود ایمان نہیں لاتے کفر پر قائم رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ ان میں پیغمبر بھیجتا ہے تاکہ وہ ایمان کی جانب بلائے، اور ایمان لاتا ان لوگوں پر لازمی قرار دے۔ اور وحدانیت کی دلیل قائم کرے یہ اس لئے کہ قوم کو ایمان قبول کرنے میں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ عذر اس لئے نہیں کہ پیغمبر لمبی جڑ کی جانب بلا تا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر پہلے سے واجب کر رکھا ہے۔ اور وہ اللہ کو ایک کہتا ہے اور اللہ سے شریک کی نفی کرتا ہے، اب پیغمبر کے دعوت کے بعد بھی جب قوم کفر پر اصرار کرتی ہے اللہ اس وقت پیغمبر کو مجروحہ دیتا ہے۔ یہ قوم کی محنت پوری کرنے کے لئے تاکہ اس کے بعد ان کا کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔

قوله: وَالْقَسْرُ فِي تَبَيُّنِ الْمُسْتَعْجِزَةِ وَالْكُفْرِ أَهْلِي النَّبِيِّ عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْمُسْتَعْجِزَةِ

صورت وہ نہیں ہے جو تم دیکھتے ہو۔ کیونکہ مجروحہ عام حادث کے خلاف ہوتا ہے وہ حادثہ الخلق کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ لیکن دلی سے جو کرامت ہوتی ہے وہ ولایت و اجتناب کی وجہ سے نبی کے دعویٰ کی تائید کرنے والی ہوتی ہے اور اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ نبی کا دعویٰ ایسا صادق ہے کہ نبی کے دعویٰ نبوت کی جو بھی ثابت کرے اس میں بھی خلق کی عام حادثات کو عاجز رکھنے والی صلاحیت ہو جاتی ہے۔ یہ گویا نبی کے مجروحہ کا ایک دوسرا مجروحہ ہے۔ اس سے نبی کے مجروحہ کا قصہ نہیں ہوتا۔ بلکہ مجروحہ کی اس سے تائید و تائید ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اللہ صوفیہ کا دایا کی کرامتوں میں سے سب سے بڑی کرامت ایک یہ ہے کہ دہائی طاعت کی انہیں تو قیق لی، اور عصمت ملی، یعنی گناہوں اور مخالف شرع سے وہ محفوظ رہے۔

سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ آج دلی کو خداوند تعالیٰ کا دایہ کرامت کے طور پر ہوتا ہے یا نہیں یا۔

جواب: تو جواب یہ ہے کہ اگر برین صوفیہ اس پر شیع ہیں انہیں ہوتا ہے۔ اور یہ مسئلہ کہ کیا یہ جائز ہے کہ کوئی ولی ہوا اور پھر ایک ایک اس کی عاقبت بکڑ جائے؟ (اللہ اس سے پناہ میں رکھے) اختلافی ہے۔ اور اسی طرح یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ کیا دلی یہ جانتا ہے کہ کب کب کفر کرامت اس کی عاقبت بخیر ہے؟ اس پر اہل حق ہے مخلوق میں سے جو لوگ نبی نہیں ہیں وہ کفر سے مصوم نہیں ہیں۔ جب کفر سے مصوم نہیں ہیں تو کفر کے علاوہ دوسرے گناہوں سے بھی مصوم نہیں ہوں گے۔ پھر اگر گناہ مصوم یا کبیرہ ان سے سرزد ہوتا ہے تو وہ قبیحہ خاص کرتے ہیں ان کو گناہ پر اصرار نہیں ہوتا۔ اس اگر اصرار ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اولیاء میں سے نہیں ہیں۔ اور وہ جو باطنی عقیدہ غیورہ (اور نبی کے علاوہ دایہ نبی بھی) ایک رو پیغمبری کے دایہ میں ظہور کرامت کو جائز قرار دیتا ہے اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب پیغمبر کے زمانہ میں کسی سے کرامت ظاہر ہو تو وہ کرامت اس پیغمبر کا مجروحہ جو اس زمانہ میں ہے۔ پھر جب پہلی کرامت پیغمبر کے علاوہ دایہ میں ہو تو صرف اس دلی کی کرامت ہوگی، بیچارہ کرامت مجروحہ ہوگا۔ ایسی شکل کرامت کے پیغمبر کے مجروحہ سے القاب پیدا کرے گی۔ اس طرح کہ جب کوئی شخص اس کرامت میں یہ کرامت پیغمبر کے مجروحہ سے القاب پیدا کرے گی۔ اس طرح کہ جب کوئی شخص اس کرامت

ظہور ہوا کہ کرامت جو ام الناس سے جس کا اظہار ہو رد دعویٰ ہے کفار و مکشرین سے جو ظہور نہ کرے۔

ہو وہ کہ استدراج ہے۔

قولہ: وَالْكَوْثُ وَالْبُورَةُ فِي الدُّنْيَا.

(ارشاد شیخ ہے) صوفیاء دین میں جدال کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ

دین میں جدال جھگڑے سے مظالم کا دروازہ مکمل جاتا ہے۔ کیونکہ اگلی امتیں جو بھی ہلاک ہوئی ہیں وہ سب کی سب کجرت قتل، قاتل اور جھگڑا پھیلنے کے سبب ہلاک ہوئی ہیں۔ صحابہ علیہ السلام جدال میں مشغول نہیں ہوئے ہیں اگر یہ جائز ہوتا تو یقیناً صحابی اس میں پہل کر کے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حق ظاہر ہو چکا تو مجروح کے ظہور کے لئے مناظرہ کرنا یا جدال کرنا جائز نہیں یہ اس لئے کہ مناظرہ و جدال حق کے ظاہر ہونے کے لئے ہونا چاہئے اور یہ حاصل ہو چکا ہے اور کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے لئے کوئی چیز قرآن، حدیث شریف اور اہل بیت کرامت کے ذریعہ درست ہو چکی اگر اس میں کوئی بدعتی اس سے جھگڑا کرے تو اس جھگڑے کی طرف دھیان نہ دینا چاہئے۔ اس سبب سے کہ اگر جدال و مناظرہ اپنے کو درست کرنے کے لئے ہو تو وہ خود اپنے آپ کو قرآن وحدیث اور اصناف کرامت کی روشنی میں درست کر چکا ہے جو اس جدال و مناظرہ سے کہیں بہتر ہے۔ اور اگر یہ جدال و مناظرہ دوسرے کو کلام راست پر لانے کے لئے ہے تو دوسرے کو کلام راست پر لانے کے لئے واجب نہیں، دوسرے کو کلام راست پر لانے کے لئے جیسا کہ قرآن وحدیث میں صحت صوفیائے دین میں جدال ترک کرنے کی روش اختیار فرمادیا ہے اور شخصت مصطفیٰ تو ان حضرات صوفیائے دین میں جدال ترک کرنے کی روش اختیار فرمادیا ہے اور اپنے آپ کو ستارہ میں مشغول ہوئے ہیں۔ لہذا کہ انہم علیہ السلام (یہ اس لئے کہ وہ ان کے لئے زیادہ اہم ہے) اگرچہ ظاہر مدح سب میں اہل بدعت کے ساتھ جدال و مناظرہ جائز ہے۔

قولہ: وَكَذَبُوا النَّبِيَّ الْوَاقِعِيَّ بِمَا هُوَ أَهْلُهُمْ عَلَيْهِمْ.

(ارشاد شیخ ہے) غالبہ صوفی اس چیز کی طرف مشغول کرتے ہیں جو سب سے زیادہ

اہم ہے۔ کیونکہ مذکورہ مندوب ہے واجب نہیں۔ لیکن لایہ بات اور ضروریات کو غیر لایہ بات اور غیر ضروریات پر مقدم رکھتے ہیں۔ کیونکہ لایہ بات اور ضروریات غیر لایہ بات اور غیر ضروریات

وَالشَّيْءُ يَهْدِي إِلَى الْكَوْثِ يُجِبُّ عَلَيْهِ أَنْ يَتَكَبَّرَ الْفَكْرُ أَفْئَةً أَوْ أَنْ يُلْغِيَهُمْ عَنِ اللَّهِ

نَعَالِي عَلَيْهِ.

(ارشاد شیخ ہے) مجرور اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ کج گنج اور درست ہے کہ بیخبر کے لئے اہمیت کو مجرور دکھانا اور اس مجرور کے ذریعہ ان پر تجھ کو کرامت کرنا واجب ہے۔ اور دلی کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ کرامت چھپائے مگر اس وقت جبکہ خود خداوند تعالیٰ ان سے کرامت ظاہر کرادے۔

تجھ کو اسے کہتے ہیں کہ اپنے عطا کردہ تمام دوسروں سے یہ مطالبہ کرنا کہ جو چیز تم نے دکھائی ہے ایسی تجھ کو بھی پیش کر دو۔ یہ اس لئے کہ نبی کو اظہار نبوت ضروری ہے۔ کیونکہ نبوت سے مقصود غافل کو نبوت اسلام دینا ہے اور وہ نبوت کو ظاہر کرنے بغیر تحریف طور سے انجام نہیں پاسکتا۔ جب نبی پر نبوت کا اظہار اور اپنی نبوت کا دعویٰ کرنا حق ہے تو پھر یقیناً دلیل کے طور پر یہ ضروری ہے کہ تجھ کو اظہار نبوت کے لئے کرامت چھپانا واجب ہے۔ یہ اس لئے کہ لایہ بات کا حق چھپانا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ لایہ بات اللہ اور بندہ کے درمیان ایک راز ہے اور لایہ بات میں دعویٰ لایہ بات نہیں ہے۔ جب دعویٰ درست نہیں ہے تو اس پر دلیل لانے کی حاجت نہیں۔ اور جب کرامت کا دعویٰ کیا تو ضرور ظاہر ہو گیا لایہ بات نہیں رہے گی۔ تو دلی کے لئے کتمان نبوت مذہم نبوت ہے، اور دلی کے لئے اظہار و لایہ بات، و لایہ بات کا گناہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صاحب مجرور قطعی طور پر یہ دکھانا سکتے ہیں کہ یہ مجرور مجرور ہے اور میرے دعویٰ نبوت کی پر دلیل رجعت ہے۔ بخلاف اس کے دلی قطعی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ میری کرامت ہے۔ یہ اس لئے کہ اس میں کرامت استدراج کا احتمال قائم ہے اور کہ استدراج کے قیام کے ساتھ قطعی طور پر نہیں جانتا کہ میں خدا کے ولیوں میں سے ہوں، جب لایہ بات میں قطعی نہیں ہے تو کرامت میں افضلی کیسے ہوگا۔

اور یہ خدائق عادت (خلاف عادت) چار قسم پر ہوتا ہے۔ مجرورہ کرامت، عول، استدراج و مکرم۔ بیخبروں سے جو ظاہر ہوتا ہے اسے مجرورہ کہتے ہیں، ولیوں سے جو فرق عادت کا

غالب حق کو چاہئے کہ لباس کے معاملہ میں علم کی اجازت میں اپنے شہس کو روکے، اور علم کی مبالغہات سے متنبہ رہے کہ شریعت نے جسے مباح قرار دیا ہے۔ اسے اختیار کرنے کے لئے حرام قرار دیا ہے۔ یعنی کپڑوں کا پہنا اہم حرام ہے۔

پیغمبر ﷺ سے متقول ہے کہ اگر کسی نے دم میں کوئی کپڑا خریدہ اس دم میں ایک دم حرام تمام ہفتہ تک نہ بدلتا تو اس کے فروعوں اور فروعوں کو قبول نہیں فرماتا۔

دوسری بات یہ کہ لباس پاک ہونا چاہئے۔ یہ اس لئے کہ خدائے مجیب نے کسی شراکط میں سے ایک شراکط کپڑوں کا پاک ہونا بھی ہے۔ تو ضرورت سے زیادہ کپڑوں پر جس کی نظر ہے وہ فتویٰ لکھوں کے امر میں ہے۔

قولہ: وَتَوَرَّكَ الْاَفْصَصَ عَلٰی الْاَنفِ مِنْ الْغِيَابِ وَالْخَلْقَانِ

(ارشاد شیخ ہے) اور صوفیہ بالکل معمولی بتول چھپانے کپڑوں پر اکٹھا کرتے ہیں یعنی بتول اور پرانے کپڑوں کے پینے میں غبر و اکٹھا ہے اور غبر و اکٹھا بہت بڑی لاعلمی ہے۔

چنانچہ شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متقول ہے آپ نے فرمایا اگر حلاج کے بیٹے منصور حضرت کی پوری حصر وادی ہوتی تو انہی الحق کی جگہ لانا انصرا ب کہتے خود کو گردانتا کہ تمہیں اٹھائیں۔ آپ کو لکل سمجھوتا کہ تمہیں معزز مبالغہاں جتنے درخت لانے اور نچے اور نچے ہوتے ہیں اس کے کھل چھونے ہوتے ہیں اور جتنے چھونے چھونے درخت ہیں ان کے میوے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ پیٹے پرانے کپڑوں پر گرد اکٹھا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں عاجزی و انکساری ہے۔ ایسا شخص کبر و روکوت سے بہت دور ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نقل ہے کہ کپڑے پرستہ کپڑوں کے ٹکڑے اٹھالیے اور اسے چھوئے اور انہیں کپڑوں سے اپنا لباس بچاتے۔ اور گھٹلیں لگیں اور راستوں سے بچن لاتے اور اس کو کوٹ کر خندا فرماتے۔ (اللہ آپ پر یہ اختیار متوں کی بارش فرمائے)۔

قولہ: وَالْمَوْتَقَاتُ الْفَضْلُ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَقْلُ وَنَحْنُ بَعِيْزٌ مَّا نَحْنُ

سے زیادہ اہم ہے تو جب تک مبالغہات اور مبالغہات سے فارغ نہ ہوئیں فتویٰ مبالغہات جو کہ غیر اہم ہیں اس کی جانب متنبہ نہیں ہوتے ہیں۔

چنانچہ نقل ہے کہ ایک درویش سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے کپڑے پھٹ گئے ہیں کہا لیکن یہ علل طریقہ پر ہے۔ پھر کہا بہت کثیف اور پیلے ہو گئے ہیں، جواب دیا مگر پاک ہیں۔ یعنی ان دونوں کاموں سے کہیں زیادہ اہم سمجھے دھوا کام ہے مجھے اس کام میں متنبہ ہونا ہے نہ ان کاموں میں۔

یہاں سمجھو جس شخص کے ذمہ فرض عین ہو وہ فرض کفایہ کی ادائیگی میں لگا رہے، اور یہ روٹی کرے کہ اس فرض کفایہ کی متنبہ سے میرا مقصود اللہ ہے تو ظاہر ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ کتنی بڑی حاجت اس شخص کی ہوگی کہ جس کے کپڑوں میں سب آپ اور کچھ گھس آئے ہوں بجائے اس کے کہ وہ اسے بارڈالے وہ پگھلا طلبہ کرے کہ دوسروں پر سے نکھال پگھلائے تو یہ صحیح اور درست ہے کہ آپ کو پاک کر کے دلا دوسروں کی اصلاح کی طلب میں ہو، ایسا شخص نادان ہلکا ہے۔ جس شخص پر آپ کو درست کرنے کی اہمیت ہے وہ جب تک خود کو درست پر لانے سے فارغ نہیں ہوتا دوسروں کو درست پر لانے میں متنبہ نہ ہو۔ اگر ایسا کرے گا تو یہ صریح نادانی ہوگی اور خود کو ہلاک کرنے والا ہوگا۔

قولہ: وَاجْتَنِبُوا عِلْمَی الْاَبَاحِ لَيْسَ مَسَالِی الْاَنْوَاعِ مِنْ النِّسْبِ الْاَحْمَرِ الشَّيْئَةِ لَيْسَ عَلٰی الْاِحْبَالِ وَهَوَ مَا كَانَ اَكْثَرُ اَنْوَاعِ

(ارشاد شیخ ہے) اگر صوفیہ کا اس پر اجازت ہے کہ جملہ قسم کے کپڑے پہننا مباح ہیں مگر وہ کپڑے جن کا پہنا کر دوسروں کے لئے شریعت نے حرام کیا ہے، مباح نہیں اور وہ کپڑے وہ ہیں جن میں زیادہ حصر و شتم کا نام ہوا ہو یعنی جان اور دھم کے لئے مباحی مباحی ہیں ان میں لباس کی بھی حاجت ہے اور وہ گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے ضروریات زندگی میں ہے۔ جس طرح جان و جسم کی حاجتوں میں سے کھانا، پھوک کو دفع کرنے کے لئے ہے چنانچہ جس طرح جس کو بغیر حاجت طعام پر حاجت نہیں ہوتی اسی طرح محض ضرورت بجز لباس پر بھی قیامت نہیں ہوتی۔ تو

فقراء کے پہننے کے بعد اس کا جب قاضی ہے وہ ہم سے پورا ہو سکے گا بھی یا نہیں۔ اگرچہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس کے پہننے کا حق ہے۔ اہل دل حضرات گے گا کہ ان کی اپنی نسبت معاملہ سے تعلق رکھتے ہیں یا ایسے کہ جس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں لیکن یہ بھی ہے کہ ہر ایک کے نزدیک یہ بات قابل تسلیم نہیں ہوتی۔ البتہ وہ لوگ جو اپنے نفس کے صفات و احوال سے واقف ہیں، ہمارا ان کو کوئی پشیمندہ نصیحتیں جو ہم ہو سکتی ہیں اس کا علم رکھتے ہیں، انہیں یہ بات قابل تسلیم ہوتی ہے۔

قولہ: وَلَا تُكْثِرْ مِنَ الْمُنْكَرَاتِ الَّتِي خَالَفَهَا حَسَنَاتٌ وَحَسَرَتْهَا عَفَاةٌ وَتَقُولُ غَلِيهَ السَّكَاةِ مِنَ تَرْكِ الْمُنْكَرَاتِ الْجَخَالِ وَهُوَ قَائِدٌ عَلَى لُحْبِهِ كَسَاةَ اللَّهِ مِنْ

حَلَالِ الْكُفْرِ مَعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

(ارشاد شیخ ہے) مرتجع اس لئے کہ فضول اور غفلت میں لانے والے کے لئے ہر اسے اسباب

دیہادی میں سے ہیں، اس میں جو محال ہے اس کا حساب لایا جائے گا اور جو حرام ہے اس پر عذاب ہوگا یعنی زیادہ کپڑے اپنی جانب مشغول کرنے والے اللہ سے پھیر کر نفس کی رعوتوں کی جانب کھینچے ہیں، اگرچہ وہ محال راہ سے حاصل ہوئے ہوں، قیامت کے دن ان کا حساب دینا ہی ہوگا اور حساب سے سلامت نہ کہا ہر نکل آتا یہ بہت بڑا کام ہے۔ اور اگر کپڑا حرام ذرائع سے ہیں عذاب میں ڈالیں گے جس سے رہائی نہیں آلا یہ کھیل خداوندی ہو۔

حضرت شیخ نے انہیں دو دلیلیں پر بھی نہیں کیا ہے، تیسری دلیل قرآنی اس طرح کہ ارشاد ہوا مَن تَرَكَ الذُّنُوبَ الْجَخَالَ إِلَى آخِرِهِ۔ یہ کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص فحش و عورت کپڑے ترک کرے اس حال میں کہ وہ اس کے پہننے پر دھڑکے تو اللہ رب العزت اسے قیامت کے دن عزت و شرافت کے کپڑے پہنا دے گا۔ حضرت شیخ نے یہ دلیل اس لئے دی کہ اگر کوئی شخص خوف دلانے والی باتوں سے ڈوب جاتا ہے تو کتنا اہمات کے وعدہ سے رکے اور ترک و حضور ﷺ کی سنت کے مطابق بنائے۔

قولہ: وَيُخَذَّرُونَ لِمَنْ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا أَفْلُ مَوْلَةٍ وَأَقْلُ نَخْوَةٍ وَأَبْقَى عَسَلِي صَاحِبِهَا وَأَقْرَبُ إِلَى الْفَوَاضِلِ وَأَضْمَرُ عَلَى الْكَيْفِ تَوَلَّعَ الْخَوْزُ الْقَرَّ:

(ارشاد شیخ ہے) لباس میں سر تن بہترین لباس ہیں۔ یہ اس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس چیز میں عظمت تھوڑی اور ذوق ضرورت کے لئے کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جس میں عظمت زیادہ ہو اور حق سے غافل کر کے اس میں مشغول کرنے والی ہو یا لالچ کا مشغول کرنے کے معنی میں، اور مرتجع اس کپڑے کو کہتے ہیں کہ جسے کپڑوں کے لئے اور پہلے کپڑوں سے جو چیز کو سہا گیا ہو۔ اس کا پہنا سنا ہے لیکن شرعاً اس میں یہ ہے کہ اس میں غرض سامان دنیا کی کمی کرنا ہو اور دل کی فراغت، جب ایہ کرے گا تو جہاں کہیں چاک ہوگا وہاں ہر ایک دوسرا مگر گناہ گار نہ گا۔

روایات سمجھ میں آیا ہے کہ جناب میں ﷺ کا ایک مرتجع تھا، جسے آسمان پر لے جایا گیا۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ جناب میں ﷺ کو ہم نے اسی مرتجعہ مصوف کے ساتھ خواب میں دیکھا اس مرتجع کے ہر کمرے سے ایک نور چمک رہا تھا عرض کیا کہ حضرت کچھ آپ کے لباس پر یہ کیسے نور ہیں؟ فرمایا میرے اضطراب کے انوار ہیں۔ ہم نے یہ دیکھا کہ ہر کمرہ ضرورت کی بنا پر لگایا ہے۔

بعض متنازع ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے گدڑی اپنی اختیار فرمائی ہے کہ وہ خانہ سے گھر کے پڑے کپڑوں کے گھر سے جتن لاتے اس سے مرتجع تیار فرماتے۔ چھپے ہوئے پر گھر کے ہوئے کپڑوں کا وہ مرتجع بنالیتے، ان کے لئے بھی ان دروازوں سے ہوتے جہاں سے وہ گدڑتے۔ اور یہ کام ایسے لوگوں کا ہوتا ہے کہ حکمو کی کاروبار کرنا بھی معلوم نہیں ہوتا (یعنی انہیں اس کی بھی خبر نہیں ہوتی کہاں سے مائیں نے دیا اور وہ کسی کے نمونہ سے نہیں ہوتے۔

اور بزرگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو قیمتی اور فخریہ لباس پہنتے۔ مرتجع اور فقیر اندر لباس نہیں۔ ان کا لباس فخریہ اپنے حال کے استعار کے لئے ہوتا تا کہ کوئی شخص ان کے حال سے واقف نہ ہو۔ دوسری وجہ گدڑی اور فقیر اندر لباس کے ترک کی یہ ہے کہ چاند اور گدڑی کا جو ادب ہے اس معاملہ میں اپنے سے اس درجہ پر لگان ہیں کہ یہ ادب ہم سے نہ ہو سکے گا۔ یعنی جامہ

ان مرحوموں کو اپنے زبیب تپ پاتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جامہ متبرکوں صالحوں، مابدوں کا لباس ہے تو پھٹک گانا کر کے سے رکھتے ہیں اور اس جامہ کی لاف رکھنے کی وجہ سے بیہوش ہو بیٹھ لیں، اور خود فراموش مشغول نہیں ہوتے۔

لیکن اس زمانہ میں بعضوں کی سرمد اس پوٹنی اور قہقہات پیٹنے میں جاہل ہیں۔ اس پر بھی بزرگان دین کہتے ہیں کہ ہاتھ ہے، کیونکہ فطرت میں ہمارا رنجنا ایک ہی ہوتا ہے باقی سپاہی طبعی ہوتے ہیں۔ پورے گروہ میں تحقق بہت تھوڑے ہی لیں گے اور جتنے ہیں ان کی نسبت ان کی طرف کی جائے گی تو جب کسی ایک چیز میں ان کی مشابہت کرتے ہیں تو اس قسم کے تحت اس میں داخل ہوں گے۔ اور صریح شریعت حضور ﷺ کا یہ قولی ہے: مَنْ تَشَبَهَ بِمَنْ يَتْلُو فَمِنْهُمْ جَوْ مَحْضٌ كَيْ تَوْ كُنْ شَاهِدَاتٍ أَتِيَا كَرَاهَةً يَأْتِيَانِ كَرَاهَةً لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ لَا تُطْرَحَ قَوْلُهُ۔

زوی عنی عن عائشہ زوجتی اللہ علیہا قلات کسرتی رسل اللہ ﷺ ان لا تطرح قولا سخی او قفلا۔ وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال فی حدیثہ ذکرتہ واکثرت البیِّن

توفیق توفیق توفیق واکثرت البیِّن یتخلل بالفتاء واکثرت غمرہ ﷺ توفیق توفیق

یونقا۔

(ارشاد شیخ ہے) گھسرت ام المؤمنین ع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے حکم دیا ہے میرے پیارے رسول اللہ ﷺ نے کہ میں ہر اہل کاس وقت تک استعمال سے جدا نہ کروں جب تک کہ اسے پوند لگا ہوا نہ جائوں، مگر یہ بھی قصص، نزالدوع القمض اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا اپنی ایک حدیث میں جس میں انہوں نے نہ کہہ کر لیا ہے کہ میں نے دیکھا پیغمبر ﷺ کہ آپ اپنے پیروں میں پیوند لگاتے تھے۔ اور پھر انہوں نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ابو بکر رضی اللہ عنہ کہ وہ خود کو ایک کلم میں چھپائے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے پیوند لگاتے تھے اس سلسلہ میں تو یہاں تک کہ آیا ہے کہ ان کے جب میں تیس سو بیس تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یتخلل ہے تستسرو کے معنی میں اور عطا ہے کشادہ یعنی کلم اور چادر کے معنی میں۔

کو قطعاً لاغلی الشی ونمنع عنی الکتیر والقنساد۔

(ارشاد شیخ ہے) حضرات موفیان چھوڑ دوسے گدڑ کی اپنی اختیار کرتے ہیں جو ان گدڑیوں میں ہے۔ یہ درست ہے اور صحیح ہے کہ ان وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں مشقت کم ہوتی ہے۔ یعنی گدڑی پیٹنے والے ان لوگوں کی طرح محتاج نہیں ہیں جیسی محتاجی عام عادات کے مطابق کپڑے پیٹنے والوں کو ہوتی ہے یعنی جو مشقت ان لوگوں کو کپڑوں کی وصولی وغیرہ میں ہوا کرتی ہے۔ (دوسری وجہ مرتب) بہت کم پختا ہے۔ یعنی اگر پختا بھی ہے تو بہت تھوڑا اور اپنی مضبوطی و سبب جلد نہیں پختا اور بہت دنوں تک گدڑی پوٹوں کے پاس رہتا ہے یعنی باریک کپڑہ جلد پرانا ہو جاتا ہے اور جلد کی خرابی ہو جاتا ہے اور گدڑیاں بہت دنوں تک رہتی ہیں پر پیرا ہوتی ہیں (اور جو تھوڑے پڑاؤ میں (ما بزی) سے زیادہ قریب ہے یعنی گدڑی پوٹ کی عادت کر لینے میں مرتب کا کھردرا ہونے پر سختی اختیار کرنا ہوتی ہے جس اتنا ہی حکمت ہوتا ہے۔ اور جس میں جتنا خشکی پیدا ہوتی ہے اللہ اور مطلق اللہ کے ساتھ اتنا ہی مادی بڑی ہوتی ہے۔ گدڑی پیٹنے والے گدڑی کرنے پر بہت زیادہ صابر ہیں۔ یعنی جب بہت دنوں پر پختا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ بہت ہے اور جب بہت زیادہ ہے تو وہ دوسرے کپڑوں کا محتاج نہ ہوگا اور جب دوسرے کپڑہ کا محتاج نہیں ہوگا تو وہ کپڑوں کے لئے گدڑی کرنے اور دست سوال کرنے کا بھی محتاج نہیں۔ کیونکہ زیادہ کپڑے کی خواہش اور ضرورت سے داخل کی توانا ایک بلا ہے اور میر و قہقہات سے خالی۔ اور یہ مرتب کئی اور مروی کو دور کرتا ہے۔ یعنی بہت سارے کلمے پر کلمے جو اس میں جڑے جاتے اس کی وجہ سے آفتاب کی گرمی اور نور و سحر کے سردی کی شدت جسم میں اور نہیں کرتی۔ اور ان گدڑیوں، مرتقات کی چوروں کیوں کہ جس طرح نہیں ہوتی۔ یعنی جب چور اور اپنے ان پچھلے پیوند کے متبادل کپڑوں کو دیکھتے ہیں تو وہ ان کپڑوں کے پیٹنے والے نہیں ہوتے۔ لہذا وہ ان لوگوں کی آفت سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ چور واپچان چیزوں پر ہاتھ درتے ہیں۔ جس سے ان کی نفس کی خواہش پوری ہوتی ہے ان چیزوں کے کپڑے سے ان کی کامرواری ہوگی اور ان کو کیا اتھرائے گا۔ اور یہ مرتب قلم رضا سے روکتے ہیں۔ یعنی جب

اوقات گزشتہ ان کے ان کے خیال میں برباد گئے ہوں۔ یاد رکھ بھی گئے کہ وہ خود ہوتا ہے مگر اسے غلطاً (خفایہ) سے مراد بادشاہ امراء ہیں) نے اختیار کر لیا ہے اس لئے ان لوگوں نے اسے ترک فرما دیا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جب یہ مال دنیا کے واسطے مخصوص ہو گیا تو ہر ایک دنیا کے لئے یہ سب نہیں رہتا اس اعتبار کریں۔

قولہ: وَسَاوَدَى عَيْنُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَيْرٌ نَدَابِكُمْ الْبَيْضُ فَهَقَّتْهُ أَجْمَلُ تَابِكُمْ

الْبَيْضُ وَالْأَفْيَاقُ بِسَائِرِ النَّاسِ هـ۔

(ارشاد شیخ ہے) اس حدیث شریف کو بزرگی شیخ رحمۃ اللہ نے معترض کے جواب کے

طور پر ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی سوال کرے کہ بیضا مراد ہے یہ روایت کی گئی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے تمہارے کپڑوں میں سفید کپڑے بہترین کپڑے ہیں جب سفید رنگ کا کپڑا پہننا اور دیر اختیار کرنا کہاں سے ثابت ہے۔ جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں تمہارے کپڑے میں سفید کپڑے زیادہ حسین ہے اور یہ تمام لوگوں کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ تو جب خبر سے مراد حمل لایا جائے، استراش وادود ہوگا یہ اس لئے کہ میرا کام رنگ میں ہے نہ خوبصورتی اور دیدہ و زیبائی میں۔

ان تمام باتوں کے باوجود بعض بزرگان ایسے ہیں جنہوں نے کپڑے پہننے میں کوئی تصرف نہیں کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اگر ان کو پرانا دے دیا یہ باتیں لیا کر مبتدل دے دیا یا کسی کو کپڑا لیا اگر نیا مل گیا یا کپڑا لیا اگر اس کا خرہ صاف تر یا دیا یا کسی کو عین کر لیا۔ ان کی ٹانگہ ٹھیک نہیں پر ہوتی ہے اور بس جو بھی نجیب سے ملے گا اسی کو پہن لیا۔ اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ اپنے نفس اور بری معیبتوں سے مطمئن ہے تو درود جو کپڑے بھی پہن لے اس کے لئے سب جائز ہے۔ جیسا کہ نقل ہے کہ شاکر مانی رحمۃ اللہ علیہ جو اس گروہ کے ایک بزرگ ہیں تیار دکھائی دیتے کرتے تھے۔

قولہ: وَاجْتَنِبُوا عَلَيَّ اَصْنِيعَتَيْ خُبَيْثِ الصُّورِ بِالْقُرْآنِ مَا لَمْ يَجْعَلْ بِالْمَقَالِ

يَقُولُهُ ﷺ وَتَبَارَكَ الْقُرْآنُ بِأَصْوَابِكُمْ وَقَوْلُهُ ﷻ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حَلِيَّةً وَحَلِيَّةً

الْقُرْآنُ الصُّورُ الْمُسْنَقُ۔

بزرگی رحمۃ اللہ نے یہ تمام دلیل دوسرے لمبوسات پر مرقع کی فضیلت میں دلائی ہیں تاکہ کسی ایک کو اس بارے میں شک اور شبہ باقی نہ رہے اور جانے کہ یہ لباس حضور خیر ﷺ اور

آپ کے صحابہ اور آپ کے تابعین کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس گروہ کے مشائخ کرم اللہ نے مرقع خود بھی پہنا ہے اور اپنے مریدوں کو پہننے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ مطلق میں ان کی یہ علامت بنے اور تمام مخلوق اس طرح ان کی گراں ہو جائے کہ اگر ایک قدم پر لوگ خلاف (سخت و خرب) اٹھائیں تو تمام لوگ زباناں ملامت ان کے حق میں دلا کر دیں۔ اور اگر یہ لوگ چاہیں کہ اس لباس میں اور تکاپ مصیبت کریں تو مخلوق کی شرم سے باز رہیں۔

غلام کلام یہ ہے کہ جیسا کہ متفقین صوفیہ نے فرمایا ہے کہ اصل کام کا لگا و طریقت کے محضر فروری ہے نہیں۔ بلکہ عمل سے ہے جب کوئی شخص راہ طریقت سے آشنا ہوتا ہے تب تباہ اس کے لئے سوا کی جگہ ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر یہ لباس اس لئے ہے کہ خدا سے بچائے کہ تو غاس کا ہے اس لئے کہ لباس کے بغیر بھی وہ بچتا ہے۔ اور اگر اس لئے ہے کہ تو مطلق میں جٹائے کہ میں خدا کا ہوں پس وہ حال سے ناگاہیں تو واقعی اس کا یہ ہے تو دکھانا اس میں رہا کا شائبہ ہے اور اگر خیر احوال آیا نہیں۔ جو تیری یہ باتیں خیر احوال ہوگا۔

قولہ: وَعَنِ اَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ اَصْحَابَ الْقُرْآنِ اَلِيَّ زَمَنَ اَللّٰهِ اَلْمُحْضَرَّةَ وَ اَلْبَاطِلَ اَهْلُ الْبَيْتِ لِحَضَرَةٍ۔

(ارشاد شیخ ہے) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے روایت کی کہ بے شک حضور ﷺ بزرگ محبوب و پیغمبر تھا آپ فرمایا کرتے بہشتیوں کے کپڑے بزرگ کے ہوں گے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ تمام رنگوں میں بزرگ مستحب ہے۔ لیکن مریدوں کے لئے مشائخ کرم اللہ نے غلام رنگ اختیار کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ غلام رنگ کو خود ہوتا ہے اور سفید چدریلیا ہو جاتا ہے لہذا ان کو بہت زیادہ وضو کی حاجت ہوگی اور اس سے ان کے معمولات میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ اور اس رنگ کے اختیار کرنے میں دوسری بات یہ ہے کہ غلام رنگ عام طور سے اہل مصیبت کے لئے مخصوص ہے اور یہ لوگ اپنے کو اہل مصیبت جانتے ہیں اس لئے کہ

قولہ: وَتَكُونُ تَحْتَهُ الْقُرْآنُ بِالْأَلْفِ الْمِائَةِ.

(ارشاد شیخ ہے) قرآن کو رکعت آواز سے پڑھا کرکہ جانتے ہیں۔ یہاں لے کر

خداوند تعالیٰ نے سخت آواز کی رکعت فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْصُرْنَا بِتِلْكَ الْقُرْآنِ الْخَبِيرِ۔ بہت

ہی تائید یہ آواز کر کے کی آواز ہے۔

حکم اشعار و بحث سابع

قولہ: وَاقْبَلْ الْقَضَاءَ لِقَوْلِ الْإِسْمَاعِيلَ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى خَوَّلَاكُمْ

مَخَصَّنَةً حَسَنَةً وَقَبِلْنَاهُ فَبُيِّنَ.

(ارشاد شیخ ہے) لیکن تمہارے اور اسماعیل کا شہادت پر درست ہے کہ حضور ﷺ سے شعر کے

محقق دریافت کیا کیا ارشاد ہوا وہ ایک کلام ہے اگر اس کے معانی میں اچھے ہیں تو اچھا ہے اور اگر

برے ہیں تو برا ہے جیسے شعر میں ہے یعنی شعر میں جس عبارت کا مناسرا ہم ہے نظم میں بھی حرام ہے اور

جس کا شعر میں مناسرا حال ہے نظم میں بھی محال ہے۔

قولہ: فَالْحَسَنُ جَمْعٌ فَكَانَ مِنَ الْقَوَائِدِ وَالْحَسَنُ وَتَكُونُ الْقَوْلُ وَتَقْبَلُ الْقَضَاءَ

الْحَسَنُ الْجَمْعُ وَجَمْعُ الْقَضَاءِ فَسَمَا عَلَى خَالَ.

(ارشاد شیخ ہے) تو عمدہ اشعار وہ ہیں جس میں نصیب ہوں کہتے ہیں اور اللہ کے

کرتے یا دلائے گئے ہوں اللہ کی نصیبیں شناخت رائی کی ہوں، سائلین کی مناسبت بیان کئے گئے

ہوں، یہ میرے گروں کو سراہا گیا اور۔ ان باتوں کو اشعار میں مناسرا حال ہے ایسے ہی جیسے ان کو شعر میں

مناسرا حال ہے۔ آلاء و نسیب سماعت روئوں ایک ہی معنی میں ہے اور ایسا بھی کہا گیا ہے کہ آلاء کا لفظ

پاسنی نعمتوں کے لئے استعمال میں آتا ہے جیسے ہاتھوں کی عافیت، آنکھوں کی چمائی، کانوں کی

شہنائی، زبان کی گویائی، میر کی رفتار، اسی طرح کی اور چیزیں اور نعماء کا لفظ ظاہری نعمتوں کیلئے

استعمال کیا جاتا ہے جیسے ہاتھ، آنکھ، زبان، پاؤں، فم و لہجہ اس کا فرق عمل استعمال میں سے

ظاہر ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ اہل حق سلم رحمت اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ سابع کے منکر کیوں ہیں؟ جبکہ

(ارشاد شیخ ہے) حضرات صوفیہ کا اس پر اہتمام ہے کہ قرآن عظیم کو خوش آوازی سے

پڑھا کر سب سے یہاں تک کہ قرآن کے معانی میں خلل نہ پڑے۔ یہاں لے کر بیٹا مبرا ﷺ نے

فرمایا کہ قرآن کی قرأت کو اچھی آوازوں سے قریب و دُور سنت اور اس حدیث شریف سے قرأت کو

حسن و باعقول بنامراد ہے نہ قرآن کو۔ یہاں لے کر قرآن خداوند تعالیٰ کا کلام ہے اور وہ اس کی

ایک ایسی صفت ہے جو اس کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اور نہ صفت۔ یہ کہ قول خداوند تعالیٰ

کی صفت کے ساتھ درست نہیں۔ اور غرور کا اطلاق مخلوق کی صفت پر ہوتا ہے اور قرأت کو

زینت دیتا ہے۔

سوال: وَتِلْوَ اَمْرًا ہے اور صاحب شرع کا حکم و مطلب کہتا ہے قرأت قرآن کو

زینت دینا واجب ہوگا جو قرآن کو آواز سے زینت دینا واجب نہیں ہے۔ تب یہ صاحب ہوگا جو

واجب کے علاوہ ہے۔ تاکہ محض کلام شاری پر عمل کرنا سر لایا جائے اور نہ یہ معنی نہ چھوڑا جائے،

اور وہ جو حضور ﷺ نے فرمایا اَنْ يَكُنْ خَلْفَهُ خَلْفَةُ الْقُرْآنِ الصُّوْثُ الْحَسَنُ۔ یعنی

حقیقت ہے کہ ہر ایک چیز کا ایک زبور ہوتا ہے قرآن کا زبور خوش آوازی ہے۔ یہ حدیث بھی

قرأت قاری کی تحسین صورت پر مستحب ہونے کی دلیل ہے تاکہ قرآن پڑھنے والا قرآن کو اچھی

آواز سے پڑھے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے سرور کا نکات ﷺ نے فرمایا ان مسعود ﷺ کو

اَلْقُرْآنُ قُلُّ الْقُرْآنِ وَخَلِّكَ اَنْ يَكُنْ اَحَبُّ اَنْ يَكُنْ اَسْفَعُ مِنْ غَيْرِهِ۔ قرأت

کرنا انہوں نے کہا کہ حضور میں پڑھوں آپ پر قرآن اترا ہے آپ خدا کے پیغمبر ہیں حضور ہم سے

بہت کمتر اور بہت اچھا پڑھتے ہیں فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ آپے علاوہ سے سبوں اور ان مسعود

ﷺ قرآن نہایت عمدہ پڑھتے تھے اسی لئے ان کو خاص طور سے کہا گیا نقل ہے حضرت ابو موسیٰ

اشعری ﷺ قرآن پڑھتے تھے بیٹا مبرا ﷺ نے فرمایا لَقَدْ اُوتِيتُ مِنْ مَّا اُوتِيَ آلَ

دَاوُدَ۔ یہ سچ ہے اور درست ہے کہ موسیٰ اشعری کو کون و داد کی سے حصہ صاف ہوا ہے۔ یہاں پر آل

البریل کے معنی ذات بھی مراد لیا گیا ہے۔

ذکر سابع

(ارشاد شیخ ہے) اور جن اشعار میں تباہ شدہ کلمات کے لیے ان کے مکانات کا تذکرہ ہو، یا کبھی استخوان کے زمانہ کے احوال ہوں ان کا سننا مباح ہے۔ اسی طرح جیسے ان چیزوں کا سننا میں سننا، بالخطا، وہی کلمتوں کے لیے ایسے نوے بچھڑنے مکانات جس کے کلمہ صے باقی ہوں اور کچھ غیر ہو گئے ہوں۔ اور اس کی صحیح افلاک آتی ہے۔

قولہ: وَمَا كَانَ مِنْ هَجْوٍ وَتَغْلِيظٍ فَسَنَاطُفُ خَوَامٍ.

(ارشاد شیخ ہے) اور جن اشعار میں غش و کھف ہوں ان کا سننا حرام ہے۔ یعنی جو اشعار مسلمانوں کی ذمت، عقارت، طعن میں ہوں جیسے رشتہوں کے اشعار جو بیٹا سر ۱۱ کے صحابہ کرام کے حق میں انہوں نے دشمنی سے کہے ہیں۔ یا کوئی ایسی صورت جسے لوگ جانتے ہوں کی صفت کبھی لوگوں کے سامنے اشعار میں بیان کرنا حرام ہے یہ اس لئے کہ غیر عورت کی تعریف غیر مردوں کے سامنے بیان کرنا صحیح آیا ہے۔

ہاں ایسے اشعار جس میں زلفوں کی صفت ہو، مثال کا ذکر ہو، مطلقاً حلال و صورت کے صحت تائے گئے ہوں، فرق کیا باتیں ہوں، ہوسال کی طلب ہو، اور اسی طرح کی باتیں جو ایک ماثق کے تذکرہ میں ہوتی ہیں، مطلقاً اس کا کہنا اور سننا حرام نہیں۔ حرام اس وقت ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ کوئی شخص یا عورت غیر عورت سے لگے جسے دوست کہتا ہے۔ یا کسی کس سے ۱۱ وقت یا اشعار ان بنیادوں پر حرام قرار دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے خیال میں اس کی اپنی بیوی یا شری باعدی آجائے تب بھی اس کا سننا اس پر حرام نہیں کیونکہ اس کا سننا میں کبھی حرام حرام نہیں۔

سنخف کے معنی خفت کے آتے ہیں۔ تمام چیزوں کے ہلکان پر سنخف کا اطلاق ہوتا ہے اس موقع پر صفت سے مراد ہے کہ کوئی کسی کا ذکر اسے ہلکانے کے لئے یا اس کی کم علمی و

حق کو جاننے کے لئے کرے۔

قولہ: وَمَا كَانَ مِنْ وَضْفِ الْخُلُودِ وَالْقُلُودِ وَمَقَاوِطِ طَبَاخِ الْقُلُوبِ

فَسَنُكْرُوهُ.

(ارشاد شیخ ہے) خود خیال، بقہ و قامت زلف و گیسو کا ذکر بطور سر پہلو ہو جس سے

حقیقت ہے کہ اس کو خود بنیہ، خود بنیہ سری عقلی، دو ناغون مصری رحمہ اللہ نے جانا ہے تو انہوں نے کہا میں مبالغہ کا عکس نہیں ہوں۔ اس لئے کہ اس کا جائز قرار دیا اور سنا ہے ان لوگوں نے مجھ سے کہیں بجز تیر اور دو جعفر طیار ۱۱ ہیں۔ ہاں میں منکر ہوں ان چیزوں سے جن کا سماع میں ہونا پتہ بندہ ہے اور وہ لہو و لہب ہے۔ اور یہ قول صحیح ہے۔ اور انہیں بزرگ سے متحمل ہے دو روایت میں ہیں ام المومنین کا انصاف بقدر رضی اللہ عنہا سے کہ ابو بکر صوفی ۱۱ بیٹا سر ۱۱ کے حضور کرتے ہیں ام المومنین کے سامنے دوڑ کیاں تھیں جو گیت راک گا رہی تھیں اور دونوں وقف میں حاضر ہوئے حضور ۱۱ کے سامنے چار و مبارک سر سے پاؤں تک اوڑھے ہوئے تھے۔ امیر المومنین عمار بن قیس حضور ۱۱ اس وقت چار و مبارک سر سے پاؤں تک اوڑھے ہوئے تھے۔ امیر المومنین ابو بصیر ۱۱ آئے اور ان کو آواز دیا۔ اس پر سرکار دور عالم آئے رخ افور سے چار و مبارک ہٹائی اور فرمایا کو چھوڑ دو انہیں اسے لے کر آج عید کا دن ہے۔ ام المومنین کا انصاف بقدر رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ حضور ۱۱ نے مجھے اپنی چادر سے پردہ میں کر لیا اور میں ۱۱ کچھ عریقی مضمین کو دلا ہے کہ تب کھار ہے تھے مجھ کے دروازہ کے سامنے یہ حال تھی دیر پا کر مجھے تکلف ہونے لگی اور میں نے نکال کر دیکھا کہ وہی حضرت ابو طالب کی رستہ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے جو جوار سراج کی دیکھل ہے اور اسی طرح بہت سارے سلف صالحین سے متحمل ہے جس میں صحابہ بھی ہیں اور تابعین بھی۔

ارشاد ابو طالب کی رستہ اللہ کا قول بہت ہی مستحضر ہے۔ ان کے خور و علم کا اعلیٰ مقام ان کے احوال کا مال، سلف میں جو ان کو کم و کم حاصل تھی، دور عریقی میں وہ جو مقام کہتے تھے، جنم سناں میں ان کے جو تجربات تھے یہ سب ان کے شیط کے صواب اور مایہ ہونے پر دیکھل بنے ہیں۔ مگر وہ وہ صحت جہامات المومنین سے روایت کی گئی ہے مجھ میں مذکور ہے۔ اور کہتے ہیں کہ علم سواک کوسب سے پہلے جنہوں نے تحریر میں لایا وہ ابو طالب کی ہیں اور وہ تابعین میں سے ہیں اور اس کو وہ صوفی و حضرت کی تحریر پر رکھی ہو سکتا ہے۔

قولہ: وَمَا كَانَ مِنْ دُخَانٍ وَلَا خَلَابٍ وَلَا خُضَابٍ وَلَا أَذْيَانٍ وَلَا نَمِصَّ النَّاصِبِيَّةِ فَسَنَاطُفُ

مَنَابِخٍ.

أَفَاتُ نَفْسَهُ بِالْأَنكَارَاتِ وَالْمُتَحَاوِلَاتِ وَتَحْمِلُ نَفْسَهُ وَفِيهِ خَطُوطُ

وَفِيهِ خَطُوطُ

(ارشاد شیخ ہے) مگر اس عالم کے لئے جو عمل ہو اور وہ عالم ایسا ہو کہ جو طبیعت، شہوت، الہام اور دوسرے میں اچھی طرح تیز کر سکتا ہو، اور حقیقتاً اپنے نفس کو طریح طریح کے ریاستوں اور قسم کے کجاہوں سے مار ڈالے ہوئے ہو اور اس کی بشریت بھٹی ہو اور اس کے نفس کے خطوط غائی اور مٹ گئے ہوں، اور محض اس کے نفس کے حقوق باقی رہ گئے ہوں۔ یعنی عالم ربانی طریح میں اشعار کا ہر ایک لفظ جو مستحق ہے اس لفظ سے ایک ایسا معنی لیتا ہے جو اس کے حال کے مطابق ہوتا ہے، نہ یہ کہ اس کے ذہن میں لفظ کے محض ظاہری معنی ہوتے ہیں۔ زلف سے وہ فخر کی تاریکی سراو لیے ہیں کہ جو دور کی اور بیزار کی کاسب ہے جیسا کہ شاعر ہے۔ بیت۔

رنگ زلف تو سر کو ماست روئے روزنا نور زیت کو کر دایہ طرکات راز شب
نور سے نور را بیان کا مہلوم لیتے ہیں کہ جب موجب تریب و دضا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ زلف سے سلسلہ اشکال ربو بیت کا مہلوم لیں اور زلف کے بچہ خم سے قصا و قدر سراو لیتے ہوں جیسا کہ یہ

رباعی ہے۔

کشم بخام سر یک حلقہ زلفش تابو کہ چشملش سر جملہ برآرم

خندید بمن بر سر زلفش مقلش یک بچہ چشید و مقلہ کہ دشام

یعنی جب کوئی یہ چاہے کہ اپنے اعتبار سے اس کے قصا و قدر کے عجاہات کو ایک سرسرم بھی پہنچانے ایک ایسا بچہ اس میں پڑ جائے کہ تمہاری تمام گتیاں غلط ہو جائیں اور تمہاری عقلیں مدقش ہو کر رہ جائیں۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظ فخر سے اپنی ہستی اور اپنے اعمال کا چھاپا سراو لیے ہوں اور لفظ اتر سے اپنے سے گھرا گئے ہوں جیسے یہ سنئے۔ بیت۔

کا فخر شوی عشق قرید ارتو نیست مر تو ز شوی گلوری کا ارتو نیست
لغت میں فخر کے معنی چھپانے کے ہیں اس شخص کے معنی یہ ہوئے کہ جب تک تیری ہستی اور تیرے اعمال صدق تھے، اور تمام خلق سے پیشو وہ نہ ہوں تیرا کوئی عشق کچھ نکلیں اور جب تک اپنے آپ

طبیعتیں اور نفس موافقت کرتی ہوں وہ مکروہ ہے۔ یہ اس لئے کہ طبیعت نفس کی موافقت ہے تو جو کچھ مستحق ہے جب نفس کے لئے مشتاق ہے تو وہ اپنی خواہشات کے موافق مجتہد ہے اور وہ مشتاق باطل کی آگ کو زیادہ تیز کرے گا۔ جب اس آگ کا بجھانا واجب ہے تو اس کا مشتعل کرنا کیسے جائز ہو گا۔ اس گریہ اس کے عشق کو اس کی اپنی بیوی اپنی کینہ کی طرف جاتی ہے تو یہ اور دوسرے دنیاوی مباحات میں شمار ہو گا جس سے وہ مکروہ ٹھاتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طریح مطلقاً حلال ہے اور مطلقاً حرام ہے جو مطلقاً حلال کہتا ہے وہ قطعی ہے اور جو مطلقاً حرام کہتا ہے وہ بھی قطعی کرتا ہے۔ طریح یا حرام اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا جائے تو یہ عنوان درست ہو گا۔

شیخ ابو طالب کی رحمت اللہ علیہ نے اپنی تصنیف قوت القلوب میں فرمایا ہے کہ اگر میں طریح کا مطلقاً یا جملاً انکار کروں تو میرا یہ انکار سترہ بر صمدیوں کے فصل کا انکار ہو گا۔ محققین صوفیہ کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ کا ایک عظیم سر آدی کے دل میں ہے وہ دل میں ایسا نہیں ہے جیسے آگ چتر اور لوہے میں جس طرح لوہے اور چتر کے چوٹ پڑنے سے وہ آگ نکلا ہر ہوتی ہے اور اس چتر سے باہر آسانی ہے بالکل ویسے ہی طریح کا ناگ اور خوش آوازی اس سترہ دل کو بخش میں لاتا ہے اور اس کے اندر یہ اختیار ایک عجیب حال پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ بے نیکی شیخ قلب الاقطاب بخیر را دئی رحمت اللہ علیہ اس بیت کو سننے کی کہ

کشتلانی خنجر تسلیم را ہر زمان را توب جانے دیگر است

اور بے نیکی شیخ محمد الدین انصاری رحمت اللہ علیہ اس بیت کو سننے کی

بے جز کو گناہا مافشان را کیش پس بر سر گردشان زیارت کن

جام شہادت نوش فرمائے۔ اور نقل ہے کہ شیخ شرف الدین کہانی رحمت اللہ علیہ نے اس بیت کو سننے کی دوزخ سے کہ رسدز جام آدم مرا کائے کامل را عشق در بار مرا

کہا کہ میں بار بار اور جان دے دی۔

قولہ: اَلَا لَيْفَ بَالِمْ رَبَّابِي بِسَيِّئِ نَفْسِي الطُّغْيَانُ وَالْغُفُورَاتُ وَالْإِلْهَامُ وَالْزُّنُوفَةُ وَفُلُكُ

کہے ہوئے ہیں اور عبادات سے اس حد تک بچ گئے ہیں کہ قدرت ان کی سادۂ ہو گئی ہے۔ اچھا اور ہلکا اس کی حرکت باقی نہیں رہی۔ انھیں قہر و داغ تک نہ حسرت کی ہیں جس سے حرمت رسالت ﷺ نے جب ان کو اس حال میں دیکھا، پہنچے انھیں فرمایا اور اشارہ فرمایا عین اللہ ان لی تقبیک علیک عقلاً۔ اے عبد اللہ! اسے چھوڑ دیکھ کہ تمہارے نفس کا تم پر حق ہے۔ تم جب اس کی ہلاکت کا قصد کر گے تو پکڑے جاؤ گے اور گناہ میں گرفتار ہو گے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا غزوہ تبوک، وثبتت فمسیک بک من القرآن واللحی، وروی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم عنہما، وما یسوی ذالک للقیس فیہ عقی، چار ایسی چیزیں ہیں جو دنیا سے نہیں لگی ہیں۔ روٹی کے کھرے جو تمہاری بھوک سے وابستہ ہیں، کپڑے کے ٹکڑے کہ جس سے تمہاری سڑ پڑی ہوئی ہے، اور مکان کی گری اور سردی میں تمہارے سر چھپانے کی جگہ ہے، اور ٹیک بڑی کٹم اس سے تسکین حاصل کرتے ہو۔ ان کے علاوہ بھی چیزیں ہیں اس میں کوئی حق نہیں اور اس سے اس جانب اشارہ ہے کہ ان چار چیزوں پر حریصانہ ذہن نہیں رکھنا چاہیے۔

قلو: قَلْبُو كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَلْبِيْوَ عِبَادِي الْمُنِيْنَ يَمْنَعُوْنَ الْقَوْلَ قَلْبِيْوَ

أَخْسَنَ.

(ارشاد شیخ ہے) میں آیت کریمہ سے سماع کی قولیت اور اجابت بطور دلیل پیش کی گئی ہے۔ سنی یہ ہے کہ اے محمد ﷺ میرے ان بندوں کو جو تجری سے بچتے جو اللہ و رسول کی باتیں سننے ہیں اور احسن پہلو سے اس کی پیروی کرتے ہیں، جس کی جانب یہ اقوال بہت زیادہ رضائی کرتے ہیں۔ یہ سماع ہے اور سماع حق ہے۔ اہل ایمان میں سے کوئی ایسا نہیں جسے اس میں اختلاف ہو، کیونکہ اس سماع کے سننے والے کو پورا بیت یافتہ ہونے کا حکم دیا گیا۔ اور بعضوں نے یوں تخریق کی ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ قول پر لاف، لاف، داخل کیا آگیا ہے اور وہ شخصیت کے استغراق کے لئے ہے۔ جن تعالیٰ نے اپنے بندوں کی سماعت اور بطریق احسن پیروی کرنے کی مدد کی ہے۔ ظاہر ہے اللہ کی مدد کا ایسی ہی چیزوں پر ہوگی جو خود ہوا و شریعت میں پسندیدہ ہو۔ تو اس موقع پر یہ بات

سے نہیں لوٹ آتا اور اپنے نفس سے بیزاری نہیں ہوتا قلندری کا دم بھرنے کے لئے درست نہیں۔ اور اسی طرح سنی بزرگ، خرابات، اور ایسا ہی ہر ایک لفظ سے ایک ایسا معنی سراویں لیتے ہیں جو ان کے حال کے موافق ہوتا ہے۔ مثلاً یہ شعر جب سنتے ہیں۔ بیت۔

گر مرے دو ہزار رطل بر پھائی نا خود خوری نداشت زینائی

اس سے یہ مطلب لینے ہیں کہ دین کا معاملہ کھل علم اور عقل و قال سے درست نہیں ہوتا جب تک تو خود اس پر عمل نہ کرے اور اس صفت سے تکلیف نہ ہو جائے بچے زہب نہیں دیتا۔ اور لفظ خرابات کے سلسلہ میں جب یہ شعر سنتے ہیں۔ بیت۔

ہر کو خرابات کھدے یہاں است ویرا کر خرابات اصل دین است

خرابات سے یہ مفہوم لینے ہیں کہ صفات بشری و جو انسانانی میں جو قباہ ہے جب تک خراب نہیں ہوتی (یعنی نہیں ختم) وہ صفات جو جو برائیاں ہیں نہیں نکالے۔ وہ وہ ظاہر نہیں ہوگی، اور انسان کا قلب آباد نہ ہوگا۔ جملہ اشعار و الفاظ جو اس طرح کے ہیں ان لوگوں کے لئے ایک اصل مطلب ہیں۔

کہتے ہیں کہ راضیہ کی مثال آنکھ کی ہے کہ جیسے آنکھ میں کوئی شکل و صورت نہیں ہوتی ہے، ہر شخص اپنی صورت جیسی ایک تصویر اس میں دیکھتا ہے، بالکل اسی طرح اشعار میں کوئی معنی نہیں ہر شخص اپنے علم اپنی کجی اور اپنے حال کے مطابق اس میں مطلب، مفہوم لیتا ہے۔

حق نفس اور حظ نفس میں فرق یہ ہے کہ نفس کی حاجتیں دو قسم ہوں۔ حظ و ضرورت سے زیادہ کا نام حظ ہے اور یہ فضول کی قسم ہے۔ نفس کو اس سے روکنا ضروری ہے۔ بظہر حاجت کے لئے حقوق بادی ہے اور وہ ضرورت کی قسم سے ہے نفس کو اس سے روکنا صحیح اور برا ہے، اگر بھوک کے وقت تقریر اور پیاس کے حال میں پانی تو دے تو اوصاف پر ہوجائیں گے فرائض خداوندی فوت ہو جائیں گے نتیجہ ہلاکت ہے اسی لئے شرع نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ خود کسی کرنے والا بندہ ظاہر کا مستحق ہے۔ حدیث شریف میں پیغمبر ﷺ سے روایت ہے کہ عبد اللہ! ان مسعود کو حضور ﷺ نے دیکھا کہ نفس کے ساتھ چلتا تھا یا طاعت

بِإِخْلَالِ الْمُسْكِبِ وَالْوُزْعِ، مَكْرُورَةً لِإِخْلَالِ التَّقْوَى.

(ارشاد شیخ ہے) لیجئے مٹائیں گہم اللہ سے سماع کی بابت سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا

کہ سماع اعلیٰ حقائق کے لئے مصحیح ہے۔ عابدوں اور پرہیزگاروں کے لئے سماع ہے پس پرستوں لذت امدودوں کے لئے مکروہ ہے۔ جیسا کہ گذرا۔ اور زیادہ تر نو جوان اسی طرح کے ہوتے ہیں یہ اس لئے کہ جب زلف و خال اور حسن جمال کی تحریف سنتے ہیں تو یہ سماع ان کے عشقِ باطن کی آگ کو پکڑتا ہے اور ان کی شہوتِ بکریت میں آتا ہے۔

کچھ تو ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ درود سماع ان پر مکافہ ظاہر ہوتا ہے عالم غیب سے لطائف کا نزول ہوتا ہے۔ اس طرح کہ بیرون سماع میں نہیں ہوتا۔

سماع کے لئے ایک حکم نہیں:

سماع کے درمیان سماع کی وجہ سے ان حضرات پر جولیف احوال نازل ہوتے ہیں اسی کو وجد کہتے ہیں۔ وجد سے متنی پالینے کے ہیں مطلب یہ کہ انہوں نے ایک ایسی حالت پائی جو سماع سے پہلے نہ تھی، اس حال کے سلسلہ میں بڑی طویل گفتگو ہے کہ یہ کیا ہے؟ گنج یہ ہے کہ اس کی نوعیت ایک نہیں ہوتی، بلکہ اس کی بہت سی نوعیتیں ہیں۔

اور متنی میں یہ حکم کیا کہ نال نہ اور پرہیزگاروں کے حق میں سماع ہے، اس لئے کہ اگرچہ سماع میں لطایف اور مکافہ سے ان کو محروم نہیں ہوتا۔ پھر بھی ایسی چیزیں نہیں ہوتیں جو از روئے شرع مسکرے تو ظاہر ہے کہ اور مباحات کی طرح سماع بھی ان کے لئے سباح ہوا۔

قولہ: وَتَسْبِيلُ الْإِسْلَامِ غِنَاً لِّفَقْدَانِ كُلِّ مَا يَخْتَصُّ بِالتَّعَلُّقِ بِنَيْتِ الدُّنْيَا فَتَقْوَى مَتَابَعِ.

(ارشاد شیخ ہے) جب اللہ سے جب سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا جو چیز کہ

بندہ کو خدا کی جنت میں شہ جہج کر دے وہ سباح ہے۔

یہ کہ وہ موصوفی لفظ اور تفریق سے جمع فقرہ پائلینے ہیں۔ حاصل معنی یہ ہوئے کہ جب بندہ کی ہمت ساری چیزوں میں صرف ایک چیز کو طلب کرتی ہے تو اس کو ترجیح کہتے ہیں اور جب اس کی ہمت ہر ایک چیز کی خواہش مند ہوا اس کو مشرق کہتے ہیں۔ مصدقہ شریف میں ہے

معلوم ہوئی کہ انہیں قتل برائے اتباعِ حسنِ ماعت کرنا مجرورہ گناہ مذموم۔

کہہ اور بادیہ کی مدح میں حاجیوں کے اخبار اور گانے جو خانہ خدا کے آئین حق کو بھڑکانے والے ہیں، اور عارفوں کے اخبار و گانے جو لوگوں کو آئادہ جنگ کرتے ہیں، اور جنگ میں دلیر بناتے ہیں۔ اور نو گناہ و فوجہ جرائیں یہ وہاں گناہ کے سبب جو کس سے سرزد ہوئے ہیں۔ سکھوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ مجرورہ ہے۔ جیسا کہ نوٹہ داذک لفظیاً کہ: یہ دلوہ کرتے بننے والے جان دے دیتے اور ان کے سامنے سے لوگوں کے نفس اظہارے جاتے تھے۔ ان کے اس سامنے میں انہیں آواز کے ساتھ ایک نے ہوئی تھی۔

قولہ: وَغَلَامَةُ مَنْ هَلُمَّ صِفَتُهُ أُنْیَ نَسْوَى عِفَّةَ الْمَدْحِ وَالْقَدْخَ وَالْمَعْنَاءَ وَالْمَنْعَ وَالْجَفَاءَ وَالْوَقْدَ.

(ارشاد شیخ ہے) جو شخص کو ریاضات اور عبادات سے مغلوب کئے ہوئے ہو اور اس

مفت سے مصنف ہوا اس کی بچکان یہ ہے کہ اس کے نزدیک خلق کی مدح، دُوم، ملامت و مٹا اور وفا سب برابر ہوں۔ یعنی حساب سے کوئی اچھا کہے، اس کی تحریف کرے، اسے کوئی چیز دے اس کے ساتھ رکھے، یا اسے کوئی برا کہے، اس کی ذمت کرے اور کوئی چیز نہ دے، اس کے ساتھ جتا

کرے تو یہ دونوں قسمیں اس کے نزدیک برابر ہوں۔ اس کے ساتھ محبت اس وجہ سے ہو کہ اس کی تحریف کرتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ عداوت اس کی ذمت کرنے کے سبب سے ہو۔ یہ اس کے صحت حال کی دلیل ہے۔ یہ اس لئے کہ ہر شخص ایسی باتوں کا کوئی کرتا ہے لیکن شخص کوئی کرنے سے کوئی شخص لپچہ روٹی میں سادہ نہیں کہا پاسکنا جب تک یہ علامت اس میں نہ ہو اور اس صفت سے وہ مصنف نہ ہو۔ اور ممکن مقامِ ثبوت ہے، ذمت بڑا معزز مقام ہے، حضرت خلیفہ

جلیل بقدری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے حق میں جس کے پاس دنیاوی مالک میں سے کوئی چیز نہ رہی ہو مگر ایک شمس کی گھٹکی کے برابر ہو۔ فرمایا اللہ کا وہ عینہ

وَنَیَ بَعْدَ عَلَیْکَ فَوْقَهُمْ، مَکَانِیَہِ لَوْ عَلَامَہِیْ ہے امام ابراہیم کہ اس پر ایک ہی اور مانی ہو۔

قولہ: تَسْبِيلُ بَعْضِ الْمَصْنُوعِ عَنِ السَّمَاخِ لِقْدَانِ مَسْتَحَبٌّ، لِإِخْلَالِ الْإِخْلَاقِ، مَتَابَعِ.

ہو گا استفادہ آقا کی بنا کر جیسا کہ کیا دل لیلیٰ و لیلیٰ والا۔

اور وہی وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگوں کو قرآن یاد ہے اور بہت زیادہ پڑھتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں جو چیز بہت ہی جانی ہے اس میں یہ کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ دل پر کم کام کرتی ہے۔ یہ مقولہ کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں اہل عرب جب تاج و تاجہ کو تو قرآن سننے کو روکتے اور ان پر احوال ظاہر ہوجاتے تھے صحابیوں کو اکرم ﷺ نے جب انہیں روکھا تو فرمایا تم گھنسا گھنسا گھنٹیں نہ کہیں، قلّو نہ میں تمہیں کہتا تھا کہ یہی طریق تھا میرا ہر گز ہو گیا ہے یہی صاحت قرآن کے لئے اس میں ٹھیک اور ایسا ہو گیا ہے۔

لَوْلَا: أَمَّا السَّمَاعُ الصُّوْرُ الْحَسَنُ وَالْبَيْعَةُ الْبَاطِلَةُ فَهِيَ حَقُّ الرُّوحِ وَهُوَ مَبْنِيٌّ لِأَنَّ الصُّوْرَ الطَّيِّبَ فِي ذَاتِهِ مَحْمُودٌ.

(ارشاد شریعہ) بہر حال سہاگہ بھی آواز الطیف الہ سے اور صحت کائنات پر بحالی کے لیے کبھی کبھی اور کیا کردار ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ یعنی کبھی تو آوازِ حق کی لذت کا سبب بننا ہی طاعت ہے اس اثرِ کاسک کی بنا پر جو آوازِ اور روض کے درمیان ہے۔ بحرِ پرست نہیں ہے کہ اس کا سننا اس وجہ سے حرام ہو گا کبھی ہے اور خوش ہے۔ تمام خواہشیں حرام نہیں ہیں۔ اور خوشیوں میں۔۔۔ جو حرام سے وہ نہ اس سبب سے حرام کہ وہ فقر ہے بلکہ اس سبب سے حرام ہے کہ

وادی خلعتی، یک نکلہ نسل تفرقہ کیے لکھی جا رہی ہیں۔

یقین کر دو کہ جو شخص دھوا اور صوفیوں کے احوال کا انکار کرتا ہے وہ اپنی علم علی کی وجہ سے کرتا ہے اور اس کا انکار کرنے کے لیے وہ معذور ہے۔ یہ اس لیے خود اس کو یہ بات حاصل نہیں ہے اور نہ اس کی شہادت ہے، کیجیے کہ مثنوی کا نام لوگ اب اگر خاتمر باس کو اتھار کر دے کہ مہاشرت میں انیکہ غاص ثلث ہے تو وہ قطار معذور ہے۔ اس لیے کہ یہ ثلث شہادت کی قوت سے ملتی ہے، جب اس میں شہادت پیدا نہیں کی گئی کہ تو وہ کیسے جان سکا ہے۔ اور اور بیچارہ صاحبزادے اور آپ داداں کے کفارے کے لطف والہ ثلث کا انکار کرے تو اسے کجی میں تعجب کیا کیا بات ہے جبکہ اس کو کھڑی نہیں دینی گئی۔ صوفیوں کے کاروبار بہت ہی اونچے اور سیم ہیں، بہت ہی گہرے اور پیچیدہ ہیں۔ ناہنصوں کو کسی اور دوسری چیز میں اتنی غلطی نہیں ہوتی ہے جتنا کہ ان کے کاروبار میں، اس قدر راہنما رہ اس لئے کیا گیا کہ یہ معلوم ہو کہ یہ رنگائی کرنے والے خود اپنے نفس کے غلط فہم ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ طالب صوفیہ جو مرد و بچہ اور ادارے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال کر کے یہ لوگ خود اپنے اور ہم کرتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح ان لوگوں کے متعلق خیال کرتے ہیں یہ تصرف صحیح ہے کام لیتے ہیں۔ اور دوسری باتیں بھی قیاس کرنے کا شہید و اختیار کرتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی یا اعتراض کرے کہ جب صوفیوں کے سماع کی بنیاد اصل پر ہے اور یہ اہلکے لئے ہے تو کیا سماع کی دھوکے میں قاریاں، قرآن خوانوں کو بھٹائے تاکہ وہ قرآن سنانے کے قواعد کو یاد کر لیں اور غلطیوں سے بچ سکیں۔

جواب: یہ ہے کہ سرگ کا تعلق قرآن کی قرأت کے ساتھ بھی بہت ہوتا ہے یعنی وہ بھی بہت زیادہ سنا جاتا ہے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ بہت سے لوگ قرأت قرآن کے سننے سے

وَالشُّهُوةُ وَتَقْوَى الْقِيَامِ وَالْعَفِيَّةُ وَالْإِحْسَانُ.

(ارشاد شیخ ہے) بھر چھٹا اہل سماع اپنے ایک میں ایک دوسرے سے مختلف المراتب ہوتے ہیں، پھر ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر حالت سماع میں خوف، اندر وہ اور شوق کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس غلبہ حال سے نرانا، ناکرنا، نافر سے لگتا، کپڑے چاک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بے ہوش ہو جاتے ہیں اور اضطراب میں آ جاتے ہیں۔ یہ باتیں جو ظہور پذیر ہوتی ہیں اس کو واحد کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سماع کی مثال اہل سماع کے لئے اندر آنا غائب ہے کہ تمام چیزوں پر اس کی روشنی پڑتی ہے اور ہر چیز پر یہ باتیں اس کے مقدار اور وجہ کے اعتبار سے ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے یہ طاعت شرب اس کا ذوق بلند ہوتا ہے، کوئی ایک جاتا ہے، کسی ایک میں روشنی کی تیزی ہوتی ہے، کسی ایک میں نوازش حلا کا سکون ہوتا ہے، کسی دوسرے میں گداز و تڑپ ہوتی ہے۔

قوله: وَمِنْهُمْ مَنْ يَغْلِبُ عَلَيْهِ الرَّجُلُ مَخْرُجٌ وَالْأَمِيَّةُ قَهْرٌ قُوَّةً إِلَى الْقُرْبِ وَالرَّقِصُ وَالْفَضْفَضِيُّ كَسَا رُؤْيَى أَيْ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. اسْتَقْبَلَ الشَّيْئَةَ بِالرَّقِصِ فَغَالَتْ لَهُ وَوَجَّهَتْ الرَّقِصُ وَأَتَتْ نَبِيَّ فَقَالَتْهَا أَتَخَفِينَ عَلَى قَلْبِي قَاتِبٌ عَلَائِي.

(ارشاد شیخ ہے) اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ان پر امید وحشی، اور راحت غالب ہوتی ہے وہ اس غلبہ میں قہر و طرب کرنے لگتے ہیں۔ اور حایاں بجانے لگتے ہیں۔ درمیان تو الان سماع کا رہے تھے جب ان کی نظر حضرت شیخ پر پڑی خاموش ہو گئے۔ خوبہ نے فرمایا کیوں چپ کیوں ہو گئے کہتے جاؤ جو کہہ رہے تھے۔ اگر عالم کے تمام نعمے میرے کانوں کے گرد اکٹھا ہو جائیں تو میرے اندر وہ کی مشغولیت سے بھا کر مجھے اپنی جانب نہیں مڑ سکتے۔ جو نعم مجھے ہے وہ اس سے مجھے شگفتا نہیں دے سکتے۔

قوله: شُحْكِي عَنِّي أُمِّي عَبْدُ اللَّهِ أَحْمَدُ بْنُ عَمَّادٍ الرَّؤُوفُ دَوَّى أَفَّا كَانَ مُرْكُ الصَّادِقِ فِي السَّمَاعِ نَلْفَةً. الْعَلَمُ بِاللَّهِ. وَالْوَفَاءُ بِمَا هُوَ عَلَيْهِ. وَجَمْعُ الْوَعْدِ.

اس میں ایک قسم کا ضرر ہے۔ اور ایک قسم کا فساد ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ بڑیوں کی آوازیں سریلی ہوتی ہیں اور وہ رام نہیں ہیں۔ تو سریلی آواز کا سننا کان کے حق میں دیرپا ہی ہے جیسا کہ آنکھ کیلئے بڑا اور آہ دہاں کی حیثیت ہے۔ جناب داؤد علیہ السلام کی مدح میں حدیث وارد ہے کہ وہ اپنے اور نوح اور زبور کی تلاوت اس خوش الحانی سے کرتے تھے کہ ان کی خوش الحانی سن کر جن مانس، غیورہ و خوش جمع ہو جاتے تھے اور ان کی مجلس سے ہزاروں جنازے اٹھائے جاتے تھے۔

قوله: وَقِيلَ لِي قَوْلُهُ تَعَالَى "يُؤْتِيهِ لِي الْخَلْقُ مَا يَشَاءُ" اللَّهُ الصُّنُوتُ الْعَلِيْبُ. (ارشاد شیخ ہے) کلام الہی بیک نیک نیت لہی الخلقی ما یَشَاءُ کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ

یہ یہ میں آواز خوش کی زیادتی مراد ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق احسان کما ہے اور ظاہر ہے کہ احسان کی نعمت ہی پر کما جاتا ہے ایسی چیز پر محمود ہے۔

قوله: وَقَالَ بِنَعْتِهِمْ أَيْ الصُّنُوتُ الْعَلِيْبُ لَا يَدْخُلُ فِي الْقَلْبِ شَيْئًا وَلَا يَكُنْ يُعْرَضُ مَالِي الْقَلْبِ.

(ارشاد شیخ ہے) بعض سرغصوں کا قول ہے۔ بے شک خوش الحانی دل میں کوئی مزید چیز داخل نہیں کرتی پس اتنا ہوتا ہے کہ جو چیز دل میں ہے خوش آوازی اس میں ترکیب پیدا کر دیتی ہے۔ تو سماع کے حکم کا تعلق دل سے ہے۔ یعنی جس کے قلب میں ایسی چیز ہے کہ شروع میں وہ محمود ہے، محبوب ہے، اور اس کی قوت بھی مطلوب ہے، جب سماع سے اس میں افزائش و زیادتی ہو تو سماع سننے والے کو اس میں ثواب حاصل ہوگا۔ اور جس کے دل میں ایسی چیز ہے جو خیریت میں نہ ہو۔ اور یہ راگ و راکی اس میں ترکیب پیدا کر دیتی ہے تو اس سماع کے سننے والے کو اس پر عذاب ہوگا۔ اور جس کا دل ان دونوں چیزوں سے خالی ہے یعنی نہ محمود، نہ محبوب نہ مکروہ نہ مذموم نہ عیب ایسا شخص محض طبیعت میں ایک لذت پاتا ہے تو یہ سماع اس کے لئے سماع ہوگا جیسے اور دوسری تمام لذتیں۔

قوله: لَمْ يَدْخُلِ السَّمَاعُ فِي سَمَاعِهِمْ مَثَقًا وَكَوْنٌ دَفِيْدُهُمْ مِنْ غَلَبِ غَلَبِهِ فِي حَالِ سَمَاعِهِ السُّخُوفُ وَالسُّخُوفُ وَالشُّوْقَى قُوَّةٌ لِلَّهِ بِاللَّهِ وَالْبَكَاءُ وَالْأَلْفِ

وَيُحِلُّ مَنِ لَيْبِنَهُ السَّعَاتِ إِلَى مَخْرُوبِهِ لَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يُسَبِّحُ إِلَّا إِلَى ذَلِكَ

مَنْزِلِ الْوُتُبِ يَوْمَ لَا يَنْدُرُ ذَوْرًا مُتَابِعًا.

(ارشاد شیخ ہے) یہ درست ہے اور سچ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اہل عالم کو صلاحتِ سلام

میں اس چیز کا شوق پیدا ہو جاتا ہے جو اسے یاد آتی ہے بجز وہ اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہے اور اس شخص جیسا حمل اس سے ظہور میں آتا ہے جو اسے عجیب کی طرف بانٹا جاتا ہے اور جب اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ مجھے محبوب کی جانب جانے کی راہ نہیں اور کہنے سے اس کی طرف نہیں پہنچتا تو ہمارا اچھلتا کودتا حوا تر ہے کہ پرکش کر کے لگتا ہے کہ من من منع عنی الشکر یُسَلِّی بِالْآفِ تَوَجب بے چارہ محبوب کا یاد رکھیں کہ کتنا تو کیا کر کے اسے پہنچنے کا دھنچا ہے اَلْكَوْنُ فَبِ

وَالْوُتُبِ كَوْنًا.

قولہ:

وَقَدْ يَنْجُوْنَ ذَلِكَ مِنْ تَرْكِهِ يَنْجُوْنَ إِلَى خَالِ السَّمَاءِ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

وَالَّذِلْكَ لَا فِي الرُّوْحِ دُخَانِيَّةٌ عُلُوِّيَّةٌ وَالْجَسَدِ سَلَوِيَّةٌ خَلْقِيَّةٌ خَلْقٌ مِنْ الْغَوَابِ

وَالرُّوْحُ يَنْجُوْ إِلَى قُوِّي وَالْجَسَدِ يَنْجُوْ إِلَى سَلَوِيَّةٍ إِلَى أَنْ يَنْقُضَ السُّكُونُ.

(ارشاد شیخ ہے) یہ سچ اور درست ہے اور کبھی یہ کہنے اور اچھلنے کی کیفیت اس مہتی

کے درود سے ہوتی ہے جس کی کیفیتِ سلام کرنے والا ہے پر جالیہ سلام میں غم و رنج کے درمیان کا مقام پر ہوتی ہے اور یہ رست و کشا داس جو سے ہوتی ہے کہ درود کی اپنی خاص رسوائی کیفیت ہے اور وہ طوطی ہے اور قسمِ مطلق ہے خاک سے پیدا کیا گیا ہے تو درودِ مطلق کی جانب اٹھی ہے اور جسم کا سیمان نیچکی کی جانب ہوتا ہے، جو اس کا گل ہے۔ اس بنا پر تو اگر کوئی اس کا آنا جاتا ہے، اس سے یہ گمان نہیں کرتا چاہے کہ ایسا شخص جو خود کو زمین پر ڈالتا ہے یا کر دین کرتا ہے اور اضطراب میں ہوتا ہے یا اپنے وجد میں اس شخص سے زیادہ مکمل ہے جو اپنی جگہ پر تھیر سکا ہے۔ بلکہ یہاں اتفاقاتِ ماسک رہتے ہالے از روئے وجد زیادہ مکمل ہوتے ہیں متحرک ہونے والے سے۔ بلکہ بہت ایسے شخص سلام میں ہوتے ہیں کہ جو ماسک ہیں وہ کمال و حد میں ہیں ان کا وہ حد اس متحرک شخص سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔

(ارشاد شیخ ہے) اہل عباد اللہ احرار ہیں عطا درود دیا دینے (رود ہر کران سے قریب ہے) کی

حکایت ہے یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے فرمایا سلام میں صادق کی علامت تھیں ہے۔ ایک یہ کہ ہر سلامِ علم و خدا کے ساتھ ہو، دوسرے یہ کہ اس میں وہ قافیہ داری برتے، تیسرے یہ کہ ہر جمع رکھے۔ علم بخدا ہے، یعنی وہ عارف ہوں اس کی ذات کا صفات کا اس کے افعال کا اور اگر ایسا نہیں تو فکرِ محض میں پڑ جائے گا۔ جب اسے ذات و صفات کی معرفت نہ ہوگی اور سلام محبت خداوندی میں گئے تو تحقیق میں پڑ جائے گا۔ جس کو خداوند تعالیٰ کے ذات و صفات و افعال کی معرفت نہ ہوگی اسے نہیں چاہئے کہ خدا کی محبت میں سلام سے۔ اور قافیہ یعنی شریعت کی رو سے جو حقوق اس پر واجب ہیں اس کو وفا کئے ہوئے ہو اور ان سب کو بحال کئے ہوئے ہو اور ان سب سے فارغ ہو۔ اور جمع ہر حال میں یہاں تک کہ بجز خدا کے اس کی ہضمت کسی اور جانب نہ جائے۔

بزرگوں نے کہا ہے، جمع کی تشریف ہے کہ اس کے دل میں بجز حق تعالیٰ کے اور کوئی چیز نہ ہو اور سوائے اللہ کے ذکر کے کسی چیز میں آرام نہ پائے۔ اور حق تعالیٰ کے علاوہ کسی سے کوئی مطلب نہیں رکھتا ہو، اور وہ دلوں عالم کی یافت اسے آسودہ نہ کرے۔ دلوں چہاں اسے میر نہ کریں۔ وجود عدم اور اس کے علاوہ اس کے نظر میں کچھ نہ ہو۔ جس ایک ذات حق ہو، کیوں کہ وہ تو رائے اوصد میں غرق ہو چکا ہے۔ جو کچھ سمجھتا ہے اس سے مشتاق ہے غیر سے نہیں۔ صحابہ کے فعل کا انکار ہے اور ان کے فعل کو خلافِ شرح کی جانب منسوب کرتا ہے۔

قولہ: قَالَ أَبُو غَيْبَةَ أَتَخْجَلُ أَنَّ تَرْفَعُ رِجْلًا وَتَقْفِرُ عَلَى الْآخِرِ خِيًا وَقَدْ يَنْجُوْ

ذَلِكَ بِالْوُجْهِ جَمْعًا إِلَّا اللَّهُ فَتَقْفِرُ وَلَيْسَ بِمُسْجِي.

(ارشاد شیخ ہے) ابوبہیدہ کا قول ہے جس مجلس میں ہے کہ ایک کبریا کو قاضی اس طرح

کے دوسرے کبریا درود سے اور کبھی شکل و روپوں میں ہوتی ہے مگر بالکل یہ سچ ہے کہ اس میں توبہ ہوتی ہے یہ کوئی رفا نہیں ہے یعنی اس طرح سے نہیں کہ روپوں میں سے کوئی ہوتا چلے، بلکہ وہ توبہ ہی کی قسم ہے جیسا کہ فرقہ کے سلسلہ میں ہم نے کہا فَاتَقْفِرُ پاؤں سے پاؤں پر کودتا۔

فَلَيْتَ خَبْرَ بِلِلْمُسْتَجْعِ فِي خَالِ سَمَاعِهِ دُخَانِ إِلَى مَا يَنْجُوْ فَيُثْبِتُ مِنْ مَكَاتِبِهِ

لئے کیا جائے۔ چھپ کر تاجپوشی کی کیفیت طلب کرنا اور وہ رتنی شکل بنانے کی مثال میں ہے اور وہ جائز ہے جیسا کہ پیرس نے فرمایا ایسے شخص کے لئے قرآن کی کیامت میں کریمہ کے وقت سپرد نہ کرے تا کہ اگر وہ اپنی رتنی شکل بنائے اور یہ تکلف ہی ہوگا۔ مگر اس موقع پر انھوں نے یہ کہا ہے کہ طلب احوال میں کسی کو کچھ غلط ہے۔ ظاہر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیث کے کورس میں تاج کی پوئی تکلف رتنی شکل بنانے سے کیا نامو۔

(ارشادِ حق ہے) یہ صحیح ہے کہ یہ دُشمنِ مومن جو حال و مرتبہ رکھتے ہیں اس اعتبار سے

ان کے اوصاف نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اس کے تئیں نہیں کہ درخواست کے درجہ تک اتریں۔

خوبیوں کا دوسرا ایک وقت ایک کروہ کے نزدیک سے گذر رہا تھا جس کے درمیان چھپ چھپ کیوں ہو گئے۔ کچھ ہوا جو کہہ رہے تھے۔ اگر عالم کے تمام غیبتے میرے کانوں کے گرد اکٹھا ہو جائیں تو میرے کانوں سے غلوں کی جاکر اٹھنے لگی جانی نہیں مڑ سکتے۔ غنیمت تھی کہ وہ اس سے مجھے غافل نہیں رہ سکتے۔

حَكَى عَبْدُ اللَّهِ أَحْمَدُ بْنُ عَطَاءٍ وَابْنُ دُبَّانٍ أَنَّ اللَّهَ قَالَ خُذْ

الصَّادِقِ فِي السَّمَاءِ ثَلَاثَةٌ. الْعِلْمُ بِاللَّهِ وَالْوَلَاءُ بِسَائِرِهِ وَجَمْعُ الصَّوْفِيَّةِ.

(ارشاد شیخ) ہے اہل محمد اللہ محمد امین صراط و داری (رواد پر مکران سے تربہ ہے) کی حکایت ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا صریح میں صادق کی علامت تھیں ہے۔ ایک یہ کہ اہل علم و علم خدا کے ساتھ ہوں، دوسرے یہ کہ اس میں وہ دھن دھانی ہر تھے، تیسرے یہ کہ ہمت جمع رکھے، علم بخیر اسے، یعنی وہ صرف اس کی ذات کی صفات اس کا اس کے افعال کا، اور اگر ایسا نہیں تو فکر محض پر نہ چائے گا۔ چہاں سے ذات و صفات کی معرفت نہ ہوگی اور صریح محبت خداوندی میں سے کا تو نتیجہ میں نہ چائے گا۔ تو جس کو خداوند تعالیٰ کے ذات و صفات و افعال کی معرفت نہ ہوگی اسے نہیں چاہئے کہ خدا کی محبت میں سلام نہ لے۔ اور حقاً یعنی غیبت کی رو سے جو حق اس پر

فقط سے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان زمانہ میں حرکت فرماتے اور مجھے متفقہ قرار

انہا میں جب پہنچے تو سزا کے ذرائع نہیں ملے کہ ان کے حقائق ان سے پوچھا فرمایا تو میری ذرا انتہائی تیز ہوتی ہے تو معلوم نہیں ہوتی ہے اور اس میں گدگد جاتی ہے کہ کی چیز نہیں ہوتی۔ اور یہ کہتے کہ یہ عداوت فرمایا تو قوی الحجاب تفسہا خدامندہ و قوی تفسہا مؤنسہ اب (تم کہتے ہو یہاں تو ان لوگوں کہ تم ہو کہ اپنی جگہ اس میں حال انکو دیکھو۔ ہے یہاں ایسے جیسے بولی جاتی ہے۔

وَلَقَدْ يَكُونُ ذَلِكَ مِنْهُمْ عَلَى سَبِيلِ الْفُرْجِ وَالنَّشْجِ وَالطَّابِ لِي حَالٍ قَوْلُهُ:

السَّمَاعُ وَلَيْسَ بِمَحْظُورٍ.

(ارشاد ہے) اور یقیناً کسی

[illegible][illegible]

دینا دہی کے لئے کرے تحریک و درست نہیں۔ سامع میں تکلف کی دوسری قسم یہ ہے جو طلب حقیقت کے سامع میں تکلف دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ تکلف جو سامع طلب جاد اور منفعت

عالم کے مشاہدہ کی کیفیت کی امید میں۔ اور یہ تمام کے تمام باطنی احوال ہیں۔ جس میں بندہ اپنی انہیں کیفیتوں میں مضطرب ہوتا ہے، جوش میں آتا ہے۔ آرام نہیں پاتا ہے، اور اس سے باہر نکلنے کی اسے کوئی راہ نہیں ملتی۔ تجھ کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور ڈر ڈرتا ہے کہ ہجرت سے راہ گم نہ کر دے، یا ہلاک ہو جائے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ بیت۔

دریاب اگر تو درنیابی ناچیز شوم بدین غربابی

(مجھے تھکام و کر سہا، اندوہ گے معصوم ہو چاؤں گاس بے قراری میں)

ایسے ہی لوگوں کو سماع کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ حالات سماع میں وہ کوئی چیز ایسی نہ ہو کہ اس کے وقت کے موافق ہو۔ تاکہ اس سے مواضع میں یا کچھ دیر اس حال میں ان کا نفس آرام پائے اور اس طرح وقت کا پورا اٹھانے کے لئے وقت حاصل کریں۔ اور یہ خود احتیاط ہے اشتیاق رکھنے والے اور محبت کرنے والے ہیں۔

وہ لوگ جو صاحب بلا ہیں ان کے سلسلہ میں کیا گیا ہے کہ اگر تاکہ کرنے میں راحت نہ ہوتی تو باروں کے برداشت کرنے کی کمی ہوتی نہ ہوتی اور اس بلا سے زیادہ دشوار اور لوگوں ہوگی کہ انسان اپنے ضعیف حال میں ذات خداوندی کا پورا اٹھائے جیسا کہ کہا ہے۔ بیت۔

من چوان تو جزا عاشق انکم ششم کالودہ قہر و خون کس انکم

(میرے جیسے جزا وں عاشق کو میں نے اپنے غم میں تلک کیا ایسے کسی کے خون سے

میری انگلی آلودہ نہ ہوتی)

بشرطیکہ کے اگر کوئی بات نہ ہوتی تو اس کے لئے بھی بلا کافی تھی کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ میرے کام کا خاتمہ فرق پر ہوگا یا وصال ہے۔ ہاں جب ایسی بلا میں آؤں ہلاکت کے قریب ہوتا ہے اور ہاتھ سے پانے لگتا ہے تو اس کو سماع بھٹکتی ہے۔ یہاں تک کہ کچھ دیر اس کو راحت ملتی ہے۔ اس سے وہ ہلاکت کے برداشت کرنے کی قوت پاتا ہے۔ رہا گی۔

دل رالمع وصل بلا رہراست جال دردم قہر جبر و پر خضر است

بیرون وصال و جبر کا سرے اگر راست ہمت چو پلنگہ شہدہ درد سراست

واجب ہیں اس کو قائلے ہوئے ہو اور ان سب کو جلائے ہوئے ہو، اور ان سب سے فارغ ہو۔ اور رنج و صحت حاصل ہو یہاں تک کہ بحر خدا کے اس کی ہمت کی اور چاہے نہ جائے۔

بزرگوں نے کہا ہے، ہرج و مرج کی تعریف یہ ہے کہ اس کے دل میں جو حق تعالیٰ کے اور کوئی چیز نہ ہو۔ اور سوائے اللہ کے ذکر کے کسی چیز میں آرام نہ پائے۔ اور حق تعالیٰ کے علاوہ کسی سے کوئی مطلب نہیں رکھتا ہو، اور دونوں عالم کی پاکیات سے آسودہ نہ کرے۔ دونوں جہان اسے میر نہ کریں۔ و مجدد و صمد اور اس کے علاوہ اس کے فقر میں کچھ نہ ہو۔ بس ایک ذات حق ہو، کیوں کہ وہ تو دریائے وحدت میں غرق ہو چکا ہے۔ جو کچھ خدا ہے اس سے خدا ہے غیر سے نہیں۔ رہا گی۔

ہنس کہ ہدیائے شمس غرق بود ہاتل بود لے نہ از طلق بود

ناؤات دراز غش باخشاں بسیار میان ماما و فرق بود

قولہ: وَالْمَسْكَاةُ الَّتِي يَنْسُجُ فِيْهَا يَصْنَعُ اِلٰهِي طَبِيبُ الرَّوْضِ وَالْمَحْضُوْرُ وَالْوَقْلُو

وَقَدِمَ الْاَوْحَادُ وَوَزَيْدٌ مِّنْ تَطْلُغِي وَتَمِّنْ يُّحْسِمُ.

(ارشاد شیخ ہے) مجلس سماع میں خود جو حضور کتب سکون، انفرادیت ہونا، ایسے لوگوں کی نظر کا نہ ہونا جنہیں دیکھ کر کچھ والے کے دل میں حراج کی کی کیفیت پیدا ہو، اور ایسے آدمی جو مسکرا رہے ہوں ان کا نہ ہونا۔ ان تمام چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جہاں سماع کی مجلس ہو، وہاں سے معطر کرنا چاہئے تاکہ ہاں میں مجلس یہ کہ رویشوں ہی کو ہونا چاہئے اور یہ کہ وہ مل حضور معلوم اختیار کیا محتاج ہے اس کا مطلب یہ کہ مجلس میں درویشوں کی ہونا چاہئے۔ مجلس، سکون، سماع ہونا، اہل ایمان ہونا اور مسکرا ہونا اور وہ جگہ ایسی ہو کہ تمام مخلوق سے خالی ہونا لینے جہاں اور ایسے لوگ اس میں حاضر نہ ہوں جن کو ایسے کاموں سے کوئی حصہ نہیں۔

قولہ: وَيَنْسُجُ عَلٰی ذَلٰلَةِ مَقَاعِلِ الْاُخْيَةِ وَالْمَوْتِ وَالزَّجَاةِ.

(ارشاد شیخ ہے) سماع کی سماعت تین طرح پر ہوتی ہے۔ محبت، خوف، اور رجا۔

مطلب یہ کہ سماع جو سنتے ہیں۔ کبھی خدا کی دوستی کی کیفیت میں ملتا کہ وہ سماع دوستی میں زیادتی اور احتجاج کا سبب ہے۔ اور کبھی خدا سے جدا ہونے اور اخطار کے خوف کی کیفیت میں اور کبھی دیدار

لہریہ ستر سانس چنا یعنی سانس کے سننے والے پر جب طرب ظاہر ہوتا ہے اس مال میں کمی کی وہ ناپتا ہے، کمی یا تھ سے ہاتھ لہراتا ہے کمی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ اور جب وجد ظاہر ہوتا ہے اس مال میں کمی کا غائب ہو جاتا ہے اس لیے اوصاف سے اور صرف اسی ایک متر صفت میں ظہر جاتا ہے۔ اور کمی حق کے ظہر میں پڑتا ہے اور مصطلح ہو جاتا ہے۔

اسلام کے معنی لغت میں اپنی بڑ سے اکثر جانے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس ملائذ کی اصطلاح میں اس لفظ سے یہ معنی مراد لینے میں کحق کا ظہر بھی پورے طور پر پانا مقہور اور اسیر بنا دیتا ہے اور اس کا اپنے اوصاف اس سے جدا ہو جاتے ہیں۔

کمی وجد میں سانس بے ہوش کی طرح گھوم جاتا ہے اور فرما دیتا ہے اور جب خوف ظاہر ہوتا ہے تو اس مال میں رونے لگتا ہے، اپنے چہرہ اور گال پر تپا چراتا ہے، عضوی سانس باہر لاتا ہے اور اندر کھینچتا ہے غرورہ اور اندر کھینچ کر کی طرح۔

اکثر فیتر سانس لینا اور اس کا متقابل ضیق ہے، سانس باہر نکالنا۔ اکثر فیترہ ام ہے جمع اس کی زکوات آتی ہے۔

ایک بزرگ سے منقول ہے ان سے درست وجد کے متعلق پوچھا گیا فرمایا مجلس میں جب سب ہم مجلس میں اضرائید ہو تو اس کی پچھان یہ ہے کہ لوگوں کا دل اسے قبول کرے۔ اور اگر مجلس میں اضرائی کمی آمیزش ہے تو ہم مجلسوں کا اس سے انس ہو اور اضرائی اس سے وحشت ہو۔

الحمد لله ترجمہ شرح آداب الصریحین حصہ اولی تمام ہوا

بسمہ و کمال کرمہ

❦❦❦

(دل کے لئے کامل کا ملج بلا کے مقابلہ میں ذحال ہے۔ جان بحر کے قری کی گزرتی ہیں ظہر میں پڑ جاتی ہے۔ سحر اور وصال سے باہر ہے تو کام و سرا ہے ہمت جب بلند ہو۔ یہ سب درد سر ہے۔ کیا کہتے نہیں کمی کہ جب کوئی بہت پڑا اور وہتا ہے یعنی اس کا دل غم و مار سے بھر جاتا ہے۔ اور اس کا دل اس کے لئے راحت کا سبب بنتا ہے۔

قولہ: والخبر کذا لہی السماع علی ثلثة اقوال: اکثریث والوجد والخوف.

(ارشاد شیخ ہے) اور سماع کے اندر کی جنبش تین قسم کی ہے طرب، وجد اور خوف طرب یہ ہے کہ اس کے باطن میں خوشی پیدا ہو اس کی کہ اس مقام میں اس کو تقصود تک پہنچنے کی امید ہو اور وہ اس حال میں خوش ہو جائے۔ وجد یہ ہے کہ اپنے باطن میں کچھ پائے سماع کی حالت میں، وہ وجد کر سماع سے لگتا ہے۔ پایا ہو۔ اس کیفیت میں سماع صاحب وجد حال ہو جائے خوف یہ ہے کہ اس کے باطن میں کوئی چیز ظاہر ہو، اس کی کہ اس حال میں اس کو تقصود تک پہنچنے کی امید نہ ہو۔ بالائت رب محمد کلم یتخلقی مخلصاً۔ (اے کاش سب محمد محمد ﷺ پیدا کرتا) یہ جملہ اسی کیفیت کی نظائری ہو سکتی ہے۔ عزم کی خواہش کے علاوہ دوسری کس چیز کی طلب ہوگی۔ خدمت شیخ رست اللہ علیہ نے ذکر کردہ تمام احوال کے لئے علامتیں ظاہر کی ہیں تاکہ گنج و ستم ان میں کا ظاہر ہو جائے۔ اور یہ بھی روکن ہو جائے کہ ان میں سے اس وقت یہ معنی ظاہر ہوتا ہے۔ اور حضرت شیخ نے ایک ہی معنی بیان کر کے نہیں کیا بلکہ ہر ایک کے تحت معنی ذکر کر کے تاکہ وہ معنی ظاہر ہوا تو میں علامتیں ظاہر نہ ہوں تو ایک تو ظاہر ہو اور وہ علامتیں یہ ہیں۔

قولہ: فالکفریث لہ ثلثة علامات الرقص والصفیق والفرح والوجد لہ ثلثة

علامات القلیبة والإرضطلام والصرخات والنفوف لہ ثلثة علامات الککاء والطم والنفورات.

(ارشاد شیخ ہے) کفر مکتوب۔ اس کی تین علامتیں ہیں۔ رقص کرنا۔ ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔

اور خوشی ظاہر کرنا۔ جھ کے لئے بھی تین علامتیں ہیں۔ اپنے اوصاف سے تائب ہو جانا کمی ظہر حق میں اس کی کوئی صفت باقی نہیں رہتی۔ غرورہ دانا۔ خوف کی تین علامتیں ہیں۔ رونا، چہرہ پر تپا چہ

کہ جس کا مقام باطن بختا زیادہ صاف، در درست اور قریب ہو گا اس کا ظاہر اتنا ہی زیادہ ادا و اب اور با حرمت ہو گا اسی کا لفظ تعالیٰ نے فرمایا ہے تَعَفُّوْا عَنْهُمْ مِنَ الْخُلُفَتِ الْغُیْرِ الْغُیْرِ (القدر: ۱۸۰) (کمال لیتا ہے انہیں انہی دھندلوں سے غور کی طرف)

ظلمات و طرح کے ہیں: (۱) ظلمات ظاہر (۲) ظلمات باطن

ظلمات باطن: کفر ہے، خطرات ہے اور بدعت ہے۔

ظلمات ظاہر: بے درستی، بے ادنیٰ اور تقصیر ہے۔

لہذا ظلمات باطن، باطنی محنت سے ختم ہوتی ہے۔ اور ظلمات ظاہر کا اٹھنا ظاہری محنت پر منحصر ہے۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے عبادات کے احکام پر ایک کتاب تصنیف کی تو لوگوں نے ان سے کہا نماز و روزہ و صدقہ سے قریب ہے فرمایا یہ غلطی ہے۔ زہد کی اصل اور بنیاد ظلال کھانے پر ہے۔ جس شخص کو اس کتاب کا علم نہیں ہو گا وہ ظلال نہیں کھا سکتا۔ اور جب ظلال نہیں کھائے گا تو کچھ حرام کھائے گا اور جب حرام کھائے گا تو نہ اس کا فرض قبول ہو گا اور نہ نفل۔ چنانچہ کہ حدیث شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر رات بیت المقدس پر فرشتہ آداں لگاتا ہے کہ جو حرام کھاتا ہے اس کا نہ صرف قبول ہوتا ہے، نہ بدل۔ صرف نفل کو کہتے ہیں اور بدل فرض کو۔

کہا جاتا ہے جو چاہیں روز تک شہید قریب کھاتا ہے اس کا دل زیادہ ہو جاتا ہے۔

اور یہ جو کہا گیا کہ علم شریعت کا حاصل کرنا بندہ و فرض ہے اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ سب سے پہلے طہ و تہ اور علم معرفت کو مستحکم کیا جائے۔ اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ علم شریعت تو فروع ہے۔ مروجہ کی بنیاد اصل پر ہوتی ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ خلیفہ علیہ السلام نے سب سے پہلے بندوں کو توحید کی دعوت دی۔ جب اس کو قبول کر لیا تو پھر شریعت کی طرف بلایا۔ اہل سنت و جماعت کا مذہب بھی یہی ہے کہ ظاہر شریعت کے مخالف نہیں ہیں۔

اگر کوئی کا فروع مسائل کی عمر میں وہایت ایمان سے شرف ہوتا ہے تو اس پر رسالہ کو شرف

فصل ۵

فروع دین اور اس کے احکام کے بیان میں

قوله: واما فروع الدین و احکامہ فقد اجمعوا علی وجوب تعلم مالا یصح بہلہ من احکام الشریعہ و ما یحرم.

(اثر الشیخ ہے) حضرات صوفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ ان چیزوں کا دیکھنا واجب ہے جن سے جاہل رہنا جائز نہیں ہے اور وہ احکام شریعہ اور طہال و حرام کے مسائل ہیں۔

شرح: حضرات صوفیہ کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ ان چیزوں کا دیکھنا واجب ہے جن سے جاہل رہنا جائز اور درست نہیں ہے۔ وہ توحید و ایمان کے بعد شریعت کے احکام ہیں جیسے نماز و روزہ اور دوسرے تمام فرائض، مالی و بدنی عبادات اور وہ جو طہال ہے اور حرام ہے۔ ماسوائے معاملات علمی سے درست ہوتے ہیں۔

جس علم سے اعمال درست و صحیح ہوتے ہیں وہ علم شریعت ہے۔ یہ بات اس لئے کہی گئی کہ کھدوں کی جماعت میں بعض لوگ ایسے ہیں جنہیں اپنے کھوینا کی جماعت سے منسلک سمجھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں عبادت کی ذمہ داری اس پر سے اٹھ جاتی ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی کو طہا ہر فرما رہے ہیں کہ یہ خطرات و گمراہی ہے۔ اس لئے

حدیث ہے المستعبد بلافقہ کا الحماز فی الطاحونۃ۔ جس نام کو فقہ کا علم نہیں وہ کلاہ کے اس گدھے کی طرح ہے جو کبھی کی چاروں طرف دن بھر پھرتا گارہ اور جہاں سے چلا تھا وہیں واپس آتا ہے۔ کچھ بھی راستہ اس نے طے نہیں کیا۔

مہم کی ایک جماعت علم کو عمل پر ترجیح دیتی ہے اور دوسری جماعت علم پر عمل کو فضائل سمجھتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں حال نہیں عمل چاہیے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے عمل نہیں علم چاہیے۔ اور یہ دونوں باتیں غلط اور باطل ہیں۔ علم کے بغیر چاہا نہیں۔ علم ہی سے عمل درست ہوتا ہے۔

لیکن یہ بات بھی سامنے رہے کہ علم بے انتہا ہے اور زندگی مختصر۔ تمام علوم کا حاصل کرنا فرض نہیں ہے۔ بس اتنا علم حاصل کیا چہ بشتا شریعت کا تقاضا ہے اور حق سے معاملات صحیح اور درست رہ سکتے ہیں۔

صورت خواجہ ابراہیم ادرم رحمہ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے راستہ میں ایک چکر دیکھا جس پر لکھا تھا ”مجھے پتہ نہ کہ کیسے اور پڑھتے“۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اس چکر کو پلٹ کر دیکھا تو اس پر لکھا تھا انت لا تعمل بعدا تعلم کیف تعلم طلب صلا تعلم۔ جب تم اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتے تو پھر یہ بھی محال ہے کہ جس کا تمہیں علم ہی نہیں۔ اس کی طلب کرو۔

یعنی بندوں کے کام یہ ہیں کہ وہ علم چاروں طرف حاصل کرے تاکہ اس کی ہر کھٹ سے جس کا علم نہیں وہ علم بھی حاصل ہو جائے۔ اسی لئے کہ گیا ہے کہ جب علم کی دولت حاصل ہوگئی تو پھر معاملات میں کوشش کرے۔

علم کو دشمنوں کے درمیان ہے۔ ایک تو جہد طلب جو اس کے حصول سے پہلے ہوتی ہے اور دوسرا جہد استعمال۔ یعنی ایک تو کوشش علم کے حاصل ہونے کے پیچھے حاصل کرنے کے لئے۔ اور دوسری کوشش علم حاصل کرنے کے بعد اس علم کے استعمال میں۔

اگر طلب کو جہد نہیں رکھیں گے تو جہاں وہ جائیں گے۔ خدا کی مسرت حاصل نہیں ہوگی اور عمارت کو صحیح طریقہ سے نہ کرنے کی وجہ کہ روز داویل ہوگا۔ اگر علم حاصل کر لیا۔ لیکن علم

کے غلط روزہ کی فضا نہیں۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ توحید و معرفت اصل ہے اور شریعت اس کی فرع۔ اصل کے بغیر فرع کی درجگی ممکن نہیں۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ جو شخص علم شریعت کو جہد نہیں رکھتا اور جماعت صوفیاء کے علم میں قدم رکھتا ہے تو وہ دین کو برباد کر رہا ہے۔

جماعت صوفیاء کا پہلا علم اعمال کی برائیوں اور خرابیوں کو جاننا ہے۔ اگر کوئی شخص علم احکام کو درست کئے بغیر اعمال کی برائیوں کو دیکھتا ہے تو کچھ لے کر اعمال تک اس کی رسائی نہیں ہوگی۔

وہ کہ کہ گیا۔ اور دین کو برباد کیا۔

ہاں! جب اعمال کو علم شریعت کے مطابق درست کر لیا اس کے بعد اعمال کی برائیوں کو دیکھتا ہے تو اس وقت اس کے اعمال میں بالخصوص پیدا ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی عبادت کو اخلاص کی شرط کے ساتھ واجب کیا ہے۔

عبادت معاملات ہے اور اخلاص معاملات سے برائیوں کو نکالنا ہے۔ تو سب سے پہلے معاملات کا وجود ہے۔ اس کے بعد معاملات سے جہدوں کو نکالنا ہے۔ اور معاملات علم شریعت کے بغیر درست نہیں ہو سکتے۔

قولہ: لیسکون العمل موافقا للعلم فقد قبل اذا تجرد العلم عن العمل کان عقیما واذا خلل العمل عن العلم کان مستقیما (ارشاد شیخ ہے) تاکر عمل، علم کے مطابق ہو جائے۔ بھی وجہ ہے کہ یہ کہا گیا ہے کہ اگر علم عمل سے خالی ہے تو وہ عقیم ہے اور جب علم، علم سے خالی ہو تو وہ عقیم۔

شرح: یہ جگہ اور درست ہے کہ جب علم عمل سے خالی ہوتا ہے تو وہ عقیم ہے یعنی اس سے کوئی پھل نہیں نکلا لائیں۔ اور جب علم، علم سے خالی ہوتا ہے تو وہ عقیم یعنی نادرست ہے۔

وہ بھی جو حق بخش نہ ہو، وہ دن جس میں نکالائی نہ ہو اور وہ عمارت جس کو لا لاندہ ہو۔ العقیم: غار۔ اس سے ناواقفی مراد ہے۔

حدیثی سے تا معلوم تک رسائی ہو سکتی ہے۔

لیکن اختیار کرنے کے لائق تاویل وہی ہے جس کو حضرت ابوطالب کی رجوع اللہ علیہ نے قوت التکلیب میں بیان فرمایا ہے اور علم ان پانچ ارکان کا جانتا ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یسی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و اقام الصلوۃ و اداء الزکوۃ و صوم رمضان و حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ اسلام کی بنیاد ان پانچ چیزوں پر ہے (۱) گواہی دینا اس بات پر کہ جو وحش نہیں ہے کوئی حیوان اللہ ہو تو خالق کے سوا۔ (۲) نماز کو کم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان کا روزہ رکھنا (۵) اگر استطاعت ہو تو خانا کعبہ کا حج کرنا۔

قول: و اختار و امن المصاہب مذهب فقہاء اصحاب حدیث۔

(اور شاخ شیعہ ہے) اور اختیار کیا ہے جملہ سنیوں نے تمام مذاہب میں فقہائے اصحاب

حدیث کے مذہب کو۔

شرح: چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فقہائے اصبہ حدیث میں ہیں۔ جو مفسر مذہب

لہ ربہ میں سے کسی مذہب پر بھی رہا ہو اور اس کے بعد ہر طریقہ کی اختیار کیا ہے تو اس

نے حضرت امام شافعی کے مذہب کو اختیار کیا ہے جیسا کہ ان حضرات سنیوں کی کتابوں

میں تحریر ہے کہ حضرت امام شافعی سے پہلے جو مشائخ کہا رہا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تھے اور

دیگر اباب فخر طریقت ہوئے وہ اسلاف کے مذہب پر تھے اور اپنے شیخ کے مذہب

پر تھے جیسے حضرت سلطان العارفتی (بایں بد بطلانی) قدس اللہ سرہ حضرت ابو جعفر

صادق علیہ السلام کے مذہب پر تھے۔

طریقت میں یہ بات ہرگز درست نہیں کہ کوئی مرید اپنے شیخ کے علاوہ کسی دوسرے شیخ

کے مذہب (روش) کو اختیار کرے۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ اپنے شیخ کے حرکات و سکنات کی کوئی

ریز مخالفت کرے۔

اسی بات سے کسی کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ حضرت امام اعظم (ابوحنیفہ علیہ السلام)

کے حقائق میں نہیں کیا تو اس پر حجت اور ہال ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دونوں جہان میں علم سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ اسی لئے جو چیز محرم عزت ہوتی ہے وہ اپنی ذات سے مشکل و دشوار ہوتی ہے اور اس کی طلب و یافت بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ اور اسی سے بعد وہ کی نجات و خلاصی وابستہ ہوتی ہے۔

اس جہ صحت صوفیاء کے جملہ مشائخ اہل علم ہوئے ہیں اور تمام مریدوں کو علم کی طرف ہائل کرنے میں متحرک رہے ہیں۔

حضرت ابوعلیٰ ثقفی فرماتے ہیں کہ علم دل کو جہالت کی صحت سے نجات دے کر جہالت بھٹکا ہے اور آنکھوں کو تکرر کی تاریکیوں سے نکال کر یقین کی روشنی عطا کرتا ہے۔ جسے علم معرفت حاصل نہیں اس کا دل جہالت سے مردود ہے۔ اور جس کی علم خیریت نصیب نہیں اس کا دل جہالت کے رنگ سے پیاسہ ہے۔ لہذا کافروں کا دل مردود ہے اس لئے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں۔ اور اہل غفلت کا دل بنار ہے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا علم نہیں۔

قول: فحق العلم علیہ السلام حکمہ العلم فی ریضۃ علیٰ ثقلیٰ مسلم

و مسلمینہ۔

(اور شاخ شیعہ ہے) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان مرد و عورت پر علم طلب کرنا فرض ہے۔

شرح: لیکن اتنا جانتا چاہیے کہ کون سے علم کی طلب فرض ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کے الگ

الگ اقوال ہیں

مکملان کہتے ہیں کہ وہ علم علم کلام ہے۔ اسی علم کلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات و

صفت کا علم ہوتا ہے۔

فقہاء کہتے ہیں کہ وہ علم علم فقہ ہے۔ اسی علم فقہ سے عبادات کا علم ہوتا ہے اور طہار و حرام

کی پہچان ہوتی ہے۔ دین میں اتنی مقدار کا جانتا فرض ہے جس کا انسان محتاج ہے اور جس کی

ضرورت ہے۔ واقعات و احادیث کا وہ جانتا فرض نہیں ہے۔

مفسرین اور محدثین فرماتے ہیں کہ وہ علم علم کتب و سنت ہے۔ اس لئے کہ قرآن و

شرح آداب الہدیین
مستقل ہے۔

حضرت خولید البصریؒ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا جوق اور جوق میں نے سنا کہ میں پڑھا دیکھا اور پایا ان پر عمل کیا اور فرشتوں کے اعمال سے متعلق جو کچھ سنا ان پر عمل کیا۔

تمام مشائخ کی سیرت میں ہے کہ وہ سنی ذوالکرام اپنے لئے واجب مانتے ہیں۔ اس کی تائید میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اس وقت کی ہے کہ فرمایا کہ میں سال سے میرا دایاں اور دایاں ہاتھ ناف سے نیچے نہیں کیا مگر اس وقت کی وجہ سے میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ البصری لا عالی البدن والبدن البصری لا مسافل البدن (دایاں ہاتھ جسم کے اوپر والے حصہ کے لئے ہے اور دایاں ہاتھ جسم کے نیچے والے حصہ کے لئے ہے)

ان علمائے صوفیہ کی ایک مفت ہے بھی ہے کہ وہ اصحاب رسول ﷺ کی اقتداء و پیروی کرتے ہیں۔ ان کی پیروی اعتقاد میں بھی ہوتی اور قول و احوال میں بھی۔ اس لئے کہ سیدہ راکم کا اعتقاد ان کا قول اور ان کا عمل رسول خدا ﷺ کے اعتقاد اور قول و فعل پر مبنی تھا، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اصحابی کا لہجوم بآلہم، اقلہم اہدیتم میرے صحابہ پیروں کی طرح ہیں ان میں سے جن کی پیروی کرو گے مرایت پاؤ گے۔

عالم ربانی اس عالم کو کہتے ہیں جو علم حاصل کرنے کے بعد علم کے مطابق عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی صحیح طریقہ بتاتے ہیں۔ عالم ربانی بھی لوگ ہیں۔

ربانی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان نے مسالمت خواہشات کے تابع نہیں ہوتے۔ وہ رب تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی پر قائم رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے ہر عمل میں کہا گیا ہے من زاول عالمنا فکنا صا زاولنا جس نے کسی عالم کی زیارت کی اس نے نبی ﷺ کی زیارت کی۔ یہی حضرات علمائے سلف و جماعت ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو نفس پر مقدم رکھتے ہیں۔ ان کی طاعت و پیکار یہ ہے کہ وہ اپنی مشرق کے لئے نفس سے

شرح آداب الہدیین
نے کہا ہے موافق النفس کمعاد اللہم نفس کی موافقت اور پیروی کرنے والا بت پرست کے جیسا ہوتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر انہیں کے اندر شیخ نفس کی برائی نہ ہوتی تو لوہے کا بوجھ لئے وہ مارا مارا نہیں پھرتا اور اگر نفس میں شیخ نفس کی خرابی نہ ہوتی تو وہ خدا کی دعا کو نہیں کرتا۔

قولہ: وَتَسْبِلُ بَسْمُھُمْ عَنِ الْعُلَمَاءِ الَّذِينَ اخْتَارَھُمْ وَحَمَّةٌ فَقَالَ ھُمْ الْمُتَخَصِّصُونَ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی الْمُجْتَهِدُونَ فِي مَتَابَعَةِ وَتَسْوُلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامِ الْمُتَقَنُّونَ بِأَصْحَابِہِ وَرِجْعِی اللّٰہُ عَنْھُمْ وَھُمْ فَلَا فَلَہُ أَصْنَافُ اصْحَابِ الْخَبَرِ وَالْخَبَرِ وَالْفَقْہَاءِ وَالْعُلَمَاءِ الصُّوْفِیَہِ۔

(ارشاد شیخ ہے کہ وہ علماء جن کے اختلاف کو رحمت کہا گیا ہے سے متعلق ایک محقق صوفی سے جب حال کیا گیا تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم کو مغربی سے پکڑے رہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی میں لگے رہتے ہیں، اصحاب رسول ﷺ کی اقتداء کرتے ہیں۔ یہ حضرات تین طرح کے ہیں: (۱) اصحاب حدیث (۲) فقہا (۳) علمائے صوفیہ۔

شرح: علمائے صوفیہ وہ علماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مغربی سے پکڑے رہتے ہیں، ان کی دوسری مفت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی میں لوگوں سے پکڑے رہتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: المجاہد من جاهد نفسه فی طاعة اللّٰہ (مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرے) اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے لئے اپنے حبیب ﷺ کی اتباع کو شرط قرار دے دیا ہے جیسا کہ فرمایا: انی کسبتم لصحون اللّٰہ فانہو فی حبیبکم اللّٰہ (اللہ عزوجل ان [آپ] پر مانتے ہیں کہ اگر تم اپنی محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کر جب محبت کرنے لگے تم سے اللہ)۔

جو حضور ﷺ کی اتباع کے بغیر اللہ تعالیٰ سے محبت کا کوئی کرتا ہے وہ جھوٹا ہے اور راہ

حدیث سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ظاہر حدیث سے تعلق رکھتی تو دین کی بنیاد ہے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا وَمَا أَعْصَمَ الرَّسُولَ فَخْلُوهُ وَمَا نَهَكُمْ عَنْهُ

فَأْتِهِمْ (المشرع) جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ نے تمہارے لئے لایا ہے اسے لے لو

اور جن چیزوں سے تم کُتھ کر رہیں ان سے باز رہو۔ اصحاب حدیث، محدثین کو سننے،

نقل کرنے، کتابی شکل دینے، سمجھ حدیثوں کو موشوع سے اور قوی حدیثوں کو ضعیف

سے الگ کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ یہی دین کے پاسان اور ثروت کے نگہبان

ہیں۔

شرح: الصدوقین = وہاں میں لکھا، کتابی شکل دینا۔

اصحاب حدیث نے سماع حدیث کو کافی بنالیا ہے، عقلی معاملات ہوں یا نقلی یا اجتہاد کا

معاملہ حسب میں اسی قسم قرآن و ما حکم الرسول فخلوہ وما نہکم عنہ فالتھو کو دنیا

یا کلام لیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کی اجابج، محدودی فرض الاری

ہے۔ اس کا ترک کسی حال میں نہ ہو۔ اس حکم کی مخالفت خطرات و ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں۔

خوبہذا بعد رتہ اللہ علیہ سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ

غزوہ امد میں حضور نبی کریم ﷺ کا پائے مبارک رکھے ہو گیا تھا اور آپ ﷺ نے انگلیوں کے

سہارے کھڑے ہو کر نماز پڑھتی تھی تو میں نے بھی انگلیوں کے سہارے کھڑے ہو کر چار سو رکعتیں

نماز پڑھی۔

حسواس دین = یہ لوگ دین کی ایسی مخالفت کرتے ہیں اور آیات و احادیث پر ایسی

نظر کرتے ہیں کہ کئی دوسرا پچھلے غدار کے پیش نظر دین میں شرف نہ رکھ سکے۔

قولہ: وَأَمَّا الْفُقَهَاءُ فَإِنَّهُمْ يُفْضِلُونَ عَلَى أَصْحَابِ الْحَدِيثِ بَعْدَ قَبُولِ

عِلْمِهِمْ بِمَا خَصُّوا بِهِ مِنَ الْفَقِہِ وَالْإِسْتِثْنَاءُ فِي فَقْدِ

الْحَدِيثِ وَالْتَمَعْنَتِي بِذَلِيقِي السُّطْرِ فِي تَرْيِبِ الْأَحْكَامِ

وَحَلْمُو دَالِیْنِ وَالْتَمَعْنَتِي بِنِ النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوحِ وَالْمُطْلَقِ

دینی رکھتے ہیں، شمس کے لئے حق کی غاھت نہیں کرتے۔ حق دوست ہے اور شمس دشمن۔ لہذا

دوست کے لئے دشمن سے جنگ کی جاتی ہے۔ دشمن کے لئے دوست سے جنگ نہیں ہوتی۔

حضرت خوبہ از بعد رتہ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان کو حکم حال

مہل ہوا تو حکم حال سے رخ موڑ لیا۔ اپنے کتب خانہ کی کتابوں کو بکھا کر کے فنی کر دیا۔

وہاں پر ایک چہرہ بنادیا اس پر ایک درخت لگا دیا، آج تک لوگ اس جگہ کو بارت سمجھتے ہیں۔

جب لوگوں نے حضرت سے عرض کی کتابوں کو کیوں فنی کر دیا تو فرمایا کتابیں تو میرے لئے

بہترین دلیل تھیں۔ لیکن جب مدلول (حس کے لئے دلیل لائی جائے) حاصل ہو گیا تو پھر مدلل

سے گھر، ہٹا کیا معنی؟ تو بہت مشکل اور محال ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس کا راز یہی ہے کہ روایات قوی اور اچھے جلد دیئے جائیں

اور تمام امور ان کو پیش کر دیئے جائیں۔ یعنی (طبری) مشغولیت ترک کر دی جائے۔

لوگوں نے حضرت سے پوچھا یہ کیوں کر دی گئیں اگر کسی کو سہی جائیں تو

کیا یہ بہترین تھا؟ فرمایا میں اپنے لئے احسان مندی اور عطا و بخشش کے تذکرہ کو بھی پسند نہیں

کر تا اور پھر یہ طور پر اپنے دل کا ان چیزوں سے پاک کرنا چاہتا ہوں۔

ان طائر کی تھیں جہاں میں ہیں (۱) اصحاب حدیث (۲) اصحاب فقہ (۳) صوفیہ

فروقی معاملات میں ان کا اختلاف رحمت ہے۔

اس کے بعد ان تینوں جماعتوں کی تفصیل میں بیان کیا گیا۔

قولہ: فَأَمَّا أَصْحَابُ الْحَدِيثِ فَإِنَّهُمْ تَعَلَّقُوا بِظَاهِرِ حَدِيثِ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آسَاسُ الدِّينِ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى

يَقُولُ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً وَنُذْرًا وَلَقَدْ فَخَّلْنَاكَ وَنَا نَهَكُمْ عَنْهُ فَأَتَتْهُمُ

وَأَشْتَقَلُوا بِسَمَاعِهِمْ وَنَقَلِهِ وَتَكْوِينِهِ وَتَمَيُّزِ صَحِيحَةٍ مِنْ

سَفِيهِهِ وَهُمْ حَوَامِسُ الدِّينِ.

(ارشاد شمس) یہ لوگ اور درست ہے کہ اصحاب حدیث، رسول اللہ ﷺ کی ظاہری

وَوَسُوهُمْ إِذَا كَانَ مَحَابَبًا لِاتِّبَاعِ الْهَوَىٰ وَنَسُوهُمْ بِالْإِحْقَادِ.

(ارشاد شیخ ہے) علمائے صوفیہ! حدیث حضرت ہیں جو معافی دروس میں ان دونوں جہاتوں

(اصحاب حدیث اور فقہاء) سے اتفاق رکھتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے وہ رسوم و رواجوں

یعنی خواہشات نفسانی سے دور و لگ ہوں۔ وہ اقتدار پر موقوف اور اسی سے وابستہ

ہوں۔

شرح: یعنی صوفیائے کرام، اصحاب حدیث اور فقہاء سے ان چیزوں میں اتفاق رکھتے ہیں جو

ان کے معافی دروس میں لگن ہوں۔ اس شرط کے ساتھ کہ ان کے وہ معافی دروس ہوں۔

یعنی خواہشات نفسانی سے وابستہ نہ ہوں اور اصحاب حدیث کی اتباع پر موقوف ہوں۔

قولہ: فَمَنْ لَمْ يُحِطْ مِنَ الصُّوفِيَةِ عِلْمًا بِمَا أَحَاطُوا بِهِ بِزُجُجُونَ فَيُذِ

الْبِهِم فَيُحْكَمُ الشَّرْعُ وَخُلِدُوا بِالْإِحْسَنِ وَالْإِذْلَى.

اجمعاً عینہم وَاذَا اخْتَلَفُوا اخْتَدَا لِمُصَوِّفِيهِ بِالْأَحْسَنِ وَالْإِذْلَى.

(ارشاد شیخ ہے) وہ صوفی جو اصحاب حدیث اور فقہاء کے ذریعہ احاطہ کے لئے علم پر

قدرت نہیں رکھتے تو ایسی صورت میں وہ اصحاب حدیث اور فقہاء کی طرف رجوع

ہوتے ہیں تاکہ احکام شریعت اور حدود و یوں میں اگر اصحاب حدیث اور فقہاء کا اجتہاد ہوتا

ہے تو وہ صوفیاء ان کے احکام پر قائم رہتے ہیں اور جب اصحاب حدیث اور فقہاء کا

اختلاف ہوتا ہے تو صوفی اس میں اولین اختیار کرتے ہیں۔

شرح: ایسے مسائل جن کے جواز اور عدم جواز پر اصحاب حدیث اور فقہاء کے درمیان اختلاف

ہو تو ان پر عمل کرنا ہے جن میں کسی کو قیل نہ ہو اس لئے کہ نہ وہ کا حق ترین دشمن نفس

ہے اور لوگوں کا ایمان سے سب سے زیادہ دور کرنے والا نفس ہی ہے اور یہ ایسا سرکش

ہے جس سے نجات پانا بہت مشکل ہے۔ ہاں ایمان کی بھری سے ذبح کر دیا جائے تو

نجات مل سکتی ہے۔

وَالْمُسْقِيْدُ وَالْمُجْمَلُ وَالْمُسَوِّرُ وَالْعَاصِ وَالْعَامُ وَالْمُسَكَّمُ
وَالْمُسْقَابُ بِهِ قَهْمُ خُجَامِ الدِّينِ وَأَعْلَانُهُ.

(ارشاد شیخ ہے) یہ کچھ اور درست ہے کہ اصحاب حدیث کے علم قبول کرنے کی وجہ

سے فقہاء کو اصحاب حدیث پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ فقہاء تو وہ ہیں جو اس بات کے

لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں کہ وہ فقہ حدیث میں علمی کو سمجھیں، ماہان کو بیان کریں، اپنی

باریک نظری سے ان پر غور کریں، دین کے احکام اور دین کے حدود کو تربت کریں،

ناخ منسوخ، مطلق حق، محکم مشر، غاص عام، حکم قطعی کو ایک دوسرے سے الگ

کریں اور ان چیزوں کے فرق و تمیز کو ظاہر کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دین کی عادت و

نشانیاں ہیں دینی معاملات میں انہیں کام چلتا ہے۔

شرح: یعنی بزرگ دین کے حاکم اور اس کے متقین ہیں۔ اس لئے کہ دوسرے لوگ جو دینی و

دنیوی معاملات کو انجام دیتے ہیں وہ انہیں فقہاء کے احکام کے مطابق انجام دیتے

ہیں۔ چنانچہ دین کے حکام بھی حضرات ہیں۔ اور یہ ایسے ہوتے ہیں جن کو کچھ لوگ

سمجھ جاتے ہیں کہ یہ حضرات دیوار ہیں۔ شریعت کے خلاف ان سے کوئی ایسا عمل

ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ایسے افعال کے مرتکب ہوتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہو، ظاہری

یا کی، باطنی درنگی و صحت کی علامت ہوتی ہے۔ الظاہر عنوان الباطن ظاہر باطن کا

عنوان ہوتا ہے۔ جو قیاس ہوتے ہیں انہیں کے باطن درست ہوتے ہیں۔

وہ فقہاء جن کا ذکر کیا ہے اور جن کے منصب کی بھری و اتباع کی بات کی گئی ہے وہ

پانچ ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم۔ ان

میں سے سب کے سب عبادت، زہد اور علوم آخرت میں مشہور ہیں اور لوگوں کے کوئی وہابی

مسائل و معاملات کے فقہی حل کے لئے معروف ہیں۔ ان کا قصہ مختصر رضائے الہی اور خوشنودی

حق کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

قولہ: وَأَمَّا عِلْمُ سَاءِ الصُّوفِيَةِ فَالْتَفَتُورَا مَعَ السَّائِقَاتِ فَيُفْتِنُهُمْ

پہلی دعائی میں نفس کی سراد پر ایک قدم بھی چکا ہے وہ محبت میں جھوٹا ہے۔

جب بہشت کو جو مخلوق ہے نفس کی خواہش کے بغیر پانا محال ہے تو خالق بہشت کا نفس

کی موافقت کے ساتھ کیسے پاسکتے ہیں۔

جوانی تمام مردوں اور لڑکیوں کو ختم کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہے وہی محبت میں چار اور

صحیح ہے۔ اگر دونوں جہان میں اس کی اپنی ایک سرائیکی باقی ہے تو محبت کے ہوئی میں وہ صحیح و

درست نہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں مس و کبھا ملک ومن خلفھا ملک۔ جوانی خواہشات

کا بندہ ہو گیا وہ ہاک ہو۔ اور جو کسی چیز کا سیر و قیدی ہے وہ اللہ کا بندہ نہیں بلکہ کسی چیز کا بندہ

ہے۔ جوانی خواہشات کی قید ہے آزاد ہو کر وہ حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ کا بندہ ہو گیا۔ اور وہ اپنے

مفسد کو کمرسر ہو گیا۔ بیت

مگذار ہوا و بہ ہوا شو معراج تو ایں بود تو آں کن

(اپنی خواہشات کو ترک کر کے بندہ میں پیدا کرتا جا۔ یہی تیری

معراج ہے تو اسی میں لگا رہا۔)

قولہ: ثُمَّ اَنْتُمْ مَحْضُوۡا بَعْدَ ذٰلِكَ بِمَعْلُوۡمٍ عَلٰیہِ وَاٰخِرُ اٰلِ سُوۡرَتِہٖۡ

(اور شائع ہے) صوفیان علم کے بعد معلوم حال اور احوال شریفہ کے لئے حضور کو

دیکھنے گئے ہیں۔

شرح: یعنی صوفیا و علم کے مالک ہوتے ہیں۔ (۱) علم درست (۲) علم وراثت۔ علم

درست، علم شریعت کو کہتے ہیں جو پڑھنے اور محنت و مشقت کے ذریعہ حاصل ہوتا

ہے۔ علم وراثت، علم باطن کو کہتے ہیں۔ جب کوئی علم ظاہری یعنی علم شریعت کو حاصل کر

لیتا ہے اور اس پر عمل و کار بند رہتا ہے تو وہ علم وراثت اسے عطا کر دیتا ہے جس کا

یوں وعدہ کیا گیا ہے من عمل بما علم اور نہ، اللہ تعالیٰ علم عالم بہ علم جو

محقق علم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم عطا کر دیتا ہے جو علم اسے حاصل

نہیں تھا۔

قولہ: وَلَیْسَ مِنْ مَذٰہِبِهِمْ طَلَبُ التَّوَلٰیٰتِ وَرُتُوۡبِ الشُّہُوۡاۡتِ

(اور شائع ہے) اور صوفیا کا مذہب یہ نہیں ہے کہ وہ تاولیات کی تلاش و طلب میں لگے

رہیں اور شہوات یعنی خواہشات نفس کی تکمیل میں اپنا وقت لگائیں۔

شرح: یعنی صوفیا کی روش تاولیات کی تلاش و طلب اور شہوات و خواہشات کا ارتکاب نہیں

ہے۔ وہ اپنے معاملات میں نفس ظاہر پر عمل کرتے ہیں۔ تاول نہیں اُصغر ہتے۔ اس

لئے کہ تاول میں نفس کی لذت و شہوات اور جھوٹ کا سامان مل جاتا ہے۔ اگر کوئی چار

سال تک نفس پر توجہ دے گا تو اسے اور صرف ایک بار اپنی طرف مائل ہونا تو سمجھ لیجے

کہ اس نے اپنی مسلمانی کو زخمی پر ڈیخا۔ خود بخود جہنم و اللہ فرماتے ہیں کہ اگر

کوئی یہ گمان کرے کہ اس پر اس ماں کی کچھ چیزیں کھلی گئی ہیں چاہو کہ ذریعہ تو

ایسا گمان غلط ہے۔ نام اوعلیٰ و دباہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی صوفی پانچ دن

کے فاقہ کے بعد اپنی بھوک کا اظہار کرتا ہے تو اس کو باز بھیج دیجئے اور کہنے کا حکم

روزی ملکا ہے۔

صوفیان باتوں کی طرف مائل نہیں ہوتے جو کسی طرح اور کسی نوعیت سے بھی شہوات

نفس سے مطابقت رکھتی ہوں۔ جو بات نفس کے لئے مشکل ترین ہوتی ہے اسی کو اختیار کرتے

ہیں۔ یہ لوگ نفس کے مخالف ہوتے ہیں حقائق نہیں۔ نفس کے ساتھ موافقت نہ اس گم ہوا کے

متعارف ہے جو ملاکت خیر ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ تاولیات کی تلاش و طلب مجہدہ نفس سے فرار ہے اور مرد و مہتر کی

تکمیل میں نفس کو قرار ہے، ایسی صورت میں صوفیا اس کو اختیار کرتے ہیں جو جسم پر بار اور نفس پر

ڈھار ہے۔ افضل الاحمال اشقھا علی البدن۔ بہترین اعلیٰ وہ ہیں جو جسم پر سخت اور

ڈھار تر ہوں۔

شہوات یعنی نفس کی خواہشات کا ارتکاب صوفیا نہیں کرتے۔ نفس کی سراد پر ایک قدم

بھی نہیں چلے، نفس کی آرزو و خواہشوں کو پوری نہیں کرتے، اسی لئے بزرگوں نے کہا کہ جو اپنی

ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں اور وہ ظاہری بھی ہوں۔

علوم الحركات والسكنات = اپنے اعمال و افعال کو دنیاوی اور اخروی اغراض و مقاصد سے پاک رکھیں۔ جو کچھ کریں وہ اللہ کی رضا کے لئے کریں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس سے محبت، دوزخ کے خوف اور بہشت کی لالچ میں نہ لی جائے۔ نہ لہر میں ہے کہ اس سے بڑا خاتم کون ہوگا جو دوزخ کے خوف اور بہشت کی لالچ میں میری عبادت کرے۔ اگر میں بہشت دوزخ کو پھیلانے کی تاک میں عبادت و پرستش کے لئے آئیں، رشتہ اور میری عبادت نہیں کی جاتی۔

وہر صیف المقامات = مقامات اس کو کہتے ہیں جس کا تعلق بندہ کے کسب سے ہوتا ہے اور حال اس کو کہتے ہیں جو بندہ کے دل میں بغیر کسب کے پیدا ہوتا ہے۔

الغیر = تو یہ گناہ کے ترک کا نام ہے اور یہ تمام مقامات میں اول مقام پر ہے۔

الزهد = دنیا کو ترک کرنے اور اپنے ظاہر و باطن کو دنیا کی طلب سے پاک رکھنے کا

نام ہے۔

الورع = شہادت کے ترک کو درجہ کہتے ہیں۔

الصبر = شکاریت کا ترک کرنا صبر ہے۔

الرضی = تقویٰ پر اعتراض کے ترک کا نام رضا ہے۔

التوکل = حق پر اعتماد رکھنے کا نام توکل ہے۔

المحبة = اللہ تعالیٰ کی محبت مقامات میں سب سے بلند اور درجہات میں سب سے اونچی درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہونے کے بعد کچھ کچھ باقی نہیں رہتا۔ ہاں! محبت کے غرات جیسے شوق، اُٹس و غیرہ کا ظہور ہوتا ہے۔ محبت سے آنے کوئی مت نہیں ہے۔ مگر ہاں! محبت کے مقدمات کچھ ہیں۔ جیسے توبہ، دوزخ، نذر و غم و امت کا اس پر اصرار ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت غرض ہے۔

والعروف = خوف ڈرنے کو کہتے ہیں۔ بزرگان دین مقلیدت یعنی ترک خوف سے

علم وراثت، علم ہاں کو کہتے ہیں جو بغیر کسی استاد و کتاب کے صوفیہ کے دلوں میں اللہ تعالیٰ ڈال دیا ہے۔ علم خدا و علم حدیث کی تحصیل کے بعد یہ حضرات اس علم وراثت کے لئے مخصوص ہیں اور غیرت انہیں حاصل ہوتی ہے۔

احوال شریفہ جو کہا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ صوفیہ بزرگ و بزرگ احوال کے لئے مخصوص ہیں۔ ان کے احوال کی کوئی انتہا نہیں۔ بلکہ ان میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ یہ احوال ایسے ہوتے ہیں جن کو نہ بیان کیا جاسکتا ہے اور نہ عبارت میں لایا جاسکتا ہے۔ احوال کا جو مالک ہے باقی جانتا ہے کہ وہ کیا لکھ رہا ہے اور جس کو ان احوال سے واسطہ ہے وہی سمجھتا ہے کہ وہ کہاں سے تال کر رہا ہے، لیکن صاحب حال کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ اپنے احوال کو عبارت میں لاسکتا ہے۔ ہاں! وہ بیان نہیں کرے۔ اس لئے کہ احوال تو اسرار ہیں۔ اگر ان کو کھل دیا جائے اور بیان کر دیا جائے تو پھر نہ رہائیں رہے گا۔

قولہ: فتکلموا فی علوم المقامات و عیوب المحركات والسکنات و شریف المقامات و ذلک مثل التوبة والزهد والورع والصبر والرضی والتوکل والمحبة والخوف والرجاء والمشاهدة والطهانية والیقین والقناعة والصلق والاخلاص والشکر والذکر والفکر والمزاجیة والاعتبار والورجل والتعظیم والاجمال والندم والحياء والجمع والتفرقة والفتا والبقاء ومعرفة النفس ومجاهدة النفس ورياضاتها وذاق الریاء والشهوة الخفية والشوک الخفی وکیفیه الخلاص منها۔

شرح: صوفیہ نے مقامات کے علوم، بزرگات و سکنات کے عیوب اور مقامات کے عیوب جیسے توبہ، زہد وغیرہ پر گفتگو کی ہے اور ہر ایک عنوان کی مختصر تشریف بیان فرمائی ہے۔

المقامات مابین الصوم و لایہ = ان مقامات سے دل کے وہ مقامات مراد

الوجہ = مجال باجہال کے مشاہدہ میں دل کی عاجزی و درمندی کو کہتے ہیں۔

المعظم = بزرگ رکھنا اور حرمت کے معنی میں ہے۔

الاحلال = بزرگ رکھنا، اور یہ بیعت کے معنی میں ہے۔

السم = گندھ عالات پر عمارت و شرمندگی کو کہتے ہیں۔

الحباء = اللہ تعالیٰ سے شرم کرنے کے معنی میں ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ سے

شرم رکھتے ہو۔ جیسا کہ شرم رکھنے کا حق ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! الحمد للہ! ہم لوگ اللہ سے شرم کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا شرم رکھنا یہ نہیں ہے بلکہ شرم رکھنا یہ ہے کہ سر اور جو کچھ سر سے متعلق ہے اس کا خیال رکھو، عقم اور حکم سے متعلق جو کچھ ہے اس کا خیال رکھو، صوت کو یاد رکھو، بیان کے نیچلے حصہ کو پوشیدہ رکھو اور جو آخرت کا طلب گار ہے وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دے۔ یہ جو کچھ کہا گیا اس پر عمل کرتا ہے، یہی حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے شرم رکھنا ہے جیسا کہ شرم رکھنے کا حق ہے۔

والجمع = جب بندہ کی ہمت تمام چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو طلب کرتی ہے تو

اس کو تنج کہتے ہیں۔

الطرقہ = جب بندہ کی ہمت تمام چیزوں کو طلب کرے تو اس کو تنفرق کہتے ہیں۔

بندہ غمی اور غمی مقدار میں کسی چیز کے ساتھ مشغولی اختیار کرتا ہے اتنی دوسری چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔ خواہ دنیا کا اختیار کرے یا غمی کو۔ جب کسی کی ہمت غمی سے الگ ہوتی ہے تو وہ دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے اور جب دنیا میں مشغول ہوتا ہے تو غمی سے دور ہو جاتا ہے۔ اور جب تنگنا ان دونوں سے الگ نہیں ہوتا مولیٰ کے ساتھ اس کی مشغولی نہیں ہوتی۔

الفناء = زوسمات کا محو و ان کی طرف فنا۔ فنا ہے۔ جیسے جہل۔ جب جہل فنا ہوگا تو حقیقہ علم باقی رہ جائے گا۔ جب معصیت فنا ہوگی۔ تو طاعت۔ باقی رہ جائے گی۔ جب غفلت فنا ہوگی۔ تو ذکر۔ باقی رہ جائے گا۔ اسی طرح تمام صفات مذمومہ کے فنا سے تمام

بیش خائف رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قطعیت کو ترک نہ کرو اور جو چاہو کرو۔ عام لوگ مذہب اور پکار سے ڈرتے ہیں۔

الرجاء = رہا کے معنی امید رکھنا ہے۔ بزرگان دین کا اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور اس کی رضا کے علاوہ اور کوئی امید نہیں رہتی۔ عوام کی امید و روخ سے نجات اور بخت میں داخل ہونے کی ہوتی ہے۔

المشاهدة = نور بعین کے ذریعہ دل سے دیکھنا ہے۔ ذریعہ البعین، دریدار عیاں میں فرق ہے۔

الطمانیۃ = طمانین کے معنی میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے ساکن رہنا ہے۔

الیقین = شک کو دور کر دینے ہوئے، یقین کرنا۔

القضاء = اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قسمت پر خوش رہنا۔

الصدق = احوال، اقبال اور اعمال میں سچائی برتنا۔

الاحلاص = اپنے کاموں کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دینا۔

الشکر = نعمتیں عطا فرمانے والے یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا۔

الدکر = اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہنا۔

الفسر = غور و فکر کرنا۔ اور اس کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) ازل میں غور کرنا کہ اس کی قسمت میں کیا لکھا گیا ہے۔

(۲) خاتمہ کے متعلق فکر کرنا کہ بندہ جانتے نہ جانتے کیا ہوگا۔

(۳) موجودہ وقت کے بارے میں غور کرنا کہ دیکھنے کیا سامنے آتا ہے۔

المسرفیہ = اللہ تعالیٰ کو سائر ناظر بنا کر خدا اور اس بات پر یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ان کے احوال کو جان رہا ہے۔ ان کی باتوں کو سن رہا ہے اور ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ ان چیزوں کا جاننا بندوں کے لئے تمام نیک کاموں کی اصل ہے۔

الاعتبار = اس چیز کے معنی چیز کو دیکھتے ہیں۔

لوگوں کی یہاں تک رسائی ہو۔ اہل انا اور اہل عیسیٰ و خزانہ باریکیوں کو جاننے اور پہچاننے ہیں۔ اور سہارنپور کی وجہ سے اپنے تمام حسرات کو آخرت کے لئے سیاست سمجھتے ہیں۔

اس فقرہ میں اگر سب سے زیادہ کوئی جھٹلا ہے تو وہ عطا ہیں۔ اس لئے کہ اپنے علم کی خسرو طاہرہ شہرت سے ان پر غور کی کیفیت جاری ہوتی ہے۔ اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ ان کی ہائی تعداد میں اجالہ و بیوقوفی کر رہے ہیں اور ان کی تعریف میں رطب الملبس ہیں تو اس وقت لڑائی سے جھوٹے کھٹے ہیں۔ اس وقت شیطان ان پر چھپ کر دار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی مخالفت اور امداد و نصرت تمہاری غرض ہے۔ واللہ عوذ اللعینہ = مدد سے شریف ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا اور درست ہے کہ میں اپنی نصرت کے لئے سب سے زیادہ پوشیدہ رہا اور تمہیں ہوتی خواہشات سے فریادوں کو کہیں پاس میں جتا دیا جائے۔

پوشیدہ دیا کالی رات میں کالے چتر پر کالی چھوٹی کے رنگ سے زیادہ پوشیدہ ہے۔ اہل اس راہ کے سانسین اس کی شرافت نہیں کر سکتے تو دوسرے کے شمار میں ہیں۔ اس شہوت نہاں یعنی گھمبیری خواہشات میں اصل چیز یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان صاحب عزت و مرتبہ بنانا پسند آئے اور نام و نمود و شہرت کی طرف دل لگانے۔

لام نورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگلے بزرگوں نے دو ہفتوں اور دو خواہشوں کو رد کر دیا ہے کہ ایک تو یہ کہ اس فائزہ زیب تن کیا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ پھٹا پرانا کپڑا اور گڑی کو اپنا لباس بنایا جائے جس سے دوسروں کو کراہت آئے۔

پوشیدہ اور گھمبیری ہوتی شہوت و خواہش تو عجب چیز ہے۔ بعض لوگ اپنے کو نر و درجہ عظیم مانتے ہیں، ان کے چہرے پیلے پڑ جاتے ہیں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ جاہل سے ہیں۔ کھٹے ہیں۔ بہت کم خیراک ہیں، عذرا بہت کم لیتے ہیں۔ چہرے کی زردی دیکھ کر لوگ یہ قیاس کر لیں کہ یہ شہبہ جاہل ہیں اور دین کے لئے ہر وقت مگر مند ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ پھٹے پائے اور میلوں کے پیرے پہنتے ہیں۔ لکھے ہوئے بال رکھتے ہیں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ دینی کاموں میں

صفتا محمودہ کی ہوتا ہے۔ فناء ہوتا چکا ہے۔

البقاء = بقاء کا معنی وہی ہے جو فنا کے غم میں گنہگار یعنی فحشہ کی خدمت ہے۔ یہ جامع صورت بنانا سے ذات کی ظاہر انہیں لیتے ہی صفت کی ظاہر اول لیتے ہیں۔ اور فنا سے ذات کی ظاہر انہیں لیتے۔ بلکہ صفت کی ظاہر اول لیتے ہیں۔ اس معنی کے رد سے میں وہ چیز انہیں ہے بلکہ اس چیز کا معنی مراد ہے۔ جب کسی چیز میں وہ معنی موجود ہے تو اس کو فنا کا نام دیتے ہیں۔ اور جب اس چیز سے معنی معدوم ہو تو اس چیز کو فنائی کہتے ہیں۔

معرفۃ النفس و معاہداتھا و ریاضاتھا = نفس کی معرفت، اس کے عبادے اور اس کی ریاضتیں۔

کہتے ہیں کہ نفس و روح قابل کے اندر طائف ہیں۔ جس طرح عالم میں شیاطین اور فرشتے ہیں۔ اور بہشت و دوزخ ہیں۔ ایک نیکوں کی جگہ ہے اور دوسری برائیوں کی۔ نفس کی مخالفت ہی میں تمام عبادتوں کا انداز ہے اور اس کی مخالفت ہی میں تمام عبادتوں اور ریاضتوں کا کمال ہے۔ نفس کی مخالفت ہی سے بندۂ اللہ تک پہنچتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخالفت رکھتا ہے اور اس کے ساتھ مخالفت تو سمجھ لیجئے کہ وہ اللہ کا دوست ہے اور اسی کے برعکس اگر کوئی نفس سے مخالفت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مخالفت تو وہ نفس کا دوست ہے۔ جو دوست کے ساتھ مخالفت رکھتا ہے وہ دشمن کا مخالف ہوتا ہے۔

وہابی النبی الزکاء و الشہوات العفنیۃ = ربیہ کی ہار نیکوں کو پہچاننا کوئی آسان نہیں اس کو غصہ نہیں ہی پہچان سکتے ہیں۔ ایک شخص نے کہا میں تمہیں حال سے پہلی صفت میں نماز پڑھنا تھا، ایک روز پہلی صفت میں شریک نہیں ہو سکا، کسی مسجد ربیہ سے مجھے دوسری صفت میں بکدلی۔ لوگوں نے صفت میں، کچھ کو کڑا ہونے دیکھا تو مجھے شرم آئے مگر لوگ آج مجھے دوسری صفت میں دیکھ رہے ہیں۔ اس احساس کے بعد مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ لوگوں کا صدف اول میں مجھے دیکھا یہ میرے نفس کی خرابی تھی۔ اور اس سے نفس کو راحت مل رہی تھی۔ خاص میں بائیں کی اس ہار نیکو، گہرائی کو سمجھ نہ سکا۔ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جن کے کام اس مثال سے مثالی ہوں۔ اور بہت کم

مادات والا سونا خالص سونا کے برابر نہیں ہو سکتا۔

تجفیۃ الخلاص منہا = نفس کی آئین سے نجات اسی مال میں ممکن ہے کہ بھوک

دیاس کے ذریعہ اور عبادات و ریاضت میں ڈال کر اس کی مخالفت کی چھری سے نفس کو زخم کر دیا

جسے کھینچ کر کھینچ کر نکال دیا۔ نفس سے کتنی طوالت سے خالی نہیں۔

غلاب چار ہیں: دنیا، خلق، شیطان اور ان۔ ان چاروں میں سب سے بڑا غلاب نفس

ہے۔ سلطان العارفین حضرت بابزیر سلطان قدس سرہ نے اپنی کتابا جات میں جب عرض کیا

الہی کیف الطریق الیک اسے اللہ رب العزت اچھٹکے پانچے کا راستہ کیا ہے تا تو آخر سے

جواب ملا دع نفسک و تعال۔ نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ۔

قولہ: ولہم ایضاً مستحبات من علوم مشکلة علی الفقہاء و

ذالک مثل الموارض و المواق و حقائق الاذکار و تجرید

التوحید و منازل التہذیب و جذایات السر و لایسی

المحدث اذا قبل بالندیم و عیوب الاحوال و جمیع

المتفرقات و الاغراض و ترک الاعراض

لہم مخصصون بالبنوف علی المشکل من ذالک

بالمنازل و المباشرة و الہوم ببلل المہج۔

(ارشاد شیخ ہے) نیز صوفیوں نے ایسے کام استخراج و اشتباہ کیا جو فقہاء کے لئے مشکل

ہیں جیسے عوارض، عواقب، اذکار، اذیاء، توحید، منازل، تہذیب، جنالیات، ترقیم کے

سامنے محدث کا معدوم ہو جانا، عیسیا، حوال، مجمع اسعقات، اغراض سے اعراض،

اغراض کا ترک، اور وہ مخصوص ہیں الہابات کے لئے کہ وہ مشکل امور سے واقف

ہیں۔ اپنے ذوق اور معاشرت کے ذریعہ صرف علم کے ذریعہ نہیں۔

شرح: الاستیساط الاستخراج = طرازی صوفی علوم کے ان مشکلات کو کتاب و روایاں

کرنے والے ہیں جو فقہاء پر مشکل ہیں۔ اور یہ استخراج نفس قرآن و امارت و آثار

اس وجہ متہمک و مشغول ہیں کہ پورا دھوئے اور کھینچ کر کرنے کی فرصت نہیں ملتی۔ اسکی باتوں سے

نفس کو غشی حاصل ہوتی ہے تسکین ملتی ہے اور لوگوں کے درمیان اس طرح کی جو باتیں جس قدر

ظاہر ہوتی ہیں اسی قدر نفس کو مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض لوگ اولیائے گنہگار

کو دوسے کیلئے عکس آئینہ کے پرانے کرتے اور پہلے پوٹاک استعمال کرتے ہیں تاکہ لوگ

یہ سمجھ لیں کہ سنت کی اتباع اس حد تک کر رہا ہے اور صوفیوں کی بیرونی مشاغل سے۔

اگر ان کو کھانے پینے اور دھوئے اور صواباں پینے کی ناپید کی جائے اور اس پر زور

دیا جائے جس طرح اگلے بزرگوں نے استعمال کیا ہے تو ان پر بہت جرئت کرتا ہے اور یہاں اظہار

کرتے ہیں کہ جیسے ان کی گردن مادی چاروی ہے۔

اس میں راز یہ ہے کہ اگر کھانے پینے اور اچھا لباس استعمال کرنے لگے تو لوگ ان

کو موت و قیامت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے اور یہی کہیں گے کہ کھانا کھانے آج کل زہر و درد بخشی

چھوڑ دی ہے اور عمارتیں ٹوٹ ہو گئے ہیں۔

اس طرح کی چھپی ہوئی خواہشات کی بہت ساری مثالیں ہیں جو اہل تصوف کی

نگاہوں کے سامنے ہیں اور وہی اس کا علاج جانتے ہیں وہ اس گنہگار سے کہنے لگے ہیں۔ مگر

زباں و عمارتیں میں گرفتار اور اسی پر مشرور ہیں کہ ہم بڑا کام کر رہے ہیں۔

الشوک الغلی۔ اہل تصوف کے نزدیک غیر حق سے فیض و نفع کی امید رکھنا اور غیر

حق سے خوف و امید کا معاملہ ہی شرک غشی ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں انصوحہ الصدقات الاصلہا لہا

اصلہ فنون کا اظہار بنیاد ہی تو حید ہے۔ یعنی نفع ہو یا نقصان، خیر ہو یا شرب کھانا کی جانب سے سمجھا

جائے۔ تو حید تو ایک جائے کا نام ہے۔ اور ایک جائے پر ہے کہ اس کے سوا اور کوئی نگاہ میں نہ ہو۔

اللہ کے ساتھ اگر کسی اور پر نگاہ ہے تو حید نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ دو یکنا اور دو یکنا

تو حید نہیں ہے۔

یہاں شرک ہے جو اصل ایمان کو زائل تو نہیں کرتا لیکن ایمان کی حقیقت کو ضرور مجروح

کرتا ہے۔ مثلاً خالص سونا بھی سونا ہے اور جس میں کچھ طلا ہو وہ بھی سونا ہے۔ لیکن قیمت میں یہ

جتنے ممکنات ہیں سب اپنی ذات میں عدم ہیں۔ ان کا وجود عارض ہے ذاتی نہیں۔ اسی لئے قابلِ بصیرت کی نگاہ ان کے عدم پر ہوتی ہے جو ان کی اصل ہے۔ ان کے (ظاہری) وجود پر نہیں جاتی جو عارضی ہے۔ ایک درویش نے فرمایا یس فی الوجو والالہ۔

نقل ہے کہ حضرت خلیفہ چندیروتہ اللہ علیہ کے ایک مرید کو چھینک آئی۔ انہوں نے کہا الحمد للہ۔ حضرت چندیروتہ فرمایا الحمد للہ رب العلمین کہو کیا قرآن میں الحمد للہ رب العلمین نہیں پڑھا ہے۔ مرید نے عرض کیا تھکے کدھ کے کدھ کیسے کدوں؟ خلیفہ نے فرمایا کیا یہیں جانتے کہ جب تھکے کدھ کم کے مقابل اور نہنے کیا جاتا ہے تو دلاشی ہو جاتا ہے۔

وہ صواب الاحوال = معصرت صوفی احوال کے بخیر کا علم کہتے ہیں، احوال، معاملات دل کا نام ہے۔ ان کا کیا معنی؟ دل میں جو مقامات پیدا ہوتے ہیں ان کی تہ کوئی انتہا ہے اور نہ ان کو عبارت میں لایا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ احوال اسرار میں۔ اگر اسرار کو گریہ تقریر کے ذریعہ افشاء کر دیا تو پھر اسرار اسرار کہاں رہے۔

وجمع المشرقات = طالب کے دل سے ہمت کی پریشانی کا پورے اور مکمل طور پر نکل ہوجانا متفرقات ہے یعنی جب بندگی ہمت کی ایک چیز کو طلب کرتی ہے تو اس کو فتح کہتے ہیں اور جب اس کی ہمت بہت ساری چیزوں کی طلب و تلاش میں رہے تو اس کو تفرق کہتے ہیں۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب تک بندہ کی نظر غرقِ حق پر رہتی ہے وہ تفرق ہے اور جب انہار سے نظر اٹھ جاتی ہے، وہ صرف حق بجانبِ ثانی پر نظر رکھتا ہے تو فتح ہے یعنی جب اس کی نگاہ میں یہ ہو کہ ”میں ہوں، میں نے کیا، میں نے وہ کیا“ تو کھینچے کدھ کی خودی کے ساتھ موجود ہے اور حق بجانبِ تعالیٰ سے دور ہے۔ یہی غرقت ہے۔ اور جب کسی کی نظر اس بات پر ہو کہ ”میں کوئی شخص نہیں ہوں نہ میرا کوئی کمال ہے“ تو اس وقت وہ اپنی خودی سے دور ہے۔ اپنے آپ کو نہ دیکھتا ہے آپ سے غرقت ہے حق بجانبِ تعالیٰ ہی پر نگاہ رکھتا ہے۔

والاعراض عن الاعتراض = تمام غرائز و مقاصد سے رخ موڑ لینا اعراض ہے یعنی بڑھ چڑھ نہیں کا حصہ ہے طالب کو اس سے غرض اور اس کی طلب نہ ہو۔ نہ دنیا میں نہ عقبی

ان پر جو احوال ظاہر ہوں، اپنے کو نہ اس حال کے آتش سمجھیں اور نہ کسی منزل و مقام کے مناسب جائیں۔ اگر اس حال میں نہیں آرام لے اور اس حال و مقام سے نفس کو سکون حاصل ہو یا ان کے سر کو اس حال اور منزل سے نسبت پیدا ہو تو انکی صورت میں وہ منزل پرست و مقام پرست ہوگا حق پرست نہیں۔ اگر کوئی شخص ظاہری یا باطنی طور پر حق کے علاہ کسی دوسری چیز سے آرام اختیار کرتا ہے تو وہ مشرک ہے، ایسی صورت میں قریب سے قریب تر ہونے کے باوجود اپنے کو سب سے زیادہ دور سمجھے، یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچ جائے جس کی قناسا ساما کام کرتا ہے، جو لوگ اس مقام کو دیکھ لیتے ہیں پھر اس مقام سے غر اور بھلائی پالنے میں اس کے باوجود وہ غم و خائف رہتے ہیں۔ اور یہی سمجھتے ہیں کہ وہ بہت پرستی کر رہے ہیں۔ یا خدا کے ساتھ مشرک کر رہے ہیں۔ کسی کا یہ مشرک ہے۔

ظاہر شود ترا خیردار خود را تو بفضل لی بھاکن

(تم اپنے کاس کے فضل و کم کے قصور سے، یہ ماحول بنا کر خود خیردار بنا کر خیردار بن جائے)

وجہایات السور = اس کے باطن میں ایک حال یا کوئی وقت ظاہر ہوتا ہے اور اس کا برابر اس وقت، حال سے اس اختیار کر لیتا ہے۔ جب اس حال سے اس اختیار کر لیا تو پھر وہ حق سے دور ہو گیا۔ من و حسی بمقامہ حجب عن امامہ جس نے اس مقام کے ساتھ اس اختیار کر لیا وہ اس کے مقام سے رک گیا۔

وتلاھی السجدات اذا قوبل بالقدم = تلاشی سجدت یہ ہے کہ جب سجدت کو قدم کے سامنے کیا جائے تو سجدت محرم ہو جائے۔ جب بندہ قنوت اور ادا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قنوت یا ادا اللہ کچھ پیتا ہے تو اپنے تمام افعال کو لا حسی و فیست و تائب و پائیت ہے۔ اس طرح جب سجدت کی قدرت کو قدم کی قدرت کے ساتھ اور تمام دوسری مقامات ملکہ سادہ سے موجود ہیں عالم کو واجب الوجود کی ذات کے سامنے برابر کیجے تو سب کو لا حسی اور نیست و تائب و پائیت گائے۔ اسی لئے کہا گیا ہے عند مظهر الحق ینور الخلق اور اس وقت کل من علیہا فان و یغی ورحہ و یکذو الحلال و الاکرام (مسورہ رحمن) کا جمال روشن داتا ناک ہوتا ہے۔

اگر کسی فقہیہ سے ان چیزوں کے بارے میں دریافت کیجئے جن کے لئے صوفی مخصوص ہیں جیسے غلاص، بیکل یا یہاں سے بچنے کی صورت قرآن کے لئے جواب مشکل ہو جائے حالانکہ یہ علم فرض نہیں ہے۔ اور ان سے ناواقفیت آخرت میں ہدایت کا موجب ہے۔

ہاں! اگر کیا ان اور عہدہ (فقہی مسائل) کے بارے میں پوچھتے تو یہی کسی تحریریں کر دیں، جلد کی جلد لکھ ڈالیں، ایسے دیے دتین نکات رسول بیان کریں جن کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر گھبر و زنت ہو بھی تو اس کے لئے معاملے شہر خانی نہیں۔ فقہی ضرورت کو پوری کرنے کے لئے یہ کافی ہیں۔ لیکن یہ لوگ تو رات دن اسی بحث میں لگے رہتے ہیں اور اسی کو یاد کرنے میں اپنا وقت گزاری دیتے ہیں۔ اور دین کے اہم کاموں سے غافل ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کاموں سے احتراز کرتے تھے اور یہ کام کسی دوسرے کے حوالہ کر دیتے، ہاں! اگر کوئی علم قرآن اور آخرت سے متعلق سوال کرتا تو اس کا جواب ضرور دیتے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جو علم ظاہر کے بھی امام تھے فرماتے ہیں کہ علم تو نبی آخرت کا توہین نہیں ہے۔

قولہ: حتی طالبو امن ادعی حالاً بینہا بدلائلہا۔

(ارشاد شیخ ہے) یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ان احوال میں سے کسی حال کا دعویٰ کرتا

ہے تو اس سے دلیل طلب کرتے ہیں۔

شرح: اور اس کی سند یہ ہے کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ نے حادثہ ﷺ سے پوچھا کیف

اصححت یا حسار فہ! اے عارضہ! تمہاری مجلس کی مجلس کی انہوں نے عرض کی

اصححت مومنہا حقاً میں نے اس حال میں سچ کی کہ میں دیکھتا تھا حقیقت یہ ان کا

دعویٰ تھا۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے صرف دعویٰ پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ ان سے اس دعویٰ کی

دلیل طلب فرمائی اور فرمایا کہ کل حقیقۃ فہما حقیقۃ ایمانک ہر چنانچہ کی ایک

حقیقت ہوتی ہے اور تمہارا ایمان ان کی حقیقت کیا ہے؟

حادثہ ﷺ نے اپنے دعویٰ کی دلیل یوں پیش کی عرفت نفسی عن الدنیا میں نے

میں۔ اس لئے کہ دنیا اور نبی دنیوی نفس کا حصہ ہے اور جب تک کہ کوئی اپنے حصے فکر و غرض میں لگے ہے، دنیا و آخرت کے ساتھ ہے اور اپنی خود کے ساتھ ہے۔ وہ حق سے محجوب ہے۔

متمثلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر مجھے بتلایا جائے کہ بہشت لوگوں یا دوزخ، تو میں دوزخ کو قبول کروں اس لئے کہ بہشت نفس کی مراد اور اس کی طلب ہے اور دوزخ دوسرے کی مراد ہے۔

ولسک الاحتراض = اعتراض کا ترک یہ ہے کہ تقریر میں جو چیز لکھ دی گئی اور ان میں سے جو مشکل، دشوار اور کھن معلوم ہو ان پر زبان صرف بند رکھے۔ مجھے یہ چاہیے، وہ نہیں چاہیے، ایسا کیجئے اور دوسرا نہ کیجئے۔ اس طرح کی باتیں زبان پر نہ آئیں۔ سوئی نے جو احکام نافذ کر دیئے ہیں اور جو کچھ تقریر میں لکھ دیا ہے بندہ کو اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ جب تک بندہ سر تسلیم نہیں کرے گا اور اپنی برضا نہیں رہے گا تقریر پر اعتراض کرتا رہے گا۔

فہم مخصوصون بالموقوف علی المشکل من ذلک، بالنزائے والمباشرۃ والہجوم بذلل المہج۔

(صوفیا اس بات کے لئے مخصوص ہیں کہ رولہ طریقت کی مشکلات سے دوقی اور

مباشرت کے ذریعہ واقعہ ہیں صرف علم کے ذریعہ نہیں۔) یعنی دوزخ طریقت کی مشکلات کا مزہ

چکھتے ہوئے اور ان سے گذرے ہوئے ہوں۔ (مترجم)

منالزلت نزول سے بتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک کہ کسی مقام میں نہیں پہنچا

ہے اس مقام کی اسے خبر نہیں۔ جو شخص کسی منزل کی خبر دیتا ہے وہ اس وقت تک منزل کی خبر نہیں

دے سکتا جب تک اس منزل پر پہنچا نہیں۔

والہجوم = اچانک آ جانا۔

والمہج = مہجہ کی جگہ ہے اور یہ روح کے معنی میں ہے۔

وہ علم جو ان کاموں کے حدود و حقائق، اسباب و اثرات اور علاج پر مبنی ہو وہ آخرت کا علم

ہے۔ اور علمائے آخرت کے فتویٰ کے مطابق فرض نہیں ہے۔

وَمَنْ أَشْكَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ دَقَائِقِ الْفَقْهِ يَرْجِعْ فِيهِ إِلَى الْمَلِكِ
الْمُقْبِرِ وَمَنْ أَشْكَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ غُلُومِ الْأَحْوَالِ وَالرِّيَاضَاتِ
وَدَقَائِقِ الدُّرْعِ وَمَقَالَتِ الْمُتَوَكِّلِينَ يَرْجِعْ فِيهِ إِلَى الصُّوْفِيَّةِ
لَا إِلَى غَيْرِهِمْ وَمَنْ فَعَلَ غَيْرَ ذَلِكَ فَقَدْ أَخْطَأَ

(ارشاد شیخ ہے) کہ جو شخص کو ان چیزوں کا وہ احباب حدیث، فقہ اور صوفیاء کے علوم میں سے کوئی مشکل پیش آئے تو اس پر لازم ہے کہ اس مشکل مسئلہ میں اس علم کے اہل علموں کی طرف رجوع کرے۔ یعنی اگر کسی علم حدیث اور روایات حدیث سے متعلق کوئی مشکل آجائے تو اس کو ائمہ حدیث سے رجوع ہونا چاہیے فقہاء کی طرف نہیں۔ جس شخص کو فقہ کے دقائق میں سے کسی مسئلہ میں دشواری معلوم ہو تو اسے ائمہ فقہ کی طرف رجوع ہونا چاہیے، اسی طرح کسی علوم و علوم، ریاضات اور درج کے دقیق نکات اور متکلمین کے مقالات کی مشکلات کو حل کرنا ہے تو اس کو صوفیاء کی طرف رجوع ہونا چاہیے، نہ کہ کسی دوسرے شخص کی طرف رجوع ہوگا۔ اور جس نے برعکس کیا تو اس نے یقیناً غلطی کی۔

شرح:

صوفیاء ہی اس علم کے لئے مخصوص ہیں۔ یعنی فقیہ کے آفات کو بھی لوگ جانتے ہیں، فقیہ کو بھی لوگ پہچانتے ہیں، اصحاب فقیہ کے لئے جو یا نہیں ہیں ان سے بھی لوگ واقف ہیں۔ اخلاقی کو کیا کیزہ مانے کا علم انہیں کے پاس ہے اسی طرح تمام علوم و حکمت کے واقف کار بھی حضرات ہیں۔ اس کے حکیم بھی لوگ ہیں۔ فقیہ، دنیا اور شیطان کے علم کو جاننے والے بھی لوگ ہیں۔ اپنی حکمت سے اپنے کو ان سے بچا کر رکھتے ہیں۔

احوال احوال کے شرات ہیں۔ اعمال پر تربیت کی بنیاد ہے، احوال اسرار کی صفات ہیں۔ جس کے ظاہری معاملات پاک و صاف نہیں ہوں گے اس کے باطنی احوال درست نہیں ہوں گے۔ حال اس معنی کہ کہتے ہیں جو بغیر کسی قصد و ارادے سے کوس پر بار دہرہ چاہے وہ معنی ہوا

اپنے نفس اور دنیا میں دوسری چیز کر لی ہے۔ واعظات نہاری دن کروڑوں رکعتیں ہوں واسہولت لیلی شب بیداری کرتا ہوں واسواری عندی ذہبها وفضتها وحصوها وصدورها میرے نزدیک سونا چاندی اور دیکھنے کا کینٹ پتھر برابر ہیں وکافی انظر الی عرش الرحمن بارز اور ایسا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے عرش کو ظاہر اور عیاں دیکھتا ہوں وکافی انظر الی اهل الجنة بتوازیوں والی اهل النار بتوازیوں اور ایسا ہے کہ میں جنت والوں کو دیکھتا ہوں کہ زیارت کر رہے ہیں اور دوزخ والوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ فریاد کر رہے ہیں۔ چاروں کی یہ دلیل اس کہ حضور ﷺ نے فرمایا اصعب فالوہ۔ ہاں البتہ تم راستے پر لگ گئے، اسے اپنے لئے لازم کرلو۔ قولہ: وکلموا فی صحیحہا و سقیمہا لہم حماة الدین و اعیانہ و احوالہ۔

(ارشاد شیخ ہے) صوفی احوال کی صحت اور اس کی مقامت پر گفتگو کرتے ہیں، یہ حضرات دین کے معنائی، اس کے گنجبان، مشرب و دینے والے اور مامور و مہکے ہیں۔ یعنی صوفیاء صحاح کو سقیم (برے) حال سے الگ کرنے والے ہوتے ہیں۔ برہ

صفت جو نہ کہ اللہ سے قریب کر دے اور جو نہ کہ اللہ کے دوستوں کی فہرست میں شامل کر دے وہ حسب کی سب صوفیاء کے اندر پائی جاتی ہیں۔ ظاہری درجات سے گزر کر دین کے اسرار و دقائق تک پہنچتے ہوتے ہیں۔ ملک و ملکوت میں جو کچھ ہے وہ سب ان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہتیں، اشیا اور اشیا کی حکمتیں جیسی کہ ہیں انہیں جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ شر کے لئے جتنے کو لاکھ دستان ہیں ان تک ان کی رسائی ہوتی ہے اور حقیقتاً مقتدر الٰہی کے درجات پر فائز ہوتے ہیں۔ اور الشیخہ صفا صفا النبویہ شیخ غنی کی جانشینی کی سند پر مطلوہ افروز ہوتے ہیں۔

قولہ:

ثُمَّ أَيْ كُلِّ مَنْ أَشْكَلَ عَلَيْهِ عِلْمٌ مِنْ غُلُومِ الْفَلَاقَةِ عَلَيْهِ أَنْ يَرْجِعَ فِيهِ إِلَى الْمُتَهَبِّاءِ فَسَيُشْكَلُ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ غُلُومِ الْخَلِيدِثِ وَمَصْرُفَةِ الْإِحْجَالِ يَرْجِعْ فِيهِ إِلَى الْمُتَهَبِّاءِ الْمُخَلَّدِثِ لَا إِلَهَ إِلَّا الْفَقْهَاءُ

فصل ۶

علم تصوف سے متعلق صوفیاء کے اقوال اور ان کے آداب کے بیان میں

قولہ: فصل فی ذکر اقاویہم فی التصوف وادابہم

(ارشاد شیخ ہے) یہ فصل علم تصوف میں صوفیوں کے اقوال اور ان کے آداب میں

ہے۔

شرح: التصوف ماحوۃ من الصفاء والصفاء محمود فی کل لسان۔ صفا کا لفظ

تمام زبانوں میں پسندیدہ اور محمود ہے، صفا کی ضد کدورت ہے اور یہ تمام زبانوں میں

مذہب ہے۔ حدیث شریف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اھلب الصفاء من

الدنیا وبقیت الکدورت لالموت تحفة للمسلم۔ صفا دینا سے رخصت ہو

گیا کدورت باقی رہ گئی۔ موت ہر مسلمان کے لئے تحفہ ہے۔

لفظ ”صوفی“ صفا سے بنا اور یہ نام اس جماعت کے لئے غالب ہو گیا۔ یہاں تک کہ کہا

جانے لگا ”صوفی“ اس جماعت کے لوگوں کو صوفیہ کہتے ہیں اور جن لوگوں نے اس پر کون سے

واحد کر لیا ہے ان کو مشغوف کہتے ہیں۔ اور اس جماعت کے لوگوں کو مشغوف کہتے ہیں۔ اور یہی

کہتے ہیں کہ ان ناموں کے لئے عربی قواعد کے رد سے کوئی ثبوت و شہادت نہیں ہے نہ قیاس نہ

احتجاج۔

اور یہ بات بالکل صاف و واضح ہے کہ یہ لفظ بہ طور لقب ہے۔ اور ان کا نام جس

زبان، ربط، توشیح یا شوق۔

ومن فعل خیر ذلک فقد اخطأ، جھکا گیا اس کا مہم یہ ہے کہ اگر علم حدیث کی

مشکلات کو فقہائے پوچھا جائے، فقہی مسائل کو اصحاب حدیث سے دریافت کیا جائے یا احوال و

ریاضات کی باتیں غیر صوفی سے پوچھنے کی کوشش کی جائے تو یہ یقیناً ظلمی اور خطا ہے۔ جو چیز

جہاں کی ہے اس کو اسی مقام اور اسی محل میں طلب کی جائے جیسے اگر سونے کی تلاش ہے تو صدف

میں دھوڑ دے اس لئے کہ اس کی جگہ وہی ہے سورج کو بروج میں دیکھنے اس کے نکلنے کی جگہ وہی

ہے اور شہر کو کسی کے چھتے سے لگانے۔



شرح: مختلف کسی نے کہا "صوفی" وہ ہے جس کی ملک میں کچھ نہ ہو۔ اگر اس کے پاس کچھ آئے

بھی تو وہ دوسروں کو دے۔ اس کے دل میں اس بات کی خواہش نہ ہو کہ دنیا کی کوئی چیز

بھی اس کے پاس ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے کبھی یہ پسند نہیں فرمایا کہ کوئی

رات بھی آپ کی انہی گھر سے جس میں دنیا کی کوئی چیز بھی آپ کے پاس رہ جائے۔

دوسرے نے کہا "صوفی" وہ ہے جو اپنے دل کا لذت قالی کے لئے صاف و شفاف بنا کر

رکھے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طلب اس کے دل میں نہ ہو۔ جس مقام میں بھی اس کی پہنچ

ہو اس کو چھوڑ کر آگے بڑھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے، کسی مقام میں اس کو آرام نہ ہو،

اس لئے کہ صوفی کی مشہا اللہ تعالیٰ سے دوسرا کوئی مقام نہیں جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا وَائِي إِلٰهِي

وَيْتَكَ الْمُسْتَهْنِي (النجم/ ۴۶) (اور یہ کہ سب آپ کے پاس ہی پہنچتا ہے) یہاں

پر ان الٰہی المقام المستہنی نہیں کہیں۔ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا مَصِيفًا اِلَّا كَهَقَامِ

مُطْعَمٍ ہَمْزِ شَتْوٍ میں سے کوئی فرشتہ ایسا نہیں جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا یہ مقام ہے۔ اس مقام

سے آگے اس کی گھر نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فرشتے اصحاب مقام ہوتے ہیں اور

آدمیوں کی وہ ذات ہے جن کا کوئی مقام نہیں۔ اگر ان کی قیام گاہ ہے تو صرف اپنے پروردگار کی

بارگاہ

قولہ: **كَيْدًا كَمَا يُفْرِدُ أَحَبِّ عَلِيٍّ طَاهِرِ الْمَذْهَبِ مِنْ خَيْبِ**

الْمَعَامَلَاتِ.

(ارشاد شیخ ہے) اگر وہ سائیں مرید ہے تو معاملات کے رو سے ظاہری مذہب کے

مطابق جو اس پر پائے گئے گا۔

شرح: یعنی وہ معاملات ظاہری جن کا سر یہ ہو سکے اور جس میں اس کا کوئی گھر بھی ہو جیسے

توبہ ترک دنیا ترک شہوات، ترک لذات، عزت و خلوت، اور اور دو طرف اور غراز و

روز و وغیرہ۔

قولہ: **وَأَنَّ كَانَ مَوْسَطًا أَحَبِّ مِنْ حَيْثِ الْأَحْوَالِ.**

صفائی سے آراستہ ہوتا ہے اس کی وجہ سے ان کو صوفی کہتے ہیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ لفظ لغت کے رو سے بھی ہے تصوف اسی لبس الصوف

کسما بقال نقص ای لبس القميص۔ (تصوف یعنی صوف پہنا، جیسے کہتے ہیں قمیص یعنی

قمیص پہننا)

حضور نبی کریم ﷺ کے جہد مبارک کے بعد بزرگوں کو بھی یہ ان کے بعد کے لوگوں کو

تائین، تائین کے بعد کے لوگوں کو تچ تائین اور ان کے بعد والوں کو باز و مبارک کہا جاتا۔ ان

کے بعد اہل بدعت پیدا ہو گئے اور سب نے اپنے زاہد و عابد ہونے کا دعویٰ کر لیا۔ اہل سنت و

جماعت کے خواص اس نام (صوفی) سے غرور ہوئے اور اسی نام سے مشہور ہو گئے، یہاں تک کہ

بہی نام ان کی شناخت بن گیا۔

آداب کی حقیقت انہی اور پسندیدہ خصوصیات کا جمع ہونا ہے۔ مذہب اس لئے

مذہب کہتے ہیں کہ کچھ اور پسندیدہ پیش منشی جو ہونی چاہیے وہ سب ان میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا

جس شخص میں تمام انہی خصوصیات و عادات جمع ہوں وہ ادیب ہے۔ لیکن لفظ ادیب کا استعمال

لوگوں نے اس طرح مروج کر لیا ہے کہ جو شخص علم لغت اور صرفہ و نحو کا دانے والا ہے وہ ادیب

ہے اس گفتگو کا اصل یہ ہے کہ جو پسندیدہ صفات و کمالات ہو وہ ادیب ہے۔

جماعت صوفی شریعت کے تمام آداب سے آراستہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ذرہ برابر ہے

ادبی اور ہے مگر باری باری قربت کے لائق نہیں۔

قولہ: **اِخْتَلَفَ أَجْوَدُ الْمَشَائِخِ فِي الصُّوفِ لِإِخْتِلَافِ الْأَحْوَالِ وَكُلِّ**

أَجَابِ عَلَيَّ حَسْبِ حَالِهِ أَوْ عَلَيَّ قَدَرِ مَا يَحْتَمِلُ مَقَامُ السَّائِلِ.

(ارشاد شیخ ہے) تصوف کے بارے میں مشائخ کے جوابات میں جو اختلاف ہے وہ

احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔ ہر ایک نے یا تو اپنے حال کے مطابق

جواب دیا ہے یا مسائل کا مقام جس بات کا تحمل ہو سکے اس کو سامنے رکھتے ہوئے

جواب دیا ہے۔

جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی قربت صفت میں ہے مکان میں نہیں۔ چنانچہ جو شخص جتنا بڑا عالم ہے اور علم میں جتنا بڑا مقام رکھتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہے۔

یہ تقریر اس بات کی دلیل ہے کہ پوری جماعت صوفیہ کے لوگ اعلیٰ علم ہوتے ہیں۔ اس راہ میں پہلا مقام ”علم“ ہے۔ جو بغیر علم کے عبادت کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ جس طرح ساقیوں۔ جو توحید کی باتیں کرتے مگر حیرت انگیز نہیں رکھتے۔ اسی لئے ان کو کاذبین کہا گیا۔

قولہ: **فَالْعِلْمُ بِكُشْفِ حُكْمِ الْمُسْرَادِ وَالْعَمَلُ يُعْمِلُ عَمَلِي الطَّلِبِ وَالْمَوْجِبَةُ يَبْلُغُ غَايَةَ الْأَمَلِ**

(ارشاد شیخ ہے) ”علم مراد کی راہ کو حل دیتا ہے عمل طلب میں ان کی مدد کرتا ہے اور

موجبہ صفت کو دکھائی دیتی ہے۔“

شرح: علم ان کی مراد یعنی طلب و مقصود کی راہ ان پر کھول دیتا ہے۔ عمل ان کی طلب یعنی مقصود کے حصول میں ان کی مدد کرتا ہے اور موجبہ صفت یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشش، دعا ان کو امریک کی غایت و انتہا تک پہنچا دیتی ہے جو ان کا مقصود و مطلب ہے۔ درحقیقت وہ بات ہے جو کہی گئی ہے کہ حلیہ من جملہ بات الحق تواری عمل الظلمین (اللہ تعالیٰ کی کشتیوں میں سے ایک کشتی ہے جو دونوں جہان کے عمل کو ڈھاک لیتی ہے)۔

قولہ: **وَأَهْلُهُ عَمَلِي ثَلَاثَ طَبَقَاتٍ مُرِيدَ طَالِبٍ وَ مَتَوَسِّطٍ مَسْأَلُو**

مَسْتَهِي وَأَصِلْ

(ارشاد شیخ ہے) اہل تصوف تین درجے کے ہیں (۱) مرید طالب (۲) متوسط مسائر

(۳) مستہی واصل۔

شرح: اہل تصوف تین درجے کے ہیں ایک مرید طالب ہیں اور طلب کا استعمال ظاہری معاملات میں کرتے ہیں، دوسرے متوسط ہیں جو راہ طے کرنے والے ہیں، یہ سیر کا استعمال دل کے احوال میں کرتے ہیں، تیسرے مستہی واصل ہیں۔

وصول و طر پڑے ہے۔ ایک تو وہی ہے جو طے طے کر رہے ہیں، کہ المسلم باللہ

(ارشاد شیخ ہے) ”گروہ مکمل متوسط ہے تو اس کے احوال کے مطابق جواب دیا جائے گا۔“

شرح: یعنی اس کے احوال کے مطابق ایسا جواب دیا جائے گا جس کا وہ مکمل ہو سکے اور اس میں ناکامی بھی ہو چھوٹے فرق، غلط فہمی، غلط اور ہیبت وغیرہ۔

قولہ: **وَأَنَّ كَائِنًا غَايَا أَجِيبَ مِنْ حُجَّتِ الْحَقِيقَةِ**

(ارشاد شیخ ہے) ”گروہ مکمل ناراض ہے تو اسے حقیقت کے رو سے جواب دیا جائے گا۔“

شرح: یعنی حقیقت کے رو سے اس کو ایسا جواب دیا جائے گا کہ اس کا مقام اس کا نقل ہو سکے، اور وہ اس کے لئے فائدہ مند بھی ہو۔ حقیقت ایسی چیز ہے کہ کسی وقت بھی کبھی بچے اور نہیں بھی ہو سکتی ہے۔ یہاں اس کا رد نہیں ہے۔

ایسا کہ کوئی یہ سوال اٹھائے کہ عارف کو کیا ضرورت کہ وہ کسی دوسرے سے پوچھے اور وہ اس کا طرح جواب دے کہ اس عارف کا مقام اس کو برداشت کر سکے۔

اب سوال کا جواب یہ ہے کہ جب قدرت کے عجائب و خراپ کی کوئی انتہا نہیں ہے تو مکاشفات کی بھی انتہا نہیں ہے۔ لہذا مرید و ضاد و اور طریقینان تکب کے لئے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں ایک بزرگ نے فرمایا میرے دل پر ایک بات ظاہر ہوئی اور مجھے اس کا کشف ہوا لیکن چاہیں وہ تکب اس بات کو کہیں نے اپنے دل میں جگ نہیں دی جب تک کتاب و سنت یعنی قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت اور اس کو خبر نہیں ملے گی۔

قولہ: **وَأَظْهَرُ مَا كَانَ قَبْلَ بَعْضِهِمْ أَوَّلُ التَّصَوُّفِ عِلْمٌ وَأَوَسَطُهُ عَمَلٌ وَآخِرُهُ مَوْجِبَةٌ**

(ارشاد شیخ ہے) اور ظاہر ترین جواب اس مسئلہ میں یہی ہے جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تصوف کا پہلا علم ہے اس کا وسط عمل ہے اور آخر خلا، و بخشش ہے۔

شرح: یعنی اس جماعت صوفیہ کے لوگ ہم شریعت و صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالص حاصل کرتے ہیں، پھر محض اللہ کے لئے اس علم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اس کے بعد آخر میں وہ معانی میں حاصل کرتے ہیں جن سے اللہ رب العزت کی قربت کے راستے بن

قولہ: **فَالْمُرِيدُ مَعْتُوبٌ لِّمَنِ طَلَبَ الْمُرَادَ.**

(ارشاد شیخ ہے) مرید طلب مراد میں رنج و تکلیف اٹھانے والا ہوتا ہے۔

شرح:

یعنی مرید عاقل و جستجو میں رہتا ہے اور عاقل و جستجو میں پریشانی اور بلا کے سوا کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ مطلوب جس درجہ و ترقی کا ہوتا ہے اس کے حصول میں پریشانی بھی اسی درجہ کی ہوتی ہے، جب مطلوب بہت زیادہ عزیز اور محسوس ہے تو اس کی طلب میں بھی اتنی ہی زیادہ دشواریاں ہیں اور یہ بات طے ہے کہ حق بجانب تعالیٰ سے زیادہ کوئی شے عزیز اور محترم نہیں تو یہ بات بھی سچ ہے کہ اس کے طالب کو اس کے طلب میں آسانیوں کہاں نصیب ہو سکتی ہیں۔ مثل ہے کہ ”عاطشی انقلاب را آسانی بنود“ ”سورج کے عاشق کو آسانی اور آرام وہ فیت کہاں نصیب۔“

قولہ:

وَالْمُسْتَوْسَطُ مَسْطُوبٌ بِأَدَابِ الْمَنَازِلِ وَهُوَ صَاحِبُ تَلَوِّينِ لَا تَكْثِيرِ يَوْ تَقِي مِنْ حَالِ إِلَى حَالٍ وَمِنْ وَصْفِ الْإِلَى وَصِفِ وَهُوَ

فِي الزِّيَادَةِ.

(ارشاد شیخ ہے) متوسط وہ ہے جس سے آداب منازل کا مطالبہ ہوتا ہے وہ صاحب تکوین ہے اس لئے کہ وہ ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف ترقی کرتا ہے اور وہ اس کی زیادتی میں رہتا ہے۔

شرح:

متوسط اسے کہتے ہیں جس سے منازل کے آداب کا مطالبہ ہو۔ وہ صاحب تکوین ہے۔ کیونکہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف اور ایک صفت سے دوسری صفت کی جانب ترقی کرتا ہے، اس ترقی میں وہ اوّلیٰ سے اعلیٰ کی طرف پروتارہتا ہے، تکوین

ارباب احوال کی صفت ہے۔

قولہ:

وَالْمُسْتَهْفَى الْوَأَصْلُ مُحْصَلٌ قَدْ جَاوَزَ الْمَقَامَاتِ وَهُوَ فِي

مَحَلِّ التَّحْكِيمِ لَا يَغْيُرُهُ الْأَحْوَالُ وَلَا يُؤَثِّرُ فِيهِ الْأَهْوَالُ.

(ارشاد شیخ ہے) مستہفے وہ ہے جس سے وہ جذبہ میں ہوتے ہیں، وہ تمام مقامات

ایک کرنے کی حد تک بھی اس کی یاد سے غافل اور غائب رہتا ہے وہ ہرگز اس تک راہ نہیں پاتا۔

یعنی اگر ایک پہلے اور ایک آخر بھی اس کی یاد چھوٹ گئی تو اس کی تکلیف اس کا دیکھنا نہیں ہو سکتی۔ اسی خوف سے اس کی ایک سانس بھی اللہ سے غائب نہیں ہوتی۔

حاصل کلام یہ کہ صاحب وقت، وقت کے حکم پر چلتا ہے، صاحب حال، حال کے حکم پر عمل کرتا ہے اور بھی اسے کہتے ہیں چنانچہ نفس پر قیاب ہوتا ہے، جب نفس پر حق نصرت حاصل کر لیا تو اسے داخل کیا جاتا یعنی اوصاف بشری کو اس نے جڑ سے اکھڑ پھینکا، غائب سے نکل آیا، ملک ملکات اس پر مکمل گئے۔

سانسوں کی گنتی کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ سانس کی گنتی کا خیال رکھنا چاہیے اگر تم نہیں

منو کے قورہ کو کھٹا کر لے گا جیسا کہ قریناً اللہ تعالیٰ ہم دعا (لعمریہ) (۸۴/۸) (بیشک ہم ان

کی ایک ایک سانس کا حساب کریں گے) جب آدمی اپنی سانس کی گنتی خور کر مارے گا اور اس کا شمار

رہے گا کہ تو قیامت میں اس کا حساب دینا آسان تر ہو جائے گا۔ اس لئے اگر شمار کرنے کے معنی

کسی چیز کی گنتی نہ کریں گے بلکہ سانسوں کی حفاظت اور اس کا خیال رکھنا ہے۔ جب تک کسی چیز

پر عمل نہیں ہوگا اس چیز کا حاصل اسے کہاں مل سکتا۔ یعنی سانس کی اس حفاظت میں ناپ حاصل

ہونا چاہیے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ آدمی جب کسی سرگرمی پر بھٹکتا ہے تو وہ ذاتاً تر ہو جاتا ہے اسی وجہ

سے اس کی تلاش و آرزو بڑھتی جاتی ہے۔ یہ لوگ نہ اپنی کوئی بات بولتے ہیں اور نہ اپنا کوئی کام

کرتے ہیں جو ادب اور نرمی کے خلاف ہو۔ یہ حفاظت اس کی رنگ و بے میں ہو، تاکہ لڑکی

بات کی گزند میں نہ ہو جو ادب و احترام کے خلاف ہو جس قدر ادب و احترام میں اضافہ ہوگا

وہی قدر نفس کی حفاظت بھی بڑھے گی، یہاں تک کہ ہر وقت کی حاضری و حضور کا شرف حاصل ہو

جائے گا، ایک سانس بھی وہ حضور سے غائب نہیں رہے گا اور نہ ایک پہل حضور سے اوٹل ہوگا،

نہ ایک ہلہ حضور کے بغیر زبان سے ادا ہوگا اور نہ ایک حرکت حضور کے بغیر ہوگی، اگر ایسا ہوا تو

پھر اس کی جگہ سے نکلنا مشکل اور عذاب سے بچھڑنا دشوار۔ المخلصون علی خطر عظیم

ہے۔

نے جو کر لیا وہ کر لیا لیکن اس وقت وہاں پر نہ لیا بھی نہ جو دتھیں۔ ان کے جسم کا ایک زواں بھی متا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ وہ حضرت یوسف کے معاملہ میں صاحب تکین ہو چکی تھیں۔

قولہ: فمقام السربد المجداہدات والمکابدات وتجوع

المداورات ومجانبة الحفظ وما للنفس فيه متعة.

(ارشاد شیخ ہے) سر یہ کا مقام مجاہدے کرنا، سختیوں، جہیلانہ، کڑے کمونٹ پیٹا اور نفس کی

لذتوں سے دور رہنا ہے۔

شرح: یعنی سر یہ کا کام نفس کو آرام دینا اور اس کی مراد کو پوری کرنا نہیں ہے۔ اس میں زہد

برابر نہیں اور رخصت نہ ہر قابل ہے۔

المجداہدات = اللذاتی کے لئے کسی سے جھگ کرنا مجاہدات ہے۔

المکابدات = سختی جہیلانہ۔

یعنی نفس کی مخالفت سے بڑھ کر نفس کے لئے کوئی سخت اور تلخ چیز نہیں ہو سکتی۔ اور نفس کی مخالفت ہی میں نفس کے شر سے سلامتی مل سکتی ہے۔ نفس کے کر کے اللذاتی ہی نکال سکنا ہے، اگر ایک ہلکے کے لئے بھی نفس کو سوچ دے دیا تو کچھ چاہئے کہ وہ ہزاروں دن بائیمہ دے گا اور ہزاروں ساتے لاکر کھدے گا کسی حال میں بھی نفس کو خیر اور بھلائی کرنے والا نہیں سمجھتا چاہئے۔ اگر سو ہزار سال تک بھی نفس پر قبضہ نہ رہے، اس کی مخالفت کرتے رہے۔ نف ایک بار اس کی مراد پوری کر دی تو وہ تمہاری سلامتی، ملامت، دلی کوڑے پرین دے گا اور بہاد کر کے کھدے گا۔ ابی کوئی نے کہا ہے۔

آنچه با من این گشتنم آن کند کافر کم کافر دم آن کند
(میر سے ساتھ میرا یہ نہیں جس جو کچھ کر رہا ہے جسم پر دم کے ٹکا رہی وہ نہیں کر سکتے)

ففس کے کچھ حقوق ہیں اور حقوق سے زیادہ جو کچھ ہے وہ سب لذتیں ہیں۔ حقوق بس

ملنے کے لئے ہوتے ہیں وہ مقام تکین میں ہوتے ہیں، نہ ان کو احوال متخیر کرتے ہیں اور نہ

احوال سے متاثر ہوتے ہیں۔

شرح: یعنی جو بشریت کو بڑے اکھاڑ پھینکا ہے، غلامت کے حجاب سے نکل آتا ہے، نفس پر

قابض اور پرچ پالینا ہے اور ملک، ملکوت و جبروت کے سحر نئے کشف میں کشت لگاتا ہے

ای کو کبھی کہتے ہیں اور ای کو اصل بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے احوال و

احوال متخیر نہیں کرتے۔ اور احوال یہ نہیں ہے کہ بندہ کے اندر کسی طرح کا تغیری نہ

ہو۔ یہ بات تو محال ہے اس لئے کہ بندہ بشر ہے اور ایک حال سے دوسرے حال کی

طرف ہونا اس کی لازمی صفت ہے، اس سے مراد اصل یہ ہے کہ جو حقیقت کشف

ہو وہ اس سے پیشہ و نہ رہے، اس میں کوئی کمی نہ ہو، لیکن جو صاحب تکون ہوتے ہیں

ان کے لئے یہ جائز ہے کہ ان کے کشف میں کمی ہو بشری صفات کے ظہور کے وقت

وہ اور اس کی حقیقت بعض احوال میں اس سے پیشہ رہے۔

وہ اصولی = مجذوب کے معنی میں ہے۔ یہ جذبہ سے بنا ہے جس کے معنی ہے اللذاتی

کی وہ قدرت جو نہ دیکھنے کی طرف کھینچتی ہے جہاں جاتی ہے۔

الاموال = اہم اور ثروت و خزانہ کا نام۔

قولہ: کما قيل ان زليخة لما كانت صاحبة تمكين في شأن

يوسف لم يؤثر فيها روية يوسف كما الثوت في اللاتي

قطعن ابدنه فان كانت اتم في حبه منه.

(ارشاد شیخ ہے) جیسا کہ کہا گیا ہے کہ زلیخا، یوسف کی محبت میں صاحب تکین تھیں،

اس لئے یوسف کے دیدار سے وہ متا نہیں ہوئیں، جس طرح ان عورتوں پر اثر ہوا

جنہوں نے پہنٹ کر دیکھ کر اپنے ہاتھ لگات لئے، حالانکہ زلیخا حضرت یوسف کی محبت

میں ان عورتوں سے زیادہ کامل تھیں۔

یعنی جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام ان عورتوں کے سامنے آئے اس وقت ان عورتوں

پہنچا ہوں یعنی جس حال میں بھی رہے اس حال میں صادق رہے کیلئے ہر مقام کا ایک ادب ہے۔ متوسط کے حق میں مخالفت کا استعمال بجا آہوا ہے۔

صدق کا پہلا ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن یکساں ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح ورہتہ علیہ السلام کہتے ہیں کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو اس کو اپنے لئے صدق لازم کر لیا کہ اپنے اس لئے اللہ رب العزت فرماتا ان اللہ مع الصادقین۔

اور صادق اسی کو کہیں گے جو اپنے تمام اقوال میں جیسا کہ اور صدیق اسی کو کہیں گے جو اپنے تمام اقوال افعال اور احوال میں چاہو۔

قولہ: و مقام المستہی الصحو والممكن واجابة الحق من حيث دعاء.

(ارشاد شیخ ہے) سچی کا مقام محو ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ جہاں بلائے اس کی دعوت کو قبول کرتا ہے۔

شرح: مجھ کو کا ضد ہے اور ممکن، ممکن کا ضد ہے یعنی صاحب مجھ صاحب مجھ ہوتا ہے لیکن صاحب سکر میں ایسی بات نہیں ہوتی۔ اسی طرح صاحب ممکن وارد کے درود ہونے سے درود چتا ہے (و درود اود سے مراد اقبال احوال ہے۔ مترجم)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ممکن میں کاسوں کا ٹکڑا ہوتا ہے یعنی صاحب ممکن کو کاسوں کے لئے کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور وہ کوشش جس تک دوزخ سے آواز دیتا ہے اور اجساد الحق من حيث دعاء کا مقابلہ ہرے سر سے ہے، اللہ تعالیٰ ہر ذریعہ اپنے اولیاء سے ابروئی کا خطاب فرماتا ہے جس طرح کہ ہر میں مخاطب ہوتی ہے، چنانچہ ظاہری مخاطب میں اور ہر کی جیسا کہ اور ذہنی سے انتخاب فرض ہے لہذا اولیاء ہر ممکن کے لئے ان کے معاملات میں تنبیہات سے پرہیز اور احکام کی پوری فرض ہے۔ یہ فرض حال کے حکم میں ہے۔ اسی کو فرضی مانا کہتے ہیں۔ جب ان کے دل کو کوئی بات گذرتی ہے تو وہ فوراً اس تحقیق میں لگ جاتے ہیں کہ ان سے کس چیز کا مطالبہ ہو رہا ہے اور امر و احکام کی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے کہا جا رہا ہے یا

اسی مقدار میں ہوں جس سے نفس قائم رہے اور وہ روٹی، کپڑا اور مکان ہے۔ ان کے علاوہ جو مرد ہیں اور سالانہ راحت ہیں وہ سب لذتوں کی جستجیں ہیں۔ اسی وجہ سے مرید کے حق میں کہا جاتا ہے نور مدخلیہ و اکملہ و کلامہ حضور ردق۔

جتنی زیادہ لذتیں ہوں گی وہ حظوظ میں شامل ہوں گی، حظوظ ضرورت سے زیادہ کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ مرید طالب ادب جو حقیقتاً کسب ہوتا ہے۔ طالب اور حقیقت کسب کو تکلیف اور بلاء و مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ مطلوب جتنا زیادہ عزیز ہوگا طالب کو اتنی زیادہ سختیاں برداشت کرنی پڑیں گی، جیسا کہ پہلے کہا گیا اور پھر دنیاوی کاموں میں بھی تو یہی دیکھنے کو ملتا ہے۔

قولہ: کہ حضرت خلیفہ براہم و اکملہ نے فرمایا کوئی شخص بھی اس وقت تک صاحبین کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ان چھ باتوں سے گزر نہ جائے:

۱. لغت کا دروازہ اپنے اوپر بند کرے اور سختیوں کا دروازہ کھول لے
۲. عزت کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لے اور ذات کا دروازہ کھول لے
۳. خوشحالی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لے اور فقر کا دروازہ کھول لے
۴. تین کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لے اور دنیا کی کا دروازہ کھول لے
۵. آرام و عافیت کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لے اور رنج و تکلیف کا دروازہ کھول لے
۶. آرزو و امید کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لے اور چار کی موت کا دروازہ کھول لے

قولہ: و مقام المتوسط و کوب الاحوال و الاھوال فی طلب العباد و مرادات الصلح فی الاحوال و ایصال الی ذاب فی التقافات.

(ارشاد شیخ ہے) متوسط کا مقام مراد کی طلب میں سختیوں اور دشواریاں اٹھانا ہے احوال میں چٹائی یعنی صدف کی حالت کرنا ہے اور تمام مقامات میں اس کے آداب پر کاربند رہنا ہے۔

یعنی متوسط اس کو کہتے ہیں جو مرید کے مقام سے گزر چکا ہو لیکن سچی کے مقام پر نہیں

حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں اس کے باوجود حق تعالیٰ ان کے ظاہر کو ایسا بنانا چاہتا ہے اور ایسی جگہ پر رکھ دیتا ہے جہاں شریعت کے حدود میں نہ کر معمولی کاموں میں لگے رہیں تاکہ لوگوں کو ان کی ذات سے فائدہ پہنچا کر ہے۔ اس وقت ان کا باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔

ان کا ظاہر خلق کے ساتھ ہوا اس سے مراد شریعت ہے اور ان کا باطن حق کے ساتھ ہوا اس سے مراد حقیقت ہے جیسا کہ کہنے کا ہے۔

دل پیش تو ام دیدہ بجای و گریستم تا خلق غماو کہ ترائی مگر گریستم

(لوگ نہ سمجھیں کہ میں آپ کو کیسے پہا ہوں اس لئے میرا دل تو آپ کے پاس ہوتا ہے مگر میں اپنی آنکھوں کو دوسروں کی طرف کھینچتا ہوں۔)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسی حدیث حدیث دینی اور یہ بھی فرمایا داخل عدد دینی۔

میں ہمیشہ رات دن اپنے رب کے حضور رہتا ہوں۔

لفظ ”عبدتہ“ سے حضور نبی کریم ﷺ کی مراد ہے اور حضور ﷺ کا رب تعالیٰ کے

پاس ہونا ہر (باطن) سے ہے، ظاہر تو آپ اپنے اصحاب، رفقاء اور اہل بیت کے ساتھ ہوتے اور لوگ پرکھتے کہ حضور ہمارے ساتھ ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ دنیا و دہر و فتن (دنوں طرف والے) ہوتے ہیں۔ یعنی ظاہر و باطن والے۔ ظاہری صحبت خلق کے ساتھ اور باطنی صحبت حق کے ساتھ ہوتی ہے۔ ان کا ظاہر قائم مقامات خلق ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل اِنِّیْ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (الکہف/ ۱۱۰) (فراہم مجھے کہ میں بشری ہوں تمہاری طرح) اور ان کا باطن قائم مقامات حق ہوتا ہے اس کی دلیل میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اسی نسبت کا۔

سید احمد کم (در حقیقت تم لوگوں کے کسی ایک کی طرح بھی میں نہیں ہوں) اور پھر یہ بھی ارشاد نبوی ہے جس میں دونوں باتیں بیان فرمائی ہیں۔ تمام عبادتی و لایعنام قلبی (بہری آنکھیں مونی ہیں اور میرا دل جاگتا ہے) چون کہ آپ کا ظاہر خلق کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے ظاہر اُسرے اور باطن حق کے ساتھ ہوتا اس لئے پہنچنا چاہئے۔

شریعت کو قائم رکھنے کی بات کہی جا رہی ہے یا پھر بخیروں کی اصلاح کا حکم دیا جا رہا ہے۔ جب ان کے دل کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس معاملہ میں حق سبحانہ تعالیٰ کی رضا و طلب کیا ہے تو فوراً اسے قبول کر لیتے ہیں اور اس کی بجا آوری میں لگ جاتے ہیں۔

قولہ: قد استوری فی حلالۃ الشلۃ و السر حواء و المنع و العطاء و الجفاء و الوفاء۔

(ارشاد شیخ ہے) یہ کچھ اور درست ہے کہ تمہاری حال میں خج و آسانی دینا اور نڈ و عیا،

جفا و قاسب یکساں ہوں۔

شرح: یعنی اگر تمام حکومت آسانی (تمام آسانوں کی نعمتیں) اس کے پہلو میں لاکر رکھ دیں تو وہ

اپنے حال پر رہے اور اگر دونوں جہاں کی ساری باتیں، و محبتیں اس کے سر پر ڈال

دی جائیں تو وہ دنیا ہی رہے۔ کسی حال میں بھی اس میں کوئی فرق نہ پڑے۔ اسی کو کہتے

ہیں حقیقتہ السحبۃ لا نوبید بالمعطاء و لا تنقص بالمنع و الجفاء و العطاء

محبت یہی ہے کہ عطا و بخشش سے نہ اس میں اضافہ ہو اور خج و عطا سے اس میں نہ کمی

ہو۔ بیت ۵

خواہم کش خواہ پڑن خواہ دہار یکہ رو پر مشورہ مست ہر را با تو کار

(تو مجھ کو مارے گل کرے یا پٹے یا پٹے پاس رکھے میں جان و دل سے اپنے

کام کو تیرے پروردگار چکا ہوں)

قولہ: اکلیہ کجوسعد و نومہ کسہوہ قد فیت حظوظہ و بقیت

حقوقہ و ظاہرہ مع الخلق و باطنہ مع الحق۔

(ارشاد شیخ ہے) ان کا کھانا ان کے بھوک کی طرح اور ان کی نیند ان کی بیداری کی

طرح ہوتا ہے۔ ان کی نشست اور خواہش باطنی ہو جائے اور حقوق باقی رہ جائیں۔ ان کا

ظاہر خلق کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کا باطن حق کے ساتھ۔

یعنی مخلوق سے اپنی کوئی مراد طلب نہیں کرتا ان حضرات کو پسند ہے اگرچہ ان کے سر ہر

طرف لگ گئے۔ اس غفلت اور اس مشغولیت میں کوئی فرق نہیں تھا، اس لئے آپ

ﷺ ممکن ہو چکے تھے اور میں کہہ چکا ہوں کہ متین کے لئے غفلت و غفلت و غفلت

برابر ہیں۔ لیکن حال جملہ اصحاب متقدمین اللہ تعالیٰ ہمہ اعمین کا تھا، ان میں اکثر و بیشتر

حالت متین میں ہوتے ہوئے بھی اسراء و وزراء ہوتے۔ لوگوں کے کاموں میں

مشغول رہے۔ لیکن ان کا یہ ظاہری مشغلہ ان کو مشغولیت حق سے رک نہ نکالا۔ اس

لئے کہ ان میں سے ہر ایک تو حید میں متین ہو چکے تھے۔

ایک بزرگ نے فرمایا موصودہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اور دونوں جہان کے

درمیان جدائی ڈال دی ہو۔ یہاں دونوں جہان سے دنیا و آخرت دونوں سراو ہیں۔ یعنی جب

توحید کی نعمت حاصل ہو گئی تو اس کے سائے کوئی مراد ہوتی ہی نہیں۔ نہ دنیا کی نہ آخرت کی۔ اس

لئے کہ دنیا اور عقیقت دونوں غیر حق ہیں اور غیر حق کے ساتھ مشغولیت اس بات کی علامت ہے کہ وہ

اللہ سے دور اور غافل ہے۔ خدا سے غافل اور غافل نفس اس کے لئے غفلت کی اور غفلت کیا۔

مجلس مشہور ہے کہ جنگل میں جہاں شیر اپنا کمر بٹلاتا ہے وہاں کی دوسرے جنگلی جانوروں کی گزیریاں

جہاں یہ بھول ہے وہیں بھی یہی حال ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو بھولنا چاہا اس کے لئے مخصوص کر لیتا

ہے اور وہی کے دل میں کسی بھری گزیر ہو جائے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ع

آنجا کہ سلطان خیمہ زد عوغا نماند عام زا

(جہاں بادشاہ کا خیمہ گزرتا ہے وہاں عوام کا شور و مگدگانی نہیں ہوتا)

ہاں! جو حق نہیں ہیں ان کے لئے جائز ہے کہ وہ اس صفت پر ہوں کہ لوگ ان کے

ساتھ میل جول رکھیں اور نہ ان کو لوگوں سے آرام و سکون حاصل ہو۔ جب لوگ ان کو اس صفت

کے ساتھ دیکھتے تو کہتے ”یہ دیوانے ہیں“ اس امت میں ایسے لوگ بہت ہوئے ہیں جو لوگوں

سے بھاگتے ہیں اور کسی سے تعلقات نہیں رکھتے۔ اپنے نفس کی مراد کی۔ سے پوری نہیں کرتے، جو

کچھ سامنے آتا اسی کو مانگتے یعنی پراکتفا کرتے، بھوک، پیاس اور تنگی و برکتی برداشت

کرتے ہیں۔ چنانچہ لوگ ان کو مانگتے کہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں میں ایک شخص بہلول بھی

ہوئے۔

ہاں! یہ بھی معلوم رہے کہ یہ صفت اور یہ حال پیغمبروں کے لئے ہائز نہیں۔ اس لئے کہ

یہ مخلوق کی اصلاح کے لئے تشریف لائے ہیں، اگر یہ حضرات مشغول حال ہوتے تو مطلق برہاد

ہو جاتی اور شریعت واضح نہیں ہوتی۔

قولہ: وکل ذلک مشغول من احوال النبی ﷺ واصحابہ او لا مکان

متخلی فی غار حرا ثم صار مع الخلق ولا فرق عندہ بین

الخلوة والجلوة وکل الذک اصحاب الصفة صارا فی

حالة التمكن امراء و وزراء فان المحاطة لا تؤثر فیہم۔

(ارشاد شیخ ہے) اور یہ کچھ نہیں کہ یہ سب نبی اکرم ﷺ اور آپ کے

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے احوال سے مشغول ہیں۔ آپ ﷺ پہلے

غار حرا میں غفلت میں رہے۔ پھر وہاں سے لوگوں کے درمیان تشریف

لائے۔ آپ کے نزدیک غفلت و غفلت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ یہی حال

اصحاب صفہ کا تھا۔ اس حال میں وہ امراء و وزراء ہوتے۔ لیکن یہ صح

اور درست ہے کہ اختلاف اور میل جول سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

یعنی کھور نبوت سے پہلے رسول اللہ ﷺ اس قدر میں چلے جاتے جو زمانہ پہلا نہیں ہے۔

وہیں مشغول تھے، جب وہی کا نزول ہوا اور دعوت کا حکم ملا تو لوگوں کی دعوت کی

قولہ: ثم ان للمذہب ظاهراً وباطناً فظاهره استعمال الادب مع الخلق و باطنه منازلة الاحوال والمقامات مع الحق.

(ارشاد شیخ ہے) بلکہ یہ کچھ اور درست ہے کہ مذہب کے لئے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ مذہب کا ظاہر خلق اللہ کے ساتھ ادب کا استعمال ہے اور اس کا باطن احوال و

مقامات کے نزول کے وقت حق بجانب تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔

شرح: یعنی اہل تصوف کے یہاں مذہب کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ ان کے مذہب کا ظاہر خلق کے ساتھ ادب کا استعمال ہے اور یہ شریعت ہے۔ ظاہر مذہب کے مطابق جیسا کہ شریعت کا حکم ہے تو کوس کے ساتھ معاملات کرتے ہیں۔ لوگوں سے اپنی مراوی طلب الہ کو پہنچائیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

اور ان کے مذہب کا باطن یہ ہے کہ احوال و مقامات کا نزول حق بجانب تعالیٰ کے ساتھ کرتے ہیں۔ یعنی صدق سے احوال و مقامات کی تحقیق کرتے ہیں اور یہ مذہب کی حقیقت ہے۔ حاصل کلام یہ کہ وہ حقیقت کے حکم کے مطابق حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے، حق سبحانہ تعالیٰ جس طرح اس کے باطن کو حرکت و سکون بخشتا ہے، وہ نہ حرکت و سکون میں آتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہوتا ہے، بندہ تو درمیان میں صرف ملاست ہے۔

حال: یہ وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل میں چمک پاتا ہے۔ اس کو اگر خود سے دفع کرنا چاہے تو دفع نہیں کر سکتے اور اگر تکلف لانا چاہے تو لایہ سکے۔

مقام: محلی اجتہاد میں طالب کی راہ اور اس کی قدر و گاہ ہے عبادت ہے۔

حال اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور لطف و کرم سے عبادت ہے جو بندہ کے دل پر بغیر کسی عبادہ کے ہوتا ہے۔ مقام تامل خلق احوال سے ہے اور حال تامل نفس یعنی محض دل و کرم ہے۔

صاحب مقام اپنے عبادہ سے قائم ہوتا ہے اور صاحب حال اپنے آپ سے قائل ہوتا ہے۔ اس کا قیام اس حال میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر بھیج کر رکھا ہے۔

حال کو دو ام اور پیشگی حاصل ہوتی ہے۔ یا نہیں اس میں مشائخ کرام اللہ کی مختلف راہے

فصل ۷

صوفیاء کے مذہبی احکام کے بیان میں

قولہ: فصل فی بیان احکام المذہب.

(ارشاد شیخ ہے) فیصل اہل تصوف کے مذہب کے احکام کے بیان میں ہے۔

شرح: حضرت امام تقیؑ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا مریدوں کے لئے

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اپنے کو کسی دوسرے مذہب سے منسوب نہ کرے۔

صوفیاء کو اہل تصوف کے مذہب کے علاوہ مختلف مذاہب میں سے کسی مذہب سے بھی

نسبت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اپنے مسائل میں اہل تصوف کی باتیں دوسروں کی

دلیلوں سے زیادہ واضح اور روشن ہیں۔ اور صوفیاء کے مذہب کے اصول و قاعدے

دوسروں کے اصول و قاعدہ سے زیادہ مضبوط و قوی ہیں۔ دوسرے لوگ اصحاب اثر

و نقل اور اراہاپ گھر و عقل ہوتے ہیں اور جو صاحب صوفیاء کے مشائخ و بزرگے نگار و اثر اور

عقل و نقل کو بخیر کر کے اس مقام پر پہنچتے ہوتے ہیں جہاں ان کے لئے کوئی چیز منظر دوں

سے اوائل نہیں ہوتی۔ جو کچھ دوسروں سے پوشیدہ ہے وہ ان پر روشن ہے۔ دوسرے

لوگ جن چیزوں کے لئے دلیل کے محتاج ہیں یہ مشائخ ان کو بغیر دلیل جانتے و

پہنچاتے ہیں۔ یعنی ان کو دلیل کی حاجت نہیں ہوتی۔

ہوتے ہیں عالم شہادہ میں بھی اس کی مثال ملتی ہے کہ جو عتقاد یا دہ ادب ہوتا ہے وہ بادشاہوں سے اتنا ہی قرب ہوتا ہے۔ اور جو شخص عتقاد یا ادب ہوتا ہے وہ بادشاہوں سے اتنا ہی دور ہوتا ہے۔ بے ادبی ہے جتنی ہے اور بے جتنی تعلیمیت (دوری) کی تعلیمیت ہے نہ کہ تربیت کی۔ دیکھئے انکس آتقی ماری مہارتوں کے باوجود بے ادبی کا مرکب ہو گیا اور کہہ لیا آتقا خستہ رہتا (میں آدم سے بہتر ہوں) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طوق دوری اس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔ اس کے برعکس صورت آدم ﷺ جن کے پاس مبادت کی کوئی پہچانی نہیں تھی۔ مگر ادب کی دولت سے بالادال تھے یوں رضی پیش کیوینا ظلمنا الفسنا تو اس کے صلہ میں تہج تربت ان کے سر پر رکھ دیا گیا۔ اس مثال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بے ادبی میں بے جتنی ہے اور جتنی تربیتی تعلیمیت آدم اب کی نگہداشت کا نام ہے۔ باطن کی درنگی سے جن عبادت توئی کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ لہذا جو شخص آداب میں زیادہ ہے وہ قرب میں آگے ہے۔

خشوع = اس خوف و ذکر کہتے ہیں جس میں سکون بھی شامل ہو۔ جودل کو صحت اور غباری اعتقاد کا ادب سے آراستہ کرتا ہے۔

قولہ: ولما قال الجید لا بی حفص الحداد وحمید اللہ علیہما ادبت اصحابک اداب السلاطین قال لا یا ابا القاسم ولکن حسن الادب فی الظاہ عتوان حسن الادب فی الباطن۔ (ارشاد شیخ ہے) جب حضرت جید نے حضرت ابی حفص حداد وحمید اللہ علیہما سے فرمایا کہ کیا آپ نے رفقاء یعنی سرمد کو شہادتِ ادب کی تعلیم دی ہے تو حضرت ابی حفص حداد نے عرض کیا اے ابا القاسم لیکن بات نہیں ہے۔ بلکہ ظاہر کا یہ نہادہ باطن کے یہ نہادہ ادب کا عنوان ہوتا ہے۔

یعنی حضرت حداد وادام حال کو یاد رکھو اور دیکھتے ہیں اور بعض مشائخ کے خیال میں وادام حال روا نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حال بکلی کی چمک کی طرح ہے۔ ابھی چمک اور نور ناکرت ہوگئی۔ ہاں! جو کیفیت باقی رہتی ہے وہ حال نہیں ہے بلکہ حدیثِ شمس ہے۔

حضرت حداد مجاہد رحۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وادام حال روا ہے۔ یعنی حال کو چمکی حاصل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عورت، شوق، بے ربط یہ سب کیا ہیں، احوال ہی تو ہیں۔ اگر ان کو چمکی اور وادام حاصل نہیں تو کھربخت، بخت، رگے گا اور دشتاق، مشتاق رہے گا۔ جب تک بندہ ان احوال سے مہر و فتن نہیں ہوتا اس نام سے سہم نہیں ہوتا۔ اسی لئے وہ رضا کو جملہ احوال میں شمار کرتے ہیں۔

قولہ: الاصری ان النبی علیہ السلام لما نظر الی المصلی وهو یعبث فی مصلو ابہ قال لو خضع قلبی لخشعت جوارحہ۔

(ارشاد شیخ ہے) کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ نبی اکرم ﷺ نے جس وقت ایک نماز پڑھتے دیکھے کہ اس حال میں دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں کھڑے ہو کر رہا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر اس کے دل میں ذرہ بھرا توبہ یا اس کے اعتقاد میں بھی ذرہ ہوتا۔

یعنی جب رسول ﷺ نے ایک نماز ادا کرنے کے دیکھے کہ اس حال میں دیکھا کہ وہ حالت نماز میں کھڑے رہا ہے تو فرمایا اگر اس کے دل میں ذرہ بھرا توبہ یا اس کے جسم پر بھی خوف کی کیفیت طاری رہتی۔ اس کے اعتقاد اللہ تعالیٰ کے خوف سے نہ سکون رہے۔ اور وہ اپنی نماز میں حاضر رہتا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح باطن کو کھینچ کر درست ہوتا ہے اسی طرح ظاہر بھی صحیح درست رہے۔ چنانچہ باطن متنازیادہ کیا کہتا اور اب ہوگا ظاہر اتنا ہی زیادہ درست ہوگا۔ جس کا ظاہری ادب جس درجہ نمایاں اور شفاف ہوگا اس کی باطنی صفات اسی قدر نمایاں اور شفاف ہوگی۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے باطن کی صحت میں تمام مخلوق میں سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ ہوتے ہیں تو وہ اپنے ظاہر میں بھی سب سے زیادہ ادب اور بہادری و احترام

شرح آداب لبریین
فرمانی اور درخاست کی رہنما طلسمنا الفسنا تو ادب کی بجائے آدمی نے ان کو قبول

یا نگاہا دیا۔

قولہ: الا تری کیف مذلح اللہ تعالیٰ اہلہ و شرف محلہ بقولہ

تعالیٰ اِنَّ الْاٰیٰتِیْنَ یَقْضُوْنَ اَصْوَقَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَوْ لَیْکَ

الَّذِیْنَ افْتَحَنَ اللّٰہُ فَلَہُمْ لِلْقَوٰی لَہُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔

(ارشاد شیخ ہے) کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام امین اہل ادب کی اس درجہ

تقریف کی ہے اور کسی تحریف و تحریف فرمائی ہے کہ بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے

پاس آئیں اور ایمان لیں رکھتے ہیں، مگر وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ

اور پرہیزگاری کے لئے پاک کر دیا ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بخشش اور اجر

عظیم ہے۔

شرح: اس آیت کریمہ کا نزول صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوا ہے۔

قولہ: وقال ابو عبد اللہ بن مخنف قال لی ورویم یا بنی اجعل

علمک مسلحاً و ادبک دقیقاً و قبل النصف کلہ ادب

ولکل وقت ادب ولکل حال ادب ولکل مقام ادب فمن

لزم الادب بلغ مبلغ الرجال ومن حرم الادب فهو بعید من

حیث یظن القریۃ و من خوذ من حیث یوجو القبول و قبل من

لزم عداۃ البیروقۃ فوقعہ مقتد، ادب النفس ان تعریفہا

الخیر و قبحہا علیہ و تعریفہا البشر و توجہا جرحہ و قبل

الادب سبب الفقر و زین الاغنیاء۔

(ارشاد شیخ ہے) حضرت عبداللہ بن مخنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے حضرت

روحم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے میرے بیٹے! آپ علم کو تک اور ادب کا آغاز کرنا اور

کہا گیا ہے کہ سارا تصوف ادب ہے ہر وقت کے لئے ایک ادب ہے ہر حال کے لئے

شرح آداب لبریین
یعنی جب حضرت جنید نے اپنی شخص عداوتہ اللہ علیہا سے فرمایا کہ آپ نے اپنے

امیاب اور فقا کو کشتاؤں ادب کھائے ہیں؟ اس کا پورا قصہ اس طرح ہے کہ حضرت

ابو حفص عداوتہ نے رہتا تھا یعنی مریدوں پر ایسا ادب رکھتے کہ آپ کے سامنے بغیر

اجازت نہ کوئی بول سکتا اور نہ بیٹھ سکتا۔ یہی سب دیکھ کر حضرت جنید بخدا واپس گئے ان

سے یہ سوال کر دیا جس کے جواب میں حضرت ابو حفص عداوتہ نے عرض کیا اے

بالقاسم! کسی بات نہیں ہے جہاں آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نے ان کو کشتاؤں ادب رہتے

کی تعلیم دی ہے۔ لیکن یہ تو ہے کہ ظاہر کا پسندیدہ ادب اہل ان کے پسندیدہ ادب کا

عنوان ہوتا ہے۔ لہذا باطن چنانچہ ان ادب ہو گا ظاہر اتنا ہی مذکور ادب ہو گا اور باطن چنانچہ

زیادہ ہے۔ ادب ہو گا ظاہر بھی اتنا ہی زیادہ ہے۔ ادب ہو گا۔ یہ عام و خاص سب میں

دیکھنے کو ملے گا۔ تمام پسندیدہ خصائص کا اختراع ہی دراصل حقیقت ادب ہے۔ اور ادب

انہی کو کہیں گے جس میں تمام پسندیدہ خصائص جمع ہوں۔ یہ بات بہت مضامین کے

ساتھ بیان کی جا چکی ہے۔

قولہ: وقال السری رحمۃ اللہ حسن الادب تو جمان العقل و

مراعات الادب فیما بینہم مقدم علی غیرہ۔

(ارشاد شیخ ہے) عقل کا ترجمان حسن ادب ہے، مصروف کے درمیان ادب کی نگہداشت

اور اس کی رعایت دوسری باتوں پر مقدم ہے۔

شرح: السری جمدان = اس کے متقی ہیں کلام کو کی دوسری زبان میں بیان کرنا عقل ہے کہ

حضرت عثمان راوی لکھنے فرمایا عداوتہ کے ذریعہ بحث تک پہنچتا ہے اور جب اپنی

طاعت و عبادت میں ادب کو شامل کر لیتا ہے یعنی طاعت و عبادت کو ادب کے ساتھ

کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ لے اونی سے دوسری پیدائش ہوتی ہے جیسے اہل

کے پاس طاعت و عبادت کی پہنچی لیکن ادب کے ترک کرنے سے دوسرے دور ہو گیا

اور حضرت آدم علیہ السلام یعنی توحش میں مبتلا ہونے کے باوجود ادب کی راہ اختیار

حضرت خواجہ چندیو رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سال تک پاؤں نہیں پھیلائے۔ نہ دان کا اور نہ

رات کو۔

حضرت عبداللہ مبارک ٹ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا جواب برستے میں کھانا کرتا ہے اسے سخت سے محرومی کی سزا ہوئی ہے اور جو سنت کی ادائیگی میں ٹکا کر تا ہے اسے فرائض سے محرومی کی سزا ملتی ہے، جو فرائض کی ادائیگی میں شکست سے کام لیتا ہے اسے معرفت سے محرومی کی سزا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔

اور یہ بھی حضرت عبداللہ ان مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا میں بہت زیادہ علم کی نسبت محض ادب کا پناہ دیتا ہوں۔ التصوف کلمہ ادب = سارا تصوف ادب ہے، حضرت شیخ نے یہ بات اس لئے کہی کہ تصوف قریل میں، فعل میں اور اخلاق میں نبی کریم ﷺ کی اقتدا اور پیروی کا نام ہے اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ رسول ﷺ نے ادب اللہ رب العزت سے لیا ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے خود فرمایا ان اللہ، اذ نبی فاحسن ادبی، اللہ نے مجھے ادب سکھایا ہے بہترین ادب۔

حضرت استاد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص بادشاہوں کے سامنے حاضر رہنے کے وقت ادب کو ملحوظ رکھتا تو اسے اپنی چہالت کی وجہ سے تنگ کی سزا سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد عینی معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب عارف اپنے معارف کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا تو یہ کچھ اور درست ہے کہ وہ ہلاک ہو جانے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاتا ہے۔ و لکل وقت و لکل حال ادب و لکل مقام ادب فہو لوم الادب بالغ مبلغ الوصال = اور یہ جو کہا گیا کہ ہر وقت کہنے کے لئے ایک ادب ہے، ہر حال کے لئے ایک ادب ہے اور ہر مقام کے لئے ایک ادب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت اس حال اور اس مقام کے مناسب و مطابق ادب برتا جائے۔ وقت، حال اور مقام کی محنت، درستگی کی علامت و پکیان یہ ہے کہ بندہ کو بے ادبی سے محفوظ رہنا چاہیے۔ جب تک بے ادبی کی خصلت سے پاک نہیں ہوا تو قرب کے لائق نہیں ہوتا۔ بے ادبی سے پاک ہونے کے لئے بہت زیادہ ریاضت کی ضرورت ہے تاکہ

ایک ادب ہے اور ہر مقام کے لئے ادب ہے جس نے ادب کی لازم کر لیا وہ بڑے لوگوں کے درجہ پر پہنچ گیا۔ جواب سے مخروم رہا وہ درجہ پہلوں سے جہاں قربت کا گمان ہو۔ اور مردود ہوا وہاں سے جہاں قبولیت کی امید ہو اور جس نے وقت کا ادب نہ کیا تو اس کا وقت اس کے لئے معص (یعنی اللہ کا غضب) ہے۔ جس کا ادب یہ ہے کہ تو اسے خیر اور بھلائی سے آشنا کرے، جس کی خیر و صلاح پناہ دے کہ جس کو شر سے شاکر کرے اور شر کے کاموں سے اسے روکنا کرے۔ اور کہا گیا ہے کہ ادب فقرہ کے لئے سدا اور امر اور کے لئے زینت ہے۔

و قال ابو عبد اللہ بن خلیف قال لی درہم یا نبی اجعل علمک ملجاً و انسک مدققاً یعنی ملج و انسک اور ادب کا آٹھانا نے سے مراد یہ ہے کہ علم حضور اور ادب زیادہ ہو۔ تمہارا علم حضور ہو سکتا ہے لیکن ادب میں کمی نہ ہو۔ یہ بات ادب کی تعریف و تعظیم کی دلیل ہے، ملج کے کہ آؤٹ انسکفس خصوصاً مومن ادب العلوم (دین اور سنتی کے ادب سے کہیں بہتر نفس کا ادب ہے) ایک بزرگ نے فرمایا کہ اپنے ظاہر باطن کے لئے ادب کو لازمی جانو۔ لہذا جو ظاہر میں بے ادب ہے اس کو ظاہر میں سزا ملتی ہے اور جو باطن میں بے ادب ہے اس کو باطن میں سزا دی جاتی ہے۔ دیکھئے تا ایک نوعیت پر کے پر ایک درویش کی لٹکھ غلط چکی اور ایک بزرگ پر یہ بات افشا ہوئی تو انہوں نے فرمایا اس کی سزا تو اس درویش کو مل کرے گی کہ چاہے جس کی رسول بھائی کیوں نہ ملے، اس درویش نے بتایا کہ اس لٹکھ بڑا بڑا لئے سزا میں سال کے بعد مجھے پہنچ کر تو ان کو میں بھول گیا۔

خواجہ سرمدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ میں ایک رات وقفہ میں مشغول تھا اور اس وقت غراب میں پاؤں پھیلائے تھا۔ ایک خدا آئی اسے سرنی کیا کیا شاہوں کے سامنے اسی طرح بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے اسی وقت پاؤں نہیں لیا اور کہا جیری عزت و جلال کی قسم اب میں عمر بھر پاؤں نہیں پھیلاؤں گا۔

یہاں ہے یعنی جو حیوانی صفت رکھتا ہے وہ آدمی کی صورت میں حیوان ہے۔

ومن حرم الادب لہو بعباد من حیث یطعن القریۃ و مردود من حیث

مردود من حیث = اور یہ جو کہا گیا کہ چراغ سے نور ہم با دور ہے وہاں سے جہاں آبروت کا

کمان ہوا مردود ہوا وہاں سے جہاں قبولیت کی امید ہو اس سے مراد یہ ہے کہ وہی طاعت و

برکتی جس کے ساتھ احترام کا معاملہ نہ ہو اختیار اور مردود نہیں۔ شیطان ظاہر طاعت و عبادت کی

پہلی رکعت تک تو حرمت سے محروم تھا تو اس اعتبار سے منہ کا کوئی کرنا نتیجہ سامنے ہے کہ مردود بارگاہ

کریم کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے پاس طاعت و عبادت کا سرمایہ نہیں تھا لیکن حرمت و احترام کی

روایت رکھتے تھے، انہوں نے یوں قرار دیا کہ ان کی طاعتنا انفسنا ان کو یہ شرط ملا کہ شرف

قبولیت سے شرف کر دے گئے۔

حضرت ابن ابی ریحۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ادب کا ترک کرنا نکال دینے جانے کا

اسبب ہے۔ چنانچہ جو بادشاہوں کے فرش پر بے ادبی کا ارتکاب کرتا ہے وہ سزاؤں میں داخل کر

کال دیا جاتا ہے اور جو بادشاہوں کے در پر بے ادبی کرتا ہے وہ وہاں کے ڈھکے کھاکر وہاں

سے بھاگ دیا جاتا ہے۔ بادشاہوں کا یہ طریقہ ہے کہ جس غلام کو خدمت کے لئے منتخب کرتے ہیں

اس کو پہلے کسی خادم کے پر وکر دیتے ہیں تاکہ وہ خادم سے آداب خدمت سکھا دے۔ جب وہ

خدمت کے آداب سیکھ لیتا ہے تو اسے خدمت میں رکھتے ہیں اور جب کسی غلام کو مردمانی زبان

فائدہ کے لئے کوکنا چاہتے ہیں تو جب تک اسے خوب برا نہ جانتے یعنی اگر بے ادبی (کنہ مراد لگی)

دور نہیں کر دیتے مگر اس راغل کی اجازت نہیں دیتے۔ جب بے ادب غلام بادشاہوں کی

خدمت و محبت کے لائق نہیں ہوتا۔ جب اگر بے ادبی والا مرد مردم کے لائق نہیں ہوتا تو مرد جو

ادب سے خالی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ المصادف

الذہورک الادب صار من الہالکین عارف جب تک ادب ہو جاتا ہے تو اس کا اثر ہلاک

شرکاء میں ہوتا ہے۔ ومن حرم الادب فقد حرم = چراغ سے محروم ہوا وہ یقیناً تمام

بھلائیوں سے محروم رہا اس لئے کہ تمام مقامات میں بھول کا سبب ادب ہی ہے۔ جب بندہ کو

وقت حال اور مقام کے مناسب ادب کی بجا آدمی ہو سکے۔ جب بہت زیادہ یا نہیں ہوں گی تو یہ

حال ہے کہ صاحب وقت و حال و مقام سے بے ادبی کا ارتکاب ہو۔ اور اگر بے ادبی کا محدود ہونا

ہے تو پھر سر کی بڑی لنگائی ہوگی۔ اور یہ دنیاوی بادشاہوں کے یہاں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ لہذا جو

ادب کا کرنے والے آدم کر لیتا ہے وہ مردانہ عدل کے مقابلہ تک پہنچ جاتا ہے۔

حضرت ابن ابی ریحۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس کیت کہ یہ واثق و ثابت بذلہ

وہ انہی منسبی الطور و اذک ارحم الراحمین (الانبیاء/۸۲) (اور یاد کرو ادب کو جب

پکارا انہوں نے اپنے سب کو کہ مجھے پہنچی ہے سخت تکلیف اور تو ارحم الراحمین ہے) میں حضرت

الرب اللہ نے "ان حرمی" نہیں کہا بلکہ انہما کہہ رکھا میں ادب کا پاس رکھا۔ اسی طرح حضرت

صلی اللہ علیہ نے جب کہ ان کلمتہ فلیک علیہ تنکد (العنابدہ/۱۱۶) (اگر میں نے کسی

ہوئی اس بات جو ضرور جتنا اس کو) یہاں بھی بارگاہ رب العزت کے ادب کو نظر رکھتے ہوئے

نہیں کہا کہ میں نے نہیں کہا ہے اور حضور حب عالم صلی اللہ علیہ نے اذک قال اللہ ادب ہی

فاحسن قادسی میرے پروردگار نے مجھے ادب سکھا اور بہترین ادب سکھا۔ ادب = ادب

کے معنی ظاہر و باطن کو ستورنا ہے عقل کے ساتھ۔ جب بندہ کا ظاہر و باطن پاک ہو جاتا ہے تو وہ

صوفی ہو جاتا ہے اور وہ دوسروں کو ادب سکھانے والا بن جاتا ہے۔ بندہ میں کمال ادب اسی وقت

پیدا ہوتا ہے جب مکالمہ اخلاق میں کمال حاصل ہوتا ہے۔ عادات و خصائص کو یک و دماغ بنانے

ی سے مکالمہ اخلاق کا جماع ہوتا ہے۔ خلق انسان کی صورت کا کام ہے اور خلق انسان کے معنی کو

کہتے ہیں اور انشاء تو معنی کا ہے صورت کا نہیں۔ بہت سارے آدمی ایسے ہیں جو بظاہر تو آدمی کی

صورت میں ہیں مگر مبادیہ آدمی نہیں۔ حقیقت میں وہ گائے اور کدو ہیں۔ ہاں جو صورت اور

معاذوں اعتبار سے آدمی ہوں ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جو کمال دانتی رکھتے ہیں وہی ایسے لوگوں

کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور سب کے ساتھ یک رتہ و کر تے ہیں اور کیوں نہ کریں۔ اعلیٰ علم کا

یعنی دستور ہے ہاں جو اعلیٰ قوت یعنی ذور ذرا لے ہیں وہی نہیں کرتے۔ چنانچہ جب یہ بات ملنے

ہوئی کہ صورت کا اعتبار نہیں ہے معنی کا اعتبار ہے تو جو مبادیہ آدمی ہے وہی آدمی ہے اور جو مبادیہ

۱۱۱ کہا کہ اس سے بچا جائے اور پرہیز کیا جائے اور تقویٰ (پرہیزگاری) کی واقعیت اس لئے ہم کو ملنی کہ اس پر عمل کی جائے اور اس کو اپنایا جائے۔ جب ایسا ہوگا تو دور رخ سے نجات ملے گی اور اہل بیت میں رسائی ہوگی۔ ہندو طاقت کے ذریعہ بہشت تک پہنچتا ہے اور جب طاقت کے اور اب بھی ہوتا ہے تو حق بجانب دقتی تک پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ کہہ گیا ہے العبد بطاعتہ فی الجنة و باندہ فی طاعتہ الی اللہ تعالیٰ۔ یہاں تصوف کا معاملہ ہے۔ عوام طاقت پر فائدہ ہوتی ہے اور خواص طاقت کے ساتھ ادب کو بھی بروئے کار لاتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے لا ادب الا کتبوا ادب اکابر کا حصہ ہے اور اکابر تو یہی خواص ہیں۔

الہام سے سرا داں کو باخبر اور آگاہ کرنا ہے۔

الادب مستند الفقراء و زین الأغنیاء = ادب فقرہ کے لئے سند اور امراء کے لئے رفعت ہے یعنی فقرہ کے لئے باعث شرف و رفعت ہے۔ یہ بات اس میں بھی کہی گئی ہے کہ فقرہ کے اکابر ان سوال نہیں ہوتی۔ وہ کسی سے کچھ مانگتے نہیں۔ اپنی جانب سے ہمیشہ بے نیازی پیش کرتے۔ معصیت فقرہ کی بندہ کی کاتیر حال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا نہیں مانگتے جب خدا سے طلب نہیں کرتے تو مخلوق کے سامنے اپنی حاجت کیا پیش کریں گے۔

ایک درد پیش نے معصرت خلیجہ ابراہیم ادم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اگر فقیر ایک روز کو مارے تو کیا کرے؟ پھر پوچھا اگر درد روز فاقہ ہو جائے تو کیا کرے؟ فرمایا مگر کہہ۔ مگر دریافت کیا کہ تین روز تک بھوک میں رہے تو کیا کرے؟ فرمایا صبر کرے۔ اس واقعہ نے عرض کی تین روز کی بھوک تو کتن ہے۔ ارشاد ہوا اللہ علیہ القاتل (ختمہا قاتل پر)

کساں ادب کا آفتاب پوری پاکیزگی کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور صدیقوں پر طلوع ہوا۔ انہیں ان خاص توانیا ملتی ہیں اور ان کے بعد صدیقین ہیں۔ ادب انہیں کا زیور ہے اس لئے کہ ادب لوہا کا برس ہے۔ ترک ادب ہے ترقی و عدم احترام کہہ سکتے ہیں اور انبیاء و صدیقین کا ظاہر ہوا اس میں ہے ترقی سے معصوم و محفوظ ہوتا۔

ادب میں ترقی یا نصیب ہوئی تو یقیناً تمام محلات میں بھی تاامیدنی، باری ہوگی۔

چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا تو حیدر موصی ہے وہ ایمان کو ادب کرتا ہے تو جس کے پاس ایمان نہیں اس کے پاس تو حیدر نہیں۔ ایمان موجب ہے علم شریعت کو ادب کرتا ہے تو جس کے پاس شریعت نہیں اس کے پاس ایمان نہیں تو حیدر نہیں۔ اسی طرح علم شریعت موجب ہے۔ ادب کو ادب کرتا ہے تو جس کے پاس ادب نہیں اس کے پاس نہ شریعت ہے نہ ایمان ہے اور تو حیدر ہے۔ اس سے بڑی یا بڑی ترقی اور تاامیدنی اور کیا ہوگی؟

چنانچہ حضرت خلیفہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب مرید ادب سے مکمل متاثر ہو تو وہ اس مقام سے نیچے آجاتا ہے جہاں پہنچتا تھا۔ اس لئے کہ وہ ادب کے ذریعہ اس بلند مقام تک پہنچتا تھا تو ادب اس کی ترقی کا سبب تھا۔ اور جب سبب ہی نہیں رہا تو ترقی بھی نہیں رہی۔ اس طرح جس مقام پر چکا وہاں سے گر کر پلٹیں گے مگر جب تک اس کا پہنچنا ضروری ہو گیا۔

من لسم بآداب الوقت فوقعه مقف = جس نے وقت کا ادب نہ کیا اس وقت اس کے لئے مقف ہے۔ اس لئے کہ ترک ادب سے بے ترستی پیدا ہوتی ہے اور بے ترستی عدولت کو قائم ہے۔ عبادت و بندگی میں اگر کمی ہے تو وہ محبت کے لائق ہے لیکن عدم احترام اور کمی اس میں ہے تو وہ محبت کے لائق نہیں۔ چنانچہ جو شخص محبت سے دور ہوا وہ ”مقف“ میں پڑ گیا ”مقف“ اللہ تعالیٰ کے خضر و مہتاب کو کہتے ہیں، ہفت کے اعتبار سے المقف کے معنی علم رکھنا ہے۔

ادب النفس ان تعرفها الخیر و تحبها علیہ و تعرفها الشر = نفس کا ادب ہے کہ اسے خیر اور بھلائی سے آتش کیا جائے، خیر و صلاح پر آگ اور کسا جائے نفس کی شر سے ناسا کیا جائے اور برے کاموں سے اسے روکا جائے۔ یہ باتیں اس آیت کے موافق ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاتَّبِعْنَهَا فَنُفُورًا وَتَقْوَاهَا (الشمس ۸) (پھر اس کے دل میں زوال دیاں کی تاثر دیاں اور اس کی پارسائی کی) اللہ تعالیٰ نے نفس کے لئے فحش و جور (نافرمانی) اور کٹوتی (پرہیزگاری) سے کٹی کو اور تر اور دے دیا ہے۔ فحش و جور (نافرمانی) سے واقعیت کو اس لئے

خصائل تھیں، ہوتے اس کو بے ادب کہتے ہیں۔

الفصاحة = زبان کی صحت، مگر یہ موضوع اور اس پر بحث کو فصاحت کہتے ہیں۔

والبلاغة = عمدہ، نوٹ کیے اور فصاحتی کی طرف زبان کی رسائی کو بلاغت کہتے ہیں۔

وأما أهل الدين فأكثروادابهم مع العلوم ورياضة النفوس وقاديب السجوارح = اہل دین کے جزاآداب بتائے گئے اس سے مراد یہ ہے کہ اہل دین نفس کو نرم اور کمزور بنادیتے ہیں تاکہ وہ حقیق سمجائے قیائی کا طریقہ فرما دے اور اس وقت وہ چاہے مرتبہ کی سند پر اعزاز اور لوگوں کے درمیان اپنی خوبیت عام کا مظہر کہے تو اس وقت وہ چاہے مرتبہ کی سند پر عمدہ اور روز ہوتا چلتا ہے یا کی صورت میں اس کو زندہ یاد دہتا ہے اور مذکورہ کی یاد دہاتی ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ چاہے مرتبہ کے ساتھ دین حاصل نہیں ہوتا۔ چاہے مرتبہ بھی ہو اور دین بھی ہو یہ تو القاديب اطهر کی ربوبیت کے ساتھ جھگڑا کہا جائے گا۔ اس لئے کہ عظمت و کبریا کی یعنی بزرگی و بڑائی تو سب قیائی کی صفات ہیں۔ لہذا جو کوئی لوگوں پر اپنی عظمت و کبریا کی دعاکر جاتا چاہتا ہے اور مردوں سے اپنی بزرگی و بزرگی کا سکھ مڑانا چاہتا ہے۔ دراصل یہ جتنا چاہتا ہے کہ اس کا دسکھ الاحسنی۔ میں ہی تمہارا بزرگ و بزرگ پروردگار ہوں۔ ایک طرف یہ غرض اور دوسری طرف دین۔ دونوں کا اجتماع ممکن نہیں۔ اسی لئے جماعت صوفیہ کا کہنا ہے انصوف اسقاط الجہاد و سوادالوجہ فی الدنیا والآخرہ۔

چاہے مرتبہ کو عادی ہے میں صوفیہ نے پوری کوشش کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر مرد پیش کے پاس اس کی جان کے سوال اور کچھ نہ ہو اور وہ پیش اپنی جان بھی کتوں کے آگے ڈال دے تو اصرار پست کرے کہ کتوں نے اس کی جان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

تہذیب الطباع = علمائے کی رنگی اور تہذیب سے مراد یہ ہے کہ —

طباع چار ہیں۔ خن، بطن، منہ اور سوراخ۔

شورخ روی منہ کا اٹھل ہے۔

بخلی اور گھٹیا ہیں سوراخ کا اٹھل ہے۔

قولہ: والخاص فی الأدب علی ثلث طبقات أهل الدنيا وأهل

الدين وأهل الخصوصية من أهل الدين. أما أهل الدنيا

فاکثروادابهم فيها الفصاحة والبلاغة وحفظ العلوم واخبار

الملوک واشعار العرب أما أهل الدين فاکثروادابهم مع

العلوم ورياضة النفوس وقاديب الجوارح وتهذيب الطباع

وحفظ الحدود وترك الشهوات واجتناب الشبهات

والمسارعة الى الخيرات وأما أهل الخصوصية من أهل

الدين فادابهم حفظ القلوب ومراعات الامور واستواء

النسور والعلاية.

(ارشاد شیخ ج) ادب کے معاملہ میں لوگ تین درجہ کے ہیں: (۱) اہل دنیا (۲) اہل

دین (۳) اور اہل دین میں اصحاب خصوص۔ اہل دنیا کے ادب زیادہ تر دنیاوی امور

میں فصاحت، بلاغت، علوم کی پرورش، بادشاہوں کی تارشخی، ان کے واقعات کا یاد

رکھنا اور شعرائے عرب کے اشعار کا حفظ کرنا شامل ہے۔

اہل دین کے بیشتر آداب علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ نفس کی ریاضت ہوتی ہے۔

جو اس یعنی اصحاب کو ادب سکھانا، طبیعت کو پاک کرنا، شریعت کے حدود کی مخالفت،

شہوات و خواہشات کا ترک، منہجہ اور محکوک سے احتیاط و پرہیز، بچیوں اور

بھلائیوں کی طرف دروڑنا۔

اہل دین میں سے اصحاب خصوص کے آداب دلوں کی نگہداشت، اسرار کی مخالفت اور

ظاہر و باطن کو یکساں کرنا ہے۔

شرح:

أما أهل الدنيا فاکثروادابهم فيها = اہل دنیا کے جزاآداب بتائے گئے وہ زیادہ تر

دنیوی صفات اور عادات ہیں جو ان لوگوں کے درمیان پختہ ہوئیں اور ان صفات کی وجہ

سے انہیں میں ممتاز سمجھے جاتے ہیں اور پسندیدہ شمار کئے جاتے ہیں اور جس میں یہ

شرح آداب السیرین
بزرگوں کو چھ سے کیسے حاصل کر دیں

کہتے ہیں کہ مومن کو کھانے میں اختیار سے کام لینا چاہیئے۔ دن رات میں صرف ایک وقت کھائے۔ اسی کو اویلت حاصل ہے۔ اگر اس سے زیادہ کھانا ہوتا ہے تو یہ اسراف ہے اور ایسا ظلم جو بھوک کی نعمت سے محروم ہے کھانے میں اسراف، دولت مندوں کا کام ہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اسراف سے پرہیز کرادراں سے دور رہو یہ بچاؤ اور درست ہے کہ دن بھر میں دو بار کھانا اسراف ہے۔

اور وہ سریدان جن کا شمار اہل ریاضت میں ہوتا ہے انہوں نے طے کے روزے تمہیں دلوں تک رکھے ہیں اور بعض نے تو چالیس روز تک طے کے روزے بچھا دیئے ہیں۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ جن لوگوں نے چالیس دن تک طے کے روزے رکھے ہیں ان پر کوئی قدر نہیں اس طرح کا ہم نہ کہیں ہیں کہ بعض اسرار الہیت ان پر کھلے گئے ہیں۔

وما اهل الخصوصية من اهل الدين لئلا يهم حفظ القلوب و مراعات الاسرار واستواء السوء والعلاج = اہل دین میں جو اصحاب خصوص ہوں ہیں ان کے جو آداب بتائے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ حضرات دلوں کی حفاظت کرتے ہیں، اسرار پر نظر رکھتے ہیں اور اپنے ظاہر و باطن میں یکسانیت پیدا کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حضرات اپنے دلوں کی اس طرح حفاظت کرتے ہیں کہ کہیں کوئی دوسرا ان کے دل میں ناگہان نہ ہو جائے۔ اسباب خصوص اہل دل ہوتے ہیں ان کا کام دل کی باسپانی ہے۔ ہر وقت اس بات سے خائف رہتے ہیں کہ کہیں کوئی چیز ان کے دل میں داخل نہ ہو جائے جو انہیں محبوب سے محبوب کہہ دے، چاہے نہ آسمان سے نہ زمین، نہ پہاڑ ہے نہ دریا نہ رشتہ ہے نہ چالیاں بلکہ چاہے تو غیر کے ساتھ مشغولیت ہی چاہے ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ غیر سے انفصال حق سے انفصال ہے یعنی غیر سے دوری و انفصال میں حق سبباً نہ دقتی کی قربت ہے جب غیر نہیں ہوگا تو چاہے نہیں ہوگا۔ اور اس وقت مشاہدہ ہی مشاہدہ ہوگا۔

یہ حضرات خصوص اپنے اسرار کی حفاظت کرتے ہیں کہیں غیر کی گزند نہ ہو جائے اس

شرح آداب السیرین
نفس روئی و مادی روئی یعنی بڑا کثرت و غیر حایین خرم کا غفل ہے۔

علمی نفسی اور خراسوشی غفل کا کل ہے۔

جب تک ان چاروں علموں سے فراغت و بیداری نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کی صحبت کے لائق نہیں ہوتا۔

ایسی صورت میں شوشی چھوڑ دے، زنی دھری اپنی اختیار کرے۔

بجائے چھوڑ دے، سخاوت و ناسی اختیار کرے۔

کامل و سستی چھوڑ دے، غفلت اور مستعدی اختیار کرے۔

کونجی کوڑک کر کے بیوی اختیار کرے۔

سیری اور آرزوؤں کوڑک کر کے بھوک اور مامرائی پیدا کرے۔

ایک بزرگ نے فرمایا دنیا کی کچی بھر پیٹ کھانا ہے اور آخرت کی کچی بھوکا رہتا۔ پیٹ بھرنا تمام خواہش اور تمام آفات کی جڑ ہے۔ یہیں سے یہ سب چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ عورتوں کی آہوت اور ان سے نکاح کی خواہش اس کا ازہمہ ہے۔ جب عورتوں کی آہوت اور نکاح کی آرزو پیدا ہوگی تو مال و دولت اور ہجر و منزل کی طرف رغبت ہوگی اور جب مال و دولت اور چادہ عورت کی طرف رغبت ہوگی تو یقیناً دینی داری اثراتی چھوڑا دے۔ چلن اور اسی طرح کی دوسری خرابیاں پیدا ہوں گی۔ جب بندہ اپنے نفس کو بھوک کے ذریعہ دیکل و خوار بناتا ہے اور بھوک کے ذریعہ شیطان کا داخلہ اپنے اوپر ممنوع کر لیتا ہے تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کے آگے گدگد چمکا دیتا ہے اور ہر گز مری اتحادات اور فتنہ و فساد سے نکل آتا ہے۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ اگر فزون بھوکا رہتا رہتا بھوک دیکھ اس کی تکلیف سے آشنا ہوتا تو ہرگز غفلتی کا کوئی نہیں کرتا۔ اس کی ظہیری نے اس سے غفلتی کا کوئی کرادیا۔

حضرت خولہ فہرہ رضی اللہ علیہا کے بارے میں متحول ہے کہ وہ اپنی مناجات میں کہتے۔ اے اللہ مجھے بھوکا رکھ، میرے بال بچوں کو بھی بھوکا رکھا اور مجھے اندھیری رات میں بے چراغ رکھ۔ یہ سب معاملات تو اپنے دوستوں کے ساتھ کرتا ہے، اب مجھے یہ بتا دے کہ میں ان

معرفت حاصل نہیں ہوئی اور معرفت کے بغیر محبوب ہے۔

جب کوئی اپنے مقام سے راضی اور خوش ہو گیا تو کیا اس مقام سے اس کا ناس پیدا ہوا اور غیر حق سے اس کا تعلق ہے؟ حقیقت ہوگی اور جس کو حق سے دھت ہوگی وہ یقیناً محبوب ہوگا۔

قولہ: وقبیل الہمة ما یبغضک من نفسک علی طلب المعانی و قیمته کل موئی قہمتہ۔

(ارشاد شیخ ہے) اور کہا گیا ہے کہ ہمت وہ ہے جو تجھ کو تیرے نفس سے مٹا کاموں کی

طلب پر اجازت دے اور انسان کی قیمت اس کی ہمت ہے۔

شرح: یعنی اگر اس کی ہمت دنیائے تو اس کی قیمت دنیائی ہے اور اگر اس کی ہمت عقیقی ہے تو اس کی قیمت عقیقی ہی ہے اور اگر اس کی ہمت مولیٰ ہے تو اس کی قیمت مولیٰ ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ کون سمجھے اور کون فقی نہیں کون ایک بخت ہے اور کون بد بخت۔ یہ آج کی ظاہر ہے۔ اور اسی عالم میں اس کو پہچانا جاسکتا ہے۔ مذت الہی اسی حکم کے مطابق جاتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی قدرت بہت وسیع ہے لیکن زیادہ تر ایسا ہی کہ سمجھتی فقی کی شناخت اسی عالم میں موجود ہے۔

بزرگوں نے فرمایا کہ ماں کے حکم میں آنے کا تعلق ہمت سے ہے اور حکم سے باہر آنے سے اس کی قیمت لگ جاتی ہے۔ (یعنی دنیائیں آ جانے کے بعد سعادت و شقاوت کا معاملہ کل جاتا ہے۔ حرجم آیت کریمہ اُولَیٰئِکَ نَحْمَدُکَ لَا نَسْتَعِیْذُ بِکَ مِنْکَ لَمْ یُفْضَلْ (الاحزاب/ ۱۷) وہ جو انہوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گروں میں آتے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت سیدنا القضاۃ محمد رانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں بھی کھانا دینا اور وہاں بھی کھانا دینا۔ ہرگز ہرگز ایسا نہ ہو۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ جس مرد کا اہلبہت ہمت بہت سے آگے نکل جاتا وہ اس میدان کا رکن نہیں۔

سوال: یہ جو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اللہ کے لئے کی جائے گی

ہمت پاک ہوتا کہ لا الہ الا اللہ کی بارگاہِ قدس کے لائق ہو جائے۔

حضرت سلطان العرفین سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا جب میرے دل میں دنیا کی یاد آتی ہے تو میں وضو کرتا ہوں اور جب بہشت کی یاد آتی ہے تو غسل کرتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کیا کیوں؟ فرمایا دنیا بھٹ ہے اس کی یادداشت کے اندر ہے اور حدیث سے وضو لازم آتا ہے۔ لیکن بہشت عقیقی موت کی جگہ ہے لہذا اس کی یادداشت کے نکل ہے اور جنابت کے بعد غسل کرنا ہے۔

عرفادہ اصحاب ہمت ہیں۔ جہاں معرفت میں کمی ہوتی ہے وہیں ہمت میں خسارت آتی ہے۔ ارباب ہمت نے معاذ اللہ القصو و ما علینی (اللحم / ۱۷) کے کتب میں اس حقیقی کی تضحیح کر لی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے دونوں جہان پیش کئے گئے تو آپ ﷺ نے نظر اٹھا کر بھی اس طرف نہیں دیکھا اس وقت آپ کی یوں مدح سر لائی گئی معاذ اللہ البصر و ما علینی یعنی معانی بصر و محدب و ما علینی ای و ما تاجار عن الحد یعنی حضرت محمد ﷺ کی نگاہ پاک نہ کاس ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی آپ نے رضا و رغبت کے ساتھ خوش ہو کر اس طرف نہیں دیکھا۔

بزرگوں نے فرمایا اگر حضور ﷺ دنیا کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں تو یہی نکتہ نہیں چکھتے اور اگر عقیقی سے آنکھیں نہیں پھیرتے تو قلب تو قیں نکتہ نہیں چکھتے۔ چنانچہ کہتے ہیں ان بصل الی الکمل الا من القلق عن الکمل جو کل سے منقطع ہو جاتا ہے وہ کل تک پہنچ جاتا ہے۔ جو بزرگوں سے منقطع ہوتا ہے وہ بزرگ نہ پہنچتا ہے۔

بزرگوں سے منقول ہے کہ من رضى بخلقنا صحب عن امامہ عزائے مقام سے راضی ہو گیا وہ اچھے مقام سے محبوب ہو گیا۔

دوسری بات یہ کہ مقام اور حال غیر ہیں۔ اور معرفت کی خرابی یہ ہے کہ غیر سے رخ موز لیا جائے۔ اس لئے کہ من عرف اللہ احوال عن عسا سو احوال و جود ہے۔ جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اس نے ماسوی اللہ سے رخ موز لیا۔ جب تک غیر سے اعراض نہیں کرتا

انہوں نے جواب دیا تو کل میں اپنے کو پختہ کر رہا ہوں!

حضرت منصورؒ نے فرمایا اپنی زندگی کو برہنہ کر دی اور یہ بتائے کہ اللہ تعالیٰ فی التوحید
آپ کا کیا حال ہے؟

جماعت صوفیہ کے نزدیک خاک کے معنی یہ ہیں کہ لذت و خواہشات اس سے فنا ہو جائے
اور لذت و خواہشات کا فنا ہونا یہ ہے کہ بندہ کو کسی سے اس سے بھی چیز میں بخش محسوس نہ ہو۔
اہمیت دینے اور دشمنیت میں ڈالنے والی چیزوں کے دو میان، لذت بخش اور کم اندوز، قس کے
دو میان، بخشش اور بخشش خیر کے درمیان کوئی تیز اور فرق نظر نہ آئے۔

سوال :- منکرین یہاں یہ سوال اٹھا سکتے ہیں کہ جب بندہ اپنی صفات سے غافل
ہوتا ہے تو پھر شریعت کے خلاف کبھی اس سے ساقط ہو جائیں گے۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اس بندہ کو اپنی خوبی سے جہر چاہتا
ہے مگر اسے اور گھوم جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت کے خلاف کی ادا انگلی میں داسی جانب سے
ٹوک رہتا ہے۔ یعنی اس کا اس طرف نکل ہونا اپنی جانب سے نہیں ہوتا اور اپنی قوت کا اس میں
مل نہیں ہوتا بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ جب تک بندہ اپنی صفات کے ساتھ
لی رہتا ہے حق تعالیٰ حکم شریعت کے مطابق اور مروا ہی پر لگا دے کہتا ہے اور جب اپنی صفات کو تن
کر رہتا ہے تو حق تعالیٰ اس پر تصرف کرنے والا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں خواہشات کے
شرک سے اس کے افعال پاک ہو جاتے ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ اس کو اس حال میں خصوصی طور پر
ظہور رکھتا ہے۔ شرعی اعمال ترک کر کے اسے معیوب ہونے نہیں دیتا۔ جب بندہ کو حال نکال ہو
تا ہے تو حال نگاہ کی روشنی یہ ہے کہ وہ بندہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جزدہ
اور پاس اس پر مایہ ہوتی ہیں ان کو گنج خور سے وقت پر ادا کرتا ہے۔ اور اس کے وقت اور مری ادا انگلی
کرتا ہے اور منہیات کے ترک کے وقت منہیات سے باز رہتا ہے۔ اور وہ ان حالات میں شرح
کے موافق رہتا ہے۔ جب اس کا یہ حال ہو جاتا ہے تو اس کی تاجی و درست ہو جاتی ہے۔ اور اگر
اس کا حال اس کے برخلاف ہوتا ہے تو اسے شیطان غلبہ کہیں کے برقرار رہتا ہے نہیں ہوگا۔

لذت اور خواہش کی تکمیل کے لئے نہیں کی جائے۔ تو دنیا کیسے ہو سکتا۔ اس لئے کہ بندہ کا معاملہ تو
لذت و خواہش اور حصہ قسمت سے خالی نہیں ہوتا؟

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت صوفیہ کے نزدیک حظ و نصیب سے مراد
افراطی مشہورہ ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے سوا نہ دلائل ان کا کوئی حظ و مطلب ہو اور نہ آخرت میں۔
کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو کسی چیز سے لذت نہیں۔ اس سے وہی حظ و لذت مراد ہے جس کو لوگ
سامان لذت سمجھتے ہیں۔

جو شخص بہشت کے لئے خدا کی عبادت کرتا ہے وہ خدا کی عبادت کو اپنے مطلب کا
ذریعہ سمجھتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ اس کا مطلب نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب محبوب بہشت ہے اللہ
رب العزت نہیں۔ اور جس کا محبوب و مطلب حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہیں اور اس کا مطلب و
محبوب اللہ تعالیٰ کے دین اور حق تعالیٰ کے قرب کی سرت ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی پرستش
عبادت کی شرک کی طلب و محبت میں نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا مقصود ہوتا ہے۔

قولہ: مسئلہ ابو بکرؓ، الواسطی عن مالک بن دینار و داؤد الطائفی
و محمد بن واسع و امثالہم من العباد فقال القوم ما
خسر جوارحنا من نفوسہم الا انہی نفوسہم تو کو النعم النعم
للمعہم الباقی فاین حال البقاء من النعماء۔

(ارشاد شیخ ہے) حضرت ابو بکرؓ، واسطی، حضرت مالک بن دینار، حضرت داؤد طائفی،
حضرت محمد بن واسع اور ان جیسے دوسرے عالموں و زلموں کے بارے میں جب پوچھا
گیا تو کہلیدہ و لگ ہیں جو اپنے نفوس سے نہیں نکلے مگر اپنے نفوس کی طرف۔ انہوں
نے باقی رہنے والی باتوں کے لئے نہ اپنی نفوس کو چھوڑا ہے۔ نہ ادا اور نہ کہاں ہے۔

شرح:

یہ بات کے بعد کہ انہوں نے اہم مطالبہ کی گفتگو ہے۔
حضرت منصورؒ نے حضرت ابراہیمؒ کو اس لئے نکلے تو ایک مشکل میں ان کو
گفت گاتے کہ کیا بوجہ یہاں کیا کر رہے ہیں؟

ہائے۔ جب بندہ کا یہ حال ہو جاتا ہے تو اس کی فاسخ و درست ہو جاتی ہے۔ اور اگر بندہ کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے تو اسے عیضانی غلبہ کہیں گے۔

حضرت خواجہ عبدالرحمن اللہ علیہ کو لوگوں نے بتایا کہ حضرت امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ چند روز سے مسجد شریف میں قیام فرما رہے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ سو جاتے ہیں صرف اللہ کرتے ہیں اور وقت پر نماز پڑھ لیتے ہیں۔

حضرت خواجہ عینی نے فرمایا کہ اس بیان سے مقام خفا کی معنوی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر بشری صفت پر قائم رہتی ہے تو آدمی کو کھانے پینے اور سونے کے بغیر چار نہیں ملتا۔ اور اگر اس کے بغیر بقاء حاصل ہے تو یہ بات صحیح ثابت ہو رہی ہے کہ بشری صفات تو ہو چکے اور وہ حیوان کی زبان پر اللہ ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو اللہ میں خاصیت حاصل تھی۔ اس لئے کہ کوئی شخص اگر کسی چیز میں گم ہو جائے خوشی ہو یا غم خوف ہو یا امید یا مغلوب الحقل ہو جائے۔ تو وہاں عقل کی صورت میں اس وقت اس کی زبان پر وہی چیز آئے گی جس میں وہ گم ہوا ہے جیسے کوئی مست، حاملت میں وہی ساری باتیں بولنے لگتا ہے جس کو ایک ہوشیار چھپائے رکھتا ہے۔ جب حضرت امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت، جلالت، ہیبت، محبت یا خوف نے فانی کر دیا تھا تو اس پر ان کو زبان مبارک پر ذکر اللہ جاری رہتا تھا۔ اگر ان کی خاصیت غیر حق تعالیٰ کے اندر ہوتی تو اللہ کا نام ان کی زبان پر نہیں آتا۔

لوگ حضرت کے بارے میں کہتے تھے تو ہوشیار ہیں، فانی کہاں ہیں اس لئے کہ یہ تو وقت پر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ فانی کیسے کہا جائے؟

فرمایا ایسی بات نہیں ہے۔ دراصل صاحبان وجد محفوظ ہوتے ہیں۔ اور اس وجہ سے فاساد پر حضرت خواجہ عینی فرماتے کہ جب حق تعالیٰ کے ساتھ قنوت درست ہو جاتی ہے تو یہ بندہ محفوظ ہو جاتا ہے اور بے لابی کرنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اور یہ بات اس لئے ہے کہ پہلی اگر مقام یاضت میں رکھ کر ادب نہیں سکھاتے اور تمام ادب و اسلاف سے پاک نہیں کر لیتے مقام قرب کے لائق نہیں ہوتے۔

تسوك التسعم العاشر للتعالم = (انہوں نے فانی ثنوت کو باقی ثنوتوں کے لئے ترک کر دیا) یہ کسی چیز کا دیکھا اور کسی چیز کا نہ دیکھا ہے، بلکہ بری چیز کو اچھی چیز کے عوض دیکھا ہے۔ فانی کو دنیا سے اور باقی کو لینا ہے۔ تمام زلموں کا زہم یہی ہے۔

فہا من حال البقاء من البقاء / فہا من البقاء من البقاء = (خدا سے بچا کہ) عرفہ کے نزدیک بقاء سے ذات کی بقاء کو نہیں ہے بلکہ بقاء سے معنات مراد ہے اور فنا سے اشیا کی فنا نہیں بلکہ صفات کی فنا ہوتی ہے۔

اس معنی کے اعتبار سے ہر چیز سے مراد میں وہی چیز نہیں ہوتی ہے بلکہ معنی مراد ہوتا ہے کسی چیز کے اندر جب اس کا معنی موجود ہوتا ہے تو اس چیز کو بقاء کے نام سے یاد کرتے ہیں باقی کہتے ہیں اور جب وہ معنی اس چیز سے معدوم ہو جاتا ہے تو اس چیز کو فانی کہتے ہیں۔ اس کی بہت ساری تفسیریں ہیں۔

فنا و صاف مذموم ہے فنا کو کہتے ہیں اور بقاء و صاف مذموم ہے بقاء کو کہ اس طرح اور بھی تفسیریں آئی ہیں۔

فنا و بقاء سے اللہ اعلم یہ مراد ہو کہ تمام اسباب بشریت سے فانی ہو جائے اور توحید میں بچا ہے۔

اور فنا کا معنی یہ ہے کہ ساری لذتیں اس سے فنا ہو جائیں۔ اس کو کسی چیز میں لذت لطف حاصل نہ ہو۔ تمہید اس سے ساتھ ہو جائے۔

فانی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ کو کسی سے انبیت نہ رہے کسی چیز میں لذت نہ ملے۔ انبیت دینے اور وحشت میں ڈالنے والی چیزوں کے درمیان، لذت بخش اور غم اندوز باتوں کے درمیان تمیز نہ رہ جانے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

فانی ہونے کی علامت اور شناخت یہ ہے کہ اس بندہ پر خدا کی جانب سے جو ذمہ داریاں ہیں اسے بحال رہے۔ یعنی جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرے اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے ان سے پرہیز کرے تاکہ اور امور و فتنوں میں وہ شرع کے موافق ہو

مطلق بزرگ کرتا ہے۔ اس لئے کہ ان صاحب قیامت قہر کی تہذیب میں ہے جو سوال کا مطلق شکر کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت سے متعلق فرماتے ہیں: لا یستلزون الناس الحافا

ای الحاحا ولا غیو۔

فقرائے صادق کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی بلند ہمتی کی وجہ سے کسی کے مہربان صفت نہیں ہوتے۔ اسی نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے حالی ہمت بزرگوں میں سے کسی نے کہا ہے کہ کسی کے مطلق یا کسی کی سفارش پر پشت میں جانا انہوں کی بات ہے۔

مہرود زیارم سلامین روزگار گرمن ز بدنگان تو باشم کینہ

(اگرچہ میں تیرا کینہ بندہ ہوں۔ لیکن اس کے بارہو نہیں سلامین وقت

کے سامنے نہیں جھکا سکتا)

ایک بزرگ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے ہاتھ میں ایک ایسی کمان دی ہے جس کو حضرت جبرائیل و حضرت میکائیل بھی نہیں جھکا سکتے۔

ایک بزرگ نے یہ بھی کہا کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کو اہل اللہ اسراہیم علیہ السلام (الفصلہ / ۱۲۵) اور علیا علیہ السلام نے ابراہیم کو تھیل (کہا کیا اور حضرت موسیٰ کو و تکلم اللہ موسیٰ و تکلیما (الفصلہ / ۱۲۴) اور کلام فرمایا۔ موسیٰ سے اللہ نے خاص کلام کہا کیا تو ہم لوگوں کو یہ منہم و یجوبہ (الفصلہ / ۵۴) (اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور اللہ سے محبت کرتی ہیں) کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا۔

اٹھارہ جزائر عالم میں جو ہمت اس نبی پائی کے پتلے کو مٹا کی گئی وہاں کہیں نہیں۔ اس نبی پائی کے مٹا میں ایک عظیم راز ہے۔ درہ صرف نبی پائی کا یکا نہیں تھا۔ انا لا انت و لا انت عیوی (تم نہیں تھے، تو ہے اور تیرے سوا کوئی نہیں)

اس شعر میں ای بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سر بہت بدال زلف تو سر بہت نکلا لاما تو اس کرد کہ باما نکشائی

قولہ: سَمِعِلَ الْمُحْسِنِ عَنْ قَوْلِهِ صَالِحٍ لَا يَسْتَأْذِنُ النَّاسَ الْحَافَا فَقَالَ يَمْنَعُهُمْ غُلُوُّ حَمَتِهِمْ عَنْ زَلْعِ خَوَالِجِهِمْ إِلَّا إِلَىٰ مَوْتِهِمْ۔

(ارشاد شیخ ہے) حضرت خلیفہ حبیبؒ سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ کے اس قول لا یستأذنون

الناس الحافا (الفصلہ / ۱۳۲) (وہ لوگ کسی سے اپت کر یعنی منت و زاری کے

ساتھ کچھ نہیں مانگتے) کا کیا معنی ہے۔ تو انہوں نے کہا ان کی بلند ہمتی ان کو اس بات

سے روک دیتی ہے کہ وہ اپنی حاجتیں غیر اللہ کے پاس لے جائیں۔

شرح: حضرت خلیفہ حبیبؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں جو فقرائے اہل صغریٰ

مدح میں ہے کہ وہ لوگ کسی سے علاج یعنی صحت و زاری کے ساتھ کچھ مانگتے نہیں اس

کی اصل کیا ہے تو حضرت خلیفہ حبیبؒ نے اللہ علیہ نے فرمایا ان کی بلند ہمتی ان کی اپنی

حاجتوں کو غیر اللہ کے پاس لے جانے سے روک دیتی ہے۔ یہاں تک کہ انتہائی بزرگ

کی حاجت میں زمین پر لوٹنے لگتے ہیں تاکہ لوگ سمجھ و کیم کہ یہ دیوانے ہیں اور یہ

لوگ اپنی حاجت سے اٹکی بے نیازی ظاہر کرتے ہیں کہ لوگ ان کو ملا کر رکھتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کلام میں یوں جلوہ فرمایا کی یہ منہم و یجوبہ (الفصلہ / ۱۲۴)

یعنی التفتُّب (الفصلہ / ۱۳۲) (خیال کرتے ہیں انہیں نادانف کہ مالدار ہیں)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر ہمت کو بیان کیا ہے۔ ان لوگوں کو جو بلند ہمتی

حاصل تھی اس کی وجہ سے غیر اللہ کے آگے نہیں جھکتے۔ چنانچہ کہتے ہیں اللہ نے لا یستأذنون

بالمخلوق ولا لہا منہیل اہل الخلق لیتقیب الہمتہ غیر ربیۃ (ہمت مخلوق پر قیامت نہیں

کرتی اور نہ مالا مال کائنات تک پہنچنے کا اس کے پاس کوئی راستہ ہے چنانچہ ہمت غیر ماضی اور ماضی

ہو کر رہ گئی ہے)

جب کوئی کائنات پر اتکھا نہیں کرتا اور ماضی کا کائنات تک راہ نہیں پاتا تو یقیناً وہ بچا رہ

غریب ہوگا۔

الافہ، الحافا کے معنی میں ہے۔ یعنی وہ لوگ اخراج و زاری نہیں کرتے۔ یہاں پر سوال کا

چروں کو دیکھیں گے۔ آپ ﷺ نے شبِ معراج میں انبیاء کے مقامات، ساتوں زمین اور ان کے عجاہات، ساتوں آسمان اور ان میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت، بہشت اور اس کی نعمتوں کا کمال، دوزخ اور اس کی سزائیں اور کلم، قضا، قسمت سب کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ اس لئے اپنی جگہ سے ذرا بھی تہ نہیں گئے اور دوسرے لوگوں نے نہیں دیکھا ہے۔ چنانچہ بارہ دیکھیں گے اس لئے غول، درخت اور صوب و ادب سے کچھ نہ بولیں گے یوں انا بھل جائیں گے۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ معراج کی شبِ حضور ﷺ کو بانے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ پیسے ہی دیکھ لیں۔ اور قیامت میں دیکھی ہوئی چیز کو دیکھ کر اپنی جگہ سے نہیں ہلے۔ دوسرے لوگ جس وقت قسمی قسمی کہیں گے آپ ﷺ اتنی فرمائیں گے۔

قولہ: فَلَا يَفْهَمُ لِأَحَدٍ نَفْسٌ إِلَّا جَلَاءَ فَيَقُولُ رُبِّي رُبِّي لِيَعْلَمَ إِنِّي مَخْلُ
الْمَخْرُودُث لَا يَحْضُرُ عَنِ الْعِلَلِ.

(ارشاد شیخ ہے) کسی ایک شخص کا بھی نفس بغیر علت کے باقی نہیں رہے گا تو وہ فنا و نسیر طور پر کہے گا ربی ربی۔ یہ سچ اور درست ہے کہ اگر حواضِ ملائق سے خالی نہیں۔

شرح: یعنی آدمی جب کل حوادث ہے (تغیر و تبدل قبول کرنے والا ہے) تو اس کے افعال

اور اس کے اعمال یقیناً علت سے خالی نہیں ہوں گے۔ کیوں کہ کوئی کام علت سے خالی نہیں ہے۔ اس کا جو کام ہوگا وہ یا تو منفعت کے لئے ہوگا یا نقصان کو دفع کرنے کے لئے ہوگا۔ برہ کی صفت نیازِ معنی ہے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ اس کام حصولِ منفعت اور دفعِ مضرت سے مزدور و پاک ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بفضلِ اللہ ماشاء و بحکم ما یوید (جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) اللہ تعالیٰ کی محبت مخلوق کے ساتھ بغیر کسی علت اور سبب کے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے بندوں کی محبت علت اور سبب کی بنا پر ہوتی ہے، جو محبت علت اور سبب کی بنا پر ہو رہا ہے جاری ہے اور جو محبت بغیر علت و سبب کے ہو رہا ہے حقیقی ہے۔ یہ کہ مخلوقات کی محبت و صداقت معلول ہے۔ علت والی محبت (یعنی فرض و سبب والی

(اسے میرے محبوب! آپ کی ذات میں ایک راز پوشیدہ ہے، لیکن کیا کیا جائے کہ وہ راز آپ مجھ پر نہیں کھولے)

قولہ: قَالَ التَّحْصِيثُ لِي حِكَايَةُ إِذَا أَوْفَرْتُ جَهَنَّمَ زُفْرَةَ كُلِّ يَقُولُ

نَفْسِي نَفْسِي لِأَجَلٍ وَلَا أَذْنِي إِلَّا مُخْتَمِدٌ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ يُوَجِّعُ إِلَيَّ حَذَّ الشَّقَاعَةِ فَيَقُولُ أَعْتَصِي.

(ارشاد شیخ ہے) حصری نے اپنی حکایت میں بیان کیا ہے کہ جس وقت دوزخ کو جوش آئے گا اور اس کے جوش کو دیکھ کر ہر شخص خود بخود ہڑا ہو یا چھٹا، اپنی ہوائی قسمی قسمی نکالنے لگے گا مگر یہ سچ اور درست ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ شفاعت کے مقام بلخ پر جلوہ افروز ہو کر اپنی امتی کہیں گے۔

شرح: یعنی تمام لوگوں میں رحمت کے باوجود اپنی طلبِ مراد کا کچھ نہ کچھ نہ پائی رہ گیا تھا۔

اس کے پیش نظر حقیقی طور پر اپنا حصہ اور اپنی مراد طلب کریں گے اور اپنی مراد طلب کرنا دراصل حکم کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ بارگاہِ خداوندی سے اپنے لئے رحمت طلب کرنے کا حکم بھی ہے۔ لیکن حضرت محمد ﷺ کی دنیا پائی کوئی غرض ہے اور دنیا پائی کوئی مراد پائی ہے۔ چونکہ آپ ﷺ تسبیح و تہلیل کے تمام کمال پر فائز ہیں اس کا بھی قصدا ہے کہ اپنی ذات سے رنج موڑ لیں (اپنے لئے کچھ نہ مانگ کر تمتع کے لئے نگر مند رہیں۔ مترجم) اور پھر حضور ﷺ بھی جانتے ہیں کہ جب میں اپنے کتروں کے لئے کچھ طلب کروں گا اور ان کو چاہوں گا تو اس چاہ میں خود بھی شامل رہوں گا۔ اس لئے کہ یہ خیال ہے کہ اجتناب کرنے والوں کی تجارت ہوا جس کی اجتناب کی جائے اس کی تجارت نہ ہو۔

کشف محجوب میں آیا ہے کہ مقامِ قرب میں قریب رہتے ہوئے دور والوں کی بات کی جائے تو یہ قرب کے لائق و مناسب نہیں۔

کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن دیکھی ہوئی

اب یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ ایسا شخص جس کا اللہ تعالیٰ دوست ہے اور اس میں دشمنوں کی ہمت پائی جاتی ہے جیسے ساحرانِ فرعون۔ تو ایک وقت ایسا واجب سلطانِ محبوب حق نے ان پر نلب حاصل کیا اور انہیں دوستوں کی صف میں لاکر کھڑا کر دیا۔ اور جس کا اللہ تعالیٰ دشمن ہے کہ چہ دوستوں کی خوریاں اس میں پائی جاتی ہیں جیسے ابلیس لہمیں۔ تو ایک وقت ایسا آیا کہ سلطانِ عداوت حق نے اس کو دوستوں کی صف سے نکال کر دشمنوں کی صف میں لاکر کھڑا کر دیا۔

یہ باتیں ایسی ہیں جن سے بچھ پائی ہو جاتا ہے اور مگر خونِ بن کر بہہ جاتا ہے۔ وہ دستانہ جو تمہارے سر پر ہے اگر کافر کے سر پر رکھ دو گداور وہ تار و جھڑکری گدوں میں گردن ہمارے گردن میں ڈال دیں تو کیا کر سکتے ہو۔ لہٰذا الملک المطلق للکة المصروف المطلق جب اس کی بادشاہت مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہے۔ اس لئے جو چاہے کرے۔

ملک ان تست و نرائں، مملوک را چہ در ماں

گر بے خطا برائی در ہے گمبہ گمیری

(ملک آپ کا ہے تمام آپ کا۔ مالک کے حکم میں مملوک کو کیا ملے۔ بے

گناہ کے نکال دیجئے یا غیر خطا کے پکڑ لیجئے۔ آپ کو اختیار ہے۔)

محبت) کے ساتھ محبت معمول ہے اور علتِ والی عداوت میں مصرت معلول ہے۔

اسی لئے بندوں کی صفات میں تغیر و تبدل جائز ہے۔ جب محبت، مصرت میں بدل جاتی ہے تو محبت، عداوت بن جاتی ہے اور جب مصرت، محبت سے بدل جاتی ہے تو مصرت، محبت ہو جاتی ہے اسی کے برعکس اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی عداوت کی علت (جدا و سبب) کی بنا پر نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ازلی ہے، جو محبت ہے وہ ازل سے لبر تک درست ہے۔ اور جس کا دشمن ہے ازل سے لبر تک وہ دشمن ہے۔ آج اس دنیا میں وقت کی مہافت کی بنا پر محبت عداوت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا اور آج اس دنیا میں وقت کی مخالفت سے اس کی محبت و عداوت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قول ہے: الرضا وسخطا للہ تعالیٰ وحقان اذینان لا یختوران بالقضای العباد (خوشنودی اور ناخوشنودی، دوستی و دشمنی اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفاتیں ازل ہیں۔ اس میں بعد کے افعال سے کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا)

بندہ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو موافقت و مخالفت کا معاملہ اس دنیا میں ہے وہ ازل میں جو کچھ ہو چکا ہے اس کی عداوت ہے اس کی صلہ نہیں ہے۔

یہ بات تو ثابت ہے کہ کفر عملِ عداوت ہے اور ایمان عملِ محبت۔ اگرچہ کافر اپنے کفر کی وجہ سے اللہ کا دشمن ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہے یہ بات ابھی ظاہر نہیں ہے اس کا حال پوچھو ہے اور اس کا حکم موقوف ہے۔ ہاں اگر کفر ہی پر اس کا قاتل ہوتا ہے تو یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہے اور کفر سے قتل آتا ہے۔ یعنی ایمان لے آتا ہے تو یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا دوست ہے۔ اس طرح مومن اگر چہ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے اللہ کا دوست ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے لئے ہے یہ بات ابھی ظاہر نہیں۔ یہ حال ابھی پوشیدہ ہے اور یہ حکم ابھی موقوف ہے۔ ہاں اگر اس جہان سے ایمان کے ساتھ یا تا ہے تو یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا دوست ہے لیکن اگر ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اللہ اپنی پناہ میں رکھے تو یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہے۔

ایک ہم عصرت راہروں کی ہے۔۔۔۔۔ لوگو! بعض اخلاق و اعتیاد کرتے ہیں اور بعض

لیکن _____صوفیوں کی جماعت۔ یہ لوگ تمام اخلاق پسندیدہ اور اوصاف

جہد کو قبول کرتے ہیں۔ یعنی اختیار کرتے ہیں۔

ہندگی اور سعادت مندگی کا کمال یہی ہے کہ جہاں تک ہندو سے ہو سکتا ہے اپنے کو اللہ

تو کئی کا خلا تو ہے راستہ اور اس کی صفات کے معانی سے پیرا ستر کر کے۔

اس عبادت کا کمال تو مطلق طور پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا حاصل ہے آپ کے بعد

باخلاق اللہ کے مضمون میں ہمیں بھی پوشیدہ ہے۔

مخصوص کیا وہ کر گیا ہی۔ لیکن۔۔۔ آپ کے دوسرے خصائص کی ویسی مدح نہیں کی
 بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو جن چیزوں کے لئے

ہمیں کہ وَاَنْتَ لَعَلَّیْ خَلَقْتَ عَظِیْمَ الْقَلَمِ (اور بے شک آپ عظیم القلم خلق کے مالک ہیں) فرما کر آپ ﷺ کے افلاک کا مدح و ستائش کی۔

قوله: سُمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ خُبَّابٍ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كَانَ خُلُقُهُ فِي الْقُرْآنِ حَبْ حَبْرَتِ الْأَمَامِ

المؤمنين بلى بي عاصم رضی اللہ عنہما سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت

فرمایا تو انہوں نے کہا آپ ﷺ کا اخلاق قرآن میں ہے۔

حضرت امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہو ما کان یا ائمو من امر للہ

وہی سناہی اللہ حضور ﷺ کا خلق یہ تھا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا اور سزا

مختصر رحمت للعالمين عليه الصوة والتسليم في ذات مقدس طاهر محمد

۷-۸

صوفیوں کے اخلاق و خصائص کے بیان میں

قوله: وَأَجَلٌ يُخَصَّصُ لَهُمْ أَخْلَاقُهُمْ

(ارشاد شیخ ہے) اس گروہ صوفیائی کی عظمت ترین شخصیات میں، ان کے اخلاق

5

شرح: صوفیائے کرام دمِ یہ ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کو زنجیر رکھا اور جاری

کیا اور وہ اس طرح کی ابتدا میں رجوع للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال کی

حفاظت فرمائی اور اسی کو شریعت کہتے ہیں۔ درمیان میں آپ ﷺ کے اعمال کی پیروی کو

اور اسی کو طریقت کہتے ہیں اور آخر میں جب احوال تک پہنچنے کی بات آئی تو آپ ﷺ کے

احوال سے لگے۔ اس حدیث کا یہی معنی ہے الشریعة اقوالی و الطریقة

المعالي و الحقیقۃ احوالی - چوتھارکن معارفہ اشیاء کماہی ہے۔ (پہلی)

اشیاء کی معرفت جیسی کہ وہ ہے (انسان کا کمال انہیں چاروں ارکان پر موقوف ہے۔

بہت سارے لوگ ایسے ہوئے جنہوں نے اعمال کو اختیار کیا مگر اخلاق میں پیر وی نہیں

یعنی ان کافروں کے علم و حکم کا بدلہ نہ لیجئے۔ یہ تین باتیں اس کی دلیل ہیں کہ لوگوں کا جو معاملہ ہے اور دوسروں کے لئے جو بھتہ بن جائے۔ جب حضور رحمت عالم ﷺ نے ان احکام پر عمل کرنے میں پیش رفت دکھایا تو انکے اُعلیٰ خلقی عظیم کے ذریعہ آپ ﷺ کے خلق عظیم کی مدح ثنا کی گئی۔

حضرت امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا خلق عظیم یہ تھا کہ وہ لوں جہاں دوسروں پر انکارت کیا کرنا اور خود کو ان کے یعنی حق کا حق کے نام سے گھر ہے۔

حضرت خواجہ ابوسعید خراسانی نے فرمایا چوں کہ آپ ﷺ کی ہمت کا معاملہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اور کسی دوسری چیز کے ساتھ نہیں تھا اس لئے انکے اعلیٰ خلق عظیم کی مدح ثنا سے متصف ہوئے۔

اسی طرح دوسروں نے کہا کہ جن کی مدح سرائی اور ثنا خوانی اللہ رب العزت فرمائے ان کی تشریف و توصیف دوسرا کیا جان کر سکتا ہے۔

حضرت امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ حضور ﷺ کا خلق عظیم یہ تھا کہ ذاتی منفعت کے لئے نہ آپ ﷺ کو کسی سے دشمنی اور نہ کسی کو آپ ﷺ سے۔

حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضور ﷺ کا خلق عظیم یہ تھا کہ شہادہ حق میں ایسا مشغول رہتے کہ لوگوں کے جبر و جفا کا آپ ﷺ پر کوئی اثر نہ ہوتا۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خلق عظیم تترنوا کا لباس ہے اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف ہونے کا نام ہے۔

حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ حضور ﷺ کے خلق عظیم یہ تھا کہ آپ ﷺ نے ناس و نفوس اور فتنائے لذات کے حکم کے تحت تمام امتیازات کیسے اپنشت ڈالے یا تھا۔

قولہ: وقال النبی ﷺ ألا اخبرکم کم بأحبکم الی وأقربکم منی مجلسا یوم القيامة قالوا بلی یا رسول اللہ قال احسبکم اخلاقا المومنون اکھافا الذین یألفون ویؤلفون۔

اور باتیں میں بھی اللہ تعالیٰ کے آداب (اخلاق) کا مجموعہ ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ کے حسن آداب کا اعلان معاذ اللہ بالصبر و ما طعی کے ذریعہ کیا۔ اور یہ آداب کے وہ نکات ہیں جن کے لئے حضور ﷺ ہی مخصوص ہیں۔ یعنی حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے ان سے اعراض فرمایا ان سے روح سوا یا صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ ساتوں زمین، ان کی دنیاوی سرے ان کی لذتوں کو، ساتوں آسمان، ان کی اخروی سرے اور ان کی لذتوں کو پس پشت ڈال دیا۔

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اخلاق میں اگر کمال مردہ تھے تو حضور ﷺ ہی تھے جن کے سامنے ساری کائنات پیش کی گئی مگر شریعت سے بھی اعراض نہ کیا۔

معارف میں آیا ہے کہ اہل نوین کا فریاد خلیفہ فی القرون البعیدہ اٹھ نہیں۔ حضور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف تھے۔ اس سے متعلق یہ ایک باریک دلاور لطیف ترین پیرائہ اشارہ ہے۔

حضور رحمتہ علیہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کو اخلاق کی جو مشیت حاصل تھی وہ بارگاہ رب العزت سے ملتی تھی جیسا کہ فرمایا کما کان متعلقاً باخلاق اللہ تعالیٰ (آپ ﷺ اللہ کے اخلاق سے آراستہ تھے) اسی معنی کا اس جملہ میں بیان کیا کہ ان خلیفہ فی القرون استجیاء میں

سبحان الجلال وسعراً للجمال بلطف العقال (آپ ﷺ کے اخلاق قرآن میں ہیں۔ یعنی آپ ﷺ اللہ کی عظمت و کبریا کی کو بیان کرنے میں بڑے محتاط اور احوال و کیفیات کو پردہ راز میں رکھنے والے تھے) اور یہ امام نوین حضرت مائتہ و شیشی اللہ علیہا کے فوہ کلام کا مال تھا۔

قولہ: قال اللہ تعالیٰ خلید العفو واء موبالمعروف وأعوذ عنی الخاھلین (الاحراف / ۱۹۹)

(ارشاد شیخ ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا مٹو اختیار کیجئے نیک کاموں کا حکم دیجئے اور جاہوں سے روح نکھر لیجئے۔

نارائوں سے مراد نکار ہیں۔

شرح: نارائوں سے مراد نکار ہیں۔

شیخ النبیون شیخ شہاب الدین ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف میں لکھا ہے کہ میں ہمدانی شیخ حضرت شیخ ابوالنجیب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شام کے سفر پر تھا۔ کسی دنیا والے نے چند مٹی تیرہ یوں کے سروں پر طشت میں لکھا بھیجا۔ حضرت خوان گاہ کیا کیا۔ قیدی جو کھانا لے کر آئے تھے برتن خالی ہوئے گا اظہار کرنے لگے کہ حضرت شیخ نے اپنے خادم سے فرمایا ان قیدیوں کو کھانا اور دودھ دینا کہ ساتھ ان کو بھی حضرت خوان پر بھیجا و حکم کے مطابق خادم نے ان لوگوں کو کھانا اور خرخوان پر سب لوگوں کے ساتھ ایک صف میں بیچھ دیا۔ حضرت شیخ اپنے پیادہ سے اٹھے ان کے پاس گئے اور انہیں کی طرح ان کے درمیان بیٹھ گئے اور ان قیدی غلاموں کے ساتھ کھانا کھایا۔

اس واقعہ سے مجھ پر وہ بات ظاہر ہوگئی جو تو شیخ الحد کے سلسلہ میں حضرت کے کھپ اور بر کنوری مٹی کی کنگست دینا اور کھرے نفس کی بار بار نکال لینا اس کی اس طرح کی وجہ سے تھا جو حضرت شیخ کو حاصل تھا۔ دوسروں کو علم و ایمان کے باوجود یہ دولت کہاں حاصل ہے کہ لوگوں کے ساتھ موافقت، مساوات اور میل جول کا یہ معاملہ کریں یعنی لوگوں کے ساتھ وہ موافقت سے پیش آئیں اور لوگ بھی ان کے ساتھ اسی موافقت و مساوات کا معاملہ کریں۔ یہ باتیں بھی حسن اخلاق ہی کے ضمن میں ہیں۔ اس لئے کہ بر کنوری کے ساتھ موافقت درست ہوئی نہیں کتنی بلکہ جو شخص بشما زیادہ نیک ہو گا وہ اتنا ہی زیادہ لوگوں کے ساتھ موافقت کرنے والا ہو گا۔ اور لوگوں کے لئے جو کام اٹھانے والا ہو گا۔

اسی لئے کہتے ہیں الصوفی کا لاف صوفی زمین کی طرح ہوتا ہے۔ زمین کی یہ لٹی ہے کہ سارے لوگ اس کو پاؤں سے روندتے ہیں لیکن وہ دشمنی نہیں کرتی۔ اور ساری گند لپکائی اسی زمین پر ملنے نہیں گرنے لگتی نہیں ہوتی۔

حاصل کلام یہ کہ اخلاق نبوی ﷺ سے تصفف ہونا بہت اہم کام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت جو سب کا مطلوب و مقصود ہے وہ محبت رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع پر موقوف ہے اور اس کے لئے حسن اخلاق کی شرط ہے۔ حسن اخلاق تمام اعمال و افعال کا

(ارشاد شیخ ہے) ارسوس تھا ﷺ نے فرمایا جانتے ہو اور باخبر ہو یا میں نہیں جانتاں کرتاں لوگوں میں ہر راسب سے زیادہ محبوب اور دوست کہ ان ہے اور قیامت کے دن ہر مری ہم نشینی میں مجھ سے سب سے زیادہ قرب کن ہو گا؟ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ فرمایا جائے آپ ﷺ نے فرمایا تم میں جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو گا، جو لوگوں کے لئے اپنے کو بچھا دے گا جو لوگوں سے الفت رکھے گا اور جس سے لوگ الفت رکھیں گے۔

شرح: ”الوطیۃ“ کو پہلی سے نافذ ہے جس کے معنی قدموں میں بچھ جانا ہے۔

”الاحکاف“ سمکھ کی جگہ ہے جو طرف اور باب کے معنی میں ہے۔

یہ عبارت دل سے تو شیخ کو سننے کے بیان میں ہے۔

حضرت خواجه فیصل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کی طرف نگاہ کی اس کی بڑی قیمت ہے اور دنیا شیخ میں اس کا کوئی حصہ ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا حق کے سامنے حق کے لئے گردن بچھا دے اور اس کے حکام پر ہر طرح کے اعتراض کو کس کر دے گا تاہم شیخ ہے۔

حضرت حکیم القسسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہر چیز کا پورا اٹھانے والا ہوتا ہے اور عمل کا پورا شیخ ہے۔

حضرت خواجه اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ تو شیخ کی آخری حد کیا ہے؟ فرمایا اس وقت تک کہ جسے ہر نہ ٹھوکر جب تک ہر ایک آدمی کو تم اپنے سے بہتر نہ سمجھو۔ (یعنی ایک آدمی بھی تمہاری نظر میں برتر نہ ہو)

حضرت سلطان الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ کوئی آدمی تو شیخ علی رب ہوتا ہے؟ فرمایا اس وقت جب کسی مقام اور کی حال میں بھی اس کی نگاہ اپنے نفس پر نہ ہو۔ جب انسان اپنے نفس کی شرارتوں اور اس کی ذلت و خوارگی کو پیش نظر کرے گا تو وہ اپنے سوا کسی کو بھی برا نہیں سمجھے گا۔

کہتے ہیں کہ صوفیوں کے تمام اطلاق میں سب سے بہتر اور اعرف اخلاق تو شیخ ہے۔

زیادہ ہوگی اس کے اچھے اعمال کو زیادہ بھی زیادہ ہوں گے۔

خوش اخلاق کے ایک ذمہ کی وہ قدر و قیمت ہے جو مل کے بڑے بڑے بہاؤوں کو

مائل نہیں۔

حضرت خواجہ احفاد رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ خوش اخلاق آپ نے کس سے سیکھی؟ فرمایا تمہیں بنی مامم مٹری سے ایک روز میں ان کے گھر میں بیٹھا تھا ایک لڑکی گرا گرم بریاں پیالہ میں لے کر آ رہی تھی۔ وہ پیالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور تیس مٹری کے پچ کے سر پر گر پڑا۔ پچ اس وقت مر گیا۔ آپ تو وہ لڑکی ڈر سے کاٹنے لگی۔ تیس مٹری نے اس سے کہا غور ذمہ ہو، ہواؤ میں نے خدا کے لئے تمہیں آزاد کیا۔ پہلی نکل آیا ہوا جس نے ملن کا مقابلہ کر سکے۔

قولہ: **وَمِنْ أَحْلَا قِيَمِ الْجِلْمِ وَالتَّوَّاضِعِ وَالتَّصَبُّحَةِ وَالْمُتَّقَةِ وَالْإِحْسَانِ وَالْمُؤَافَقَةِ وَالْإِسْنَاءِ وَالْمَدَارَةُ وَالْإِيْضَاءُ وَالْجِدْمَةُ وَالْأَلْفَةُ وَالْبَشَاشَةُ وَالْكَرَمُ وَالْقُوَّةُ وَالْبَلَاءُ الْجَاهُ وَالْمُروَّةُ وَالْجَوْدُ وَالنُّوْدُ وَالْعَفْوُ وَالصَّفْحُ وَالسَّخَاءُ وَالْخِيَاءُ وَالْوَفَاءُ وَالْتِلَافُ وَالْبَشَرُ وَالطَّلَافَةُ وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ وَالِدَعَاءُ وَالنِّسَاءُ وَحَسَنُ الظَّنِّ وَتَهْنِئَةُ النَّفْسِ وَتَوْقِيرُ الْأَخْوَانِ وَتَجَمُّلُ الْمَشَائِخِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَالتَّوْحَمُ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكِبِيرِ وَاسْتِعْفَاؤُ مَا مِنْهُ وَاسْتِعْظَامُ مَا إِلَيْهِ.**
(ارشاد شیخ ہے) صوفیوں کے اخلاق میں علم برآضح..... تا آخر شامل ہیں۔

شرح:

جلم: دھروں کا جو خود اٹھا لینا اور اپنا بوجھ کسی پر بندہ ادا کرنا ہے۔

شاہ کرامانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مخلوق کی پریشانیوں کو اٹھا لینا اور ان کی ضرورتوں کو

پوری کرنا خیر اخلاق کی علامت ہے۔

شیخ در چتر ہے اور تمام مقامات و احوال کی اصل دہر ہے۔ لہذا خیر اخلاق کو اپنا جایا تا کر حضور ﷺ کی اتباع حاصل ہو جائے۔ اس لئے کہ شر و فساد جو مردہ کے وجود کے بغیر محال ہے۔

قولہ: **وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُوءُ الْخَلْقِ سُوءٌ وَخَيْرُ أَوْ كَمُ أَسْوَأُ كَمُ خَلْقًا.**

(ارشاد شیخ ہے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا بد خلقی خیر سے ہے اور کم میں برا آدمی وہ ہے جس کے اخلاق برے ہیں۔

شرح: ہر لوگوں نے فرمایا کہ ہر طرح کی انجمنیں، پریشانیوں بری خصلتوں کی وجہ سے ہیں اسی طرح تمام آرام و معافیت اچھی عادتوں اور نیک خصلتوں کی بنا پر ہے۔ بری عادتیں دوزخ کی طرف لے جاتی ہیں اور نیک عادتیں بہشت کی طرف۔ یہ بات اس معنی میں ہے کہ اچھے اخلاق ہوں یا برے اخلاق، یہی تمام افعال و کردار کے سرچشمہ اور شیخ ہیں۔ اچھے افعال اچھے اخلاق سے سرب ہو جتے ہیں اسی طرح برے افعال، برے اخلاق سے وجود میں آتے ہیں۔ اسی لئے اہل تصوف کے نزدیک دل کو بری صفات سے پاک کرنا بڑا کام ہے اور اہل سلوک کے نزدیک بہت اہم کام ہے۔ اس لئے کہ ہر بری صفت انسان کی راہ کا بڑا راز ہے۔

قولہ: **قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْكَتَّانِيُّ رَحْمَةُ اللَّهِ التَّصَوُّفُ كُلُّهُ خَلْقٌ فَكُنْ زَادَ عَلَيْكَ فَبِی الْخَلْقِ زَادَ عَلَيْكَ فَبِی التَّصَوُّفِ.**

(ارشاد شیخ ہے) حضرت ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تصوف اچھی عادتوں اور

نیک خصلتوں کا نام ہے جو اچھے اخلاق کو بتا دے عادات ہے وہ تصوف میں اتنا ہی آگے

بڑھتا ہے۔

شرح: یعنی جو اخلاق میں زیادہ جدہ تصوف میں زیادہ ہے اور ان سب کی غیبا رآئی اصول پر

ہے جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ نیک خلقی اچھے اعمال و افعال کا سرچشمہ ہے اور بد خلقی

برے اعمال و افعال کا سرچشمہ ہے۔ چنانچہ یہ بات جتنی ہے کہ جس میں نیک خلقی

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص صنعت میں صالح کو نہیں دیکھتا وہ غفلت سے نالی لوگوں کے درمیان دشمنی جو ہوتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر چیز کو اور ہر شخص کو عیب کی نظر سے لوگ دیکھتے ہیں، ہنر کی اور خرید کی نظر سے نہیں دیکھتے، اس کی بنا پر دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر شخص صنعت میں صالح کو دیکھتا ہے وہ سب کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے اور اس کو ہر چیز میں خوبیاں نظر آتی ہیں۔ کسی سے اگر تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور تقدیر پر تحمل کر کے تکلیف دینے والے کو معاف کر دیتا ہے (اور بول لے لے گا) ”محبوبہ و مہتمم اعتبار رہتے ہوئے بھی شفقت سے پیش آتا ہے۔ یہ بات اسی غصہ سے پیدا ہوتی ہے جس نظر سے صنعت میں صالح کو دیکھتا ہے۔

احتفال: حق سبحانہ تعالیٰ کے لئے لوگوں کی تکلیف وہ باتوں کو برداشت کرنا احتفال ہے۔ حضرت خولید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کبھی دنیا میں آپ کو خوشی بھی ملی ہے؟

فرمایا ہاں: اور باخوشی کے لحاظ آئے ہیں۔

ایک تو اس وقت جب میں بیٹھا ہوا تھا آپ شخص آئے اور وہ میرے سر پر پیشاب کرنے لگا اور دوسری بار اس وقت جب ایک شخص آیا اور مجھے تھپڑ مارنے لگا۔

مواظقت: شرمی اور جائز حدود میں رہتے ہوئے مسئلوں کے کامیوں میں مدد کرنا

مواظقت ہے۔

احسان: حد شرع میں رہتے ہوئے لوگوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا احسان

ہے۔

مداراستہ: شریعت کے مطابق لوگوں کے کاموں میں سامانی اور بہت پیدا کرنا

مداراستہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے مدارات کے سلسلہ میں روایت آتی ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی کلمہ کی برائی نہیں کی۔ اگر پسند آگیا تو تناور فرمایا اور پسند نہیں آیا تو چھوڑ دیا۔ اسی طرح کبھی

تو اصرار: اپنی قدر و قیمت نہ جانتا اور ہر شخص کا اپنے سے اہم سمجھتا تو اصرار ہے۔

حضرت خولید نبیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص اپنی قدر و قیمت سمجھتا ہے اسے تو اصرار نصیب نہیں۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت ابو ذر اور حضرت مال بن امی اللہ تمہاری کی بات پر بحث ہو گئی اور حضرت ابو ذر نے حضرت مال کو کیا فام ہونے کا طعنی دیا تو یہ کہہ دیا کہ تم تو کالے ہو۔ حضرت مال نے یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر! مجھے ہوا تمہیں شرم نہیں آتی۔ ابھی تک زبانیہ جاہلیت کا ٹکڑا تمہارے اندر موجود ہے۔ یہ کہہ کر حضرت ابو ذر زمین پر لیٹ گئے اور قسم کھائی کہ اس وقت تک اپنا سر نہیں اٹھاؤں گا جب تک بلال میرے چہرہ پر اپنا پاؤں نہ رکھ لیں۔ اور واقعی انہوں نے سر نہیں اٹھایا۔ یہاں تک کہ حضرت بلال آئے اور انہوں نے جب اپنا قدم حضرت ابو ذر کے رخسار پر رکھا تو حضرت ابو ذر نے اپنا سر زمین پر سے اٹھایا۔

قصص: ہر شخص کے لئے خیر خواہ رہنا نصیحت ہے۔ یعنی جو چیز اپنے لئے پسند کر دہی دوسروں کے لئے پسند کر دہی جس چیز کو اپنے لئے درست نہیں سمجھتے اس کو دوسروں کے لئے بھی درست نہ سمجھو۔ مسلمانان کی نصیحت یہی ہے۔

اور ایک دوسری نصیحت یہی ہے کہ یہ حد اعتدال نہ کروں کہ بزرگ سمجھا جائے اور نہ گنگناروں پر شفقت کی جائے۔

شفقت: تمام لوگوں کے ساتھ ہرسانی کا سلوک کرنا شفقت ہے۔ چاہے وہ عالم ہوں یا جاہل، طاقت و شمار ہوں یا گنگنار سب کے ساتھ ہرسانی کی جائے۔

فرماں بردار اور طاقت و شمار پر شفقت ان کی طاقت و فرماں برداری کی تعظیم میں کی جائے۔ اور گنگناروں پر اس لئے شفقت کی جائے کہ تمہاری شفقت و برکت کے سبب تنگی کی طرف داخل آجائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رحمت عالم رسول اکرم ﷺ نے احد کے روز اپنی قوم کے کلمہ کو تم کے مقابلہ میں یوں ارشاد فرمایا انا للہم اھد قومی فبآھم لا یعلمون (اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت دیجئے، بیشک وہ نہیں جانتے)

کرم، دئی کے اندر ایک ایسی عادت و خصلت ہے کہ جب کوئی (بری چیز) کسی غیر سے پہنچتی ہے تو وہ اس پر اس طرح خوش ہوتا ہے جیسے کوئی اچھی چیز اسے مل گئی ہو۔

لفظ کرم ایک عام اسم ہے، ہر وہ کام جو دوسروں کی منفعت کے لئے ہو اس کو کرم کہتے ہیں۔ ہاں یہاں اس بات ہے کہ یہی لفظ ”کرم“ الگ الگ صورتوں اور الگ الگ حالات میں مختلف ناموں سے موسوم ہوتا ہے۔ مثلاً

اگر مال و دولت کے ذریعہ کرم کیا جائے تو اسے سخاوت کہتے ہیں۔

اگر لوگوں سے اچھی گفتگو کی جائے تو اسے زبان کے لطیف کہتے ہیں۔

اگر کسی کے وعدہ کو پورا کرتا ہے اور اٹھائے وعدہ میں پختہ ہے تو اس کو کرم کافا کہتے ہیں۔

اگر دکھاو و مصیبت میں گھرے لوگوں کے ساتھ درد مندی کی جائے تو اس کو کرم کشفیت کہتے ہیں۔

اس طرح کے کاموں پر جب نگاہ ڈالو گے تو کرم کی حقیقت روشن ہو جائے گی اور یہ واضح ہو جائے گا کہ ہر کام میں کرم ہی کرم ہے۔ اس طرح کہ سوا ہر ایک صفت انہیں مذکورہ

صفتوں میں سے ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ ان میں سے کسی ایک صفت کے ذریعہ خوش آتا ہے تو تمہارے دل کو خوش حاصل ہوتی ہے۔ لہذا جب تمہاری طرف کسی دوسرے کی

طرف سے کسی دوسرے کو ان میں سے کوئی فائدہ حاصل ہو اور تمہارا دل اس سلوک سے خوشی محسوس کرے تو یہ عمل کرم کے اصول اور ضابطہ کے مطابق ہوا۔

اور اسی کے برعکس اگر عمل ہوتا ہے تو اسے کبھی اوسانا آتی کہیں کے اور ایسے شعیں کو لیم کہیں کے۔ لیم کے معنی تجھیں دلاتی ہوتا ہے۔

فتوت: ہمیشہ دوسرے کے کاموں میں لگے رہنے کو فتوت کہتے ہیں۔ یعنی ہر وہ کام جس میں دوسروں کا فائدہ و نفع ہو اس کو انجام دینا فتوت ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

لا یزال اللہ فی حاجۃ العبد ما دام العبد فی حاجۃ احیہ المسلم۔ (جو بندہ اپنے مسلم

بھائی کی حاجت میں لگا رہتا ہے اس کی حاجتوں کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔)

بھی کسی خادم کو کام کے لئے نہیں ڈالتا۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

ہا ہوسل تک حضور ﷺ خدمت کی۔ لیکن آپ ﷺ نے بھی مجھے نہیں فرمایا کہ یہ کام کیوں کروں یا یہ کام کیوں نہیں کیا۔ اگر کوئی کام پسند کیا تو دعائیں دیں اور ناپسند ہوا تو فرمایا کہ یا مسر اللہ

قد اقصوا (لا خلاف) (اور اللہ کا حکم ایسا فیصلہ ہے جو طے پایا ہو تا ہے)

ایثار: اپنی ضرورت و حاجت رچے ہوئے کسی دوسرے کو دے کر دے کر اس کی ضرورت پوری کرنا ایثار ہے ایثار کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے ساتھ رہنے والوں یعنی مائیں کے

حق کو خیال رکھا جائے۔ اپنا حصہ ان کو دے دیا جائے اور ان کو آرام و مالیت پہنچانے کے لئے خود تکلیف اٹھائے۔

خدمت: مہاجر ہوں یا مہاجر سب کے ذوق اور طبیعت کے مطابق خدمت کرنا خدمت ہے۔ یعنی لوگوں کی تسکین و ممانعت کا ایسا انتظام کرنا کہ وہ سکون دل اور طمینان قلب کے

ساتھ اپنے اور ادا و خائف اور معصومات میں لگے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر انہیں ریاخت و مجاہدہ سے بھڑک اور نعمت حاصل ہو وہ انہیں ان کی خدمت کے صلہ میں مل جائے السدا لعلسی

العیو کھلعلہ (خیر کار کو دکھانے والا بھی خیر پر عمل کرنے والے کے جیسا ہوتا ہے)

خافا ہیں اور اوقات کے قیام کا مقصد خدمت ہی ہے

الفت: حد شرعی میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ سوا الفت کرنا الفت ہے یہاں پر بعد شرح کی بات اس لئے کی گئی ہے نہ بہت پرستوں کو اپنا دوست بناؤ اور ان کی سوا الفت

میں کسی چیز کو اپنا بنالو۔ ہاں جس طرح تمہارے رفقاء کرتے ہیں تم بھی کرو۔ ہر وہ کام جو بہا ہے اس کے کرنے اور نہ کرنے میں کوئی نقصان نہیں۔ جائز کاموں میں رفقاء کا ساتھ دینا اور

رفاقت کا معاملہ کرنا کرم اور مروت ہے۔

بیشاشت: برخص کے ساتھ خوش دلی اور خندہ پیشانی سے ملنے ہر مل دوستی اور بد مزاجی نہیں رکھنا یا بشت ہے۔

کرم: ہر ایک کے ساتھ کھڑی ہر کام کرنا اور کھلی سے دور رہنا کرم ہے۔

تذکرہ: اللہ تعالیٰ کے لئے سب سے دوستی رکھیں تو وہ ہے۔

جو نہ کسی کو کچھ دینے میں فرق نہ کرنا جو نہ کسی کو دوزخ کے وقت موتیوں کا خرہ مستحق و غیر مستحق میں تفریق نہ کی جائے، اسی لئے بعض لوگوں نے کہا ہے السجود لسرک الصحنین۔ جو نہ تنگی کے ترک کا نام ہے۔ جو اپنے مال کا کچھ صدقہ دوسروں کو دیتا ہے وہ صاحب سخا ہے۔ جو نہ زیادہ صدقہ دوسروں کو دیتا ہے اور تھوڑا اپنے لئے رکھ لیتا ہے وہ صاحب بخل ہے۔ اور جو اپنی ضرورت دیتے ہوئے سب کا سب دوسروں کو دے دیتا ہے وہ صاحب اُتار ہے۔

تذکرہ: اللہ تعالیٰ کے لئے سونوں کو دوست رکھنا قوت ہے۔

عقوب: گنہگاروں کے گناہ کو دور نہ کرنا اور گناہ پر ان کی گرفت نہ کرنا عجب ہے۔

صلح: گنہگار کو معاف کر دینا اور ان کے ساتھ احسان کا سلوک کرنا صلح ہے۔

سخا: اپنے مال کا کچھ صدقہ دوسروں کو دینا اور کچھ احصا اپنے لئے محفوظ رکھنا صلا ہے۔

سخا: اللہ تعالیٰ سے شرم کرنا عیا ہے۔

ایک روز رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ سے شرم کرنا جیسا کہ شرم کرنے کا حق ہے صحابہ نے عرض کیا الحمد للہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے شرم کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا شرم یہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ سے شرم رکھتا ہے اور پورے طور پر شرم کرنے کا حق ادا کرنا چاہتا ہے اس سے کہہ دیجئے کہ اپنے سزاور کچھ گھبرائے متعلق ہے اس کی مخالفت کرے۔ اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ اپنے علم (پیٹ) اور جو کچھ اس سے متعلق ہے اس کی مخالفت کرے اور اس کموت کے لئے تیار رکھے۔ یعنی معاملات

وفا: اسی (رب تعالیٰ) کے ہو کر نہ جیسا کہ اس کے لئے ہونا چاہیئے۔ وفا داری اپنی

ذات سے نہ ہو۔ یعنی وفہ ہے۔

تاملط: لوگوں کے ساتھ حق کے بجائے زری سے پیش آنا تاملط ہے۔ روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ نے اپنے غلام کو زبردی۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ دوبارہ پکارا، پھر تیسری بار زبردی گرائی نے جواب نہیں دیا۔ حضرت اٹھے اس کے پاس گئے۔ دیکھ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ علیہ سے منقول ہے کہ قوت ایک ایسی صفت ہے کہ یہ صفت کامل و اکمل امور پر سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کسی میں نہیں پائی گئی۔ جس میں معلوم ہے تاکہ کل قیامت کے دن سب لوگ قہقہہ مانی کریں گے اور عارے نبیؐ اسی فرما کریں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا قوت شام میں ہے، زبان کا لطف عراق میں اور صبح خراسان میں۔

بدل جاہ: اگر کسی کو کوئی حاجت اور مشکل درپیش ہو اور اس کا وہ کام تہماری خوش سے حل ہو جائے اس کو خوش میں اگر تم اپنے عزت و وقار کو اپنا لگاؤ اس کو بدل جاہ کہتے ہیں۔

لقل: بے کو ایک شخص نے سونے کے کسائے حضورؐ کی کریم ﷺ کو اپنا نادانی سے کسی کام کا حکم دے دیا اور آپ ﷺ نے بھی فراموشی کا کام کر دیا پورا اقداس طرح ہے کہ یک روز رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے گلی سے ایک عورت آئی، آپ ﷺ کا دامن پکڑ کر اپنے ساتھ لے چلی۔ لیکن آپ ﷺ نے یہ نہیں پوچھا کہ کیا اس نے جاہری ہو یا بیہار تک کہ وہ آپ ﷺ کو لے کر بازار پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر بازار پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

کو لے کر جاہر پہنچی، آپ ﷺ کو وہاں کھڑا کر دیا، پھر اپنی آستین سے تھوڑا ادھکا نکالا، آپ

لکھی نے فرمایا۔ آؤ، کھلاؤ، میں تمہیں ایک مہینہ کے روزہ کا ثواب دیتا ہوں۔ مگر اس نے نہیں کہا۔ پھر خوبہ شیش نے فرمایا کہ لو، میں تمہیں ایک سال کے روزہ کا ثواب دیتا ہوں۔ پھر مکی وہ کہانے میں شریک نہیں ہوا۔ اس پر خوبہ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سے چھوڑ دیتے۔ یہ اللہ کی مخالفت سے گلے چکا ہے۔

اس واقعہ سے ایک سال کے بعد وہ جوان چوری کے الزام میں گرفتار ہو گیا اور اسی ہی میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

ترجمہ: ہر چھوٹے اور بڑے پر بخشش اور رحم کرنا رحم ہے۔

استحضار مامدہ و استعظام ما الیہ: تمہاری طرف سے دوسروں کے لئے احوال و کم کام جو معاملہ ہوا ہے کہ تمہیں سمجھا اور دوسروں کی طرف سے تمہارے حق میں سن سلوک کا جو معاملہ ہوا ہے اعلیٰ وارفع و اعلیٰ قدر سمجھا استحضار مامدہ و استعظام ما الیہ ہے۔

صوفیائے کرام کے یہ وہ اخلاق ہیں جنہیں حضرت شیخ نے اپنی کتاب میں تحریر فرمائی ہیں۔ یہی حضرات وہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی کی۔ حضور ﷺ کی سنت کی پیروی و زندہ رکھنے کی وجہ سے لائق ستائش ہوئے۔ (خود کو اور دوسروں کی) حضور ﷺ کے اخلاق سے آراستہ کرنا انہیں بزرگوں کا کام ہے۔ اور یہ تمام اخلاق و صفات عہدہ جن کا ذکر حضرت شیخ نے کیا ہے حضور ﷺ کی حیات طیبہ سے لئے ہیں۔ صحت نبوی کو زندہ و جاری رکھنے میں مشائخ و درجہ اول پر ہوتے ہیں اور ان تمام صفات پسندیدہ و اخلاقی عہدہ سے خود کو تصفہ رکھتے ہیں اور اسی رنگ میں خود کو رنگ لیتے ہیں طاقتور و بالقویہ۔ قربت کی دولت انہیں حضرات کے حصہ میں آتی ہے۔ واللہ الموفق لمن یشاء (اللہ جسے چاہتا ہے توفیق بخش دیتا ہے)۔

قولہ: سئل سہیل بن عبد اللہ عن حسن الاخلاق فقال ادناہ الاحتمال وتوکلہ: المکافات والرحمة للظالم والدعاء لہ (ارشاد شیخ ہے) سئل بن عبد اللہ سے پوچھا گیا حسن اخلاق کیا ہے؟ فرمایا ادنیٰ وجہ کا حسن خلق یہ ہے کہ صرف اللہ کے لئے مخلوق کا رنج کیے کسی سے ملانہ نہ لے۔ ظالم کے

کہ وہ ظالم لینا ہوا ہے۔ فرمایا تجھے بد رہا ہوں۔ کیا تو نے نہیں سنا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں میں نے سنا تھا۔ فرمایا تجھے کس نے دغا دیا تھا کہ جواب نہیں دیا۔ اس نے عرض کیا مجھے آپ سے اطمینان ہے کہ کچھ نہیں ہوگی۔ اسی لئے اپنے کاغذی سے جواب نہیں دیا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا چاہا میں نے تجھے آؤ کر لیا۔

بشر: احمد بنی طور پر حاضر اور غائب رہتے ہوئے بھی لوگوں کے سامنے ہنستا چہرہ دکھتا اور خندہ روئی سے پیش آتا ہے۔

علا وقت: لوگوں کے ساتھ نرم گفتار و بنا ملاقت ہے۔ یعنی ایسے برے الفاظ کا استعمال نہ کیا جائے جن سے کسی کو تکلیف پہنچے ہو۔

کیمنہ: اطمینان اور آرام و سکون کے ساتھ رہنا کیمنہ ہے۔

وقاں: کاموں میں آہستگی اختیار کرنا اور محنت پسندی سے دور رہنا وقاں ہے۔

وجار: مسلمانوں کے لئے دے دے کر کرنا وجار ہے۔

مثنا: سب کا اچھا کرنا اور سب کی تریف کرنا مثنا ہے۔

حسن ظن: سب کے حق میں اچھا کرنا کہنا حسن ظن ہے۔

اور ایہ کرنا اس لئے ضروری ہے کہ دوسروں کے احوال پر افسانہ نہیں ہیں۔

تغیر نفس: اپنے کو دوسروں سے چھوڑنا سمجھنا تغیر نفس ہے۔

توقیر اخوان: یہ نبیوں کو پورا سمجھنا اور ان کا احترام کرنا توقیر اخوان ہے۔

تجمل مشائخ: ہیران لطیف کو بزرگ سمجھنا اور وہی طور پر ان کی عزت کرنا تجمل

مشائخ ہے۔

نقل ہے کہ حضرت خوبہ شیش لکھی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت یوزاب بخشی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان بن کر آئے۔ کھانا پینے کیا گیا۔ ایک جوان کھانا کھو کر خدمت انجام دے رہا ہے۔ دونوں بزرگوں نے اس جوان سے کہا آؤ ہم لوگوں کے ساتھ تم بھی کھاؤ۔ اس جوان نے کہا میں روزہ دار ہوں۔ یہ ان کو حضرت خوبہ یا بزرگ

اے۔ قرآن شریف اور اپنا کپڑا اوڑھیں رکھیں اور وضو میں مشغول ہو گئے۔ تنہ میں یہ عورت

انی اور قرآن شریف اور کپڑے کر جانے لگی۔ حضرت نے دیکھ لیا اور فرمایا: اے بہن! ہمیں

مصرف ہوں۔ تجھے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بتا سیرا کوئی بیٹا ہے جو قرآن پڑھتا ہو اس

نے کہا نہیں۔ پھر حضرت نے پوچھا سیرا شوہر ہے؟ کہا نہیں! حضرت خلیفہ مصروف کرکشی نے فرمایا

اے بہن! تو ان مجھے دے دو اور کپڑا لے جاؤ۔

قولہ: **ہذاہ اخلاق المصوفین**

(ارشاد شیخ ہے) یہ صفات جو ہم نے بیان کئے اہل تصوف کے اخلاق ہیں۔

شرح: صوفیائے کرام نے اپنے نفس کو عبادت اور یہ وضو میں لگانے کے بعد ہی

ان تمام اخلاق حیرہ اور اوصاف

اے اہل کے برعکاف تمام اوصاف و اخلاق کو انھیں نہیں کیا بلکہ ان میں سے

بعض ہی کو اختیار کیا۔ تمام اخلاق حد کو اختیار کرنا عارفوں کا کام ہے۔ یہ عرفا معرفت کے اعتبار

سے ترقی کرتے رہتے ہیں۔

لیکن: **تو یہ حال ہے کہ ہر شخص یہی دھوکا کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور دنیا آخرت کی**

معرفت اسی کو حاصل ہے۔ حالانکہ معرفت دل کی صفت ہے اور جس کی پہنچ دل کے صفات تک

نہیں ہے۔ لہذا ہم جس کے ذریعہ یہ بتائیں لگا سکتے کسی کو معرفت حاصل ہے۔ اور کون معرفت

سے عارف ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چیز کی معرفت کے سے علامت ہوتی ہے۔ جب وہ علامت

اہل شخص میں پائی جائے تو ہمیں یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اس کو اس چیز کی معرفت حاصل ہے

اور اگر علامت نہیں پائی جائے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ اس چیز کی معرفت اسے حاصل نہیں۔ مثلاً اگر

کوئی یہ کہے کہ میں لودھوں یا درزی ہوں اور اس میں اس کی عملداری بھی ہے تو وہ اپنے قول

میں چاہے اور اگر عملداری نہیں ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اسے بھی جان لو کہ اصل معرفت جنہوں نے دنیا و آخرت

اور اللہ رب العزت کی معرفت حاصل کر لی ہے ان کی علامت اور پہچان ترک ہے۔

ساکھ مہربانی سے نہیں گئے اور اس کے لئے نہ بنے فخر کرے۔

شرح: یعنی جو روح و تکلیف جہیں مخلوق کی طرف سے پہنچے اسے موقوف کر دیا کر دیا اس عام

سے بے لالہ بلکہ اس کے حق میں دعائے فخر کر دے۔

تعلیل ہے کہ حضرت خواجہ ابراہیم اہم رحمۃ اللہ علیہ ایک روز باہر نکلے ہوئے تھے۔ ایک

شُرک سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے درپشت کیا کہ ابائی کی طرف جانے کا راستہ کون ہے۔ حضرت

نے قرآن کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس شُرک نے حضرت کے سر مبارک پر پیادہ کر کے کھلایا اور

خون بہنے لگا۔ جب وہ شُرک آگے بڑھا تو کسی نے اس سے کہا کہ تجھی فرما سان کے تائب بزرگ

جہت خرید لیا کہ اہم اہم ہیں۔ یہ کہ وہ شُرک اپنی حرکت پر عادم و شرع ہو گیا۔ حضرت کی

خدمت میں واپس آیا، معافی مانگنے لگا۔ حضرت نے فرمایا معرفت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس

لئے کہ جس وقت تو نے ٹھیکہ درائش نے اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے بھوست کی اور خداست کی، اس

شُرک نے پوچھا کیا کہیں؟ حضرت نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تمہارے دار نے اور دشمنی کرنے

میں میرے لئے اجر ہے۔ تو پھر یہ کیسے درست دیا تو ہوگا کہ تمہارا ہی اجر ہے اور وہ بڑے سے اور

میری طرف سے تم کو برائی ہے۔

یہ تو حضرت نے ان تمام ملکہ اخلاق میں سے سب سے کمترین خلق کی طرف اشارہ

فرمایا ہے۔ اگر کوئی حقیقت کی نظر سے غور کرے اور مثال مثالی کرے تو یہ بات واضح اور روشن ہو

جائے گی کہ صوفیائے حقیقہ اخلاق بیان ہوئے ہیں انہیں میں سے جسے غلطی بھی داخل ہے۔

ایک بزرگ سے منقول ہے: ہمیں نے فرمایا حسن لسم بطلق احتمال الاذی فعلیہ

ان بتوقع ثوب العاصلین۔

یعنی حضرت خواجہ حاتم اہم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا مردان خدا ہر ایک کے

جودہ تم کو اللہ تعالیٰ کے لئے ہر داشت کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں! ہر داشت کرتے ہیں۔ مگر اپنے نفس

کے غور و فکر و داشت نہیں کرتے بلکہ اس کی تسخیر کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ مصروف کرکشی رحمۃ اللہ علیہ وضو کے ارادہ سے وضو کے کنارے تشریف

کر رکھی ہے۔ وہ خود پاک ہیں، اور ان کا مذہب بھی سچا ہے۔ کج روی تو مدعیوں کے نذر ہوئی ہے۔ وہ ان کے مذہب کو جانتے نہیں ہیں، اور بھلا صوفیاء کے بزرگوں کی صحبت اٹھائی نہیں، مذمت کی سعادت حاصل کی نہیں۔ اور گمان یہ کر بیٹھے کہ ان کے مذہب کی کوئی اصل نہیں ہے۔ مذہب تو مدعیوں میں ہوتا ہے۔ مذہب میں جیب نہیں ہوتا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ اگر کسی تاجر میں طیلت پائی گئی تو زیادت کرنے والے کو برا کہا جائے گا نہ کہ اصل تجارت ہی کو برا کہیں گے۔ اسی طرح اگر مہمان جنگ میں غلطی جنگ کرنے والے سے ہو جائے تو اس جہاد کو برا کہیں گے نہ کہ اصل جہاد ہی کی برائی کی جائے گی۔ اور اگر کوئی بادشاہ ظلم کرتا ہے تو اس بادشاہ کی شکایت ہوگی نہ کہ اصل سلطانی ہی کو برا کہیں گے اور اگر کسی علم میں جہل نہ دیکھیں تو اس جہل اور کمزور کرنے والے عالم کی برائی کی جائے گی نہ کہ علم شریعت کی دہائی اڑائی جائے گی۔

شطح = دھکڑ ہے جو جماعت صوفیاء کے بعض حضرات کی زبان سے نکلا ہے۔

لغت کے رو سے کھینچنے کا فعل ہے، بات کرنے کو شطح کہتے ہیں۔ یہاں بھی یکجہرا لہو ہے۔ یعنی غایہ حال اور سر کی حالت میں ہے۔ پاک طور پر کھینچنے کا کلمات کا استعمال کرتا۔ جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا میں تعث حضورؐ کے کلمہ کا کلمات کا استعمال کرتا۔ آسمان کے نیچے میرے جیسا اور ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا اَللّٰہُمَّ عَلٰی رِقَابِ خُجَّعِ الْاَوَّلِیاء یعنی میرا حال اور میرا کام تمام اولیاء کے حال اور کام سے بزر تر و اعلیٰ ہے۔

قولہ: مَحْکَمَیْ اَنّٰی اَبَیْزَیْدَ الْبَسْطَامِیْ رَحْمَۃُ اللّٰہِ قَالَ لِبَعْضِ اَصْحَابِہٖ قُلْمٌ یُّنَا اِلٰی ہَذَا الَّذِیْ قَدْ شَہَرَ نَفْسَہٗ بِالْاُھْدِ فَقَضَہُ فَوَجَدَہٗ خَارِجًا مِنْ قَارِہِ اِلَی الْمَسْجِدِ فَظَرَّ اَبُو یَزَیْدٍ اِلَیْہِ وَقَدْ رَمٰی نَخَاعَہُ اِلَیْ خِجَابِ الْقُبْلَۃِ فَقَالَ لِصَاحِبِہِ ہَذَا اَلِیْسَ بِمَا مَوْنٌ عَلٰی اَدَبِ مَنْ اِذَا ابِ الشَّرِیْفَۃِ فَکَیْفَ یُکُوْنُ مَا مَوْنًا عَلٰی مَا یَدْعِیْہِ مِنْ مَقَامَاتِ الْاَوَّلِیاء فَوَجَّعَ وَلَمْ یُسَلِّمْ عَلَیْہِ۔

(ارشاد شیخ ہے) حکایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابوزید بسطامی رحمہ اللہ علیہ نے

جب کسی میں ترک کی صفت و علامت پائی جائے گی تو یہ عظیم ہو جائے گا کہ اسے دینی آخرت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے اور جس میں ترک کی صفت نہیں ہوتی تو ہم یہ سمجھ جاتے ہیں کہ اسے دینا آخرت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب نہیں۔

قولہ: لَامَہُ اَقَالَ لہ المذعنون واور تکبہ المستشہون فالہم مستمر الطمع ارادة وسوء الادب اخلاصاً والعروج عن الحق شطحا والثلث بالمدحوم طیبۃ والتابع الہوی ابتلاء والرجوع الی الدنیا وصولاً وسوء الخلق وصولۃ والبیخل ذکاؤ و ابتداء المسان ملامتو ماکان ہذا طریق القوم۔

(ارشاد شیخ ہے) (سویں کے اخلاق وہ ہیں جو اوپر گذرے) نہ وہ جس کو یہ دیکھ دیا ان بیان کرتے ہیں یا صوفیوں کی مشابہت اختیار کرنے والے جس کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ سچ اور درست ہے کہ ان کو عروج اور وصول اور صوفیوں کی شکل و صورت اختیار کرنے والوں نے طبع کی ارادت، بے ادبی کو اخلاص، اور حق سے نکلنے کو شطح (شطح کا معنی انشاء اللہ نیچے بیان ہوگا) مذموم اور خلاف شرع کاموں سے لذت حاصل کرنے کو پاکیزگی، نفس کی پیروی کو ابتلاء، دنیوی طرف رجوع ہونے کو وصول، بد اخلاقی کو وصول، زور اور طاقت کُل کا دائی اور شمش کا کئی کو علامت کا نام ہے۔ یہ کلام ہے، حالانکہ جماعت صوفیاء کے لوگوں کا ہرگز یہ طریقہ نہیں۔

شرح: البتداء الفحش۔ يقال رجل بذيذ المسان مراد بانسانا من بری خصلتیں اور بد زبانی نہیں ہوتی۔ یعنی اس جماعت صوفیاء کے لوگوں کا ہرگز یہ طریقہ نہیں۔ جس کا دعویٰ یہ جاہلانہ قوم اور نقلی صوفیاء کرتے ہیں۔

جاہلوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو ان پاکیزہ صوفیوں پر لعن کر دیتے ہیں۔ خوب زبان درازی سے کام لیتے ہیں۔ دوران کے بعض آداب و روش کا انکار بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ صوفیاء نے اصناف کے طور پر پتے پاک و صاف ہوتے ہیں، چھوٹے دعویداروں نے بدگمانی

اداری قرار دے دیا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ طبع کی صحت و پاکیزگی کے لئے ظاہری صحت و پاکیزگی ضروری ہے و ظاہری درگی شریعت پر ثابت قدم رہنے ہی سے حاصل ہوں گی۔ اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی کے ظاہری معاملات پاک ہیں اور اپنے باطن میں کچھ چیزیں دیکھتا ہے یا پاتا ہے اور اسے یہ گمان ہوتا ہے کہ مجھے یہ کرامت حاصل ہوئی ہے تو وہ اپنے معاملات کو شریعت کی کسوٹی پر چک کر دیکھے۔ اگر اس کے معاملات انتہائی کے ساتھ صحیح و درست ہیں اور شریعت نے ختم باقی کو واجب کیا ہے ان کی ادائیگی کر رہا ہے تو باطن میں نظر آنے والے چیزیں، آفتی کرامت ہیں اور اگر شریعت کی کسوٹی پر خاص نہیں ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ کہیں یہ کہیں اپنا قصور ہے اور اگر شریعت سے غفلت ہو رہی ہے۔ جسے کرامت سمجھ کر ہے وہ غرور شیطانی کر رہا ہے جس نے لہو کر شراب کر کے باطن کو غروب کرنے کا ارادہ کر لیا ہے کہ ظاہر کو ظاہر کر دیں یا اسے اس باطن کو بھی تاروہ برابر کر دیں۔

چنانچہ جس شخص کو ہم باطن کی پاکیزگی اور باطن میں مسرتے میں اول درجہ پر دیکھتے ہیں اسی کو باطنی صفائی میں بھی آگے پاتے ہیں۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ پیغمبران علیہم السلام کا باطن تمام لوگوں کے باطن سے زیادہ پاکیزہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا ظاہر بھی اتنی قدر باادب ہے اور یہ سب سے زیادہ ترہمہ ہیں۔

صوفیا کی جماعت جب آداب شریعت میں سے کسی ایک ادب کو بھی ترک کرنا جائز نہیں سمجھتی تو واجب اور فرض کا ترک کیسے کر سکتی ہے۔

آداب شریعت کی رعایت سے متعلق مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بہت ساری کتابتیں اور واقعات کتابوں میں موجود ہیں اور اکثر زبانوں پر مشہور ہیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ سننے انہیں نے اللہ تعالیٰ سے عراہدی کی درخواست کی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے حیات جاوداں مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں عمر باری عیسیٰ ہمیشہ کی زندگی اس لئے چاہتا ہوں کہ سارے لوگ جب بہشت کی بازیافت سے مستفیض اور مستفیض ہونے میں لگے ہوں تو میں دنیا کی جلاؤں کو جہنم ہوں اور آداب شریعت کو قائم کرنے میں لگا رہوں۔

اپنے وقت میں سے کسی سے کیا انہوں پہلو میرے ساتھ اس شخص کے پاس جس نے اپنے کونڈے کے ساتھ چھوڑ کر رکھا ہے۔ دونوں یعنی حضرت یازید بسطامیؒ اور ان کے وہ رفیق اس شخص سے ملنے کے لئے چل پڑے۔ وہاں پہنچے دیکھا کہ وہ شخص اپنی قیام گاہ سے نکل کر مسجد کی طرف جارہا ہے۔ حضرت نے جب اس کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ اس کو زانوئے قبل کی طرف رخ کر کے ناک جھٹکتا۔ یہ دیکھ کر حضرت نے اپنے رفیق سے فرمایا یہ ادا نہیں ہے۔ جب آداب شریعت میں۔ پاکیزگی (معمولی) ادب کا لحاظ نہیں رکھتا تو پھر وہ اولیاء کے مقامات کی کیا عظمت کر سکتا ہے جس کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت یازیدؒ و انہوں ہو گئے اور اس کو سلام بھی نہیں کیا۔

اولیاء اللہ تعالیٰ کے وہ چھوٹے بندے ہیں جن کے آداب ظاہری آداب سے کہیں زیادہ محترم و معزز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ رازنیؒ نے حضرت خلیفہ تربریؒ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجھے جو ادب حاصل ہے اس کی بنا پر میں نے بیس سال سے عورت میں بھی رکھنے کے وقت پاؤں دراز نہیں کیے۔

اور حضرت خلیفہ ربیع رازنیؒ نے فرمایا جب کوئی عارف اپنے معصوف کے ساتھ ادب نہیں برتتا تو وہ ہلاک ہوئے والوں کے ساتھ یقیناً ہلاک ہو جاتا ہے۔

ادب کا ترک کرنا بے ترتبی ہے۔ جب بے ترتبی کرنے والا دنیاوی بادشاہوں کے رائج نہیں تو اللہ کی صحبت و راس کی ولایت کے قابل کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ظاہر جتنا زیادہ پاک اور باادب ہوگا باطنی قنای زیادہ درست ہوگا۔ اگر یہ بات یاد نہ رہی صحت و پاکیزگی کے بغیر طبع صحیح و پاکیزہ ہو جائے تو پھر رسول بھیجے اور شریعت نافذ کرنے کی ضرورت ہی کیوں پڑتی اور اس کا فائدہ ہی کیا تھا اور اگر رسول آتے بھی تو صرف باطنی صحت و پاکیزگی کا حکم دیتے، چارہ کہہ، مٹی صحت کا عقیدہ مستحکم کرنے کے لئے توحید اور خابری شریعت کے قیام کی حکومت کا اس کو جڑا جاتا۔ اسی لئے لوگوں کو ظاہری صحت و پاکیزگی کے ترک کی چھوٹ نہیں دی گئی۔ اور شریعت کی خلاف ورزی کرنے پر آخرت کی پاکیزگی

ہے تو یہ خوف ہے اور اتنا رت و رخت ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تو بجا ہر میں

ہے اور اتنا رت و رخت ہے تو یہ ہے۔

شرح: اس کے بعد مقام ”توبہ“ ہے۔ طاعت سے معصیت کی طرف جانے کے

بعد میں شرمندگی اور کفر سے استغفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرماں برداری کی طرف رجوع کرنے کا نام توبہ ہے۔

یہ بھی معلوم ہے کہ توبہ مسالک کی پہلی منزل اور مطالب کا پہلا مقام ہے۔ حدیث میں

”لَا يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا“ (انہیں ہدایت نہ کرے گا) اور ”توبہ“ سے توبہ کے اسباب اصول کا کہنا ہے

کہ جس چیز میں توبہ کے لئے شرط مانی ہیں۔

۱۔ ہمتی میں جو غرائبی ہو سکتی اس پر شرمندگی۔

۲۔ جو وقت گزر رہا ہے اس میں گناہوں کا ترک۔

۳۔ مستقبل میں کس ہوں سے باز رہنے کا ارادہ۔

ان تینوں ارکان کی ادائیگی ہونے پر ہی توبہ صحیح اور درست ہوگا۔ ”توبہ“ سے توبہ کا ایک

ارکان ہے۔ اس کی کمراد صحت و وضاحت کے لئے حدیث میں ”السلام توبہ“ ”آیا ہے۔ یہاں

طرح ہے جیسے ”الصحیح صوفی“ ہے۔ یعنی حج کا ایک معجز کرک عرفہ ہے، اسی طرح توبہ کا ایک

معجز کرک عاصم ہے۔

محققین کہتے ہیں کہ صرف توبہ صحت ہی کافی ہے اس لئے کہ توبہ کے باقی دونوں ارکان

کے بغیر عاصم نہیں ہو سکتی۔ یعنی اگر عاصم ہوگی تو پھر ہمتی پر پیمانہ اور مستقبل میں اس کام

کے ترک پر اسرار ہوگا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے سلام اللہیہ وہی المجموع من الغفلة الی الذکر (الشیخ آخرو)

اس کے بعد مقام ”الغیۃ“ ہے اور یہ غفلت ہے کہ کرک طرف لٹا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ توبہ خوف ہے اور اتنا رت و رخت ہے۔ یعنی عذاب اور وزر کی

سزاؤں کا خوف اور پشیمانی کی راحت کی امید۔

ہے۔ تاکہ اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے حق کا انکار نہ کرنے کی وجہ سے بھی کہ ایمان والا

نام نہ نہ ہے۔ اس اپنی عاجزی و کمتری کا اقرار کرتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ ہم وہاں تک نہیں جاتے

جسے حق کا انکار تو حلال ہے مگر اس لئے اپنی عاجزی و کمتری کے احساس و اعتراض

ساتھ ان چیزوں کے حق ہونے کا اقرار ہوتا ہے۔

جب احوال و مشاغل کے حق ہونے کا علم ہو گیا تو پھر اس مقام و حال کو حاصل کرنے

کی کوشش اور نیت ہر وقت ہوتی رہے تاکہ اگر اس کی طلب میں موت آگئی تو پھر اس کا شمار

کرنے والوں میں نہ ہو بلکہ یہ سمجھا جائے کہ یہ شخص اس کو پانے کے ارادہ میں لگا رہا ہے اور اسی حال

میں اس کی موت ہوئی ہے۔

تو لہذا الانتباه وهو خروج العبد من جمل الغفلة

(ارشاد شیخ ہے) ان میں سے پہلا مقام ”الغیۃ“ ہے اور یہ بندہ کا بیدار

ہونا اور غفلت سے نکلنا ہے۔

شرح: یعنی جب بندہ خدا پر غفلت سے بیدار ہو گیا کمال کی عقل اس نے جو

سمجھا اس کو دیکھ لیا تو اس پر اور اللہ تعالیٰ کی حاجت ہے۔ لہذا لے جانے میں اور اثر پیدا

کے جس کے بارے میں کہا گیا ہے واعظ اللہ فی قلب کل اموزہ مسلم (ہر مسلمان شخص کے

دل میں اللہ کا وعظ موجود ہے)

جب بندہ کے دل میں تو یہ کیا ادب ظاہر ہوتا ہے تو تمام اسباب توبہ کے ساتھ نیت اور

رادہ کی درگاہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد اس بندہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

تو لہذا: ثم التوبۃ وھي الرجوع الی اللہ تعالیٰ من بعد الذناب مع دوام

الذناب وکنوز الاستغفار ثم الإنابة وھي الرجوع من الغفلة الی الذکر والذل

التوبۃ وکنوز الإنابة وکنوز التوبۃ فی الظاہر والباطن فی التبت

(ارشاد شیخ ہے) پھر توبہ ہے۔ در یہ گناہ کے بعد عیش کی مدت اور استغفار

کی کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا ہے بعض لوگوں نے کہا

اگر صاحب دل ہے تو اسے چاہئے کہ قوتی اپنے دل سے لے۔ مثنویوں کے لہجوں پر عمل کرنا اس کے لئے جائز نہیں۔

بصورت دیگر اگر وہ صاحب دل نہیں ہے تو مثنویوں کے قوتی پر عمل کرے اس کے لئے

اورج نہیں ہے۔

قولہ: ثم محاسبة النفس وهي تفقد زيادة من قصتها ومالها وما عليها.

(ارشاد شیخ ہے) اس کے بعد نفس کا محاسبہ ہے اور وہ نفس کی کن دنیائی کو

حاش کرنا ہے یعنی اس بات کی جستجو میں رہنا ہے کہ اسے کیا کرتا ہے اور کیا

نہیں کرتا ہے۔

شرح: کہتے ہیں کہ اس وقت تک تو بہرہ مستقامت نہیں ہو سکتی جب تک تو بہ کرنے والا اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرتا ہے۔ نفس کا یہی محاسبہ اس کو ہلکے بچھاڑے گا نہ ہلکے کر اسے جو کرنا چاہئے وہ نہ جائے گا اور جن سے بچنا چاہئے قیادہ پر سے بھڑکے گا۔ یعنی ساری کئی دور ہو جائے گی اور ساری زیادتی (خوہیاں) کم ہو جائیں گی۔ پھر تو بندہ اپنے مال کو حاصل کر لے گا اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے وہ جسے چاہے اور وہے ڈالک فصل اللہ

لویہ من يشاء (الہدیین: ۲۱)

قولہ: ثم الاقادة وهي استبدالها بالثواب وترك الرعية.

(ارشاد شیخ ہے) پھر "الاولت" ہے۔ ہیبت کی جتنی مشقت کو برداشت

کرنے اور راحت و آسائش کو ترک کرنے کا نام "الاولت" ہے۔

شرح: اسی لئے کہتے ہیں کہ مرید کے لئے آسانی اور سہولت کا سہارا ہونا ہر قابل ہے۔ جس کو اس میں طرح طرح سے راحت کی طلب ہوتی ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر دیکھئے کہ مرید آسام و آسائش یا کمائی کی طرف مشغول ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ کس کمائی سے منافعت اس مرید کے لئے ہے جس نے اپنے اوقات کو ان لذت میں تبہم کر رکھا ہے یعنی اگر وہ حق میں مستغرق ہے تو پھر اس کے

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تو یہ ظاہر میں اور بات باطن میں ہوتی ہے۔ یعنی تو بیگانہ ہری اعمال میں مبتلا ہے اور یہ معصیت سے طاعت کی طرف، نافرمانی سے فرمان برداری کی طرف آنا ہے۔ اور ان بات باطن میں ہوتی ہے اور یہ بندہ اور خدا کے درمیان کا معاملہ ہے۔

حضرت خواجہ ابوبلی رحمت اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا: تو بہ کی مثنی نہیں ہیں۔

سب سے پہلے تو بہ ہے، پھر اثبات اور آخر میں اولت ہے۔ تو بہ کو شرح میں رکھنا، اثبات کو درمیان میں اور اولت کو آخر میں۔ جو عذاب اگر گرفت کے خوف سے تو بہ کرتا ہے وہ صاحب تو بہ ہے۔ جو ثواب کی لالچ میں تو بہ کرتا ہے وہ صاحب اثبات ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو غور رکھتے ہوئے تو بہ کرتا ہے یعنی وہ ثواب کی لالچ اور عذاب کے خوف سے تو نہیں کرتا وہ صاحب اولت ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ مثنویوں کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا توبوا لى الله فجمعنا انھما التوبتين (انور: ۳۳) (رجوع کرو۔ اللہ کی طرف سب کے سب۔ اے ایمان والو) اثبات اور آخر میں یا نگاہ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا توبوا لى الله فجمعنا انھما التوبتين (انور: ۳۳) (رجوع کرو۔ اللہ کی طرف سب کے سب۔ اے ایمان والو)

(ق: ۳۳) اور یا دل لئے ہوئے آیا جیو ادائیگی کی طرف منسوب تھا)

اور اولت انہما اور رزموں کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لى الله فجمعنا انھما التوبتين (انور: ۳۳) (رجوع کرو۔ اللہ کی طرف سب کے سب۔ اے ایمان والو)

قولہ: ثم الودع وهو ترك ما تشبه عليه

(ارشاد شیخ ہے) اس کے بعد "ودع" ہے اور وہ مشتبہ چیزوں کے چھوڑنے کا نام ہے۔ شرح: اس کے بعد مقام "ودع" ہے اور یہ ان چیزوں کو چھوڑ دینا ہے جن میں یہ

شہدہ کہ جلال ہیں کہ حرام۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔ یکساں یہ ہے کہ مقام وودع کی طلب کرنے والا صاحب دل ہے یا صاحب دل نہیں ہے۔

کیسایت کا نام ہے۔

شرح: صدق وہ مقام ہے جس میں ظاہر باطن یکساں ہوتا ہے۔

لوگوں نے کہا اَلْعَلَفُ عِمَادُ الْاَمْرِ وَبَدَنُ صَدَائِقَ وَ لَبِيبُ نَفْسَانِ وَ هُوَ نَافِی قِرَاجَہِ النُّوۃِ (سچائی تمام مسالمت کی بنیاد ہے اور اسی سے مسالمت کی دلچسپی ہم ہوتی ہے اور ہمت کے درجہ رعنا کا دوسرا نام ہے)

قولہ: ثُمَّ النَّصْبُ وَ هُوَ خَمَلُ النَّفْسِ عَلٰی الْمَكَارِہِ وَ تَجَرُّعُ الْمَوَارِثِ

وہو آخر مقامات المویذین۔

(ارشاد شیخ ہے) ”مگر ہر کرنا ہے اور وہ کس کو کروات (ناپسندیدہ باتوں)

پر رکھنا اور تلخ گوشت پینا ہے۔ یہ سیریک آخری مقام ہے۔

شرح: تصبو کا معنی بتایا گیا ہے النصبر وہو السكون مع البلاد مع وجدان العقال المحنة (میر آرائش کی حالت میں اس کی مشتقوں کو برداشت کرتے ہوئے سکون و استقلال کی وہ کیفیت ہے جو ہر کرنے والا اپنی کراتار ہے)

قولہ: ثُمَّ النَّصْبُ وَ هُوَ تَرْكُ الشُّكُوۃِ

(ارشاد شیخ ہے) ”صبر“ شکوہ کے ترک کا نام ہے۔

شرح: اس کے بعد مقام صبر ہے اور یہ مخلوق سے شکایت کا ترک کرنا ہے اِن اگر یہ لفظ صبر کی طرف سے خدا کے لئے ہو تو اس کو شکایت نہیں کہیں گے۔ لکھ یہ قرآنی ہے پائوں اور عاجزی کا اظہار ہے اور یہ شریعت میں محمود ہے۔

قولہ: ثُمَّ الْرِضَا وَ هُوَ اَلْوِلَاۃُ اِذَا بَالِغُوۃِ

(ارشاد شیخ ہے) ”پھر رضا“ ہے اور یہ بلائی سے لذت حاصل کرنا ہے۔

شرح: اگر کوئی فضاۃ الہی پر راضی نہیں ہوتا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے جو مقدر میں لکھ دیا گیا ہے وہ تو ہو کر رہتا ہے۔ لہذا اضطراب اور بے چین ہونے میں کناہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہوتا ہے وہ حق سجادہ حقانی کے نظارہ میں گم ہوتا ہے بلکہ اس

پاس اتفاوت نہیں کہ کسب میں مشغول ہو۔ اور کسب میں مشغول ہوتا ہے تو مشغولی حق میں مثل

پڑتا ہے۔ لہذا الکی صورت میں اس کے لئے کسب واجب ہے۔

قولہ: ثُمَّ الْوُجُودُ وَ هُوَ تَرْكُ الْخَلَائِلِ بَيْنَ الدُّنْيَا وَ الْغُرُوفِ غُفَا وَ عَنِ شُغُوۃِ

(ارشاد شیخ ہے) اس کے بعد ”نہ“ ہے۔ نہ دُنیا کی محال چیزوں کا ترک

کرنا ہے۔ نہا اور دُنیا کی شہوقوں سے روگردانی کرنا ہے۔

شرح: دُنیا سے روگردانی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بندہ دُنیا سے نکل جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دُنیا سے لذت و راحت حاصل نہ کرے۔ دُنیا سے اپنی مرادوں کو پوری نہ کرے اس لئے کہ جو چیز کا طالب ہوتا ہے وہ اس سے دور ہوتے ہوئے بھی اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جس کو کسی چیز کی طلب نہیں ہوتی وہ اس چیز کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اس سے دور رہتا ہے۔

دُنیا اس کے دل میں اس طرح ہو کر رہتا ہے جیسا کہ روایت پھر دونوں اس کی نظر میں برابر ہوں۔ جیسا کہ حضرات حارثی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور و مقول ہے، اور اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

قولہ: ثُمَّ الْفَقْرُ وَ هُوَ عِلْمُ الْاِمْلاَکِ وَ تَحْلِیۃُ الْقَلْبِ بِمَا خَلَّتْ عَنْہُ الْبَیۡدَہُ

(ارشاد شیخ ہے) اس کے بعد ”فقر“ ہے اور وہ کسی چیز کا مالک نہ ہونا ہے۔

دل کا ہر اس چیز سے خالی ہونا ہے جس سے آجہ خالی ہو۔

شرح: اگر کسی شخص کا آجہ مالک سے خالی ہے لیکن دل اس چیز کی طلب سے خالی نہیں ہے تو اس شخص کو مقام فقر حاصل نہیں۔ اس لئے کہ ہر چیز کی طلب اپنے مطلوب کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر طلب ہے تو گویا مطلوب بھی طالب کے ساتھ ہے۔

حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کے کسی نے فقر کی حقیقت دریافت کی۔ فرمایا فقر کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے غنا (منفعت) نہ ہو۔

قولہ: ثُمَّ الصَّدَقِ وَ هُوَ اسْتِواءُ السُّرِّ وَالْعِلَالِیۃِ

(ارشاد شیخ ہے) پھر ”صدق“ ہے اور یہ ظاہر و باطن میں وہاں کی

۲. اپنے کاموں کے وقت احوال پر سے نگاہ کا اٹھالینا۔

۳. ثواب کی لالچ نہیں رکھنا۔

اہل خراسان کے تفرقہ میں سے ایک فقیر کا واقعہ ہے کہ وہ حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا آپ کے شیخ نے آپ کو کیا حکم دیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میرے شیخ کا حکم ہے کہ طاعت و نماز میں خیر ہو۔ اور اگر تیرے عبادت کے باوجود کوئی کچھ کرکھ کرکھ سے بہت کی ہو رہی ہے۔ یہ کہ انہوں نے کہا۔ اور یہ بھی خوب رہی۔ آپ کے شیخ نے آپ کو یہ کیوں نہیں کہا کہ اس میں گہم و جاؤ جس نے تم کو طاعت و عبادت میں لگا رکھا ہے۔

یہی بزرگ فرماتے تھے کہ تو جن کو حیدر چاہئے اور تیرے حیدر کیلئے نہ مومن کا خلاص چاہئے اور اخلاص لگائے ہو جاتا ہے۔

اگر چاہتے ہو کہ موصوفہ ہو جائیں تو اپنے اور اپنی طاعت کو نہ دیکھو بلکہ اس کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی حمایت سمجھو۔ جس نے تم پر احسان کیا کہ لازماً ہی تمہارے حصہ میں لکھ دیا۔ اور جب عالم وجود میں آئے تو اس کا اٹل یا اور اس کی توفیق و مقرر مادی جب اس کے احسان کے فائدہ میں لگ گئے تو مخلص ہو گئے۔

تیسری بات یہ کہ آخرت میں تم کے ثواب کی طلب ہو۔ ثواب کی خواہش زہدوں کا اخلاص ہے۔

قولہ: نَمِ الْخَيْرُ كُلُّهُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى وَتَوَّجِ الْأَحْصَادَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْ اللَّهُ الظَّعِيعُ عَفْوَ سَوَاءٌ.

(ارشاد شیخ ہے) پھر اللہ تعالیٰ پر "تو سب" ہے اور اس پر اتنا کرنا ہے اور اس واسطے

لا لکھ دو درد کرنا ہے۔

شرح: پھر تو سب کی علی اللہ کا مقام ہے۔ اور یہ اس پر یعنی اس کے وعدوں پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے اس واسطے ہر طرح کے کھ کو درد نہ کرنا ہے۔ توکل کی تین علامتیں ہیں۔

۱. کسی کے سہنے دست سوال دراز نہ کرے۔

۲. اگر بغیر مانگے کوئی دینے تو رد نہ کرے۔

کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جو اپنے نگاہ میں کھو یا رہتا ہے وہ اپنے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب بندہ اپنے ساتھ رہتا ہے تو پھر بلاؤں کو برداشت کرنے کی طاقت اس میں زندہ رہا نہیں ہوتی اور جب بندہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے تو پھر دونوں جہان کی بلاؤں کو برداشت کر لیتا ہے اور اسے کچھ خوف نہیں ہوتا۔

رشاء سے متعلق بزرگس کے بہت سارے اقوال ہیں۔ لیکن جتنا کچھ چاہنا ضروری ہے اور اس کے بغیر چاہ نہیں وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مقدر میں لکھ دیا ہے اس پر جو اعتراض نہیں کرتا وہی راضی برضاء ہے۔

حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا چالیس برسوں سے میرے یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے کاموں میں لگا رکھا ہے جن کو میں نے نہیں کرتا تھا۔

بندہ یہ داندیش ہے کہ وہ فقہائے الہی سے راضی رہے جہاں جہاں راضی رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ درست نہیں کہ بندہ فقہائے الہی کی تمام چیزوں سے راضی و خوش رہے۔ جیسے کہ وہ اور مسلمانوں کی طرح طرح کی تکلیفیں و مشقتیں وغیرہ۔

قولہ: نَمِ الْإِخْلَاصُ وَتَوَّجِ أَخْوَاكَ الْخَلْقِ مِنْ مَخْلَقَاتِهِ الْخَلْقِ

(ارشاد شیخ ہے) پھر اخلاص۔ چاہو وہ خلق کائنات کے معاملہ سے نکالنا ہے۔

شرح: مقام "اخلاص" یہ ہے کہ خلق کو ان معاملات سے باہر نکال لیا جائے جو حق کے لئے ہیں یعنی خلق کے اعمیٰ و رجعت سے بندہ کا اپنی کوئی مقصد اور اپنی کوئی غرض نہ ہو۔ ہاں! صرف ایک ہی غرض ہو یعنی اللہ کی قربت۔

حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خلق پر ہمیشہ ہمیشہ کی نظر رکھتے ہوئے مخلوق

کو فراموش نہ کرنا اخلاص ہے۔

حضرت خواجہ زکریا ثلوث مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اخلاص کے صحیح ہونے کی تین علامتیں ہیں۔

۱. لوگوں کی طرف سے تریف ہو یا نہ ہو بلکہ دونوں کو برابر سمجھنا۔

فصل - ۱۰

احوال کے بیان میں

قولہ: وَأَنفَ الْأَحْوَالِ فَإِنَّهَا مَنَافِعُ الْقَلْبِ وَهِيَ مَا تَعْمَلُ بِهَا مِنْ مَنَافِعٍ

الْأَوْثَانِ.

(ارشاد شیخ ہے) احوال قلب کے منافع میں سے ہے اور یہ انکار کی

معتالی سے قلب پر طاری ہوتا ہے۔

شرح: یہ سچ اور درست ہے کہ احوال دل کے معاملات ہیں جو ذکر کی معنائی سے دل پر نازل ہوتے ہیں۔ یعنی احوال کا تحقق دل سے ہے جو اس سے نہیں ہے۔ اور یہ وہ معنائی ہیں جو انکار کی معنائی کے بعد عالم غیب سے دل پر ظاہر ہوتے ہیں۔ احوال سراسر بخششیں ہیں اور حقائق کہیں ہوتے ہیں۔ احوال کا حصول نہیں بخشش ہے اور مقامات کا حصول کسب و بخشش کے ذریعہ بخشش کا ہونا ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حال اس معنی کو کہتے ہیں جو حق کی جانب سے دل پر طاری ہو اور جس کو اپنی طرف سے دور نہ کر سکیں۔ اور جب غائب ہو جائے اور لانا چاہیں تو مشکل لائیں۔ لہذا مقام سے مراد طالب کی وہ راہ اور وہ قدم کاہ ہے جو رافق میں اس کے سلوک کے مطابق ہو۔ اور حال سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ فضل اور وہ لطف و کرم ہے جو بندہ کے دل پر بغیر مجاہدہ کے حاصل ہوتا ہے، چنانچہ مقام سراسر اعمال ہے اور حال سراسر افضال۔ احوال و مقامات کے درمیان یہی فرق ہے۔

۳۔ اگر کہیں سے کچھ آجائے تو اس کو جمع نہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی ایک درہم بھی حرام لینا ہے، تو وہ توکل نہیں ہے۔ اور دوسرے بزرگوں نے بھی فرمایا ہے: الطمع ام العیاش (الطغ تمام برائیوں کی بڑ ہے)



اشارہ کیا گیا ہے۔ فی تعقیب اللہ کائنات قرآن قرآن اے تم بخشن قرآن فائدہ یوں ایک (صحیح بخاری جلد اول کتاب الاحکام) صحیح مسلم جلد اول کتاب الاحکام) (الفخر عبادت اس طرح کرو کہ یا تم اسے کہو کہ یہ وہ کر لیا نہیں تو یقین رکھو کہ وہ نہیں کہہ رہا ہے)

اور درمیں سے وقفہ ہوا۔ میرا جب تمام خیر کی اصل ہے۔ اس مرتبہ تو اس وقت تک کوئی نہیں بچ سکا۔ جب تک مجھ کا حسد ہے۔ اور درمیں ہی کہ یہ بندہ کہہ کر ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا قہر (ظہبان) ہے۔ میرے دل سے زیادہ مجھ سے قریب ہے اور میرے احوال سے باخبر ہے۔ میرے افعال کو دیکھ رہا ہے اور میرے اقوال کو سن رہا ہے۔ مجھ ان باتوں سے غافل ہے وہ ابتداء سے غفل ہے۔ اور یہ پھر قہر کے مخالف ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے۔

قوله: ثُمَّ الْقُرْبُ وَهُوَ جَمْعُ الْهَمِّ يَدَى اللَّهِ تَعَالَى بِالْغَيْبَةِ عَمَّا سِوَاهِ

(ارشادِ حق ہے) احوال کی ایک قسم ”قرب“ ہے۔ حق کے سوا جو کچھ ہے

اس سے غائب ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمت کو جمع کرنے کا نام

三

تقریباً: یعنی اس کے تمام ایسے اہم اجزاء ہوتے ہو جائیں۔ اور وہ بہت سی چیزیں ہوتی ہیں اور ہم ہر ایک کو سمجھنا ضروری ہے۔ اب اس کے لیے ہمیں ایک نیا طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا۔

بين يد الله - يعنى فى طاعة الله واستغفاله به بالغيبة عماسوا -

اس غیبت سے دو غائب ہمارا مراد نہیں ہے جو بول چال میں استعمال ہے بلکہ یہاں اس غیبت کی شخصیت مراد ہے۔ جب کہئی کہنی یا کفن پر غائب آتا ہے تو ظاہر میں گھم گھمی کا چل چل ہے۔ لہذا بندہ کو چاہئے کہ وہ ظاہر میں لوگوں کے درمیان اور اس کا کسر لوگوں سے غائب ہو۔ شریعت میں بندہ اور خدا کے درمیان جو قرب و بعد آیا ہے وہ نہ بصورتِ ذات ہے اور نہ قرب و ملازمت۔ بندہ کا اللہ تعالیٰ سے قرب ہوتا اس کی عامتِ منحصر ہے۔ یعنی جو بندہ اللہ کا جتنی مطلب و فیاض برائے بردار ہے

قوله: قال الجنيب الحال نزلة تنزل بالقلب ولا تنوم.

وہ بڑی ہے اور ہمیشہ نہیں رہتی۔
(ارشاد ﷺ ہے) حضرت حمید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حال وہ کیفیت ہے جو

حضرت خواجہ عبداللہ علیہ السلام کا یہ ہے کہ حالی ان کا نام نہیں ہے۔ سچے سچے مولیٰ پر ناز ہوتا ہے۔ اور وہ فیضِ رحمتا۔ اگر اس کو قفا حاصل ہو تو اس کو حال نہیں، بلکہ ”صدرِ قفس“ کہیں کہیں گئے کہتے ہیں کہ الاحوال کا سہما (حوالہ) تینے ناموں کا طرح ہیں)

یعنی جس طرح وہ دل میں طعن کرتا ہے اسی طرح وقت کے اعتبار سے وہ دور بھی ہو جاتا ہے، زیادہ تر مشائخ کا یہی خیال ہے لیکن بعض مشائخ کے نزدیک احوال کو ہٹا دوام حاصل ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کو ہتکتی اور ہٹا ہٹا حاصل نہ ہو تو احوال نہیں بلکہ علاج ہے۔ اور ابھی اس کا حال احوال تک نہیں پہنچا ہے۔ اب جب ان مسافت کو دوام حاصل ہو گیا تو اس کو حال کہیں گے۔

ہے جو جاتی ہے جتنی ہے اور پھر جاتی جاتی ہے۔ بہت سارے مشائخ کئی کئی بار کہنا کہ:

حضرت حاجی رحمت اللہ علیہ سے حال کے لئے دوام کو مقرر کیا اور فرمایا ہے: ۵۵

کہتے ہیں کہ محبت خشن، برسط یہ احوال ہی تو ہیں۔ اگر ان کو دوام حاصل نہ ہو تو پھر نہ محبت ہوگی نہ کوئی مشاققہ نہ ہو سکے۔ اور جب کہ حال بندہ کی صفیت نہ ہو جائے تو اس کو نامطابق اس کر سکے ہوگا۔

قوله: فَمِنْ ذَلِكَ الْمُرَاقِبَةِ وَهِيَ النَّظَرُ بِصَفَاءِ الْيَقِينِ إِلَى الْمُغَيَّبَاتِ -

ارشادِ شیخؒ ہے: ”مراقبہ“ ہے اور دو لفظین کی صفائی سے

غیب کی چیزوں کا نظارہ ہے۔

شرح: احوال میں سے ایک حال مراقبہ ہے اور یہ یقین کی صفائے ذریعہ ان چیزوں کو دیکھنا ہے جو غفلتوں سے اوجھل اور غائب ہیں۔ اس حدیث شریف میں اسی کی طرف

کو مخاطب کرنا ہے۔

شرح: ”خوف“ بھی ایک حال ہے اور خوف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے عذاب کو دل میں محسوس کرنا ہے یعنی بندہ اس بات سے خوفزدہ ہے کہ وہ عذاب بھی عذاب دے سکے ہے۔ اور آخرت میں بھی۔

قولہ: ثُمَّ الْغَيَاءُ وَفَوْقَهُ الْقَلْبُ عَنِ الْإِسْطِطَا وَذَلِكَ لِأَنَّ الْقُرْبَ يَقْتَضِي هَيْبَةَ الْأَسْوَالِ فَيُحْسِنُهُمْ مَنْ يَنْظُرُ فِي خَالِ لِقَائِهِ إِلَى عَظَمَةِ اللَّهِ وَالْغَيْبِ وَالْغَيْبِ قَرِيبٌ عَلَيْهِ الْخَوْفُ وَالْغَيْبُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ إِلَى الْغَلْبِ وَاللَّهِ تَعَالَى وَفَيْبِهِمْ إِحْسَانُهُ فَيَنْتَبِهُ عَلَى قَلْبِهِ الْمَخْشَاءُ وَالْإِجْمَاعُ۔

(ارشاد شیخ ہے) ”جیا“ ہے اور یہ گھب کو انہماک سے روکنا ہے اور ہے

غلک قرب ان احوال کا متقاضی ہوتا ہے۔ لہذا جو مخاطب قرب میں اللہ

تعالیٰ کی عظمت اور اس کی ہیبت کو دیکھتا ہے اس پر خوف وحیا کا ظہور ہوتا ہے

اور جو حالت قرب میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور قدیم احسان کا محاسبہ

کرتا ہے اس کے قلب پر محبت اور جانا غالب ہوتی ہے۔

شرح: حیا بھی ایک حال ہے یہ اللہ تعالیٰ سے شرم رکھنا اور شرمی کرنے سے اپنے کو باز رکھنا ہے۔ حیا کا حقیقی معنی یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی قدیم جلالت و عظمت، اور اپنی حقارت، بے مانتگی، اور بندگی کا مشاہدہ کرتا رہے، دل میں ایسا خوف پیدا ہو جائے جس سے احساس جاں کرے کہ میں اس کی بارگاہ کے لائق نہیں۔ جب یہ خوف ہوگا تو پھر شرمی نہیں ہوگی۔ چنانچہ جو شخص رب کی جلالت کی عظمت و جلالت اور تبارک و تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر نظر کرتا ہے، اور اپنی عاجزی و کمتری، بندگی و بے مانتگی کو مشاہدہ کرتا ہے وہ یقیناً اس سے شرم و حیا رکھتا ہے۔ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور پسندیدہ خصائص کو اپناتا ہے۔

مطلق سے حیا یہ ہے کہ جو کام ظاہر برائے نظر آئے ان سے رخ نہ پھیرے اور اس کی صورت پر ہوگی کہ وہ لوگوں کے ساتھ ایسے اخلاق سے چلتے آئے، بد اخلاق سے پرہیز کرے، خالی

وہ ان کا فی اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہے اور جو پتلا خامی و گنہگار ہے وہ ان کا فی دور ہے

قولہ: ثُمَّ الْمَخْشَاءُ وَهِيَ مَوَاقِفَةُ الْمُحِبُّوبِ فِي مَخْشَوَاتِهِ وَمَنْكَرُ وَجْهِ

(ارشاد شیخ ہے) پھر ”محبت“ ہے اور وہ محبوب کی پسندیدہ و ناپسندیدہ

چیزوں میں محبوب کی موافقت کا نام ہے۔

شرح: احوال میں سے ایک حال ”محبت“ بھی ہے۔ یعنی محبت اپنے

محبوب کے محبوب کو درست رکھنا ہے اور محبوب کے دشمن کو ٹھن۔

بعض محبت محبت کی اس تعریف کو محبت کا ادنیٰ درجہ کہلائے۔

دیکھنا چاہئے کہ موافقت کس کے ساتھ ہے اور مخالفت کس سے ہے۔ اگر حق کے ساتھ

موافقت ہے اور نفس سے مخالفت تو ایسا شخص خبیث حق ہے۔ اور اسی کے برعکس اگر نفس کے ساتھ

موافقت ہے اور حق سے مخالفت تو وہ نفس کا درجہ درست ہے۔

بزرگوں سے متقول ہے کہ جس شخص نے اپنی پوری زندگی میں نفس کی مراد پر ایک قدم

بھی رکھنا تو وہ محبت میں ٹھوٹا ہے۔

قولہ: ثُمَّ الْإِجْمَاعُ وَهِيَ تَصْلِيَةُ الْخَلْقِ رِقْعًا وَخَلْعًا

(ارشاد شیخ ہے) پھر ”رچا“ ہے۔ جن چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے ان میں حق

سمجھنا و خالی کی تصدیق کرنا چاہنا ہے۔

شرح: رجحان (امید) بھی ایک حال ہے، بندوں کے لئے جو وعدہ کیا

گیا ہے ان وعدوں میں اللہ کو اچھا سمجھنا اور اس کی تصدیق کرنا چاہنا ہے۔ اور

یہ طرح ہے۔

علمی اور محالی۔

علمی تصدیق تو ہر عام مومن کے لئے ہے۔ اور محالی تصدیق کا مطلق خواص سے ہے۔

قولہ: ثُمَّ الْخَوْفُ وَفَوْقَهُ مَخَالِفَةُ الْقَلْبِ إِسْطِطَاتِ اللَّهِ وَتَقْتَضِيهِ

(ارشاد شیخ ہے) پھر ”خوف“ ہے اور یہ غلبہ کا اللہ تعالیٰ کی عظمت و غضب

شرح: احوال کی آخری قسم ”مشاہدہ“ ہے۔ یہ دعوت یقین و بردہٴ ایمان سے ملکہ

حال ہے۔ یعنی مشاہدہ و دعوت یقین سے برتر اور دعوت ایمان سے کمتر ہے۔ مشاہدہ ان دلوں کے درمیان کا حال ہے اس معنی اور دلیل میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر دو کہ تم اسے کچھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو دیکھنا کم کو کچھ رہا ہے۔

حضرت خلیفہ چہارم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انہیں نے طاعت میں مشاہدہ حاصل نہیں کیا اور حضرت آدم نے مصیبت میں مشاہدہ کو کم نہیں کیا۔ انہیں بظاہر خدمت گزاری اور فرمان برداری کرتا رہا مگر اس کا باطن تقسیم و تحریم سے خالی تھا۔ اور حضرت آدم عیسیٰ میں حکم کی خلاف ورزی کر کے لیکن ان کا باطن تقسیم و تحریم سے آراستہ تھا۔ صحبت و محبت کی نعمت تقسیم و تحریم ہی سے باقی رہتی ہے صرف طاعت و خدمت سے باقی نہیں رہتی۔ ایسی طاعت جو عزت و حرمت سے خالی ہوگی بخش نہیں۔ اور وہ عزت جو قصداً نہ ہو اور اس میں عزت و حرمت کا پاس نہ لگا رہی ہو ضرور ساری بخشش۔ انہیں کی ہے مگر ان کی دلیل اس کا نا خیر و شہ کہنا ہے اور آدم علیہ السلام کی حرمت کی دلیل دینا طلبنا انفسا کا اثر ہے۔

قولہ: ثُمَّ يَسْكُونُ فَيُؤْتَى نَوَاحِجَ وَمَنَاجِعَ يَحْطُو الْعِبَادَةُ عَنَاقِهَا زَانٍ تَعْلَمُوا

بِعِصْمَةِ اللَّهِ لَا تَخْضَعُوا

(ارشاد شیخ ہے) پھر اس کے بعد نواح اور مناجع ہوتے ہیں۔ جن کو

عبادت میں نہیں لے سکتے اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں گن

نہیں سکتے۔

شرح: اس تمام حوال کے بعد نوح نواح اور مناجع ہوتے ہیں جن کو عبادتوں میں بیان نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمام اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتے اس لئے کہ نعمت در نعمت ہے اور راحت در راحت ہے۔ مصرع: ”تَهَيَّئُوا لِقَابِ السَّعْيِمْ فَيُعْطَا“ (نعمت والوں ایسی نعمتوں کے لئے نعمتوں کی خوشخبری ہے)

دئے ہیں ان کے تحت یہ سکون رہنا طمانیت ہے۔

شرح: احوال کی ایک قسم تو اور دل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو قدرت کر دیا ہے اور جو کچھ تقدیر میں لکھ دیا ہے چاہے وہ نعمت و راحت ہو یا رنج و مآل ان پر نہ سکون رہے نہ کانام طمانیت ہے۔ بلکہ مصیبت، رنج و تکلیف آنے کی حالت میں کسی طرح کا افسوس قلق اور اضطراب نہ ہو۔

قولہ: ثُمَّ الْيَقِينُ وَهُوَ التَّصْلِيْقُ مَعَ إِزْوَاقِ الشَّكِّ.

(ارشاد شیخ ہے) پھر ”یقین“ ہے۔ اور یقین اس تصدیق کو کہتے ہیں جو شک کے اللہ

جانے کے بعد پیدا ہو۔

شرح: احوال کی ایک قسم ”یقین“ ہے۔ جو کچھ وہ دیکھا گیا ہے اور جو خبر دی گئی ہے اس سے متحقق تمام شکوک و شبہات کے اٹھانے کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول علیہ السلام کی تصدیق کرنا ان کو چاہنا یقین ہے۔

حضرت خلیفہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یقین یہ ہے کہ تمہیں غم (دراصل کل) نہ ہو۔

قولہ: ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے عرض کیا حضرت! مجھے کچھ

دعوت کیجئے۔ امیر المومنین نے فرمایا ہوئی اور بال بچوں کے ساتھ اپنی مشغولیت کو سب سے اہم

مشغولیت نہ بنا لیجئے۔ اس لئے کہ یہ کہ اللہ کے دوست ہیں تو اللہ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں

کرے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں تو پھر اس کے دشمنوں کے لئے تمہیں پریشان اور گمراہ

ہونے کی کیا ضرورت۔

قولہ: ثُمَّ الْإِسْمَةُ أَهْلَةٌ وَهِيَ فَضْلٌ مَائِيْنُ زُورِيَةِ الْيَقِينِ زُورِيَةِ الْغَيَانِ يَهْوِلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْبَدَ اللَّهُ كَأَنَّكَ تَرَاهُ لَمْ يَكُنْ تَرَاهُ فَكَذَلِكَ تَرَاهُ وَهِيَ إِسْمَةُ الْإِسْوَالِ۔

(ارشاد شیخ ہے) پھر ”شہادہ“ ہے اور یہ دعوت یقین اور دعوت ایمان سے

الگ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ اس کو

دیکھ رہے ہو اور اگر انہیں تو حقیقتاً وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اور ”مشاہدہ“

آخر حوال ہے۔

اسہاں نے پانی اور عراب کو پینے لئے لازم کر لیا، کثرت ذکر اور کثرت قیام میں مشغول ہوئے اور اور اس میں لگ گئے۔

تولید: ومنہم من سلك طريق الرياضات والمكاملات وقهر النفس

المخالفات.

(ارشاد شیخ ہے) ان میں سے بعض نے ریاضت و شہقت اور خفت نفس

کے ذریعے نفس کو چھوڑ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

شرح: ان میں بعض روگ ہیں جو ریاضت و عبادت کی راہ سے داخل ہوئے۔ ایسے لوگوں نے نفس کی مخالفت کر کے اور شہوات کو ترک کر کے نفس پر قابو نہ لیا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ نفس کی مخالفت تمام عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔ جب بزرگوں سے لوگوں نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ تو یہی فرمایا کہ مخالفت کی تواروں سے نفس کو فتح کرو یا اسلام ہے۔ کہتے ہیں کہ اس جماعت نے اپنے نفس سے ایسی جنگ کی، جس میں قیامت تک کے لئے صلح نہیں۔ اپنی پوری عمر گذاری مگر نفس کی ایک مراد اور خواہش بھی پوری ہوئی نہیں دی۔

تولید: ومنہم من سلك طريق الخلوة والعزلة طلباً للسلامة والمخالطة.

(ارشاد شیخ ہے) ان میں سے بعض نے لوگوں سے میل جول کم کرنے اور

سلامتی کے خیال سے خلوت و عزالت اختیار کیا۔

شرح: ان میں بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے لوگوں سے میل جول کی آفتوں سے

بچنے اور اپنے دین کو سلامت رکھنے کے لئے خلوت و عزت و سلوک کا ذریعہ بنایا۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب کوئی صوفی و گوتہ نشینی اختیار کرے تو اس کا اعتقاد یہ ہو کہ لوگ ہر شے سے محفوظ رہیں۔ یہ خیال نہیں رہے کہ میں لوگوں کے شر سے محفوظ رہوں۔ اس لئے کہ ایسا سوچنا اسے حق میں خوش گمانی اور دوسرے کے حق میں بگڑائی سمجھ پڑے گی۔

نقل ہے کہ ایک درویش نے کسی راہب کو دیکھا اور اس سے پوچھا کیا تو راہب ہے؟

اختلاف مسالک کے بیان میں

فصل ۱۱

تولید: فسی ذکر اختلاف المسالك والمقصود واحد والمقاصد

مختلفة لا اختلاف حال القاصدين و مقامات السالكين.

(ارشاد شیخ ہے) مقصود ایک ہے اور سائیکین کے مقامات اور درجے کرنے کے

اعمال کے اختلاف کی وجہ سے مقاصد مختلف ہیں۔

شرح: یہ اصل مائل یعنی سائیکوں اور راہ طے کرنے والوں کے اختلاف کے بیان میں

ہے۔ سب کا مقصود ایک ہی ہے یعنی طلب حق۔ لیکن سائیکوں کے مقامات اور درجے کرنے والوں کے

اعمال سائیک ہیں اس لئے رشتہ بھی ایک ایک ہو گئی ہیں۔ المسالک المداخل من

السلوک وهو الدخول (سبک سلوک میں داخل ہونے کے ذریعے ہیں)

تولید: فیدہم من سلك طريق العبادة و لازم العباد والمصاحب

واشتغل بكثرة الذكر والوقوف و اطلب على الأوراد

(ارشاد شیخ ہے) ان میں سے بعض نے عبادت کا طریقہ اختیار کیا اور

غراب (یعنی وضو اور مسجد) کے در سے کثرت ذکر اور داخل میں مشغول

ہو گئے اور اوراد و نماز تک کو راضی کر لیا۔

شرح: ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو عبادت کی راہ سے اس میں داخل ہوئے۔

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے خدمت کرنے، اپنے مہمانوں کے لئے

جاہ و عزت کو ترک کرنے اور ان کو خوش کرنے کی روش اختیار کر لی ہے۔

شرح: ان میں بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدمت کا طریقہ بنایا، مہمانوں کے

لئے اپنے جاہ و عزت کو قربان کیا اور ان کے لئے خوشیوں کے سامان مہیا کئے۔

خدمت اور جاہ و عزت کا ترک دونوں بہت اہم اور بڑا کام ہے۔ اس لئے کہ خدمت

میں جو فائدہ اور خوشیاں پوشیدہ ہیں وہ کسی اور طاعت و عبادت کو حاصل نہیں کیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ خدمت کرنے سے نفس پر وہ نہ جاتا ہے، کم ہوشی اور لغت

کو بھلا کر بھولتا ہے، تفریح اور عجز کی عفت پیدا ہوتی ہے۔ کسی کی گرائی اور تیرگی دور ہوتی ہے، لطافت

بہر ہوتی ہے، یہ ساری نعمتیں اور اس جیسی دوسری صفتیں خدمت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں۔

حضرت خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو عبادت کا ہر ایک ذریعہ حق سبحانہ

راہوں میں ہم نے جو کچھ پایا یا راہ سے پایا اور اسی کام کی خدمت کی ہے۔

وادخال السور و علیہم جو کہا گیا اس کا معنی یہ ہے کہ ان حضرات کا ہر کسی چیز کے

ہونے سے راحت حاصل ہوتی ہے اور دوسروں کی راحت اس میں ہے کہ اس چیز کو ترک کر دیا

جائے تو یہ حضرات دوسروں کی خوشی کی خاطر اس راحت کو ترک کر دیتے ہیں۔ دوسروں کی تو اگرمی

اور نفع کے لئے اپنے کو فقیر رکھنا پسند کرتے ہیں۔ دوسروں کی کمبری کے لئے خود کو بھوکے رہتے

ہیں، باقی طرف سے غیروں کے حصے اور نصیب مہیا کرتے ہیں غیروں سے اپنے لئے کچھ طلب

نہیں کرتے۔

قولہ: ومنہم من سلك طريق المذیحة اهلکات و درکوب الاهیوال و مسامرة

الاحوال

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے مہمانداری اور ضرورت چھیلے اور احوال کو

حاصل کرنے کا راستہ اختیار کیا

اس نے کہا نہیں۔ میں تو بیعت کا نگہبان ہوں۔ اس لئے کہ ہر نفس اس سے ہے۔ یہ لوگ کھانا کھاتے ہیں۔

چنانچہ میں نے اپنے کو لوگوں سے اسی لئے الگ کر لیا ہے تاکہ لوگ اس سے کٹے سے بھٹو نہ رہیں۔

عزت و طرح سے ہوتی ہے۔ ایک عزت تو یہ ہے کہ لوگوں سے علیحدہ ہو کر کسی خالی

جگہ میں قیام کیا جائے اور لوگوں کی صحبت سے کنارہ کش رہا جائے۔

دوسری عزت یہ ہے کہ دل کا تعلق لوگوں سے قطع رہے۔ جب کوئی لوگوں کے

درمیان رہتے ہوئے لوگوں سے اپنے دلی تعلق کو منقطع کر لیتا ہے تو گویا وہ خلق سے جدا رہتا ہے

اور اس کام پر تہمت پڑ سکتی ہے۔ شخص اس صفت سے متصف نہیں ہو سکتا۔

قولہ: ومنہم من سلك طريق النیبۃ و الانسۃ و الاعتراب غی

البلدان و حصول الذکر

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے سیاست و ضرورت و غریب نامی کا راستہ اختیار کیا ہے۔

شرح: ان میں بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ سیاست کا طریقہ اپنایا جنہوں میں

غریب اختیار کی۔ اور کم نامی کو پسند کیا، یعنی لوگ اپنے وطن میں محض ہوتے ہیں وہ اپنے اپنے

داروں اور دوستوں کے درمیان عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن اس جماعت کے لوگ

ذلت کو پسند کرتے ہیں کیوں کہ ذلت ہی میں عزت پاتے ہیں۔ غریب بہت اہم اور بڑا کام

ہے۔ اس لئے کہ غریب (مسافر) میں ذلت و خلیل و مقہور ہوتا ہے۔ لوگوں کا نفس جتنا ذلیل و

مقہور ہوگا اسی کا اخلاقی انتہائی زیادہ پاک ہوگا کیوں کہ ذلت میں رہنے پر عزت ملتی ہے، اور یہ

حضرات عزت سے بھاگتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ وطن میں رہنے پر وطن سے الفت ہوتی ہے

اور ان حضرات کو حق سبحانہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی سے الفت نہیں ہوتی۔ پھر یہ کہ وطن سے نکلنے میں

بیشمار پیہم اصول و واسطہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موافقت بھی ہے۔

کم نامی اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ شہرت میں آفت ہے اور کم نامی میں سلامتی۔

قولہ: ومنہم من سلك طريق الجلبۃ و بذل الجاہ للاخوان و ادخال

السور و علیہم۔

(شریعت نے حقیقت سے ایک باکھا نفس ہے اور لوگوں میں مقبولیت زار ہے)

اسی لئے کہتے ہیں کہ بڑے بزرگوں کا اخلاص اور اپنے بڑے بڑے خدائے کھمتا کی قبول کر لیں۔

قول: منہم من سَلَکَ طریقَ الصَّوْرِ وَالْکَسْرِ کَمَا قَالَ اللّٰهُ عَالَمِی وَالْخَوْرِی

اِخْتَوٰهُ اِبْنُ مَرْثَدٍ مِّنْ خَطِّ اَعْمَالٍ وَاٰخِرُ سَبْتِهٖ عَسٰی اللّٰهُ اَنْ یُّثَوِّبَ عَلَیْهِمْ ۝

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے مجرور و عسکر کی راہ اختیار کی ہے جیسا کہ

(سورہ تہ کی آیت: ۱۰۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کچھ اور لوگ ہیں جنہوں

نے اعتراف کر لیا ہے۔ اُنہوں نے کمال عمارتیں بنیں کچھ اچھے

اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ۔

شرح: بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے عبادت کی روشنی کی راہ اختیار کی جیسا کہ مندرجہ

پارا آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا حال بیان فرمایا۔

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ میں جانا

تھا، جب فوج باہر نکلی تو بعض صحابہ نے یہ گمان کر لیا کہ اللہ کے رسول ﷺ مدینہ سے باہر تشریف

لائیں گے۔ فوجی دستور کے مطابق سب لوگ جمع ہوں گے جب تک ہم لوگ آج کی رات گھری

میں آرام کر لیں، اور پھر صبح سویرے یہاں سے نکلیں گے۔ اور ان لوگوں سے جا کر مل جائیں گے۔

اور آنحضرت ﷺ نے دیکھیں کی۔ رات کا انتظار نہیں کیا۔ اسی وقت نکل گئے۔ اور

آگے بڑھ گئے۔ وہ چند صحابہ جو رہ گئے تھے جب صبح سویرے باہر آئے تو فوج جا چکی تھی۔ اور

انہوں کی جماعت مدینہ کے ارد گرد مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے کوڑی تھی۔ ان لوگوں کو ہمت

نہیں ہوئی کہ آگے بڑھیں۔ مجبوراً واپس ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب فوج واپس آئی اور مدینہ کے

قریب پہنچی تو ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو کیا نہ دکھائیں گے اور کیا

جواب دیں گے۔ اسی اعتراف جرم میں صحابہ نے۔ اپنے کو ایک ایک ستون میں، بائیں یا دائیں تاکہ

مستور ﷺ جب تشریف لائیں گے اور ہم لوگوں کو اس حال میں دیکھ کر ہمارے گنہ کو معاف

کر دیں گے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ان لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

شرح: بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجاہدہ کا راستہ اختیار کیا، سخت اور مشکل کاموں کو

اپنا، باحوال کے اسباب کو حاصل کرنے میں خود کو لگایا، جیسا کہ ایسے کاموں میں خود کو مشغول رکھا جن

سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندوں کے حوالہ دینے درست ہیں۔

حضرت امام ابوحنبل مرقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر

اس راہ (سلوک) کی کچھ چیزیں مکمل دی گئی ہیں، عبادت کی کیا ضرورت تو ایسا شخص غلطی پر ہے۔

قول: ومنہم من سَلَکَ طریقَ اسْقَاطِ الْعِجَاهِ عِنْدَ الْخَلْقِ وَ قِلَّتِ الْأَلْفَافُ

الہم و ترک الاشتغال بعبادہم و شروہم۔

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے جاہ و مرتبہ کو کم کر دینے لوگوں سے رخ مڑ لینے اور

ان کے خیر و شر سے کسی طرح کا تعلق نہیں رکھنے کی روش اختیار کر لی۔

شرح: بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے جاہ و مرتبہ کو گرا کر اپنے کاراستہ اختیار کیا اس لئے

کہ لوگوں کے نزدیک جاہ و مرتبہ ہر قائل ہے۔ جو شخص مال سے دستبردار ہوتا ہے اسے چاہئے کہ

جاہ و مرتبہ بھی چھوڑ دے، اگر ایسا نہیں کرتا تو وہ جاہ و مرتبہ کا کھائے گا خدا پرست نہیں ہوگا۔ خدا

پرست اسی وقت ہوگا جب اس کے نزدیک لوگوں کی نگاہ میں متبذل ہونا اور مردود ہونا ایک

ہو جائے۔ خلق کی طرف بہت کم توجہ دے ان کی اچھائی برائی کی طرف مشغول نہ رہے۔ لوگوں کی

بھلائی برائی میں مشغول ہونا غیر حق کے ساتھ مشغولیت کہی جائے گی اور غیر حق کے ساتھ مشغولیت

حجاب ہے۔ یعنی اپنے جاہ و مرتبہ پر نگاہ بہت بڑی رکاوٹ اور بندھن ہے۔ اسی لئے تو جاہ و مرتبہ کو

زار سے منسوب کرتے ہیں۔

اس جماعت کے لوگوں کا کہنا ہے کہ جس طرح اپنے لوگوں کی نظر سے گرا دینا واجب

ہے اسی طرح اپنے کو اپنی نظر سے بھی گرا دینا واجب ہے۔ اپنے کو لوگوں کی نظر سے گرا دینا تو

آسان ہے لیکن اپنے کو اپنی نظر سے گرا دینا بہت بڑا کام ہے اور اس راہ میں مردوسی ہے جو اپنے کو

اپنی نظر سے گرا دے۔ بیت ۔

بیت امت نفس و قبول خلق زار شریعت با حقیقت گدگد کیا ہر

قولہ: **وَمِنْهُمْ مَنْ مَلَكَ طَرِيقَ الْعِلْمِ وَالْمَسْئَلَةِ وَالْمُتَجَالِسَةِ لِعُلَمَاءِ وَنَسَاجِ**

الاعیان وَحَفَظَ الْعُلُومَ۔

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے تعلیم، سوالات کرنے، علماء کی مجلس میں

بیٹھے، احادیث سننے اور علوم کیا کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔

شرح: ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کو علم سکھانے میں لگایا

علمی سوالات کو حفظ بنایا۔ علماء کی صحبت اور مجلسوں میں رہے۔ سلاطین کو سننے اور تلف علم کیا دیا۔

کرنے میں وقت دیا اور انہیں کاموں کو راجع ملوک طے کرنے کا ذریعہ بنایا۔

قولہ: **وَلِكُلِّ طَرِيقٍ يَحْتَاجُ فَيْدًا أَوْ مَوْقِفًا وَدَلِيلًا يَأْتِي حَلًّا بِهٖ وَنَيْلًا يَسْلَمُ بِهِ**

النَّجْوَى وَالْفَيْتَةُ۔ (بعض نسخوں میں ”معرف“ ہے)

(ارشاد شیخ ہے) اور ہر طریقہ سند اور دلیل کا قیاس ہے تاکہ اس کے مطابق

احتیاج کیا جائے اور حجت و فتویٰ سے محفوظ و سامت رہا جائے۔

شرح: ہر راستہ اور طریقہ جس پر مالک چلنا چاہتا ہے کسی صاحب معرفت اور کسی

مدرسہ کا قیاس ہے تاکہ اس کے نزدیک رہ کر مالک اپنی محنت و کوشش کے ذریعہ اپنی منزل حاصل کر لے، حیرت و گردانی اور فتویٰ و مسائل سے محفوظ رہے۔

اگر کوئی خود ہی اس راہ کو (بغیر مرشد کے) طے کرنا چاہتا ہے تو وہ سرگرداں اور پریشان

ہوتا ہے اور فتویٰ کا شکار بن جاتا ہے اس لئے کہ صن لا شَيْخَ لَهُ فَشَبَّهَ الْمَيْسَ لَا يَأْتِي بِهِ

جَسَاسٌ كَأَنَّهُ يَبْرُؤُ اس کا بغیر شیطان ہے۔

قولہ: **فَقِيلَ لِيَحْطِمْهُمْ أَيْ فَلَانٌ لَمْ يَزِجْ فَلَانًا وَنَزِجَ الْأَلُو حَسَنَ الطَّرِيقِ مِنْ قِبَلِهِ**

سَالِكِهِ۔

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ فلاں شخص پلٹ

گیا ہے تو فرمایا جہاں تک میں سمجھتا ہوں راستہ کی وضاحت کی وجہ سے اس

نے ایسا کیا ہے اس لئے کہ مالکین کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

موجود ہیں چلے گئے۔ ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضور ﷺ ہم لوگوں سے خائف ہیں۔ اس احساس سے

شکایت دلا اور منہم جو گئے۔ اللہ رب العزت جو عاجزوں اور ٹوٹے دلوں کا خیر ادا رہے اس نے ان

کی عاجزی و شکستگی کو ظرف قبولیت بخشا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی

معافی اور بخشش کو واجب کر لیا، اور یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھیجا کہ

جا کر ان کی رسایاں کھول دو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ان لوگوں نے کہا مجھے حضور ﷺ کے سوا

اور کوئی نہ کھولے۔ لہذا حضور ﷺ زبا تو افسح خوش نصیب لائے اور ان لوگوں کا بندھن کھول دیا۔

حضرت محمد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے بہت کوشش کی کہ شخص کو طاعت پر

لگاؤں لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ اور اپنے آپ سے ناامید ہو گیا، پھر اراکہ امی میں عرض پیش کی۔

کہ تو نے میرے نفس کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے میں دوزخی کی پرورش نہیں کر سکتا۔ اس

کے بعد میں یحییٰ (یحیون) بنی لکھا کہ ہم کا نام ہے) کے کنارے بیٹھا ایک دوست سے کہا میرے

ہاتھ پاؤں باغ و ہود و ہجر اسی میں خود کو پانی میں ڈال دیا۔ تاکہ دُوب جاؤں۔ لیکن پانی نے فوراً

میرے ہاتھوں کو حل کر لیا۔ ایک مروج آئی اور مجھے جلادی سے کنارے پر پھینک دی۔ میں اس بار

پھر اپنے آپ سے ناامید ہو گیا اور کہنے لگا سبحان اللہ! وہ خدا پاک اور بے عیب ہے جس نے ایسے

فقر کو پیدا کیا جو نہ دوزخ کے لائق ہے اور نہ بہشت کے لائق جس وقت میرے اندر یہ ناامیدی

پیدا ہوئی اس کی برکت سے میرے سر (راز) کی معتد و کھائی ہو گئی۔ مجھے جو چاہتا تھا وہ میں نے

دیکھ لیا۔ اور میں خود نہ ہوں اسی سماعت کی برکت سے زندہ ہوں۔

اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیا و مافیہا سے زبدا و تریب کوئی راہ نہیں اور دعویٰ سے مستحیض

کوئی حجاب نہیں۔ آدم بائیں کے فرقہ کو دیکھئے۔

تو امراہاب طریقت کا اس بات پر قانع ہے کہ جس نے اپنے کو فرعون سے ذرہ دار

سمجھی، بہتر سمجھاؤ فرعون سے بدتر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک سب سے پسندیدہ بات یہ تھی کہ لوگ ان کو مسکن نہ کر چکا ہوں۔

فصل ۱۲

فضیلت علم سے متعلق صوفیاء کے اقوال

نیل فضیلت علم سے متعلق صوفیاء کے اقوال کے بیان میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شمشاد کے ٹہنوں کو جانتا ہوں علم ہے اور شمشاد کے پھل کو جانتا ہوں حکمت ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم نے امتیاء کے فتنے و نقصان کو

محسوس کیا تو عالم ہو گئے اور جب امتیاء کی مستحسرت سے پرہیز کر لیا تو حکیم ہو گئے

قول: ھال اللہ تعالیٰ ینھد اللہ انہ لا ھو والکلیفۃ والکولعلم قائماً بالقیسطن

(ال عمران: ۱۸) (گواہی دی اللہ نے کہ بے شک تمہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ اور

فرشتوں نے گواہی دی اور علم والوں نے گواہی دی۔)

شرح: اور اولو العلم جو فرمایا گیا اس کے بارے میں لوگوں نے کہا ہے کہ مومن علماء

نے گواہی دی کہ تمہیں ہے کوئی خدا اس کے سوا۔ یہاں پر علماء کی تخصیص ان کی بزرگی اور شرف کی

وجہ سے ہے۔ جیسا کہ خوف کے سلسلہ میں فرمایا اللہ تعالیٰ ینھضی اللہ عنہ عبادہ العباد

(فاطر: ۲۸) (اللہ کے بندوں میں سے اترے ہیں)

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے عام مومن مراد ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر

کو جہاں مطلق کہا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہے کہ کافر جہاں مطلق ہیں تو پھر یہ بات بھی ثابت

ہے کہ عالم مومن مطلق ہیں۔

شرح: اس جماعت کے بعض لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص برگرہ

ہو گئے ہیں تو اس کا جواب یہ دیا کہ میں اس میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھتا اور نہ ایسا کام ہی

دیکھتا ہوں جس کی وجہ سے وہ برگرہ ہو جائے۔ ہاں! صرف ایک بات سمجھیں آئی ہے کہ اس راہ

کی وحشت کی وجہ سے ایسا کیا ہو۔ کیوں کہ اس راہ میں چلنے والوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

اس بات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جو شخص راہِ سلوک میں قدم رکھنا چاہتا ہے اس کو کسی

صاحب معرفت مرشد کے بغیر چاہئیں۔ جو اس کو راہِ راست میں رہنے کو سکھائے۔ اور دوسرے کلمات

والفیات سے بچا کر رکھے۔ اس لئے کہ اس راہ میں راست ہونے کے بعد اس سے رجوع کرنا بہت

اہم اور سخت بات ہے۔ آئیہ کریمہ اَللّٰہِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَہْدَہِمْ لَیْسَ بِہِمْ عَہْدٌ مِّمَّا یَعْبُدُوْنَ وَ یَنْقُضُوْنَ

عَہْدَہِمْ اَللّٰہُ بِہِمْ اِنّٰی یُؤْصِلُ وَ یُخْصِلُ اُوْٰی اَلْاَوْصِیَّۃِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ

اَلْخٰیصُوْنَ (البقرہ: ۲۴) (وہ جو توڑتے رہتے ہیں عہدِ خدا کی کو اسے پختہ ہونے کے بعد،

اور کاٹتے رہتے ہیں اسے حکم دیا اللہ نے جس کے جوڑنے کا اور افراطیچا کرتے رہتے زمین میں، وہی

لوگ نفعستان اٹھانے والے ہیں) کے سلسلہ میں بزرگوں نے فرمایا کہ کفر بعد اِصالہ نقص

عَہْدَہِ الْاِسْلَامِ فِی السَّطَہِ وَ مَن رَّجَعَ اِلٰی احْکَامِ الْعَادَةِ بَعْدَ سَلُوْکِ طَرِیْقِ الْاِزَادَۃِ

نَقْصُ الْعَہْدِ فِی السَّوْءِ فَکَھْرٌ مُّوْتَدٌ جَہَنَّمَ اَوْ کَھْلًا مُّوْتَدٌ یُّسَوِّاْ کَافَکَھْرٌ تَدُ جَہَنَّمَ عَقُوْبَہُ فَطَقَّ

وَ اِیْسَہُ وَ السَّوْءُ تَدُ یُسَوِّاْ عَقُوْبَہُ فَطَقَّ یُسَوِّوْہُ (جولیان الائنے کے بعد کافر ہو گیا اس نے ظاہر میں

اسلام سے کہے ہوئے وعدے کو توڑ دیا اور رجوعِ ادا کے بعد کافر ہو گیا اس میں راست ہونے کے بعد

دوسرے احکام کی طرف رجوع ہو گیا اس نے باطن میں عہد و پیمان کو توڑ دیا۔ وہ جہاں راہِ تہجد اور یہ

سراستہ تہجد جو ظاہر راہِ تہجد ہوا اس کی سزا آگے ہے اور جو سراستہ تہجد ہوا اس کی سزا قطعِ سر ہے)

ای لئے کہتے ہیں کہ شریعت میں جو مرتبہ عہد و پیمان سے لوٹ سکتا ہے لیکن ای کے

برعکس جو طریقہ کامرتبہ سے وہ تو برعکس ہی نہیں لوٹ سکتا۔ حسبِ الٰہی اس طرح چاہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ قیمتی کتابوں اور معنوں سے نہیں کرکرتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (الحق: ۵) (اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا) اب گمان نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم صرف پیغمبروں کے لئے مخصوص ہے۔ یہ سچ ہے اور درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کام مقدس میں فرمایا وَتَلَوْنَهُ ۝ اللَّهُ يُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ (البقرہ: ۲۸۲) (اور ذرا کر کہ اللہ سے اور سکھاتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ)

جو شخص اپنے سلوک میں تقویٰ کی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ کے مطابق اس کو وہ علم سکھادیتا ہے جو وہ نہیں جانتا۔

عبداللہ بن اسلم کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کتاب اور معلم کے واسطے کے بغیر سکھادیتا ہے۔

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفُصِّلَ الْعَالِمُ عَلَى الْعَبْدِ فَكَفَلَنِي عَلَى أَعْدَائِي

(ارشاد شیخ ہے) رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا عالم کی فضیلت جاہ پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے کتر لوگوں پر ہے۔

شرح: مختصر ﷺ نے فرمایا جس طرح تمہارے کتر لوگوں پر مجھے فضیلت ہے اسی طرح ہے علم پر یہ علم فضیلت حاصل ہے۔

اس علم سے بیخ و بڑا اور طلاق و طلاق کا علم مراد نہیں ہے بلکہ علم اللہ اور توحید یقین کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ غیہ و خدائش اس اور صاحب یقین کا مال ہونا چاہیے اگرچہ وہ علم قرآن (شرح کے ضروری احکام) سے پورے طور پر برائیت نہیں رکھتا کچھ بھی اگر وہ خدائش اس اور صاحب یقین کا مال ہے تو اس کے لئے نقصان دہ نہیں۔ بعض اصحاب رسول ﷺ حقیقت یقین اور تاقی معرفت میں ان علمائے تابعین سے زیادہ تاد اور واقف کار تھے جو علم توحید اور احکام شریعت کے ماہر تھے۔

توحید التوحید میں آیا ہے کہ العلماء باللہ ہم و ذلک الانبیاء الایہم و ذلک انہم لدلالة علی اللہ والدعوة الیہ والاقتصاد الیہم فی اعمال القلوب (اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والے ماہر اصحاب انبیاء علیہم السلام کے دارت ہیں۔ اس لئے کہ ان کو انبیاء سے اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی و راہ کی طرف دعوت دینے کی دوست و راہت میں ملتی ہے۔ چنانچہ توحیدوں

دوسری بات یہ کہ علماء کو ملائکہ سے قریب رکھا اور اس سے سارے فرشتے مراد ہیں۔

اسی طرح اولو العلم سے سارے مؤمن مراد ہیں۔ اور قاضیاً بالفسطیح جہاں قاضی اللہ تعالیٰ کی مغفرت ہے یعنی وہ انصاف کے لئے کھڑا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مؤمنوں کی بھلائی کرنے والا اور کارساز ہے۔ اور یہ لوگوں کی عادت و رشت کے میں مطابق ہے۔ جیسے وہی کو جو چیخوں کے کاموں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ قہم کہتے ہیں۔ اسی طرح کہتے ہیں ملائکہ فلاں کے کام میں کھڑا ہے یعنی اس کام کے لئے قائم ہے۔ اس کے سرپرکھڑائیں ہے بلکہ اس کے کام کے لئے تیار ہے۔ اور اس کا کام جانے میں لگے گا۔

قولہ: بَدْءُ بِنَفْسِهِ وَفِي بَسْمَتِكَ وَظِلَّتْ بِأَهْلِ الْعِلْمِ۔

(ارشاد شیخ ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے شروع کر

دیجایا میں اپنے فرشتوں کو لایا اور اس کے بعد رائل علم کا ذکر کیا

شرح: یعنی اللہ تعالیٰ نے شہادت و گواہی کی ابتداء اپنے آپ سے کی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی فرشتوں کی گواہی سے پہلے ہے۔ اور فرشتوں کی گواہی مومنوں کی گواہی سے قبل ہے۔ خدمت اور جود کے اعتبار سے فرشتے آدمی سے مقدم ہیں۔

اور ہاں فرشتوں کا ذکر اس علامت سے کیا اور مومنوں کا ذکر اس کرامت سے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مومنوں کی فضیلت و برتری حاصل ہے۔

قولہ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرَفَعَهُ الْأَنْبِيَاءُ۔

(ارشاد شیخ ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، انبیاء کے وارث ہیں۔

شرح: جب پیغمبروں کے پاس درجہ دہن نہیں ہوتا ہے تو پھر رراہت کس چیز کی۔ تو یہ معلوم ہے کہ پیغمبروں کے پاس علم کی جودت ہوتی ہے۔ ہی کے وارث ہوتے ہیں۔ اور پیغمبروں کا سارا علم لدنی ہے جس نے انہوں سے یا معنوں سے علمی استفادہ کیا وہ اپنے علم میں پیغمبروں کا وارث نہیں ہے۔

ہاں بالطریق مجازاً اور عبادت میں لانے کے لئے بولا جائے گا۔ پیغمبران، علم کا استفادہ

ولان العلم حاکم علی العقل ولا حکم العقل علی العلم۔

(ارشاد شیخ ہے) ہمارے تمام مشائخ رحمہ اللہ نے علم کو معرفت اور عقل پر فضیلت دی

ہے اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی توصیف علم کے کی گئی ہے معرفت اور عقل سے نہیں کی گئی

ہے۔ اور بیشک علم پر حکومت کرتا ہے۔ عقل کی حکومت علم پر نہیں چلتی۔

شرح: یہ سچا اور درست ہے کہ ہمارے سارے مشائخ رحمہ اللہ نے علم کو معرفت اور

عقل پر فضیلت دی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ علم سے موصوف ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم الہامی پانچ

ہے عارف یا مافق کہنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ معروف اور عقل سے زیادہ کمال ہے اور یہ اللہ تعالیٰ

کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کمال ہوگی۔ اور کمال کا قص پر عباد فیضیلت ہوگی دوسری بات

ہے کہ علم عقل پر حاکم ہے، عقل کی حکومت علم پر نہیں ہے۔ حاکم حکومت سے افضل ہوتا ہے محکم حاکم

سے افضل نہیں ہوگا۔ یہ بات بھی علم کی فضیلت کے لئے نہیں ہے۔

تولہ: وقیل لا ینفع العلم الا بالمعقل وكذلك العقل لا ینفع الا بالعلم۔

ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عقل کے بغیر علم بیکس نہیں اسی طرح عقل

علم کے بغیر فائدہ بخش نہیں۔

شرح: اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک کے بغیر دوسرے کا فائدہ نہیں۔ اور

دلوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی جا سکتی۔ یہ بات مخلوق

کے حق میں کہی جائے گی۔ خالق کے حق میں نہیں کی جائے گی۔ اگر خالق کے حق میں کہی جائے

گی تو اس سے فساد پیدا ہوگا۔

تولہ: وقیل بعض حکماء منی یقولون الادب اضرب لفلان فدا کل العقل انقص۔

ارشاد شیخ ہے) بعض حکماء سے دریافت کیا گیا کہ ادب ضرور سارے کب ہوتا ہے؟

ہوں نے فرمایا جب عقل کم ہوتی ہے۔

شرح: آداب لوگوں کے لئے بہت زیادہ دیاں کار کب ہوتے ہیں جب عقل میں

اہم زیادہ کی ہوتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ایک کا نقصان (کی دوسرے کا

نقصان) کم ہے۔ اور ایک کا کمال دوسرے کا کمال ہے۔ جب دونوں ایک دوسرے کے محتاج

کے بنانے کے لئے انہی لوگوں کی اقتدار دینا ضروری ہے)

کسی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا علماء کون ہیں؟ فرمایا جنہوں نے دنیا پر آخرت کا اور

فہم پر خدا کو ترجیح دی وہی علماء ہیں۔

تولہ: وقال کثائر زجلان عالم و معتمد و سائلوہم ھنج۔

(ارشاد شیخ ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ دوسرے کے ہیں ایک علم اور دوسرے

مستعلم۔ باقی لوگ بے توقف اور ذلیل ہیں۔

شرح: ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ لوگ دو قسم کے ہیں: ایک وہ ہیں جو عالم ہیں اور

دوسرے وہ ہیں جو مستعلم ہیں۔ ان کے علاوہ جو وہ ہیں۔ والہم جمع ھمجنہ وہی

ذیبات صغیر کا البوص تسقط علی وجوہ الغنم والحصیر وأخینھا۔ حج چوٹی نکسی

ہے پھروں کی طرح ہے۔ وہ گھٹیاں جو کھیروں، گدھے کے منہ اور ان کی آنکھوں پر پڑتی ہیں۔

یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ علم، عالم اور مستعلم کی فضیلت حاصل ہے اور علم

جو علم سے خالی ہے کچھ بھی فائدہ بخش نہیں۔ یہ بات بھی علم کی فضیلت کا ثابت کرتی ہے۔

تولہ: وقیل العلم روح والعقل جسند۔

(ارشاد شیخ ہے) کہا گیا ہے کہ علم روح ہے اور عقل جسم ہے۔

شرح: بعض لوگوں نے کہا ہے کہ علم جان کی طرح ہے اور عقل جسم کی طرح۔ جس

طرح ہے جان جسم کے کوئی کا نہیں ہو سکتا اسی طرح وہ علم جسم سے خالی ہو کی کام نہیں۔

تولہ: وقیل العلم اصل والعقل فرع۔

(ارشاد شیخ ہے) کہا گیا ہے کہ علم اصل ہے اور عقل فرع۔

شرح: علم اصل ہے اور عقل فرع۔ اس لئے علم کے لئے عمل کی حاجت نہیں۔ لیکن عمل

تولہ: وقد فضل الجھجھور من مشائخنا رحمہم اللہ العلم علی المعروف

والعقل۔ لان اللہ تعالیٰ یوصف بالعلم ولا یوصف بالمعروف والعقل

ولان العلم حاکم علی العقل ولا حکم العقل علی العلم۔

(ارشاد شیخ ہے) ہمارے تمام مشائخ رحمہم اللہ نے علم کو معرفت اور عقل پر فضیلت دی

ہے اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی تو صیغہ علم سے کی گئی ہے معرفت اور عقل سے نہیں کی گئی

ہے اور بیشک علم عقل پر حکومت کرتا ہے۔ عقل کی حکومت علم پر نہیں چلتی۔

شرح: یہ سچ اور درست ہے کہ ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے علم کو معرفت اور

عقل پر فضیلت دی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ علم سے موصوف ہے اور اللہ تعالیٰ کو عالم کہنا جائز

ہے عارف یا قائل کہنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ علم معرفت اور عقل سے زیادہ کامل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ

کی معرفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کامل ہوگی۔ اور کامل کو ناقص پر یا غیر فضیلت ہوگی دوسری بات

ہے کہ علم عقل پر حاکم ہے، عقل کی حکومت علم پر نہیں ہے۔ حاکم حکوم سے افضل ہوتا ہے حکوم حاکم

سے افضل نہیں ہوگا۔ یہ بات بھی علم کی فضیلت کے لئے دلیل ہے۔

قولہ: وقیل لایسمع العلم الا بالعقل وکذا لک العقل لاینبغ الا بالعلم۔

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عقل کے بغیر علم بخش نہیں اسی طرح عقل

علم کے بغیر فائدہ بخش نہیں۔

شرح: اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک کے بغیر دوسرے کا فائدہ نہیں۔ اور

دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی جاسکتی۔ یہ بات مخلوق

کے حق میں کہی جائے گی۔ خالق کے حق میں نہیں کہی جائے گی۔ اگر خالق کے حق میں کہی جائے

گی تو اس سے فساد پیدا ہوگا۔

قولہ: وقیل لبعض الحكماء معنی بكون الادب اضراً لقل اذا كان العقل اقصیٰ

(ارشاد شیخ ہے) بعض حکماء سے دریافت کیا گیا کہ ادب ضرر رساں کب ہوتا ہے؟

انہوں نے فرمایا جب عقل کم ہوتی ہے۔

شرح: آداب لوگوں کے لئے بہت زیادہ زیاں کار کب ہوتے ہیں جب عقل میں

بہت زیادہ کمی ہوتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ایک کا قصاں (کی) دوسرے کا

نشان (کی) ہے۔ اور ایک کا کمال دوسرے کا کمال ہے۔ جب دونوں ایک دوسرے کے محتاج

کے جانے کے لئے اپنی لوگوں کی اقتدا اور پیروی ضروری ہے)

کسی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا علم کون ہیں؟ فرمایا جنہوں نے دنیا آخرت کا اور

نفس پر خدا کو ترجیح دی وہی علماء ہیں۔

قولہ: وقال الناس رجالان عالم و معلم و سائرهم ضلّیج۔

(ارشاد شیخ ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ دو طرح کے ہیں ایک عالم اور دوسرے

حکم یا قائل کہ بےوقوف اور ذلیل ہیں۔

شرح: ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جو عالم ہیں اور

دوسرے وہ ہیں جو حکم ہیں۔ ان کے علاوہ جو ہیں وہ بھی ہیں۔ والہم صج جمع جمعہ وحی

ذیاب صغیر کا البعوض تسقط علی وجہ العلم والحسیر وأعیینہا شیخ چوٹی کھنٹی

ہے مجھروں کی طرح جب وہ کھیاں جو کرکریوں، کدھڑے کے منادوں کی ہتھکڑی پہنتی ہیں۔

یہ صریح گواہی اس بات کی دلیل ہے کہ علم عالم اور حکم کنفلیٹ حاصل ہے اور وہ عمل

جو علم سے خالی ہے کھنٹی فائدہ بخش نہیں۔ یہ بات بھی علم کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے۔

قولہ: وقیل العلم روضح والعمل یحسد۔

(ارشاد شیخ ہے) کہا گیا ہے کہ علم درج ہے اور عمل جسم ہے۔

شرح: بعض لوگوں نے کہا ہے کہ علم جان کی طرح ہے اور عمل جسم کی طرح۔ جس

طرح ہے جان جسم سے کوئی کا نہیں ہو سکتا اسی طرح وہ عمل جو علم سے خالی ہو کسی کام کا نہیں۔

قولہ: وقیل العلم اصل والعمل فرع۔

(ارشاد شیخ ہے) کہا گیا ہے کہ علم اصل ہے اور عمل فرع۔

شرح: علم اصل ہے اور عمل فرع اس لئے کہ علم کے لئے عمل کی حاجت نہیں۔ لیکن عمل

کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ لہذا علم اصل اور عمل فرع۔ یہ بات بھی کنفلیٹ علم کی دلیل ہے۔

قولہ: وقیل فصل الجسم من مشائخنا رحمہم اللہ العلم علی المعرفۃ

والعقل، لان اللہ تعالیٰ بوصف بالعلم ولا یوصف بالمعرفۃ والعقل

صوفیاء کے آداب گفتگو کے بیان میں

قوله: فصل فی ذکر ادا بہم فی محاوراتہم

(ارشاد شیخ ہے) فیصل صوفیاء کے ان آداب کے بیان میں ہے جو وہ اپنے

محاورات میں استعمال کرتے ہیں۔

شرح: حضرت امام توحیدی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا لوگ دوسروں کو نصیحت

کرتے کے لائق کب ہوتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا جب وہ اللہ تعالیٰ سے سمجھنے لگیں تو بندوں کو سمجھانے کے لائق ہو گئے۔

ان کا مطلب واللہ اعلم یہ ہوگا کہ عالم جب خود عمل کرنے لگے تو اس کے لئے حال و جائزہ کے علمی گفتگو کرے۔ جب علم اس عالم کے لئے فائدہ بخش ہوگا تو لوگوں کے لئے بھی نفع بخش ہوگا۔ اس لئے کہ علم کے برکات عمل کے اندر ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ سے سمجھنے کا مفہوم شاید یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور رکھی ہے۔ بندہ جب اس میں دیکھتا ہے تو اپنے صاف سر سے اسے دیکھتا ہے۔ اور اس کو دیکھنا اللہ تعالیٰ سے سمجھنا ہے۔

یا پھر اللہ تعالیٰ سے سمجھنے کا معنی یہ ہو کہ اپنے صاف سر سے اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ مستفیذ ہو۔ اس کے بعد لوگوں تک پہنچانے لائی کو کہتے ہیں، بسبغ فیل من اللہ و یغید غیورہ

ہیں تو پھر ایک دوسرے پر نصیحت کریں۔

قوله: وقیل الادب صورت عقلک فحسن عقلک کیف شئت

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے کہا ادب تمہاری عقل کی صورت ہے۔ جس طرح

چاہو اپنی عقل کو اچھی بناؤ۔

شرح: یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ شخص کا ادب اس کی عقل کے مطابق ہوتا

ہے جیسا کہ پطیران عظم السلام تمام لوگوں سے زیادہ مائل ہوئے اس لئے تمام لوگوں سے زیادہ

با ادب بن گئے۔

قوله: ومن فضل العلم ان الہدک مع قلۃ خطر و آفتاب لمیمان علیہ السلام

مع غلک مرتبہ بصورتہ العلم و قوتہ فی قولہ عالی اخطلک بئکم لئلا یخط

بہ مع قلۃ الاکثرات بتھذیبہ و وعیدہ۔

(ارشاد شیخ ہے) اس سے بھی علم کی نصیحت ظاہر ہوئی ہے کہ وہ بنے رہیں اور اس کے بار

کوئی قدر و منزلت حاصل نہیں تھی حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے پندرہ سو سالہ وراثت والے بزرگ کو

اپنے علم کے بدیہہ و قوت علمی کی بنا پر یوں جواب دیا اور حضرت سلیمان کی تہذیبہ و وعیدہ کی روانگی اس

لئے کہ اخطلک بئکم لئلا یخط بہ (میں ایک کی خبر لے کر آپہوں جس کی اطلاع آپ کو دشمنی)

شرح: جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہو کے نائب ہونے پر باز پرس کی تو اس

لئے کہ اخطلک بئکم لئلا یخط بہ (اٹکل ۲۳) یعنی میں اس چیز تک پہنچ گیا جہاں آپ نہیں

پہنچے اس وقت وہو پر نہ کوئی خوف نہ اس قمار و نہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تہذیبہ و وعیدہ کی پر را

جھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تہذیبہ و وعیدہ کے باوجود ایک معمولی و نورسے اپنی علمی قوت و

صلاحیت کا ثبوت پیش کیا اور آخرت میں نہایت جواب دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام و فرشتوں پر علم کی وجہ سے نصیحت نشینی اور فرمایا اے فرشتو! تم

عہدت میں آگے ہو لیکن آدم علم میں تم سے افضل ہیں۔ تم اپنی عہدت گذاری کے باوجود اس آدم

کو تجوہ کردہ جو عہد سے آراستہ ہے اس بات سے بھی علم کی نصیحت پر دلیل ملتی ہے۔



ہوتا ہے۔ اور پیغمبروں نے بھی فرمایا ہے لا تسالکم علیہ اجرا (ہم اس کے لئے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتے) اگر وہ یہ کہانے کی نیت سے تعلیم دیتے تو یہ بدتر ہیں گناہ ہوتا۔ اس لئے کہ وہ یہی سہ کر تعلیم دینا دین کو خدا کو اور پیغمبروں کو تم کے مالوں پہنچاتا ہوتا۔

حضرت صالح رحمہ اللہ قصار سے لوگوں نے دریافت کیا آخر کیا بات ہے کہ اگلے بدلوں کی باتیں دلوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہوتی تھیں۔ ہم لوگوں کی باتوں میں وہ اثر نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ لوگ جو بات بھی کرتے تھے وہ اسلام کی عزت، لوگوں کی نجات اور خدا کی رضا کے لئے کرتے تھے، اور ہم لوگ عزت نفس، طلب دنیا اور لوگوں میں اپنی مقبولیت کی ترغیب سے کرتے ہیں۔ اس لئے آج کی باتیں فائدہ بخش نہیں ہوتیں۔

قولہ: ولا یسئلکم الناس علی قلور عقولہم.

(ارشاد شیخ ہے) اور لوگوں کی عقل کے مطابق گفتگو کی جائے۔

شرح: یعنی بات لہنی کی جائے جس کو سننے کی طاقت سامع رکھتا ہے۔ گفتگو کرنے والا اپنے فوہ طلم کے مطابق گفتگو نہیں کرے۔ اس لئے کہ طاقتیہ، صحت عبادت کی حامل ہوتی ہے اور فہم معانی عبادت کی حامل ہوتی ہے۔

چنانچہ اگر پیغمبر پر طاقت سے زیادہ وزن رکھو گے تو ہلاکت رکھی ہوئی ہے اسی طرح اگر قوت انہماک پر اس کی طاقت سے زیادہ معانی کا بوجھ ڈال دو گے تو یہاں بھی ہلاکت ہے۔ لہٰذا صورت میں ہر ایک کی عقل کے مطابق ضروری گفتگو کی جائے گی۔ تاکہ بات نیت میں جائے۔

اسی لئے بزرگوں نے اس کو خدا سے مثال دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ انسان کو زندہ نہ بنے کے لئے خدا چاہئے۔ اگر خدا اسے کم بخدا لے گا تو نہ در اور ہلاکت ہو جائے گا۔ اور اگر خدا اسے زیادہ بخدا لے گا تو بخدا رہ کر ہلاکت ہو جائے گا۔

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر خطاب ؓ نے فرمایا ایک روز مہم اور حضرت امیر المومنین ابو بکر ؓ باگاہ رسالت میں حاضر تھے، اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابو بکر سے کچھ فرمایا میں نے سن لیا مگر کچھ سمجھ نہ سکا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا، پھر دوبارہ حضور ﷺ

اللہ تعالیٰ سے استفادہ کرے اور لوگوں کو عقیدہ کرے۔ اہل کمال کے لئے یہ سب ممکن ہے۔

حضرت خبابہ جلیلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک تمہیں اہمال نے کچھ اس بات کی طرف اشارہ نہیں کیا کہ اس بات تم کو اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف بلا سکتے ہوں، وقت تک میں نے دعوت کا کام نہیں کیا۔ اور ابوالدہ بولے وہ ہیں جو لوگوں کے درمیان سب سے بچے ہو جاتے ہیں۔

یہی بھی حضرت خبابہ جلیلہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے کو یہ راستہ بازوں کے سامنے پیش کیا کہ وہ مجھے قبول فرمائیں۔ اور میرے لائق ہونے کی گواہی دے دیں۔ جب تک ایسا نہیں ہوا میں نے لوگوں کے درمیان کوئی بات نہیں کی۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دعوت کے لئے صرف ہم کافی نہیں ہے بلکہ علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی ہو۔

قولہ: وهو ان یقصد بکلامہ التصح والا رشاد وطلب الصحاۃ وما یوحد

لفظہ علی الکلی۔

(ارشاد شیخ ہے) صوفیاء کی گفتگو کا اصل مقصد نصیحت، ارشاد اور طلب نجات ہے اور

گفتگو لہنی کی جائے جس کا نفع سب کو پہنچتا رہے۔

شرح: جو شخص اس راہ میں قدم رکھے یعنی پند و نصیحت اور دعا و تقریر کی روش اختیار کرے اس کے لئے لازم ہے کہ اس کا اور اس کی نیت کا دار و مدار لوگوں کی خیر خواہی، لوگوں کی رہبری اور لوگوں کی نجات رہائی پر ہو۔ اور اس کا فائدہ سارے مسلمانوں کو بار بار ملتا رہے۔ اس سلسلہ میں یہ صحت صوفیہ کا طریقہ کار ہے۔ یہاں پر کیاں کا ہر حرکت، عمل، دوسروں کے لئے ہوتا اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ یعنی ہر وہ کام جو ان کے اور دوسروں کے درمیان کا ہوتا ہے اس میں دوسروں کی بھلائی دیکھتے، اپنی بھلائی نہیں دیکھتے۔ اپنی بھلائی دیکھنا اپنے وجود میں خبیثات ہے اور دوسروں کی بھلائی فطرت و کرام اور فائزات داری ہے۔ جو کام لوگوں کو پسند آتا وہ حق سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ تعلیم یعنی درس و تدریس کا کام دوسروں کی بھلائی کے لئے کرتے۔ روپیہ کمانے کے لئے نہیں کرتے۔ بلکہ تعلیم بہترین عبادت ہے۔ اس لئے کہ یہ پیغمبروں کا عمل

نقل ہے کہ ایک مرید اپنے بھائی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے میرے بھائی! میں چاہتا ہوں کہ اعتبار کے طور پر بت خانہ جاؤں اور قہقوری دریاں لوگوں کا نشانہ بنوں۔ میرے اپنے اس مرید سے فرمایا کہ اگر تم کو دریاں سے آنے نہ اندازہ ہو تو میں چھوڑ دینا گیا تو تم کیا کرو گے۔

اہل الہام کی صفت یہی ہے کہ جب تک لوگ ان سے سوال نہیں کرتے ہیں وہ گفتگو نہیں کرتے۔ اور جب لوگ کچھ دریافت کرتے ہیں تو اس وقت دیکھتے ہیں کہ سائل جواب کے لئے پریشان تو نہیں ہے۔ اگر پریشان نہیں ہے تو خاموش رہ جاتے ہیں اور اگر پریشان دیکھتے ہیں تو اس کی ضرورت بھر جواب دے دیتے ہیں۔

قولہ: واذ اسئل عنها اجاب علی قدر السائل.

(ارشاد شیخ ہے) اور جب ان سے پوچھا جائے تو سوال کرنے والے کی

حاجت کے مطابق جواب دیتے۔

شرح: یعنی جواب سوال کرنے والے کی حاجت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیتے ہیں۔ علمی حاجت کے مطابق جواب نہیں دیتے۔ اس لئے جس بحث کی ضرورت نہ ہو اس کو اگر روٹی ملوہ کھائے کو نہ دے یہی وہ مالک ہو جائے گا۔

ایک بزرگ نے اس برصورت صوفی کی افادت میں بیان کی ہے کہ: السوال یصلون الایماء قبل السؤال من شهوة النغیة للکلام (صوفیائے کرام اپنے پیچھے نہ سے ہلاؤ غارتے متعلق سوال کرنے سے پہلے تیار کر لیتے کہ بات کس طرح شروع کریں گے)

قولہ: قیل حکمی عن الجنید ؒ الہ قیل لہ یستالک المسائل عن مسئلة

فنیجیہ بجواب ثم یستالک آخر عن تلک المسئلة فنیجیہ بجواب

آخر فقال علی قدر السائل الجواب

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے حضرت جنید ؒ کے بارے میں یہ حکایت بیان کی

ہے کہ ان سے کہا گیا کہ جب کوئی سائل آپ سے کسی مسئلہ پر سوال کرتا ہے تو آپ اس کو ایک

لے کچھ فرمایا جس کو میں نے کچھ کا اور دین کا کیا فرمایا۔ اس حدیث کے سلسلہ میں حضرت شیخ عیسیٰ القضاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ حضرت عمر ؓ سے کوئی نفرت تھی۔ حاشا وکھا کہ کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن ہاں! شیخ خارجہ کیجے کہ ایرانی اور عجمی نہیں دیا جاتا اس لئے کہ اس کا صفہ برداشت نہیں کر سکتا۔ بڑا ہونے پر کھانے پینے کی چیزیں اقصان نہیں پہنچاتیں۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ (حضرت خلیفہ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی) نے اس حدیث کو

رسل بیان کیا ہے۔

قولہ: قال النبی ﷺ نحن معاشرو الایماء المودان نکلّم الناس علی قدر عقولهم.

(ارشاد شیخ ہے) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہم لوگ پیغمبروں کی جماعت ہیں ہم لوگوں کو

حکم ہوا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کریں۔

شرح: اپنے علم کے مطابق گفتگو نہیں کریں۔ یہی نزول کہتے ہیں۔ بے سوال نہ لیں۔ النبی علی مقام امتہ ونولی العلم علی مقام تلیدہ (گفتگو کے وقت نبی اپنی امت کے

معیار کے مطابق اور معلم اپنے طلباء و شاگرد کے معیار کے مطابق نزول کر کے بات کرتے ہیں) خداوند تعالیٰ کے کلام میں بھی نزول ہے اس نزول سے یہی نزول مراد ہے۔ حقیقی نزول

مراد نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بندوں کی عقل و سمجھ کے مطابق فرمایا ہے۔ اپنے کمال کمال کے مطابق نہیں فرمایا ہے۔

قولہ: ولا یجکلم فی مسئلة الا ان یسل عنها.

(ارشاد شیخ ہے) صوفی کی مسئلہ میں اس وقت تک گفتگو نہیں کرتے جب تک اس

مسئلہ کے بارے میں ان سے پوچھا نہ جائے

شرح: صحابہ اور سلف صالحین ؓ کی عادت تھی کہ کسی بات سے کہنے لگے کہ جب بڑے

لوگوں میں مشغول ہوگا تو وہ حق سے محجوب ہوگا۔ اور یہ حضرات اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں

مشغول رہ گئے اور فرماں برداری چالی رہی۔

سوال: علوم کے کج نجات کے بارے میں اور بچاؤ اور جواب موت کی تیاری سے متعلق دیا جا رہا ہے۔ یہاں پر اس جواب کا مطلب یہ بھی ہے کہ سرائی کو منجھ اور منجھ کیا جا رہا ہے کہ غرائب علوم کے بارے میں سوال نہ کرو اس لئے کہ یہ باقی تمہاری سمجھ سے باہر ہیں۔ ہاں اگر پوچھنا ہی ہے تو موت کی تیاریوں کے بارے میں سوال کرو جو تمہارے لئے مفید ہو، دوسرے اور تمہاری سمجھ کے مابین مطابقت بھی ہے۔

تقول: وقد قيل يجوز ذلك فقد قال رسول الله ﷺ رب حامل فقه الى من

هو الفقه منه.

(ارشاد شیخ ہے) انھیں لوگوں نے کہا ہے کہ ایسا سوال کرنا جائز ہے جیسا کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر فقیہ ایسے ہوئے ہیں جو انہما علم ان لوگوں کو

پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔

شرح: یہ صحیح اور درست ہے کہ انھیں لوگوں نے کہا ہے ان چیزوں کے بارے میں سوال کرنا جائز ہے اگرچہ وہاں تک اس کے معاملات نہ پہنچے ہوں اور ان کا مصلیٰ پر وہ کاربند نہ ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اسے وہاں تک پہنچا دے اور وہ اس پر کاربند ہو جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت سارے فقیہی مسائل کے مالے ہوئے ہیں جو اس کو ہاں تک پہنچا دیتے ہیں جہاں سے زیادہ فقیہ ہے۔

رب حامل فقه..... الى آخرو..... ای رب صاحب روایۃ لا یعلم الروایۃ فلیوصله الی الفقیہ کما سمعه فالفقیہ یستبط المعنی الذی یصلی بہ المحکم (بہت سے روای ایسے ہیں جو روایت تو کرتے ہیں مگر روایت سے متعلق حکم کو نہیں جانتے ہیں۔ جیسا اس روایت کو فقیہ کے پاس لے جاتے ہیں اور اس کے پاس بیان کرتے ہیں جیسا کہ اس نے سنا ہے تو فقیر اس روایت سے متحقق وہ مبنی مستند کرتا ہے جس کے بارے میں حکم آیا ہے)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ سرائی ایسا علمی سوال کرتا ہے جہاں تک اس کی رسائی

جواب دیتے ہیں۔ اور جب دوسرا شخص آپ سے اسی مسئلہ کو دریافت کرتا ہے تو آپ دوسرا جواب دیتے ہیں۔ خوب چند نے فرمایا جواب سرائی کا صلاحیت کے مطابق ہوتا ہے۔

شرح: اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ صوفی طریب حاذق ہوتے ہیں جو ہر شخص کے مرض کے مطابق دوا اور توجہیں دے کر کرتے ہیں۔ اگر انہیں آپس میں پوچھنا یا اس پر بحثاں پڑ جائیں گی۔

مسئلہ ایک اور جواب مختلف اس کی نظیر اور مثال موجود ہے کہ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا الزہد زہد کیا ہے؟ سوال کرنے والا مال کی محبت میں مبتلا تھا اس بزرگ نے اس کو جواب دیا الزہد تو ترک الحال مال کا ترک کرنا زہد ہے۔ دوسرے نے یہی سوال کیا جو دوسرا چہکی محبت میں مبتلا تھا اس کو جواب ملا الزہد تو ترک الجہاد چاہو تیرے پھوڑو پناؤ ہے۔ تیسرے نے یہی یہی سوال کیا کہ الزہد زہد کیا ہے؟ فرمایا الزہد تو ترک الشہوات شہوات کو ترک کر دینا زہد ہے۔ دیکھا مسئلہ ایک سوال ایک اور جواب تین طرح سے دیا گیا۔

تقول: وإذا استسأل لایستال الا عن مقدمه ولا ینکلف بحالہ ینالہ ولا ینکلف فیما

لا ینالہ استعمالہ

(ارشاد شیخ ہے) جب سوال کرنے والا سوال کرے تو اپنے مقام کے اعتبار سے سوال کرے جو مقام اس کو حاصل نہیں اس میں تکلف نہ کرے اور ایسے علم پر گفتگو نہ کرے جہاں تک اس کا معاملہ پہنچ نہیں۔

شرح: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ حدیثیں یا رسول اللہ عن غروب الطلوع فقال انھی ماعدت دت للموت اسے اللہ کے رسول اعلیٰ کے علم کے پکا ثبوت پر کچھ فرمایا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تو بتاؤ کیا تم نے موت کی تیاری کی ہے۔ حضور ﷺ کا یہ جواب اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سرائی کا سوال اس کے اپنے مقام کے اعتبار سے نہیں تھا اس لئے اس کے مقام کے لحاظ سے یہاں پر جواب دیا گیا۔

اگر اس طرح تو چند نہیں کریں گے تو شارع علیہ السلام کے جواب کو غلط کہنا پڑے گا اور یہی طرح بھی درست نہیں۔

اگر کوئی اس کو اوسے روزہ دینی کا کام لے تو کھینکا روزہ ہوگا۔

فتنہ کا اس بات پر امتناع ہے کہ یہ حرام ہے۔ اگر سخت امتناع اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ اخلاق ہے۔ لیکن اس پر بھی کیسے واجب ہو گیا کہ اس کے احوال کا جائزہ نہیں لیا۔ جب اس کی عبادت مسلم پرورش ہو گئی تو چاہئے کہ اس بات کی کوشش کرے کہ اس سے اسلوب زندگی لے کر نہ کر اس کے برعکس اس سلسلہ میں اس کی مدد کرے۔ علم بھی اسلوب ہے۔ جس کے ذریعہ شیطان اور دشمنان خدا سے جنگ کرتے ہیں۔ لہذا جس نے دنیا کو دین پر فوقیت دی اور خواہشات نفسانی کو آخرت پر فضیلت دی پھر یہ کیسے جائز ہوگا کہ علم کے ذریعہ اس کی مدد کی جائے کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی خواہشات کی تکمیل کرے۔

علمائے سلف نے ہمیشہ طلباء کے احوال کے مطابق مہربانیاں کا سلوک کیا ہے اگر کسی طالب علم کو کہتے کہ تو اپنی اس ادا نگینی میں کوتاہی کر رہا ہے تو اس کو پڑھ جانے سے انکار کر دیتے۔ اس پر نوٹش دیکر نہیں کرتے۔ اسی طرح اگر فسق و فجور اور حرام کاموں میں ملوث پاتے تو اس کو اپنی مجلس سے نکال دیتے قطع تعلق کر لیتے اور اس سے بات چیت بند کر دیتے۔ یہاں تک کہ وہ طالب علم علم کی طرف مائل ہو جاتا۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اہل ہونا یا نااہل سب کو تعلیم دینا جائز ہے۔ جو اہل اور نااہل ہیں ان کو تعلیم دینے پر قوسب مشفق ہیں لیکن جو نااہل اور ناانائیک ہے اس کو تعلیم دینے میں لوگوں کا

الگ الگ خیال ہے۔

قولہ: فالعلم اصعب جالباً من ان یصل الی غیور اہلہ.

(ارشاد شیخ ہے) علم میں وہ طاقت و قوت ہے کہ وہ خود نااہل کے پاس پہنچنے سے اپنے

کو روک لیتا ہے۔

شرح: اہت۔ اقصیٰ کے معنی میں ہے۔ یعنی علم کو جو عزت و عظمت حاصل ہے وہ خود اتنی مشہور اور قوی ہے کہ نااہل کے پاس ہرگز نہیں پہنچتا۔ اور اگر خداوندانہ کھینچ بھی جائے تو دیر تک نہیں ٹھہرتا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو اس کے اہل ہیں علم ان ہی کو ملتا ہے۔ اہل

شرح آداب لہریہین

نہیں یا انکی گفتگو کرتا ہے جہاں اس کا عمل غلط نہیں۔ تو بعض لوگوں کے نزدیک جائز ہے۔

قولہ: ولایبذل العلم الا لاهلہ وقیل یعجز ان یبذل العلم لاهلہ ولغیر اہلہ.

(ارشاد شیخ ہے) تعلیم انہیں کو دی جائے جو اس کے اہل ہیں، بعض لوگوں نے کہا ہے

کہ اہل اور نااہل سب کو تعلیم دینا جائز ہے۔

شرح: جو نااہل کو تعلیم دیتا ہے وہ علم پر ظلم کرتا ہے اور جو اہل کو تعلیم دیتے ہیں وہ ان کی

پرستیا ہے وہ اس شخص پر ظلم کرتا ہے۔

السل۔ المعطاء۔ بذل عطاء۔ بخشش کو کہتے ہیں۔ ایہا میں آیا ہے کہ اس کی بھی

جماعت ہے جس کے افراد کو تعلیم دی گئی تو وہ وہ خدا کے بزرگ ہو گئے۔ ان میں کا ہر ایک شخص اپنے شہر کا نائب و مال بھی بن گیا۔ دنیا کی محسوس میں مبتلا ہو گیا۔ خواہشات نفسانی پر چلنے لگے۔ دوسرے لوگ ان کو کچھ کر گاہ کرنے پر دیر ہو گئے۔ اس وقت ان کا علم ان کے لئے مثال بن کر رہ گیا۔ ان لوگوں نے برائی اور خواہشات نفسانی کی اتباع کے لئے اپنے علم کو دھیلہ چالیا۔ اور اسی میں لگ کر رہ گئے۔ اس کا سارا وبال اس استاد کے سر گیا جس نے اپنے علم کو ان کو تعلیم دی، وہ اپنے لوگوں کی نیت کے قیود اور ارادہ کو جانتے تھے، ان کے کھانے پینے، ہاتھ پیٹنے، مکان نکلتا اور بول چال پر گماں اہل کا غلبہ تھا، ان ہر اہل دن دیکھ رہے تھے، پھر بھی تعلیم دی، ایسے استاد اور معلم تو دنیا سے گذر گئے کہ ان لوگوں کی شرمندگی بڑا درد رسال تک باقی رہی۔

حجرت اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ایسے معلم اپنی جہالت کی وجہ سے جواب دیتے ہیں کہ اہل کا انکشاف نیت یہ ہے۔ میرا مقصد تو علم دینا کو پہنچانا تھا۔ اب اگر وہ فتنہ و فساد میں لگا ہے اور میں ہوں میں ملوث ہے تو اس میں میرا کیا قصور! میں تو یہ چاہ رہا تھا کہ اس کو کچھ پر لگا دوں۔

یہ جواب شیطانی کمزور ہے۔ شیطانی علمی شان اور حب جاو کے غرور و جھنڈ کے ذریعہ کمزور ہے کہ جہاں میں پھنسا رہا ہے۔ یہ جواب تو ایسا ہی ہوا جیسے کسی بزرگ کو کوئی تلوار دے دے اور غارت گری کے سامان مہیا کر دے اور کہے کہ میں نے غلغات اور بخشش و عطاک کی نیت سے ایسا کیا ہے اور افتاد قالی کے اخلاق سے اپنے کو مصنف کرنے کی نیت سے کیا ہے۔ اب

دیکھا کہ خبر پر تشریف فرما ہیں اور لوگوں کے درمیان تقریر کر رہے ہیں تو ان کو مخاطب کیا اور فرمایا اے ابوالقاسم اللہ تعالیٰ کسی عالم سے اس کے علم کی وجہ سے خوش نہیں ہوتا۔ ہاں! جب وہ عالم اپنے علم کے مطابق عمل بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور خوش ہوتا ہے۔ اس لئے اگر تم اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہو تو کچھ دھڑا تقریر کر سکتے ہو۔ اور اگر علم کے مطابق تمہارا عمل نہیں تو پھر خبر سے بچے آ جاؤ۔ حضرت خلیفہ حبیبؒ کسی وقت خبر سے اتر آئے۔ اور ایک مہینہ تک لوگوں سے عامل نہیں ہوئے۔ یعنی خلیفہ حبیبؒ نے جب اپنے ائمہ کو رو کیا تو دیکھا کہ حضرات ابوالحسن نورانیؒ نے جس بات کی طرف اشارہ کیا تھا وہ بات ان کے اندر نہیں ہے۔ لہذا ایک مہینہ تک گھر میں بیٹھ رہے۔ اس کے بعد باہر آئے۔ اور فرمایا اگر تمھیں تک رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نہ پہنچتی تو تمیں ہر قسم کے لوگوں سے گفتگو نہیں کرتا۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ اگر خزانہ میں قوم کے پیشوا اور سرورِ قوم کے سب سے ذلیل لوگ ہوں گے۔ ”حضرت کا یہ فرمانا اس بات کا اقرار تھا کہ میں اپنے آپ کو عالم و فاضل سمجھ کر تقریر نہیں کر رہا ہوں بلکہ اپنی کسرتی اور بے ادبی کی بنا پر کہہ رہا ہوں تاکہ اگر علم کا حق ادا کرنے میں راست بازی نہ بن سکوں تو اپنی تقصیر کے قرار میں تو چھاپیں جاؤں۔

کہتے ہیں کہ عالم کو مال ہونا چاہئے تاکہ اس کی منہ خور پر گفتگو کرنا اس کے لئے محال و ہائز ہو جائے۔ جب علم کا کام ہو گا تو دوسروں کو بھی ہو گا۔ اس لئے کہ علم کے برکات عمل میں ہیں۔ اگر عمل ضروری نہ ہوتا تو پھر آسمان سے علم کا نزول کیوں ہوتا۔

نقل ہے کہ حضرت امام احمد رضاؒ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کا قصہ ہے کہ وہ یوں سے حضرت کے پاس آیا گیا کہ کرتے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ حضرت نے ان سے ریشہ پھیر لیا۔ گفتگو بند کر دی اور اپنے سے دور کر دیا۔ یہ پیدہ اس فکر میں رہتے کہ اگر اس صاحب کی وجہ کیا ہے۔ برابر دریافت کرتے۔ آخر ایک روز حضرت نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ صحرے مسلمانوں کے گھرنے کا راستہ ہے۔ آخر سے تم نے اپنی دیوار کے لئے ایک انگلی عمر بیٹھی۔ لے لی ہے۔ جب مسلمانوں کے راستہ سے مٹی لے لی تو تم اس دائی نہیں رہے کہ تمہیں علم سے آراستہ کیا جائے۔ اگلے بزرگ اپنے طلباء کو اس تعلیم دیا کرتے تھے۔ یہ اور اس طرح کی بہت

سے مراد وہ لوگ ہیں جو خاصا و مختصا دین کے لئے علم حاصل کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ رخصائے الٰہی نصیب ہو جائے۔ اور انہاں سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں میں عزت و مرتبہ پانے کے لئے علم حاصل کرتے ہیں یا کم از کم پیسہ کچھ کمانے کا ذریعہ بناتے ہیں۔

قولہ: ولا يتكلم حين يندى من هو اعلم منه مسل ابن الصبارک مسئلہ بمحضرة

سبحان لفلان انا لا اكلم عندا الاستاذ.

(اشارہ شیخ ہے) اور اپنے سے زیادہ علم و دانائی والے کے سامنے گفتگو نہ کرے۔

حضرت ابن مبارک سے حضرت شیان ثوریؒ کی موجودگی میں جب کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ہم استاد کے سامنے کچھ نہیں بول سکتے۔

شرح: حاصل کام یہ کہ مشائخ کی غیرت سے بچنا چاہئے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت عرب بن عثمانؒ کی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسین منصور کو دیکھا کہ کچھ لکھ رہے ہیں۔ پوچھا۔ کیا لکھ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا قرآن سے معارف کر رہا ہوں۔ حضرت عرب بن عثمانؒ نے یہ سن کر ان کے لئے بد دعا کی اور ان سے الگ ہو گئے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضرت حسین منصور کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا وہ حضرت عرب بن عثمانؒ کی ہی کی دوائے بدعا تھا۔

قولہ: ولما يستفهم لا يحسن هذا العلم الا لمن يصبر عن وجده ويطبق عن

قلبه.

(اشارہ شیخ ہے) جو حصہ صوفیائیں سے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس علم پر گفتگو کرنا ہی کوڑیاب و دغا ہے اور اسی کے لئے بہتر ہے جس کی وہاں تک پہنچ ہے اور جو اپنے عمل کے مطابق گفتگو کرتا ہے۔

شرح: وجہ اس بات کو کہتے ہیں جو دل تک پہنچ جائے دل کو اس کی خبر ہو جائے چاہے بھی ہو یا نہ ہو۔ یا اس جہان کے احوال کی کوئی بات دیکھنے سے اس کے سر میں افشا ہو۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت ابوالحسن ثوریؒ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خلیفہ حبیبؒ رحمۃ اللہ علیہ کو

قولہ: ومن الأدب ان لا ینکلم فی العلم قبل اوانه فیقول لدنہ الدات تلعطہ عن القولہ.

(ارشاد شیخ ہے) اور علم کا ادب یہ ہے کہ وقت سے پہلے علم پر گفتگو نہ کرے۔ اگر وقت سے پہلے گفتگو ہوگی تو اس سے اتنی آفتیں پیدا ہوں گی کہ وہ اس کے فائدہ کو مٹا کر کھینچ کر دیں گی۔

شرح: اسی لئے کہتے ہیں کہ جس نے علم شریعت کو اہل سنت نہیں دی اور عاصیہ صوفیا کے علم میں داخل ہو گیا اس نے اپنے دین کو برباد کر دیا۔ اس لئے کہ جماعت صوفیہ کا علم اعمال کی تمام برائیاں کو جاننا ہے۔ جب علم شریعت سے اچھی طرح واقفیت نہیں ہوئی برے اعمال کی تہنیز پیدا نہیں کی اور یہ سمجھا یا کہ ہمارے اعمال صحیح و درست ہیں۔ یا بحر علم شریعت کو ماحصل کے بغیر مصدقوں اور مخلصوں کے ان کا مس پر عمل کرنا شروع کر دیا جس کی صلاحیت اس کو نہیں تھی تو ایسی صورت میں اس نے ترقی نہیں کی مگر وہ بتا دیا کہ دین کو برباد کر دیا۔

قولہ: ویحذر کل الحلو ان یطلب الجاہ والستز لا عند الناس وحطام الدنیا فیکون مسن لا ینفعہ اللہ بعلمہ وقد استفاض النسی من علم لایمنع وقال علیہ السلام من طلب العلم لہیامی بہ العلماء اویصداری بہ السفہاء اویصدرف بہ وجوہ الناس الیہ فلیتبراء مقعدہ فی الدار۔

(ارشاد شیخ ہے) لوگوں کے درمیان عزت و مرجہ ماحصل کرنے اور حصول دنیا کی نیت سے علم حاصل کرنا غلط ہے اس سے پورے طور پر سیر کرنا چاہئے۔ ایسے علم سے اختلافی کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس علم سے بچانا مانا ہے۔ جو شخص بخوش نہ ہو اور متصور ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے علم اس لئے ماحصل کیا کہ اس کے ذریعہ علماء پر ماصیہ افکار بیان جائے یا بے ہودہ کو لوگوں پر اپنی فوقیت کا سکھ جائے یا لوگوں کی تہذیبی طرف مہذول کرانے تو اس نے آپس وہ فتنہ کو اپنا ٹھکانا بنالیا۔

شرح: الحطام الفتنات من الحطام وهو الکسوف.

حطام: حطام سے نکال دیا اور یہ قرآن کے معنی میں ہے۔ یہ لوگ ایسے ہوتے ہیں

ساری مثالیں سمجھو ہیں۔

اس زمانہ میں اپنے کاروباروں پر مثال رکھنے والے اور چوڑی چوڑی آستین کے کرتے پہننے والے بہت سارے لوگ بڑی بڑی تقریریں کر کے فضیلت و برائی کی نظروں سے دیکھ جاسکتے ہیں۔

قولہ: وقیل من لم ینفع بسکوتہ لم ینفع بکلامہ

(ارشاد شیخ ہے) اور کہا گیا ہے کہ جس نے خاموشی اور سکوت سے فائدہ

نہیں اٹھایا اس نے اپنے کلام سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

شرح: عینی جس کی خاموشی سے فائدہ نہیں پہنچا اس کی گفتگو بھی نفع بخش نہیں ہوتی۔ اس کی اصل یہ ہے کہ اگر خاموش رہے گا تو حق کے ساتھ ہر گاہ اور اگر گفتگو کرے گا تو حق کی گفتگو کرے گا۔ جب دونوں طوروں میں حق کے ساتھ ہوگا تو یقیناً خاموشی اور کوئی بات بھی نفع بخش ہوگی۔

بعض مشائخ نے اپنے مریدوں کو عمل کے ذریعہ وقت دینا ہے گفتگو کے ذریعہ نہیں۔ یعنی جب مرید اپنے شیخ کے ساتھ ہوتا اور ان کی صحبت میں رہتا تو وہ ان کے اعمال صالحہ دیکھتا ان کو سکھاتا اور ان کو اپنا پلٹا۔ کہنے اور زبانی حکم دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ خاموشی نہ چھوڑے تو ان کی خاموشی علم کی وجہ سے ہوتی یا حیا کے سبب ہوتی یا فکر کی بنا پر ہوتی جو دنیا کی وجہ سے خاموشی اختیار کرتا ہے اس کی باتیں دلوں کو حیات بخشتی ہیں۔ جو علم کی وجہ سے خاموشی اختیار کرتا ہے اس کی گفتگو میں علم ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی گفتگو پیرائے حقیقی ہوتی ہے۔ جو فکر کی وجہ سے خاموش رہتا ہے اس کی گفتگو کر کے موضوع پر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی باتوں میں ضروری ہوتی ہے۔

حضرت عینی رحمہ اللہ سے لوگوں نے پوچھا کہ دنیا میں آپ کے جیسا بھی کوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں ہے وہ شخص جس کی خاموشی گھر میں اور جس کی گفتگو دکان میں ہوتی ہے وہ میرے جیسا ہے اس لئے کہ وہ جب گفتگو کرے گا تو پیرائے بارے میں گفتگو کرے گا۔

(ارشاد شیخ ہے) صوفی کے لئے ضروری ہے کہ اس نے جو کچھ سنا یا دیکھا ان پر پوری طرح عمل کرنے کی کوشش کرے۔ کیا گیا ہے کہ جس نے صوفی کی باقی کو سنا بھرا ان پر عمل کیا تو وہ علم اس کے دل میں حکمت ہو جاتا ہے اور اس علم و حکمت سے سننے والے مستفید ہوتے ہیں اور چون کہ اس علم پر عمل نہیں کرتا تو اس علم کی حیثیت حکایت کی ہو جاتی ہے۔ جس کو لوگ چمکھورز یاد رکھتے ہیں بھروسہ کو نکال دیتے ہیں۔

شرح: اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ ساری باتوں کی بنیاد بھی طریقت سننے پر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِتْنَهُمْ خُورًا فَسَمِعْتَهُمْ (انفال: ۲۳) (اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خرابی تو انہیں ضرور سنا دیتا) اگر اللہ تعالیٰ ان کو دیکھتا ہے کہ سننے والے ہیں تو ان کے کانوں کو سننے کے لئے کھول دیتا ہے۔ یعنی جو وہ سردالا ہو جاتا ہے یا جس کے ہاتھ میں لہس کی باتوں کا قلبہ رہتا ہے اس کو سننے پر قدرت نہیں ہوتی۔

حضرت خواجہ گنجی صاحب رازی نے فرمایا ہے کہ ایک دل وہ ہے جس نے دنیاوی مشاغل سے اپنے کو الگ کر لیا ہے۔ اس کے سامنے جب طاقت اور عین کا کم آتا ہے تو اس وقت اس کو کچھ میں نہیں آتا کہ کیا کرنا ہے اور وہ دل وہ ہے جس نے آخرت کے احوال سے اپنے کو قطع کر لیا ہے۔ اس کے سامنے جب دنیا کا کوئی کام آتا ہے تو اس وقت اس کو کچھ میں نہیں آتا کہ کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ محدث شریف میں آیا ہے اکھرو اهل البعدہ اللہ یعنی دنیاوی کاموں میں تاوان ہوتے ہیں۔

قولہ: وقبيل الکلام اذا خرج من القلب وقع فی القلب والاخرج من اللسان

لم یجاوز عن الاذن۔

(ارشاد شیخ ہے) کہا گیا ہے کہ دل سے جو بات نکلتی ہے وہ دل پر اثر واتی ہے اور زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ کان سے آگے نہیں جاتی اور دل تک نہیں پہنچتی۔

شرح: مصرعہ سخن گور دل برون آید نشند لا حوم بوجل۔

بات جب دل سے نکلتی ہے تو قیقا دل پر بیخہ جاتی ہے۔

جن طریقت سے کوئی قائم نہ نہیں پہنچتا۔ اور اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی وحدت ہے جس میں ایسے علم سے روکا گیا ہے جو حق بخش نہ ہو اور بناوٹا ہی چیز سے مانگتے ہیں جو بری ہوتی ہے۔ اور اس کی دور کی دلیل حضور ﷺ کی وحدت پاک ہے جو نہ توحید بالاعرابی عبارت میں گذری، یعنی جس نے اس بحث سے علم حاصل کیا کہ اس علم کے ذریعہ علم پر حاصل کرے یا بے پادہ قوتوں پر اپنی برتری کا عجب جمانے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرے اور لوگوں کو اپنی طرف انکس کرے تو ایسے شخص نے اپنا کھانا آتش دوزخ کو نکال دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر عالم کے پاس بیجا نہ کر۔ ہاں اس عالم کے پاس کچھ جو تم کو پانچ چیزوں سے نکال کر پانچ چیزوں کی طرف بلائے۔

- ۱۔ شک سے نکال کر یقین کی طرف۔
- ۲۔ ریا سے نکال کر اخلاص کی طرف۔
- ۳۔ دنیا کی راغبیہ سے نکال کر زہد کی طرف۔
- ۴۔ تکبر سے نکال کر تواضع و انکساری کی طرف۔
- ۵۔ مسلم افروں کی صداقت و شجاعت سے نکال کر مسلمانوں کی ہمدردی و بر خیرائی کی طرف بلائے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص پر ایک بارو مل (افسوس) ہے جو علم نہیں رکھتا۔ اور اس شخص پر سات بارو مل (افسوس) ہے جو علم پر چڑھے ہوئے علم نہیں رکھتا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ علمائے امت جب تک پادشاہوں سے میل جول نہیں رکھتے اللہ کے بندوں کے لئے پیغمبروں کی طرح ہیں اور جیسے ہی انہوں نے پادشاہوں سے ربط و محال یا کچھ کہنے کے بغیر اصل واصل پشواہا کے ساتھ غیارت کی۔ ایسے لوگوں سے دور ہو جائے اور ایسے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیجئے۔

قولہ: ووجهہ فی استعمال ما یسمعه ویتعلمہ فقد قبل کل من سمع شیئا من

علوم القوم فعمل بہ صار ذلک حکمہ فی قلبہ ویتبع بہ السامعون

وکل من سمع ولم یعمل بہ کان ذلک حکماتہ یحفظہا ایما لم یسماہا۔

میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو گفتگو رہتا ہوں اور لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں ان سے باتیں کر رہا ہوں۔ اسی مقام کی یہ بات تھی کہ العارف کا تسبیح و تہنیت عہد ہمارف وہ ہے جو جسمانی صورت پر لوگوں کے ساتھ ہوا دل ان سے جدا ہو۔ چنانچہ جب بندہ دل سے حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا تو وہ جو کچھ کہے گا حق کی بات ہوگا۔ اور جب غلوں سے اس کا دل جدا ہوگا تو یقیناً اس کی بات لوگوں سے جدا ہوگی۔ واللہ اعلم اسی طرح کی بات ہو۔

”آپ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کو کتنی مرتبہ پکارتے ہیں، یعنی جس کو خود اللہ تعالیٰ دعوت دے رہا ہے وہاں تمہارا کیا کام اور تمہاری دعوت و پکار سے کیا فائدہ پہنچے گا۔ اپنے کو از حیان میں لینے کا لگا کر کہا ہے۔

سوال: اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جہت و سمت سے پاک و مبرا ہے تو پھر ہمیں اللہ (اللہ کے سامنے) کہا کیا چیخ و درود ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہوگا کہ جہاں اور جس جگہ بھی اس طرح کی عبادت اور تجلے آتے ہیں ان سے مواد حضور العبد بحضور اللہ تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی جناب میں بندہ کی حضوری سرا ہے۔

تولید: فقال قوم افشوا اسرارہم بالاحطوط والاحطوط بالاحطوط انی لہم الی الحق سبیل۔

(ارشاد شیخ ہے) اور لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنے حظوظ نفسانی اور نگاہوں کی وجہ سے اپنے اسرار کو فاش کر دیا۔ لیے لوگوں کو حق کی طرف راستہ کہاں مل سکتا ہے۔

شرح: جب جامعیت مسموئیہ کے لوگوں کے سامنے ان دونوں بزرگوں کی اس گفتگو کو ذکر ہوا تو لوگوں نے کہا ہم قوم اظہور و اسرارہم (سب سے زیادہ لوگ ہیں جنہوں نے حظوظ نفسانی کے لئے اپنے اسرار کو فاش اور ظاہر کر دیا) یعنی ان کے اور اللہ کے درمیان جو راز تھا اس کو اپنی خوشی کی خاطر شکار کر دیا۔ اپنے تمام اپنے حال اور اپنی ذات پر نگاہ کی۔ حالانکہ یہ سب مسموئیہ کے نزدیک بہت پرستی ہے۔ اور جب اپنے اسرار کو ظاہر و نمایاں کر دیا تو پھر اللہ تعالیٰ تک ان کو راہ

یعنی جو بات صاحب دل کہتے ہیں وہ بات یقیناً سننے والے کے دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سننے والا حضور قلب سے سنتا ہے۔ چنانچہ اگر گفتگو کرنے والا صاحب دل ہے اور سننے والا حضور قلب سے نہیں سنتا ہے تو وہ گفتگو دل پر اثر نہیں کرتی۔ اور ایسی گفتگو کا کوئی اثر بھی نہیں ملتا۔

صاحب دل ان کو کہتے ہیں جو نفس کے حجاب سے باہر آگئے۔ اور یہی علمائے آخرت ہیں۔ ان کی باتیں زبان سے نکلتی ہیں اور دل بھی پہنچتی ہیں۔ اور اہل زبان علمائے دنیا ہیں۔ جنہوں نے لوگوں کے درمیان اپنے جامہ حریز کو عزت و وقار کو اپنا خراب بنا کر رکھا ہے اپنی بزرگی و برتری پر زان ہیں اور طرح طرح کی تاویلات و رخصت کے ذریعہ شریعت کی پابندی سے اپنے کو آزاد کر لیا ہے۔ شایہ دربار کو اپنا قبلہ بنالیا ہے اور اس کی کوتاہ دینی سمجھ کر کہا ہے۔ اس معنی میں کہا گیا ہے۔

بما معشر الغراء ما ملح البلد

ما یصلح الملح اذا الملح لفسد

(اے قاریوں کی جماعت! اس شہر کے نمک کا کیا فائدہ۔ جب نمک ہی خراب ہو

چائے تو نمک کا کام کرے گا)

تولید: حکمی ان و یما قال للجید کم نادی علی اللہ صلی نبین صلی اللہ

فقال انا نادی علی العالمہ بین یلعی اللہ تعالیٰ:

(ارشاد شیخ ہے) حکایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت خلیفہ درہم نے حضرت عتیق سے

پوچھا آپ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کو کتنی مرتبہ پکارتے ہیں۔ حضرت عتیق نے فرمایا میں تو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پکارتا ہوں۔

شرح: یعنی میں اللہ تعالیٰ کے حضور رہتا ہوں اور لوگوں کو اپنا ہوتا ہوں۔

اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت درہم اور حضرت عتیق کے سوال و جواب میں دراصل

وہی بات پوشیدہ ہے جو ایک بزرگ کے بارے میں آیا ہے، انہوں نے فرمایا رسول گذر گئے کہ

ہے اور دوسری بات یہ کہ جب دوری اور عدم حضور کی باتیں ہے تو پھر ذکر و نماز کی حاجت کہاں رہی۔ جب غائب حضور کی میں بدل جائے اور دوری قریب میں تہریل ہو جائے تو پھر ذکر کی حاجت نہیں رہی۔ اور اسی کے برعکس اگر کوئی حضور سے غائب ہے تو ایسی صورت میں اللہ کا فیضیت ہے اور غیبت کرام ہے۔

ان کسبت حاضراً جو کہا گیا ہے اس سے مراد اس شخص کی حضور نہیں ہے بلکہ سر، ہانکا گئی یا کسی حاضر رہے۔ یعنی لوگوں کے درمیان موجود رہے ہوئے بھی لوگوں سے دور اور غائب رہے۔ اور ان کسبت غائباً سے مراد ان کا غائب اور دور ہونا ہے۔ یعنی جو شخص اپنے آپ سے غائب ہو گا وہ سب قرآن کے ساتھ ہوگا۔ اور جو اپنے ساتھ حاضر رہے گا وہ حق قرآنی سے غائب دور ہوگا۔

قولہ: ورسال الشبلی العجید عن مسئلۃ فقال لہ یا ابیہکو بینک و بین اکابر الناس عشرة الاف مقام، اولہا معوماً بآیات بہ.

(ارشاد شیخ ہے) ایک دفعہ حضرت ابو بکر شیبیؓ نے حضرت جبریلؑ سے ایک مسئلہ

دہیافت کیا۔ حضرت جبریلؑ نے ان سے فرمایا اے شیبی تمہارے اور ان کا

بزرگوں کے درمیان دس ہزار مقامات ہیں۔ جن میں پہلا مقام اس چیز کا

مجاہد دور کرتا ہے جس سے تم نے ابتداء کی ہے۔

شرح: یہاں پر چودہ ہزار مقامات کی بات کی گئی ہے اس دس ہزار سے کثرت مراد

ہے کتنی اور عدم مراد نہیں ہے۔

حضرت خولہ جبریلہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیبی رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح جو جواب دیا اس کا مقصود اس مسئلہ کا ان کا علاج کیا جائے۔ ان کے جو تفرقت حاصل تھا وہ اس مسئلہ کے بعد اٹھ جائے اور ان کا افلاس دکھایا جائے۔

اس کی مثال ابو بکر شیبیؓ کی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے یہاں بھی ملتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں فرمایا لوی التوبۃ ايمان اس بکرم مع

کہاں ملتی ہے۔ یعنی اپنی مغفرت کی وجہ سے حق سے محبوب ہو گئے۔

قولہ: وقیل للوروی لم تکلم علی احوالک فقال لا نعم فی سفر الوحشہ

(ارشاد شیخ ہے) حضرت نورانی سے کہا کیا کہ آپ اپنے بھائیوں سے (سفر) کی

باتیں کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سفر وحشت میں ہیں۔

شرح: سفر وحشت میں ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس سے حضرت نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی

مراد یہ ہے کہ لوگ طلب کمال سے گریزاں ہیں۔ اور اپنے نقصان پر راضی خوش ہیں۔ لہذا جب

لوگوں کو خبر دیکھتے ہیں تو اپنے حال پر نظر کرتے ہیں کہ ان کی طرف مخاطب ہوئے اور ان کو

مرامست پر لانے کی کوشش کی تو اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں وہ لوگ جن کو راہ راست پر لانا

چاہتے ہیں وہ انہیں کو برے راہ نہ کر دیں۔

دوسرے نسخہ میں لا نعم فی سفر الوحشہ کسی جگہ پر لانی فی سفر

الوحشہ آیا ہے جس کا معنی شاید یہ ہے کہ حضرت یحییٰ خاں کے ساتھ چرکال اس حاصل تھا ہی

کی وجہ سے لوگوں سے وحشت کرتے اس لئے کہ جس کو اللہ رب العزت سے انس ہو گا اس کو یقیناً

لوگوں سے وحشت ہوگی۔

قولہ: وحشی ان الشبلی قال فی مجلس العجید اللہ فقال ان کسبت

حاضراً لہو ترک الحرمة وان کسبت غائباً فالغیبة حوام.

(ارشاد شیخ ہے) حضرت شیبیؓ کے بارے میں یہ حکایت آئی ہے کہ ایک روز انہوں نے

حضرت جبریلؑ کی مجلس میں (بلند آواز سے) اللہ کہا اس پر حضرت جبریلؑ نے فرمایا اگر آپ حاضر ہیں

تو پھر اس طرح اللہ کہا عزت و احترام کو ترک کرتا ہے اور آپ غائب ہیں تو غائب اور غافل

رہنا حرام ہے۔

شرح: حضرت جبریلہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت شیبی رحمۃ اللہ علیہ کا بلند آواز سے

اللہ کہنے پر حضرت جبریلؑ کا حضرت شیبیؓ سے سوال کرنے کا منہ ہو یہ ہے کہ اگر غرور و گاوہب العزت

میں حاضر ہے تو پھر اس طرح اللہ کہا ادب کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ حضور کی ادب ناموسی

وقت باقی نہ رہے۔ چھوٹی باتوں کو بڑی باتوں میں گم کر دے اس طرح چھوٹی نعمتوں کو بڑی نعمت میں فراموش کر دے۔ جب بندہ کا یہ حال ہوگا تو اس وقت اسباب شرعی مطلوب ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ اس میں یہ کی آجائے کہ آداب شریعت کی حفاظت کا دامن اس کے ہاتھ سے جاتا رہے۔ آداب شریعت کو ملحوظ و ملحوظ رکھے میں وہ معذور ہو جائے گا۔ اور یہ براؤ کہ نہیں ہے اس لئے کہ شاید بندہ غلو کا شے میں سے کہ اس کی چیز سے مطلوب ہو جائے جیسے اچھی نم یا انتہائی خوشی یا کئی برا خوف ظاری ہو جائے اور اس وقت مطلوب اصل ہو جائے اور آداب شریعت ساتھ ہو جائے تو معذور سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح شاید کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جس سے بے ہوش ظاری ہو جائے اور غلو جاتی رہے تو اس وقت بھی معذور سمجھا جاتا ہے۔ یا یہیوں کا حمل ہو اور اسے پاگل، دیوانہ یا دوسرے تو اس وقت کام شریعت ساتھ ہو جائے اور وہ معذور سمجھا جاتا ہے جنوں کے حمل کے وقت خوشی غم کے غلبہ کے وقت بیماری کی حالت میں بندہ سے آداب شریعت کا ساتھ ہو جائے یا کبھی بے توجہی یا غریبیت یا حق کے وقت آداب کا ترک ہو جائے یا زیادہ تر ہے اس لئے کہ قلم سے حق تمام چیزوں کے غلبہ سے زیادہ بہتر و درتر ہے۔

سوال: اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبروں کا مقام سب سے اعلیٰ اور انفس الہیہ یہ مطلوب نہیں ہوتے۔ پھر دوسرے لوگ کیوں مطلوب ہو گئے؟

جواب: اس کا جواب والدہ حکم الہی ہوگا کہ اس مقام میں لوگ معذور ہوتے ہیں اور بندہ معذور وہی ہوتا ہے جہاں قصور کا امکان ہو۔ پیغمبران علیہم السلام قصہ الہی سے پاک ہیں۔ یہ پیغمبر ہونے میں معذور نہیں ہوتے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ معذور بھی ہوتے ہیں اور منکوار بھی ہوتے ہیں۔

یہ تو عام جواب ہوا لیکن حقیقت کی زبان میں یہ جواب دیا جائے گا کہ انبیاء علیہم السلام کا مقام سب سے اعلیٰ مقام ہے، دوسرے لوگ چیزوں سے مطلوب ہو جاتے ہیں انبیاء ان مقامات کو ملنے کے ہوتے ہیں، غیر انبیاء اپنی کمزوری اور قوت کی کمی کی وجہ سے مطلوب ہو جاتے ہیں اور انبیاء کی قوت تمام طبقات کو مطلوب کر لیتی ہے۔

ایمان یعنی ارجح۔ اگر ہو کر ایمان کو میری امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ہو کر ایمان وزنی ہو جائے۔

لیکن اس ارشاد گرامی کے باوجود جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور مجھے کوئی ایسی دعا بتائی جائے جو انفس کے پھر پڑھا کر ان کو ارشاد ہو اب انسی طلسمت نفسی طلسماً حکماً فاعطونی ذنبی فانہ لا یعطو الذنوب الا انی اذیہا پڑھا کرے۔

خود بخیر نے حضرت ثعلبی کے ساتھ یہی کیا۔ طیب حافظ ایسی ہی ہوتا ہے۔ وہ انگ انگ پر ریوں کا انگ انگ علاج کرتا ہے۔ تاکہ مریش صحت یاب ہو جائے۔

تشطیحات

قول: واما الشُّطْحُ حُجَّاتِ الْمُحْكَمَاتِ عَنْ أَمْرِ بَرٍّ وَغَيْرِهِ فَلِلْمَلِكِ

عند غلبۃ الحال و قوت السكر و غلبات الوجہ فلا یقول لها ولا رد

(ارشاد شیخ لہ) اور وہ غلبات جو حضرت بابہ کی جانب منسوب ہیں وہ

غلبہ حال قوت ہو اور وجہ مرید ہوئے ہوں۔ لہذا ان کو قوت

کیا جائے اور نہ رد کیا جائے۔

شرح: غلبہ صوفی کی اصطلاح میں کسی بات کو تحمل کرنا اور اس کو بیان کرنے میں کسی کے اقوال و افکار کی پروا نہ کرنا شطح ہے۔ یا پھر گویا کہا جائے کہ پیغمبر کی خوف و ڈر کے کی بات کو بیان کر دینا شطح ہے۔

غلبۃ الحال: غلبہ حال سے مراد وہ کیفیت ہے جب بندہ کے اندر پیدا ہوا اور اس وقت اس کی نگاہ اسباب پر اور ادب کی نگاہداشت پر نہ ہو۔ جتنی حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت و عجلال سے اس پر ایسی ہیبت ہو کہ وہ شطح جو تمام باتوں کا مجموعہ ہے۔ اس لحاظ سے اس کے ساتھ ہو جائے یا حق سبحانہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی ایسی حالت ہو کہ یہ شطح کی ساری نعمتیں اس کے سیر سے ساتھ ہو جائیں۔ اور بندہ کا یہ حال ہو کہ مولیٰ کے انوار سے بڑھ کر کوئی دوسرا عذاب اور دوسری دوا اس کے سامنے باقی نہ رہے۔ اسی طرح مولیٰ کے احوال سے بڑھ کر اس کے سامنے کوئی دوسری

اور بے پروا ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک جماعت ان دھوکوں کے ذریعہ اجماع کی باتیں کرنے لگی۔ اور شاہد و دشمن کی گفتگو کرنے لگی کہ اس نے مجھ سے آج کی رات یہ کہا اور میں نے اس سے یوں کہا۔ اپنی باتوں کی تائید کے لئے حضرت منصور مزاح کو پیش کرتے ہیں جنہوں نے انہی الحاقی کے اور سلطان العزیز کی مثال دیتے ہیں جنہوں نے سبحانی ما اعظم ضامی کا دعویٰ کیا۔

(۲) شیطیات کی دوسری قسم وہ کلمات ہیں جو ظالم ظاہر کی تکبر سے باہر ہیں۔ سننے میں وہ بہت اچھے لگتے ہیں لیکن اس کی عمارت بڑی خرقہ کھاتی ہوئی۔ یعنی اس کے حسانی دلوں کو تشویش میں ڈال دیتے عقل و دھمت زدہ ہو جاتی۔ اور ذہن متحیر ہو جاتا۔ جیسے اسی قول کو لے لیتے جو کسی نے فرمایا ہے لبس فی جنتی سوی اللہ

قول: قال صہیل بن عبد اللہ العلوم ثلثہ علم من اللہ وهو علم العوف والرجاء

کلامہ و السہمی والأحكام والحدود. و علم مع اللہ وهو علم العوف والرجاء والمحبۃ والشوق و علم باللہ وهو علم بصفاۃہ و بعبودہ

(ارشاد شیخ ہے) حضرت سہیل بن عبد اللہ نے فرمایا علوم تین طرح کے ہیں:

۱۔ علم من اللہ۔ یہ علم ظاہر ہے اور یہ امر ان کی عبادت و حدود و غیرہ کا علم ہے۔

۲۔ علم مع اللہ۔ یہ خوف و رجاء اور محبت و شوق کا علم ہے۔

۳۔ علم باللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفات و اوصاف کا علم ہے۔

شرح: سہیل بن عبد اللہ کا ارشاد ہے کہ علوم تین طرح کے ہیں:

(۱) علم من اللہ۔ یہ علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اسے علم ظاہر کہتے ہیں۔

جیسے امر و نہی اور احکام و حدود و علم۔ یہ علم بشریعت ہے۔ اس میں احکام بھی ہیں اور فرائض کی ذمہ داریاں بھی۔ جو لوگ اس علم سے آراستہ ہیں انہیں علمائے ظاہر کہتے ہیں۔ اور علم ظاہر اس لئے بھی کہتے ہیں کہ اس کا مصلحہ و عمارت ہے۔

(۲) علم مع اللہ۔ دراصل علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور وہ خوف و رجاء اور محبت

و قوت اسکر: جماعت صوفیہ کے نزدیک مکر یہ ہے کہ بندہ پر ایک ایسا پیدل ہوتا ہے جس میں اشیاء کی تیز ختم ہو جاتی ہے، وہ خیر و شر اور نفع و نقصان میں فرق نہیں کرتا۔ آرام و تکلیف اس سے غائب نہیں ہوتے۔ لیکن وہ اپنے میں ایسا گم رہتا ہے اور ایسی کیفیت اس پر طاری رہتی ہے جس کو صوفیہ کی اصطلاح میں سکراں کہتے ہیں۔ حقیقتاً ایسا نہیں ہوتا۔ ظاہر میں وہ کوئی نشہ آور چیز نہیں لیتا ہے لیکن اس کو سکراں کہتے ہیں۔ اور شرع میں ایسی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔ جیسے کوئی سرسام (دماغی غبار) کی پیاری میں مبتلا ہو کر مطلوب العقل ہو جاتا ہے اور فضول باتیں کہنے لگتا ہے۔ اس کی باتوں کی کثرت نہیں ہوتی۔ آرام و تکلیف اس کو پہنچنے کے بغیر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح چھوٹے بچے کو رام و تکلیف پہنچتی ہے لیکن وہ اس کو نہیں کر پاتا۔

و غلبات الوجہ: وہاں کو کہتے ہیں جو عالم غیب سے دل پر طاری ہو۔ اور دل کو اس کی خبر بھی ہو۔ چاہے وہ خوف ہو یا اس جہان کے احوال میں سے کوئی حال اس کے سر میں افشا ہو یا اس بندہ اور خدا کے درمیان کوئی حال منکشف ہو۔

فلاحصول لہا ولا رد۔ وہ شیطیات جو شرع کے مصفیق آئے ہیں ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ نہ ان کو قبول کیا جائے اور نہ رد کیا جائے۔

قول اس لئے نہیں کیا جائے کہ اشیاء کے علاوہ جو بھی ہیں وہ مصمم نہیں ہیں۔ شایہ ان کی بات عقلی پر محمول ہو۔ اور بالکل قبول کرنا حق کو نقصان پہنچاتا ہے اور رد و انکار اس لئے نہیں کیا جائے کہ یہ باتیں راہِ باطن اور باطنی مصائب و محنت کی زبان سے صادر ہوئی ہیں۔ شایہ ان کی نگاہ حق پر رہی ہو اور دوسروں کی نگاہ غیب کی وجہ سے وہاں تک نہیں لگی ہو۔ لہذا یہاں پر انکار و رد حق کا انکار ہو گا۔ اور حق کا انکار دین کے لئے نقصان دہ ہے۔ لہذا ایسی صورت میں سب سے محفوظ طریقہ یہ ہے کہ ہم نہ انکار کریں اور نہ قبول کریں۔ آم ہم ہر مطلب۔

شیطیات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) بعض اصحاب تصوف نے جو کلمات ظاہر و بیدار کہے ہیں وہ معنی الہی اور وصال خداوندی کے معنی میں ہیں۔ بسے متوجہ ہیں۔ ایسے لوگ اعمال ظاہری سے بے نیاز

شرح آداب المریدین
آخرت کی طرف ہواں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) علم معاملہ

(۲) علم مکاشفہ

علم معاملہ علم ہے جس کا مطلوب عمل ہے۔

علم مکاشفہ وہ علم ہے جس کا مطلوب علم کا کشف ہے۔

قول: وقیل علم الباطن مستسط من علم الظاهر وکل باطن لا یقہ

الظاہر فہو باطن۔

(ارشاد شیخ ہے) علم باطن، علم ظاہر سے نکلا ہے اور ہر وہ علم باطن جس کی بنیاد علم ظاہر پر

ذہو باطن ہے

شرح: علم باطن، علم ظاہر سے نکلا ہے، یہ عملاً اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ

علم وراثت، علم درست سے مستخرج ہے۔ علم درست خاص دودھ کی طرح ہے اور علم وراثت

اس کھن کی طرح ہے جو خاص دودھ سے نکالا گیا ہے۔ اگر دودھ ہی نہیں ہوتا تو کھن کہاں سے

آتا کسل باطن، مقہمہ الظاہر فہو باطن یعنی ہر وہ باطن جس کا ظاہر درست اور قائم نہ ہو

باطن ہے۔ اس سے مراد اللہ علم یہ ہو کہ جس کے ظاہری معاملات پاک نہ ہوں گے اس کے

باطنی احوال بھی درست نہیں ہوں گے۔ اگر کسی کے ظاہری معاملات پاک ہوں اور اپنے باطن

میں بھی اسی چیز کو پائے یا اسی چیز کو دیکھے اور اس گمان میں مبتلا ہو جائے کہ میرے باطن کی طرف

سے مجھ پر نور اشراق کم ہے تو ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ اس چیز کو اپنے معاملات کی کسوٹی پر جانچ کر

دیکھے اگر اس کے معاملات حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ درست ہیں اور شریعت کی جو بنیادیں

عاجب ہیں ان کو بھی وہ چوڑی کر رہا ہے تو ایسا شخص اپنے باطنی احوال کو حق اور سچ سمجھے اور اگر

شریعت کی ادا نگاہی میں کمی ہو رہی ہے اور شریعت کے آداب سے جسے میں کوتاہی کر رہا ہے تو اسکی

صورت میں اپنے باطنی معاملات کو فرمودہ شیطانی مکر و فریب سمجھتا چاہئے۔ تجاہد نہیں کرتا وہ ظاہر

کو برہان کر چکا ہے باطن کو بھی برہان کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر و باطن دونوں ایک دوسرے کے لئے

شرح آداب المریدین

و شوق کا علم ہے۔ اس علم میں روشنی حق کے تمام مقامات اور اولیاء کے احوال و درجات

کا بیان ہوتا ہے جو لوگ اس علم کے حامل ہوتے ہیں انہیں علمائے باطن کہتے ہیں۔

اس علم کو علم باطن اس لئے بھی کہتے ہیں کہ یہ علم بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوتا ہے

یعنی یہ علم راسل بندہ اور خدا کے درمیان باطنی معاملات ہیں۔

(۳) علم باللہ - تیسرا علم اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے۔ اس علم کو تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور

اس کے اوصاف سے ہے۔ یہ علم تمام علوم سے برتر اور شریف تر ہے۔ علم کی بڑائی کا

انحصار معلوم کی بڑائی پر ہے۔ اور یہاں معلوم اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اوصاف

ہیں۔ اسی کو علم معرفت کہتے ہیں۔ تمام اولیاء نے اسی علم کی ذریعہ اس کو جاننا ہے لہذا

معرفت، شریعت کو اپنائے بغیر درست نہیں۔ اور شریعت، مقامات کے انکشاف کے بغیر

صحیح نہیں۔

قول: بے کراہیک روز حضرت امام احمد رجب اللہ علیہ رحمۃ اللہ سے روایتیں آ رہے تھے۔

دیکھا کہ شیخ ان کی کسی روایتی پابندی نہ دیکھ کر اپنی عادت کے مطابق بیٹھے ہیں۔ حضرت امام

احمد مثلاً آگے بڑھے ان کو سلام کیا اور مذہب انداز میں وہ ہیں پر پیٹھ گئے۔ لوگوں کو یہ بات پسند

نہیں آئی کہ مسلمانوں کے امام کو یہ ذہب نہیں دینا کہ کسی دینا دے کے پاس کراہیت والی جگہ پر

زانوئے ادب تہ کریں اور مذہب ہو کر بیٹھ جائیں۔ چنانچہ جب وہاں سے اٹھے تو لوگوں نے اپنی

بات عرض کی۔ حضرت نے فرمایا ہاں! اگر میں اللہ کو خراب جانتا ہوں تو وہ اللہ کو خوب سمجھتا ہے

ہیں۔

قول: وقیل علم الظاہر علم الطریق و علم الباطن علم المنزل۔

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ علم ظاہر راستہ کا علم ہے اور علم

باطن منزل کا علم ہے۔

شرح: علم ظاہر جسے علم راہ کہتے ہیں وہ معاملات کا علم ہے اور علم باطن جو علم منزل

ہے وہ مکاشفات کا علم ہے۔ اس پر گفتگو کرنے کی اجازت نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس علم کا رخ

دوسری بات یہ کہ حسنی استماع، فرشتوں کے دروازے کو کھٹکاتا ہے یعنی بر غفلت کے ہاتھ نہیں بکھد دل سے سنتا ہے وہ گویا فرشتوں کے دروازے پر دستک دیتا ہے اور یہ بات یقیناً طے ہے کہ یہ دروازہ کھٹکاتا ہے اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

من عمل بسماع فقد اھتدی وھدی - اور جس نے علم و حکمت کی باتوں کو سنا اور ان پر عمل بھی کیا یقیناً اس نے ہدایت بھی پائی - اور دوسروں کو بھی راست دکھایا اھتدی یعنی رشد و ہدایت پائی اور ھدی یعنی اوشد - ایسا جنس عالم بھی ہے اور عالم بھی - جس کا عمل علم کے مطابق ہے وہی رہتا ہے۔

قولہ: وقل العلم یمتھ بالعلم فان لم یمتھ ازھل۔

(ارشاد شیخ ہے) اور جنھں لوگوں نے کہا ہے علم عمل کی پکار پکار کر متوجہ

کرتا ہے اگر اس کی بات متنی جائے تو علم اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

شرح: علم، عالم کو عمل کرنے کی پکار پکار کر آواز دیتا ہے۔ صدادیتا ہے اور باخبر کرتا ہے کہ عالم علم کی بات نہیں مانتا تو وہ علم اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

یمتھ - یمتھو کے معنی میں ہے یعنی خبر کرتا ہے۔

ازھل - ڈھب کے معنی میں ہے یعنی چلا جاتا ہے۔

علم، عالم سے کہتا ہے مجھ پر عمل کیجئے۔ مجھے استعمال میں لائیے۔ اگر وہ عالم علم کی اس آواز اور دعوت کو قبول نہیں کرتا تو جیسا کہ پہلے کہا گیا وہ علم ترک عمل کی خواہش کی بنا پر اس عالم کے دل سے رخصت ہو جاتا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم کا کام رہتا عمل پر منحصر ہے اور علم کا رخصت ہو جانا ترک عمل پر موقوف ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ علم کو کھالیا جائے گا اور آخر وقت میں قرآن کو بھی اٹھایا جائے گا اس سے مراد یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس عمل نہیں کرے گا تو وہ علم، دنیا سے اٹھالیا جائے گا۔ یہاں پر کتاب اور کائنات مراد نہیں ہے۔

قولہ: وقل العلم اھراک الشی علی ملھو بہ۔

لازم و طرہ میں غایر بغیر باطن کے خفاق ہے اور باطن بغیر ظاہر کے زندہ ہے۔ باطن کی درگاہی کے بغیر ظاہر ثریوت میں نقص ہے۔ اور ظاہر کی درگاہی کے بغیر باطن ہوس ہی ہوس ہے۔

سلطان العارفین قدس اللہ روحہ باضریر سے منقول ہے انہوں نے فرمایا میں نے تیس سال مجاہدہ کیا مگر علم اور اس پر عمل سے زیادہ سخت کوئی دوسرا کام خطرناک یا۔

تمام بزرگوں نے یہی فرمایا ہے کہ طبیعت کے لئے علم کے مطابق بن کر نہ سے زیادہ آسان آگ پر چلنا ہے۔ چالوں کے لئے کوئی ایک علمی مسئلہ سمجھنے سے زیادہ آسان ہزار بار ہل صراط سے گھوڑنا ہے۔ گنہگاروں اور فاسقوں کے لئے کسی ایک علمی مسئلہ پر عمل کرنے سے زیادہ آسان اور پسندیدہ و درخشاں نہیں لگتا ہے۔

قولہ: وقل من سمع بآذھ حکمی ومن سمع بقلھ وعنی ومن عمل بسماع فقد اھتدی وھتدی۔

(ارشاد شیخ ہے) اور کہا گیا ہے کہ جس نے کانوں سے سنا وہ قصر کہاٹی

ہے جس نے دل سے سنا وہ اس کے دل میں رہا اور جس نے سن کر عمل کی

اس نے ہدایت پائی - اور دوسروں کو ہدایت دی۔

شرح: جس نے علمی باتوں کو سنا اور سننے ہی تک رکھا اس کے لئے وہ قیمتی بات قصہ کہانی تک ہو کر رہ جاتی ہے جس طرح وہ دوسری کہانیاں کو اپنی عادت کے مطابق سنتا ہے اسی طرح وہ علمی باتوں کو بھی سنتا ہے۔ داس کے پاس دل ہوتا ہے اور نہ مگر دل میں اس نے دانی صلاحیت ہوتی ہے یعنی وہ حضور دل کے ساتھ نہیں سنتا۔

حضرت امام شافعی سے منقول ہے انہوں نے فرمایا قرآن کی نصیحتیں اسی کے لئے ہیں جس کا دل حاضر ہو اور ختم زدن کے لئے بھی وہ قصا سے غافل نہ رہا ہو۔

ومن سمع بقلھ وعنی - چراپے دل سے سنتا ہے عبادت اس کے دل پر بیٹھ جاتی ہے۔

الوئی: الحفظ کے معنی میں ہے یعنی حفاظت کرتا ہے۔ یہ اسی طرح کی بات ہے جیسا کہ

رہبہ تعالیٰ نے فرمایا وقل الشیء وھو خبیثہ (قرآن ۳) (یا کلام الہی کو سننے کا ناکار اور

قولہ: وقیل العالم بقضی بہ والعارف یقتدی بہ.

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض لوگوں نے کہا ہے عالم وہ ہے جس کی ہر وی کی

چائے اور عارف وہ ہے جس سے ہدایت لی جائے۔

شرح: یعنی عالم وہ ہے جس کی ہر وی کی چائی ہے، احکام شریعت میں جن کا تعلق ظاہر سے ہے اس لئے کہ عالم اللہ تعالیٰ کے ادارہ روضائی کی راہ دکھاتا ہے، عالم جو اہل تسبیح نے ان کو مشنا چاہئے اور ان پر عمل کرنا چاہئے تاکہ مطلع و فرماں بردار کی فہرست میں شمار ہو جائے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ عالم علم و دین کا اچھا واقف کار ہوتا ہے اس لئے بھی دینی مسائل میں اس کی اقتدا اور پیروی کرنی چاہئے۔

عارف وہ ہے جو رہنمائی کرتا ہے، احکام شریعت میں جن کا تعلق باطن سے ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی اس لئے کرتا ہے کہ اس نے خود اس راہ کو دکھائی کیا ہے۔ اور اللہ رب العزت تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ دین کی راہ دکھانے کر چکا ہے۔ ہر چیز کو سمجھتی کہ وہ ہے عارف دیکھتا ہے۔ عالم ہی ہوتی باتوں کی لہر دیتا ہے اور عارف کبھی کبھی باتوں کو دیتا ہے۔ ولیس الخیر کا لہجہ لہجہ

علم اور معرفت کے بیان کے سلسلہ میں علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ علم اور معرفت دونوں ایک ہی ہے۔ ہر علم معرفت ہے اور ہر معرفت علم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو احکام پہنچا دیتے عارف نہیں کہنا چاہئے۔

جماعت مولفائے نزہت ایک معرفت اس شخص کی صفت کو کہتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کو اہل کسواء اور صفات کے ساتھ پہنچا دیا اور اپنے تمام معاملات میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی تصدیق کی اور تمام برے اخلاق اور اعمال کی آفتوں سے پرہیز کیا جب ان مشغول سے متصف ہو گیا تو حق تعالیٰ کے در پر بدقوس پڑا اور اس میں پہنچ کر حاصل کی لیتی دل سے وہ بانگ ادا لہی کے در پر مختلف راہ اور نفسانی خواہشات سے منقطع ہو گیا دل سے ماسوا اللہ کی طرف ہاں تک نہیں ہوا۔ جب اس مقام پر پہنچ گیا تو لوگوں سے بیگانہ ہو گیا۔ جس کی آفتوں سے نکل آجاس کے مقامات و احوال ہر طرح کی

(ارشاد شیخ ہے) اور کہا گیا ہے کہ علم کسی چیز کے جاننے کو کہتے ہیں جیسی کہ

وہ ہے۔

شرح: علم کی حد میں رہتے ہوئے کسی چیز کے بارے میں جانا علم ہے۔ اور علم کی ضد غفل ہے۔ یعنی علم اشیاء کے ادراک کو کہتے ہیں جیسی کہ وہ ہے۔

قولہ: والمقل بعبورہ و قوۃ فی القلب بمنزلہ البصر من العین یغرف بہا بین الحق والباطل والحسن والقیح.

(ارشاد شیخ ہے) اور عقل دل کی دینائی قوت کہتے ہیں اور مدہری آنکھ کی

طرح ہے اس کے ذریعہ حق و باطل اور حسن و قبح میں فرق کیا جاتا ہے۔

شرح: جس طرح لوگوں کی نظر میں فرق ہے یعنی کسی کو دور نظر آتا ہے کسی کو قریب نظر آتا ہے اسی طرح دل کی بصیرت ہے جس کو عقل کہتے ہیں۔ لوگ مختلف ہیں کوئی نزدیک دیکھتا ہے اور کوئی دور دیکھتا ہے۔ یہ جو کہا گیا کہ عقل دل کی قوت دینائی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عقل نہ عرض ہے اور نہ جوہر ہے لیکن بعض فقہاء عقل کو عرض کہتے ہیں اور بعض جوہر۔ ہم ایسا نہیں کہتے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ عقل حصول معرفت اور اشیاء کی دریافت کا ایک ذریعہ اور آلہ ہے۔

تمہیدات ابو شکر سامی میں آیا ہے کہ عقل ایک ایسی لطیف چیز ہے جس کی کیفیت اہام کی تکلف سے باہر ہے۔ عقل سے متعلق فقہاء کا کوئی صحیح قول ہم تک نہیں پہنچا ہے۔

اور جو کہا گیا کہ اس کے ذریعہ حق و باطل اور نیک و بد میں فرق کیا جاتا ہے یہ بھی بعض فقہاء کی اصل پر محمول ہے۔ لیکن بعض فقہاء اور ظاہر و باہر کے قول کے مطابق حسن وہ ہے جس کا اثر بہت کم ہو گیا اور شیخ وہ ہے جس سے اثر عارف کا گیا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ کسی کے گناہ مہر کی کو ذبح کر دینے کا حکم ہے اس لئے عمل صحیح و درست ہے اور ذبیحہ و قربان پرست لوگوں کو تا مسموح ہے اس لئے یہ برا ہے۔ یہاں پر کیا کفر کے باوجود کفر کا تاراج ہے اور ہاں بغیر کسی گناہ کے مہر کی کو ذبح کرنا جائز ہے۔ غرض یہ کہ فرق جو ہے وہ امر و نہی کا فرق ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آجانی ہے کہ جو اچھا جس کام کرنے سے منع کیا گیا وہ اس ممانعت کی وجہ سے برا ہے۔

شرح: یعنی جس کی مطلوبات خیر سے مبرورہ علم ہے اور جس کی مطلوبات جس سے برورہ عقل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء نے عقل کی کوئی گنج حد نہیں کی ہے ہر شخص نے اپنی سمجھ اور علم کے مطابق حد مقرر کر دی ہے۔ عقل سے متعلق جو اختلاف ہے اس کی وجہ یہی ہے۔

قولہ: وقیل العقل مایہا عداک عن مواقع الہلکات.

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض لوگوں نے کہا ہے عقل وہ ہے جو تمہیں ہلاکت

نیز جگہوں سے دور رکھے۔

شرح: یعنی جب عقل اور سمجھ ہوگی تو یہ بات طے ہے کہ یقیناً اس کے ذریعہ ہلاکت میں ڈالنے والی جگہوں سے دور رہے گا عقل بزرگوار سمجھ بزرگ کا قضا کی ہے۔

الہلکات جمع الہلکۃ۔ حلکۃ کی جمع حلکات ہے۔

قولہ: وقیل اصل العقل الصمد وباطنہ کتمان السوء وظاہرہ الاعتناء بالسنۃ.

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض لوگوں نے کہا ہے عقل کی اصل ناموشی ہے عقل کا

باطن برکات چھپانا ہے اور عقل کا ظاہر سست کی اقتداء ہے۔

شرح: اصل عقل الصمد۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تہذیب و تمدن کا انحصار گفتگو پر

ہے تو یقیناً عافیت اور سلامتی ناموشی میں ہوگی۔ جیسا کہ اس شعر میں بھی ہے۔

احفظ لسانک لاتقول لیلینی

ان البلا مسو کل بالسمد طلق

(اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ اور اتنا نہ بولو کہ تیرے ہیاد ہو۔ نہ بے تک مہبتیں بولنے

پر موقوف ہیں)

اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ السوء مد لاطق والعارف السوء من۔ مرید بولنے والا ہوتا

ہے اور عارف کو لگا ہوتا ہے۔

جس کا وقت آباد ہے اس کی سانس بند ہے۔ خیر خیر گفتگو کا مطالعہ کرتی ہے اور پھر اوقات

میں خاموشی رہتی ہے۔ جو محاش و کجگو میں رہتا ہے وہ بولتا ہے اور جو پالینا ہے وہ گنگ ہو جاتا ہے۔

آکاش سے پاک ہو گئے۔ ایسا شخص اپنے سر سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے خوشگوار رہتا ہے۔ وہ اس لائق ہو گیا کہ ہر نظر ہی کی جانب مائل رہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی بنا پر ہر گز حق میں اسے جو عقلیت حاصل ہوئی اس کی وجہ سے اب وہ اپنے ان اسرار کو بیان کرنے والا ہو گیا جو تقدیر کی گروہوں سے اس کے لئے جاری ہوئے ہیں۔ ایسے شخص کو عارف کہتے ہیں اور اس کی اس حالت کو معرفت کہتے ہیں۔

فقہاء غیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ علم کی معرفت دورنگی کو معرفت کہتے ہیں اور مشائخ صوفیاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ علم کی معرفت دورنگی کو معرفت کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معرفت، علم سے زیادہ افضل ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حال ہی وقت گنج دورست ہوگا جب علم گنج دورست ہوگا۔ یعنی حال کی معرفت علم کے بغیر نہیں۔ لیکن علم کی معرفت حال کی معرفت کے بغیر ہو سکتی ہے۔ عارف وحی ہو سکتا ہے جو حقیقت میں عالم بھی ہو اور اس انساں ہمارف بھی ہو یہ ضروری نہیں۔

قولہ: وقیل الودع لایعبدع والعاقل یعبدع.

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ متقی وہ بزرگوار کی کہ وحکا

نہیں دیتا ہے اور عاقل دھوکا دیتا ہے۔

شرح: یعنی بزرگوار کسی چیز پر فریفتہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے معاملات ایسے

ہوتے ہیں اور وہ اس مقام پر ہوتا ہے جہاں شہادت کی گزند نہیں۔ وہ طبع اور لالچ سے دور رہتا

ہے۔ اس لئے کہ تمام بلاؤں اور آفتوں کی اصل اور جز لالچ ہی ہے۔

اور عاقل فریفتہ ہو جاتا ہے جس کی اس کی نظر اصلاح معیشت پر ہوتی ہے اور یہاں طبع

ی ٹپ ہے۔ طبع کو تمام برائیوں کی بڑکھا گیا ہے بالطبع ام العیادت ہے۔ لہذا یقیناً فریفتگی ہوگی۔

العداء: اس کے معنی دھوکا دینا ہے۔

قولہ: وقیل العلم مایفادہ غیراً وأ العقل مایفادہ قد حساً.

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ علم وہ ہے جس کا مشاہدہ خیر

کے ذریعہ ہو اور عقل وہ ہے جس کا مشاہدہ جس کے ذریعہ ہو۔

تواری: استسور کے معنی میں ہے یعنی چھپ جاتی ہے۔

تولہ: وقیل اذا ردت ان تعترف العاقل أو الأحمق لحدنہ بالمصالح

لان قبلہ فاعلم انہ احمق.

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض لوگوں نے کہا کہ اگر تم یہ بتانا چاہتے ہو کہ کلاس

مختص محکمہ ہے یا امتی؟ تو اس کے سامنے محال باتیں بیان کر دو۔ اگر وہ اس

بات کو قبول کر لے تو سمجھ جاؤ کہ وہ حقینا امتی ہے۔

شرح: اس لئے کہ عقل ہرگز محال بات کو قبول نہیں کرتی اور یہاں اگر وہ محکمہ ہوتا تو ہرگز محال بات کو قبول نہیں کرتا۔ جب محال بات کو قبول کر لیا تو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ امتی ہے۔

تولہ: وقیل من احدث الی حی من علومہ فلا یحظر الی عبوبہ فان

ملطوت الی عبوبہ حومت بو کتہ الانقطاع بعلومہ.

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض لوگوں نے کہا کہ اگر تم کسی کے علم کے محتاج ہو تو

اس کے محبوب پر نظر نہ ڈالو۔ اگر تم نے اس کے محبوب پر نظر کی تو اس کے

علوم سے فائدہ حاصل کرنے کی ہر کثرت سے محروم رہ گئے۔

شرح: یعنی اگر تم کسی عالم سے اس کے علم کے حاصل کرنے کے محتاج ہو تو اس کی برائیوں کو نہ دیکھو۔ اگر اس کی برائیوں پر نظر کی تو سمجھ جاؤ کہ حصول علم کے ثمرات و برکات سے تم محروم رہ گئے۔

ایک روز حضرت خواجہ سبیل رحمۃ اللہ علیہ کسی تاجانی کی ولایت کی تعریف کر رہے تھے

اور فرما رہے تھے کہ بصرہ میں ایک تاجانی ہے جس میں یہ یہ خوبیاں ہیں۔ حضرت کے ایک

ہم عصر کی خواہش ہوئی کہ اس تاجانی سے ملاقات کی جائے۔ جب وہ بصرہ پہنچے اس تاجانی کی

دکان پر گئے تو وہ دیکھا کہ وہ دینی پکار رہا ہے اور دینی پکارنے والوں کی عادت کے مطابق اپنی داڑھی پر

کپڑا باندھ رہے ہے۔ اس شخص نے اپنے بدل میں کہا کہ یہ کیسا بھلا اور اس کو ولایت حاصل ہوئی

تو پھر اس کی داڑھی بیلے سے محفوظ رہتی اس کے بعد سلام کیا اور کچھ سوالات کئے۔ اس تاجانی نے

گفتگو کیا شربت ہے جس میں نہ ہری نہ رہا اور خاموشی ایسا نہ رہے جس میں شہری نہ رہے۔

ایک بزرگ نے گفتگو بند کر دی لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی انہوں نے فرمایا

خالق کائنات احاطہ بیان میں نہیں آسکتا اور گفتگو کے کائنات میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔

سلطان العارفین حضرت بابزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نیاز ممدی سے بہتر

کوئی دعا نہیں ملتا اور خاموشی سے زیادہ روشن کوئی چراغ نہیں دیکھا۔

باطلہ کھکان السور - عقل کا ہاں ہر کام چھپا ہے۔ سر کی دودھیں ہیں۔

(۱) حق کا ہر بندہ کے ساتھ

(۲) بندہ کا ہر حق کے ساتھ

دونوں اصول کو پوشیدہ رکھنا عقل کا تقاضا ہے۔ اس لئے کہ اگر ہر کلمہ ہر کردار کیا جائے تو نہ نہیں رہے گا۔ ہر کلمہ ہر کردار عقل کے خلاف ہے۔ ظاہر الاقیداء بالمسئۃ - عقل کا کلمہ ہری

تقاضا ہے کہ سنت کی پیروی کی جائے اس سنت سے مراد وہی ہے جس کی اقتدار کا واجب ہے۔ اور قرآنی مشہور ہے یعنی وہ قرآن جس کی پیروی اور امتحانی کی گواہی رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔

اور وہ عقائدے راشرہین ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا زیادہ پایا ہے۔ ان کے بھوتائیں کا دور ہے اور تائیں کے بعد ترجیح تائیں ہیں۔ ان کے بعد ان کی روش اور طریقت کے خلاف

لوگوں نے جوئی تئیا تیں پیدا کیں وہ سب کی سب بدعت اور طعالت ہیں۔ ظاہری عقل یہ ہے کہ سنت کی اتباع اور پیروی کی جائے ایک قدم بھی سنت سے باہر نہ ہو۔ اگر ایک قدم بھی سنت

سے باہر ہوتا ہے تو یہ عقل نہیں ہے بلکہ خواہشات نفس ہے۔

تولہ: وقیل اذا غلب الہوی نواری المغل.

(ارشاد شیخ ہے) بعض لوگوں نے کہا ہے جب نفس غالب ہوتا ہے تو عقل چھپ جاتی ہے۔

شرح: حواء کے معنی عورت کی خواہش اور اس کی مراد ہے یہاں کہنے والا یہ کہتا ہے کہ عقل ایسی چیز ہے جو خواہشات نفس سے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور جب عقل چھپ جائے گی تو آدمی

ہلاکت میں پڑ جائے گا۔

فصل - ۱۴

اُن آداب کے بیان میں جو ابتدائے حال میں پیش آتے ہیں

فصل جماعت صوفیاء کے ان آداب کے ذکر میں ہے جو ابتدائے حال میں پیش آتے ہیں۔ یعنی مرید جب کسی بزرگ کی خدمت میں راتوں رات آپ تہ کرے تو ان کی خدمت میں کسی طرح حاضر رہے اور سچ بھی اس مرید کے ساتھ کسی طرح سلوک کرے تاکہ اس مرید کو راتوں رات جانے نہ پڑے۔ یہ ماری باتیں اس قص میں تحریر کی جارہی ہیں تاکہ حقیقت معاملات کا علم ہو جائے۔

قولہ: اول مابلوم المرید بعد الاصابہ من عقلة ان يقصد ضیحا من اهل

المرادہ مؤتمنا علی دینہ معروف بالنصح والامانة .

(ارشاد شیخ ہے) غفلت سے بھرا ہونے کے بعد مرید پر لازم ہے کہ وہ

اپنے زمانہ کے کسی ایسے شیخ کی طرف قصد کرے جو اپنی دینداری میں اہل

ہوں لوگوں کی خیر خواہی اور امانت کی ادائیگی میں مشہور و معروف ہوں۔

شرح: حضرت امام ابو الحسن نووی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اپنی مناجات

میں عرض کرتے تھے کہ خداوند اگر درویش کو لوگوں سے مجروحے گا تو اس بات پر قادر ہے کہ درویش اور اس کے طبقات کو مجھ سے مجروحے اور سارے لوگوں کو بہشت میں بھیج دے۔

اولیاء کے اخلاق کی تین نشانیاں ہیں:

نیک اور صالح بندوں کی مدد کرتا۔

کہ تو مجھے برا بھلا کہ چکا میری تحقیر کر چکا۔ اب میری گفتگو سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس شخص نے بہت کوشش کی کہ وہ کچھ بھی اپنی زبان سے نہ کہے مگر اس نے نہیں کہا۔

اس واقعہ کا، حاصل یہ ہے کہ اگر تم کسی عالم کی کوئی ایسی بات سنو یا دیکھو جو ظاہری اعتبار سے قابل اٹکار اور تمہارے لئے نقصان دہ ہو جاوے گا کہ وہ بات حقیقت کے دور سے حق اور درست ہو اس لئے احتیاط اور بھگنا نہیں کرنا چاہئے۔ کیوں کہ علم اور اسناد کا اہل کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے۔ اور ایسی صورت میں صحبت سے دور کر دیئے جانے کا ڈر ہے۔ اور اگر صحبت سے دور کر دیئے گئے تو یقیناً اس عالم کے علم کی برکت سے محروم کر دیئے گئے حضرت مولیٰ علیہ السلام اور خلیفہ صلوٰۃ اللہ علیہما کا واقعہ اس سلسلہ میں شاہد ہے۔ وہ قدر بہت مشہور ہے اس لئے یہاں پر دہرے کی ضرورت نہیں۔



اسی لئے کہتے ہیں کہ جس کا کوئی استاذ نہیں اس کا استاذ شیطان ہے۔ حضرت خواجہ ابوبلی قال: رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خود روزِ مرگ میں پہنچے تو ہوتے ہیں لیکن پھل نہیں ہوتے اگر پھل دیتے بھی ہیں تو ان میں حرم نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایسا مرید جس کا کوئی حرم نہ ہو خواہ پھل پرست ہے ایسے شخص سے کچھ کام نہیں ہو سکتا۔

خواجهی کہ شود مرو حاصل

بھری طلب الی جوان عاقل

(اے جوان عاقل! اگر حصولِ مقصد کی تڑپ ہے تو کسی کو اپنا تومیر بنا لے)

حدیث میں ہے الشیخ فی قومہ کالسی فی امہ۔ شیخ اپنا قوم میں دینِ حق کے اسی طرح رہتا ہے جیسے انبیاءِ ماضی امت میں۔ امت کو دینِ حق کی راہ میں شیخ کے بغیر گذر نہیں جو پیروں کے غلطیہ ہیں۔ کلماتِ معانی میں آیا ہے لادین لہ لسن لاشیخ لہ جس کا کوئی شیخ نہیں۔ اس کا دین نہیں۔ جیسا کہ اس شعر میں ہے۔

خود را بکتاب رہبری بند

تا باز رہا عدت ازہی بند

(بچے کو کسی رہبر کے قدموں سے ہار دیتے کہ تلے کہ ”شیطان“ قیودِ بند سے نجات مل جائے)

انسان کو اپنے لئے کسی کو اپنا شیخ بنانا بہت ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں بہت ساری عقلی دلیلیں بھی معانی کی کتابوں میں موجود ہیں۔

قول: عارف با لطریق.

(ارشاد شیخ ہے) اس راہ سے واقف بھی ہوں۔

شرح: یعنی وہ شیخ ایسے ہوں جو اس راہ کو کھلے کھوں۔ راہ کے تشبیہ و تمثیل سے

واقف ہوں اور طیب خاں ہوں۔

روشن تر از آفتاب پایہ رانی

تا ہما سد حراج صر سو دانی

۲. گنگھا اور بدکار کو معاف کرنا۔

۳. سب کے لئے خیر خواہ ہونا۔

یعنی اپنے لئے جو پسند کرنا اس سے زیادہ اچھا دوسروں کے لئے پسند کرنا کسی نے

ان اشعار میں پیش کیا ہے۔

انا نکتہ خدائے گمان دین اندر . در راہ حقیقت ایں جنتیں اندر

پاکش و لے ز راہ صورت با خوش و لیکن از ضرورت

(جو دین والے ہیں وہ حقیقتاً ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے کو دوسروں کے لئے وقت کر

دیتے ہیں۔ اور صرف ضرورتاً اپنے لئے ہوتے ہیں)

معروفاً بالصبح والامانۃ جو کہا گیا یہاں امانت سے مراد یہ ہے کہ الشیخ امین

فی الالہام کجہو لیل امین فی الوسی فکما لایحون جہو نیل فی الوسی کذلک

لایحون الشیخ فی الالہام شیخ کو الہام کا امانت دار ہونا چاہئے۔ جیسے حضرت جبریل وحی

پہنچانے میں امین تھے۔ انہوں نے پیغمبروں تک پیغمبر وحی پر پہنچائی اور وحی پہنچانے میں کوئی

کسی نہیں کیا۔ اس طرح شیخ بھی الہام میں کوئی خیانت نہیں کرتے۔

حاصل کلام یہ کہ شریعت کے جو بھی احکام بندہ پر نافذ ہیں وہ امانت ہیں۔ لہذا جو کوئی

اس امانت کو عید بچھا دیتا ہے وہ امین ہے۔ اور اگر اس میں کوئی کمی بیشی کرتا ہے تو وہ خائن ہے۔

اس عبارت میں بھی بات کہی گئی ہے کہ الشیخ یستغید من اللہ و یغید غیرہ

شیخ اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کرتا ہے اور اپنے عارف و دوسروں کو مستغید کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے لینا

ہے اور مرید کو دیتا ہے۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتا۔ اگر کرتا ہے تو وہ خائن ہے۔

اگر مرید کا کوئی پیر یا استاد نہ ہو تو اسے نجات نہیں۔

تا رہبر تست عادت خوش

شیطان و منافق نہ درویش

(اگر تو نے عادت کو بنادیا ہے تو شیطان و منافق ہے۔ درویش نہیں)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ سر یہ اپنے کو اس بیڑ کی تربیت میں ڈال دے گا جو اس کے لئے قائم مقام (جائیں) ہیں۔ اس طرح وہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے گا۔ جس طرح وہ بیڑ کے ذریعہ منزل مقصود کو پہنچتا ہے اسی طرح اپنے بیڑ کے جائیں کے ذریعے بھی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ اگر کوئی بچی اپنی شیر خوار کی کے عالم میں ہے اور اس کی ماں کا انتقال ہو جاتا ہے تو وہ بچہ فوراً اس کی تربیت میں دے دیا جاتا ہے جو اس کی ماں کی قائم مقام ہے۔ یعنی ماں کی جگہ پر ہے۔ ایسی صورت میں وہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہتا ہے جو خیر و برکتیں ماں سے پوری ہوتیں وہ اس سے حاصل ہوں گی لیکن اگر اس میں کسی طرح کا خلل ہو جائے اور تاخیر سے دوسرے کی تربیت میں جائے تو یہ بچہ اصولاً غلطی ہوگی۔ اور ایسی صورت میں بچے کی ضرورت کی تکمیل نہیں ہوگی۔ اسی بات کو اس طرح بھی سمجھئے کہ اگر کوئی مرثیہ اپنے سینے میں لگی ہے اور وہ مرثیہ پر جاتی ہے تو فوراً اسی وقت وہ اپنے دوسری مرثیہ کے پیٹ کے نیچے رکھ دے جائے ہیں اور اپنے نکل آتے ہیں۔ اگر اس کا کام بھی محفوظ رہی ہوگی کہ وہی جائے تو پھر ماسوائے اپنے خراب اور گندے ہو جائیں گے۔

قولہ: ویستعد ترک مخالفتہ۔

(ارشاد شیخ ہے) اور اس بات پر پورا اعتقاد رکھئے کہ بیڑ کی مخالفت نہیں ہوگی۔

شرح: یعنی جہاں تک ہو سکے بیڑ کو حکم دینا ان پر عمل کرے اور جن کاموں سے منع

کریں ان سے باز رہے۔ اس لئے کہ بیڑ مرید کے لئے اللہ و اللہ کے رسول ﷺ کی یادگار ہوتے ہیں۔ شیخ پر اعتقاد ہی طرح ہو، جس طرح رسول پر ہوتا ہے۔ اگر سر یہ عہد رسالت مآب میں ہوتا تو رسول اکرم ﷺ پر اعتقاد رکھتا ہی طرح اپنے بیڑ پر اعتقاد رکھئے تاکہ اور باطن دونوں حال میں بیڑ کے احکام کی موافقت کرے اور یہ تصور کرے کہ بیڑ کا فرمان دینا یہی ہے جیسے وہی۔ اگر کوئی مرید بیڑ کی روٹی پر چلتا ہے، بیڑ کی فرماں برداری کرتا ہے تو وہ سر یہ ہے اور اگر اپنی مرثیہ پر چلتا ہے تو وہ خود پرست ہے۔ سر یہ نہیں ہے۔ بیڑ کے فرمان پر حاضر میں بھی اعتراض نہ ہو اور باطن میں بھی اعتراض نہ ہو۔

(حاکم کو سورج سے زیادہ روشن مانا جاتا ہے تاکہ وہ ہر سو والی کے مزاج کو سمجھ لے)

سارے مشائخ طریقت کا اس بات پر اعتقاد ہے کہ ایسا شخص جس کا کوئی بھائی نہیں اس کے احوال، اعمال اور افعال کے اثرات اس کی طبیعت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو طریقت میں اپنے ہی مقصد میں گم رہے اور اپنی ہی صحبت پر قناعت کرے وہ مضبوط اور گھٹن والا بت پرست ہے۔

کور مرکز کی قواعد رفت راست

بی عصا کش کور را رفتن خطا ست

(ناچاند سیدھے راستے پر گزرتی ہیں چل سکا۔ بغیر کسی سہارا کے ٹپکانا کو غلطی ہے)

قولہ: وسلم فہم بخلہ ست۔

(ارشاد شیخ ہے) اور مرید اپنے آپ کو بیڑ کی خدمت کے لئے حوالہ کر دے۔

شرح: یعنی جب سر یہ کو ویسے شیخ مل گئے تو وہ سر یہ اپنے آپ کو بیڑ کی خدمت کے

لئے مستعد اور تیار کر لے۔ یہاں تک کہ کیا ہے کہ شیخ کے حقوق بشیر کے حقوق کی طرح ہیں۔ اور

شیخ کے حقوق ماں باپ کے حقوق سے کم نہیں ہیں۔ اس ولادت معنوی کو ولادت صوری

(ظاہری) پر قیاس کرتے ہیں۔ جس طرح ظاہری ولادت میں مدت رضاء اور مدت ظلام

ہے اسی طرح ولادت معنوی میں بھی مدت رضاء و مدت ظلام ہے (یہ کہ دودھ پلانے کی مدت) اور مدت ظلام

(دودھ چھڑانے کی مدت) ہے۔ چنانچہ اگر شیر خوار بچے کا دودھ مدت ظلام سے پہلے چھڑا دیا

جائے تو وہ ہلاک ہو جائے گا اسی طرح اس ولادت معنوی میں مدت ظلام سے پہلے اگر مرید اپنے

بیڑ سے الگ ہو جائے تو قیامت لگتی ہے۔ جس طرح ماں ظاہری ولادت میں دودھ پلانے اور

دودھ چھڑانے کی مدت کو چانتی ہے اسی طرح بیڑ ولادت معنوی میں مدت رضاء اور مدت

ظلام کا عمل سمجھئے۔

اگر سر یہ اپنی مدت رضاء میں ہی میں ہے مدت ظلام کی مدد نہیں پہنچتا ہے اور بیڑ پردہ

فرمائیے ہیں تو اب سر یہ کیا کرے گا جو اس کے کام میں کسی طرح کا خلل پیدا نہ ہو؟

قولہ: لم یسلمو الشیخ ان یعرفہ بحقیقۃ الرجوع الی اللہ وابدلہ علی طریقہ سہل علیہ سہلو کما و یعلّمہ شوائع الاسلام مسالہ و علیہ۔

(ارشاد شیخ ہے) پھر شیخ پر لازم ہے کہ وہ مرید کو اللہ کی طرف رجوع ہونے کی کیفیت سے آشنا کرانیں اسے وہ راستہ دکھائیں جس پر چلنا اس کے لئے آسان ہو۔ اسے شریعت اسلام کی تعلیم دیں اور ان تمام باتوں سے واقف کرانیں جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے اور جن سے منع کیا گیا ہے۔

شرح: یعنی شیخ پر یہ لازم ہے کہ وہ مرید کو یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کس طرح رجوع ہوں گے۔ اللہ کی تافرمانی سے کھل کر اس کی طاعت و عبادت میں کیسے داخل ہوں گے۔ مرید کو ویسے راستے پر چلائیں جن پر چل کر سلوک کو طے کرنا اس کے لئے آسان ہو جائے۔ شیخ جو کچھ حکم دیں وہ مرید کی قابلیت اور استعداد کو سامنے رکھتے ہوئے دیں۔ اور حکم دینے میں نرمی اختیار کریں۔ سختی نہ کرتیں۔ شریعت اسلامی کی تعلیم سے راستہ کریں۔

معاملہ: سے مراد یہ ہے کہ کفر انکس، واجبات اور غیر و مہات جو اثر و ثواب کا فریاد ہے مرید کو ان کاموں پر لگائیں تاکہ وہ متفق ثواب اور لائق اجر ہو۔

و علیہ: سے مراد یہ ہے کہ شریعت کے تمام منہیات و مکررات اور شہوت خواہشات سے مرید کو دور رکھیں تاکہ وہ غلاب اور گرفت سے محفوظ رہے۔ اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ مشائخ دلوں کے طبیب ہیں۔ اگر طبیب مریش کی بیماری کوئی پانتا اور اس کا علاج کرنے لگتا ہے تو اس مریش کی موت رکھی ہے۔ اس لئے کہ وہ مریش کو کھد باجے نہ قصداً بات کو جاتا ہے اور مریش کے برعکس دوا دیتا ہے تو مریش کی جان کو خطرہ ہے۔ ہر مریش کی دوا الگ الگ ہے۔ ہر جنون کا بخون علیحدہ علیحدہ ہے۔ ہر مریش کی خصوصیت جدا گانہ ہوتی ہے جس کو طبیب معافی ہی سمجھتے ہیں، حاملہ الطہر کیا جائیں۔

قولہ: واولی الاشیاء بہ نصفیہ المصطعم والمشرّب والمطہس لادہ بملک یجد زیادہ فی حالہ۔

ایک روز حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے خواب دیکھ کر ان کے شیخ کو خبردار ہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ”کیسا کیسا؟“

انہوں نے یہ خواب اپنے شیخ سے عرض کیا۔ شیخ نے ان کی طرف سے رخ ٹھکرایا اور فرمایا اگر ”چون و چرا“ تمہارے باطن میں نہیں ہوتا تو تمہاری خواہش تہرری زبان پر نہیں آتا۔ میری دمریدی میں چون و چرا (کیسا اور کیسا) درست نہیں۔ اسی معنی کو حضرت عیین

القصا رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ مریدی میری پرستی ہے اور حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مرید کو بھر پرست ہونا چاہئے تاکہ وہ کام کے لائق ہو سکے۔ ایک دوسری جگہ فرمایا کہ مریدی کو بھر پرستی جو کہا گیا ہے وہ اسی معنی میں ہے اور اسی نظر سے کسی نے کہا ہے کہ آج نہ میری ہے اور نہ میری سہ

امی گفتو مرید و کم عبادت یک ذرہ نہ پیمت ارادت
میر کہ کبریت احرار آمد است پیوہ او بحر انفس آرد است
(تو کم و عبادت کا مرید ہو گیا ہے۔ تیرے اندر ارادت کا ایک ذرہ بھی نہیں پایا جا تا میر

تو مرخ نہ صک ہو گئے ہیں)
قولہ: ویکون الصدق حالہ۔

(ارشاد شیخ ہے) اور صدق مرید کا حال ہو جائے۔

شرح: یعنی مرید کو چاہئے کہ وہ کام میں صادق اور سچا رہے، تاکہ اس راہ میں اس کی بنیاد صحیح و درست ہو۔ چنانچہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید جب اصول کو ضائع کر دیتے ہیں تو وصول الی اللہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں اصول میں ایک صدق بھی بچل نہیں اور اعتقاد میں صداقت ہو۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے۔

این رہ نہ بختر و بگیم است

اول قدم او دلی سلیم است

(یہ خرقہ اور کس کی راہ نہیں۔ یہاں تو پہلا قدم سلیم سے کھلنا چاہئے)

الحلال فوریۃ علی هذه الطائفة الا علی حد الضرر وہ۔

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض لوگوں نے کہا کہ حال کا طلب کرنا سب پر

فرض ہے اور حال کا ترک کرنا اس جماعت پر فرض ہے۔ مگر بقدر ضرورت

ہو۔

شرح: اس جماعت (صوفی) کے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حال کا طلب کرنا

مسلمہ سہل توں پر فرض ہے۔ اور علمائے آخرت کے فتویٰ کے مطابق حال کا ترک کر

دینا جامع صوفیہ پر فرض ہے۔ علمائے خاہر کے فتویٰ کے مطابق فرض نہیں ہے۔ اس کے

علمائے ظاہر قریب مولیٰ اور مقام محمود کے طالب نہیں ہیں جو صدیقوں کا مقام ہے۔ تو اپنے کو

صرف دوزخ سے بچنے اور بہشت میں جانے کی طلب رکھتے ہیں۔

جس طرح مال کا ترک کرنا اس جماعت پر فرض ہے اسی طرح لوگوں کے درمیان

لذت و حریج کا ترک بھی فرض ہے۔ عزت و حریت پر نظر رکھنا بھی زہر قاتل ہے۔

دوسری بات یہ کہ جب اس جماعت کے لوگوں نے پہلے ہی مقام میں حال کا ترک کر لیا

تو پھر حرام اور مشکوک کے استعمال کی گنجائش کہاں رہی۔ اس معاملہ میں حضرت صدیق اکبر علیہ السلام

کا دور چہرہ کھتے ہیں کہ جو کچھ مال وصال قیاس کے بعد تمام مبارک میں لاکر کھو دیا اور ایک کلیل اوٹھ

اگر رہ گئے۔

چنانچہ جو کچھ خواص کے لئے فرض ہے عوام کے لئے دوزخ نہیں ہے۔ جیسا کہ کہتے

ہیں کہ لعل ناز کے لئے طہارت فرض ہے یعنی جو نماز (کی حقیقت) تک پہنچنا چاہتا ہے اس کے

لئے طہارت فرض ہے۔ لیکن جو شخص لعل ناز کی غفلت کی محرومی و نقصان سے غلام نہیں ہے اس

کے لئے طہارت فرض نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آدمی کے وجود کے لئے کھانا، پاؤں خراب ہے یعنی اس شخص

کے لئے شرط ہے جو مکمل آدمی ہونا چاہتا ہے۔ لیکن جو اصل حیات پر قائل ہے۔ اس کے لئے

کوشت و ستر خوان پر ہونا ضروری نہیں۔ پڑا ہوا کوئی فرق نہیں۔ لیکن زندگی کے لئے کھانا کان ہاتھ

(ارشاد شیخ ہے) اور مرید کے لئے سب سے اچھی بات یہ ہے کہ وہ

کھانے پینے کی چیزوں کا دیکھ کر کے کو صاف رکھے۔ کیوں کہ اس سے اس

کے حال میں زیادتی ہوگی۔

شرح: یعنی جو کھانا، پانی اور کپڑا کھانے پینے اور پینے کے لئے استعمال کرے وہ

حالا اور پاک طریقے سے حاصل ہو۔

حالا ذریعہ وہ ہے جس کے حال ہونے پر معتقین کا توفیق ہو اور پاک ذریعہ وہ ہے

جس کے پاک ہونے پر دل توفیق دے۔ حال میں زیادتی اور شاذ کے لئے یہ چیزیں شرط ہیں۔

اگر یہ چیزیں حال میں طریقے سے حاصل نہیں کی گئیں تو زیادتی اور شاذ بھی نہیں ہوگا۔ اسی

لئے کہا جاتا ہے کہ اس کام کی بنیاد حال کھانے پینے اور حال پینے پر رکھی گئی ہے۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ ابوبکر رواق رحمۃ اللہ علیہ پندرہ روز تک حیدر کی اسرا نکل میں

سرگرداں رہے اور جب رات آتا تو ایک سپاہی سے ملاقات ہوتی۔ اس نے حضرت کو پانی پلایا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ اس پانی کے پینے سے دل میں جو جتنی پیدا ہوئی وہ تمہیں سال تک موجود

رہی۔ یہ واقعہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ پانی کا وہ ضرور کسی مشکوک ذریعہ سے

حاصل ہوا تھا۔

جب ایک بار مشکوک کوزہ سے پانی پی لیے یہ حال ہوا تو جو شخص دن رات حرام

کھانے پینے اور حرام کپڑا استعمال کرنے میں لگا ہے اس کا کیا حال ہوگا۔

قول: ولقد قال النبی ﷺ طلب الحلال فربصة بعد الفربصة۔

(ارشاد شیخ ہے) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا فرض نمازوں کے بعد طہال کا

طلب کرنا فرض ہے۔

شرح: نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ پانچوں وقت کی فرض

نمازوں کی ادائیگی کے بعد طہال (رواق) کا طلب کرنا فرض ہے۔

قول: وقال بعضہم طلب الحلال فربصة علی کلک وتوکل

بعض مشائخ سے متقول ہے کہ بندوں کے حقوق اس راہ میں ان باتوں کی طرح ہیں

امت کوئی نہیں جاتی۔

ہمسوں کے لئے جاتے ہیں۔ یعنی جس طرح راستے کے کائنات کی چھین جب محسوس ہوتی ہے آگے ہانے میں رکاوٹ ہوتی ہے اسی طرح اس راہ میں بندوں کے حقوق ہیں۔

قولہ: وماکان علیہ من ضرر او قطع او جمع فالتقصاں.

(ارشاد شیخ ہے) اور اگر کسی کو مارا ہے یا کسی کے عضو کاٹ دیے ہیں یا کسی

کو زخم کیا ہے تو اس کا قصاص پورا کرالے۔

شرح: یعنی دشمن سے کہے کہ وہ ہتھ مار لے لے یا معاف کر دے۔ یہ بات تو اس

صورت میں ہوگی جب وہ دشمن زندہ ہے۔ اور اگر اس کا انتقال ہو گیا ہے تو پھر اس معاملہ کو اس کے وارثوں کے سامنے رکھئے۔ اور ان سے کہئے کہ اس پر جو حقوق ہیں ان کو وہ لوگ ادا کر دلائیں۔ اگر وہ ناگہمی سوچو نہیں ہیں تو اس (مظلوم) کی طرف سے خوب خیر صدقات و نجات کر دے اور مغفرت کی دعا کہیں گئے۔

قولہ: وماکان من غیبة او حسیمة فالاستحصال والاستظار لاصحابہا

(ارشاد شیخ ہے) اور اگر کسی کی غیبت کی چھٹی کھائی گئی ہو تو اس کا

معائنہ ادا کرے اور معاف کر دالے۔

شرح: اگر اپنے دشمن کو گالی دی، یا چٹائی کھائی یا غیبت کی تو اس سے معاف کر دالے

اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے۔ یعنی اس سے کہئے کہ مجھے معاف کر دیجئے۔ اور یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ زندہ ہے۔ اگر زندہ نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے۔

قولہ: ثم معرفۃ النفس وتادبہا بالریاضات ولہا صلتان انہما مک فی الشہوات وامتناع عن الطاعات فیروضہا بالمجاهدات.

(ارشاد شیخ ہے) پھر اپنے نفس کی معرفت حاصل کرے اور ریاضتوں کے

پاؤں شرف نہیں ہے۔

الاعلیٰ حد الصلوات: حد ضرورت کی جو بات گئی گئی اس سے مراد یہ ہے کہ اتنی مقدار میں ہو جس سے زندگی قائم رہے تاکہ فرائض وہ ادا جانتے کی ادا نہ کی ہو تو ہے اس کا ترک کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن حاجت اور فضولی کا ترک کرنا فرض ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا۔

فضولی حاجت اور ضرورت تینوں میں فرق ہے۔

ضرورت اس مقدار کو کہتے ہیں جس کے بغیر آدمی کو بقا حاصل نہیں۔

حاجت اس مقدار کو کہتے ہیں جس کے بغیر آدمی کو بقا حاصل نہیں۔

کوئی اور چیز الیائوں میں چل کا ہوتا۔

فضولی ان دونوں یعنی ضرورت و حاجت سے آگے کی چیز ہے جس کی کوئی حد نہیں۔

ای لئے کہتے ہیں کہ جو فضولیات میں پڑ گیا وہ حلال ہے (دور بخ کے آخری درجہ) میں گر گیا اور حلال ہو گیا کی الجائز نہیں۔

قولہ: ثم قضاء ما صعب من القوائض.

(ارشاد شیخ ہے) پھر ان فرائض کو ادا کرے جن کو شائع کر دیا ہے۔

شرح: یعنی باطن ہونے کے دن سے قبر کے دن تک جو روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ و ترک کر دیا تھا وہاں تک ممکن ہو سکے ان کو ادا کرے۔

قولہ: ثم رد المسطالم علی أهلہا لقول النبی ﷺ و فائق من حرام بعدل عند اللہ سبعین حجۃ.

(ارشاد شیخ ہے) جن پر ظلم ہوا ان کے ظلم کی طاقی کرنا۔

مضمون یہ کہ کریم ﷺ نے فرمایا ایک داکھ بھی جو تمام طریقہ سے حاصل کیا گیا ہوا سے واپس کر دینا اللہ کے نزدیک سترج کے برابر ہے۔

شرح: یعنی بندگان خدا کے جو حقوق عاید ہوتے ہیں ان کو ادا کرے اور ان کو خوش رکھے اس لئے کہ معاصی صوبہ کا کہنا ہے کہ جو اپنے دشمنوں کو خوش نہیں کرتا اس پر اس راہ کی کوئی

میں کوئٹھ کرنا اور ہاتھ پاؤں دینے یعنی وہ جس چیز کی آرزو کرتا ہے اس میں اس وقت تک ہاتھ پائیاں مارتا ہے اور کوئٹھ میں لگا دیتا ہے جب تک وہ آرزو پوری نہ ہو جائے لیکن شیطان کا حال یہ ہے کہ وہ کوئی حرام چیز بخوشی کے سامنے پیش کرتا اور جب دیکھتا ہے کہ وہ بندہ اس حرام چیز میں جھانپیں اور ہا ہے تو پھر دوسری اور تیسری چیز سامنے لاتا ہے۔ جب تک حرام میں جھانپیں کر دیتا رہے گھٹن سے گھٹن پیچھتا۔ اس کا مقصد کسی شخص کو گناہ میں مبتلا کرنا نہیں ہے بلکہ حرام میں مبتلا کرنا ہے۔

امتناعہ عن الطاعات - اس کو روکتا ہے۔ یعنی کسی کی سرکشی کو طاعت و عبادت کے لیے روکتا ہے۔

مرید کو کچا ہے کہ عبادے کے ذریعہ اس کو نرم بنائے۔ جب نفس مجاہدے اور ریاضتوں کے ذریعہ نرم ہو جاتا ہے تو اس مرید کا طاعت و عبادت میں لگنا آسان ہو جاتا ہے اور غلوں سے روک دیا جاتا ہے۔

قولہ: وھی فطم النفس عن مآلوفہا وحملہا علی الخلاف اھو بہا۔

(ارشاد شیخ ہے) اور اس کے لیے مجاہدہ یہ ہے کہ نفس کو جن چیزوں میں

الفت حاصل ہو ان سے روک دے اور جن چیزوں سے وہ گریز کرتا ہے

ان میں لگائے رکھے۔

شرح: نفس کی مخالفت تمام عبادتوں کا سر ہے۔

الفطم بالقطع کے معنی میں ہے۔

قتل ہے کہ مشائخ سے جب سوال کیا گیا کہ اسلام کی صفت کیا ہے تو انہوں نے فرمایا لمحہ النفس بسبب الخلاف - نفس کی مخالفت کی بنا پر اس سے قتل کرنا ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ آدمی کے لیے خواہشات نفس کی مخالفت کرنے سے زیادہ آسان یہاں تک کہ اس سے کھوڑا ہے۔

قولہ: ویمنعہا عن الشهوات ویأخذہا بالسکایات۔

(ارشاد شیخ ہے) جنہوں سے اس کو باز رکھے اور ہر طرح کی تنہیاں اس پر

ذریعہ اس کو تنہا بنائے نفس کی دو صفیں ہیں۔ وہ شہوتوں میں تنہک اور طاعتوں سے دور رہتا ہے اس لیے مجاہدے میں اس کو لگائے رکھے۔

شرح: انھک الرحل فی الامر۔ یعنی جلوچ و اسوغ۔

یعنی نفس کو بجانے اور بچانے کے لیے کسی کیا ہے اور اس بات سے واقف رہے کہ نفس کو کس طرح ریاضت میں ڈالیں گے۔

اس لیے کہ جب کوئی علم حاصل کر لیتا ہے تو اس کا نفس سر فخر بلند کرتا ہے۔ عزت و وقار کا تاج اپنے سر پر رکھ لیتا ہے۔ چنانچہ نفس کو نرم کرنا تمام چیزوں سے زیادہ آسان ہے۔ مگر اس سے عزت و مرتبہ کی خواہش کا دور کرنا آسان نہیں۔ حالانکہ عزت و مرتبہ سے ذہن حاصل نہیں ہوتا۔

اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ عزت و مرتبہ انسان کے لیے کبھی زیادہ نہیں خوش قسمت سے تو نہیں سکتے۔ اس کو توڑنے کے لیے ہر شخص کے پاس قوت بازو نہیں۔ کہتے ہیں کہ سالک کے لیے عزت و مرتبہ کا دور کرنا سب سے آخری اور اہم کام ہے۔

تادیبہ بالریاضات - نفس کو ریاضتوں کے ذریعہ توبہ بنانا ہے۔ اس لیے کہ نفس پیدا کئی طور پر ہے اور بندہ ادب کی بجائے آدمی پر مامور ہے۔ نفس جب بھاتا ہے تو میدان مخالفت کی طرف بھاتا ہے۔ بندہ کو کچا بنے کر اپنی طاقت سے نفس کو اس کی خواہش پر چلنے سے روک دے۔ چنانچہ جو شخص اپنے نفس کی لگام کھاس کی خواہش پر چلنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے وہ بھی اس کے فساد میں شامل ہے۔

اور ہم نے جو یہ کہا کہ نفس مجبول ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی جہت ہی میں یہ شامل ہے کہ ریاضت مجاہدے میں ڈال کر اس کو پس کیا جاسکتا ہے۔

نفس لذات شہوات اور مباحات کی طرف مارتا ہے اور شیطان حرام چیزوں کی طرف دعوت دیتا ہے جس میں شمس شامل رہتا ہے۔

نفس کی خواہش اور شیطان کی خواہش میں فرق یہ ہے کہ نفس کی دعوت ہے۔ شہوات

لہجائی خواہش یہ ہے کہ وہ خود غلام اور کھردرا پکڑا بیٹے یا کسی کی لہجائی خواہش نرم پینے کی ہے تو اس شخص کو چاہئے کہ نفس کو اس عادت سے باہر نکالے۔ اس جماعت کا کہنا ہے کہ عادت پرستی بہت پرستی ہے۔ یعنی عادت کے مطابق کام کرنا بہت پرستی ہے۔ دو چیزوں کے ذریعہ عادت سے نکل سکتا ہے۔ شریعت میں نیت کے ذریعہ عادت سے باہر آئے گا اور طریقہ میں سیر کے حکم کی بجا آوری کے ذریعہ عادت سے نکل سکتا ہے۔

قولہ: **ويعصيه ان يصوم عن الصوم مسهوا وعن الشيع جو عا وعن الرفاهية**

لربا۔

(ارشاد شیخ ہے) نیت سے بیزاری کہ حکم سیری سے بھوک کہ آسانی و

کشتار کی سے تنگی کو بردہ لئے میں کشتار۔ ہے۔

شرح: **الرفاهية**۔ عیش و عشرت کی فراموشی کہتے ہیں۔

جب سر یہ نفس کو ریاضت میں ڈالے گا تو اس وقت ذوات کا خوف ہوگا اور مذہب عادت کا وہ تو اس مطلب میں لگا رہے گا کہ اس کے اور رب تعالیٰ کے وہ موانع رابطہ صحیح و درست رہے۔ ہاں اگر ریاضت نہیں کرے گا اور لوگوں کی ملامت کو درد کرنے کے لئے علمی تاویل سے کام لے گا۔ یا عزت و مرتبہ کو حاصل کرنے کے لئے خیل و بہانے تلاش کرے گا تو وہی علم جو حصول دین کا سبب بننا زوال دین کی وجہ بن جائے گا۔

قولہ: **فيكون حينئذ من جملة التائبين المستحقين بمحبة الله تعالى**
للال الله تعالى: **إني الله يحب التوابين ويحب المتطهرين** وقال النبي عليه السلام: **التائب التائب حبيب الله**

(ارشاد شیخ ہے) اس وقت وہ تائبین کی فہرست میں داخل ہوگا اور اللہ کی

محبت کا تاج اس کے سر پر ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **إني الله يحب**

التوابين ويحب المتطهرين (اتر ۲۲۰) اللہ تعالیٰ درست کرتا

ہے تو یہ کرنے والوں کا درد و رست دھتتا ہے پاک رہنے والوں کو اور نفی کریم

کرتا رہے۔

شرح: **نفس کی مخالفت اس کی خواہشات کے ترک میں ہے۔** اسی لئے کہتے ہیں کہ **اسم الکفر قیامک علی مود نفسک** کفر کی بنیاد اپنے نفس کی مراد پر قائم رہنا ہے۔ یا **احداها بالمعاصيات**۔ نفس کو ہر طرح کی خبیثوں میں جھلار رکھے۔ ہی لئے کہتے ہیں کہ اگر کسی سر یہ کامیاب شریعتی سے ایسی چیزوں کی طرف ہو جائے جن سے اس کے نفس کو لذت حاصل ہو تو وہ ہرگز قلین نہیں پاسکتا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ سر یہ کہ کاموں میں چھوٹ دینا اس کے لئے زہر قاتل ہے۔ اس لئے کہ اس رخصت میں نفس کو آسانی و بہولت حاصل ہوتی ہے۔

قولہ: **وتجوع المראה وكثرة الاورادو استدامة الصوم والنوال من الصلوة مع الدم علی المعاصيات**۔

(ارشاد شیخ ہے) اس کو تلخ گھونٹ پلائے، اور ادوی کوخت ہو، روزے اور

نوافل نمازوں کی پابندی کرے۔ ساتھ ہی ساتھ بخیر و خوشی ہوئی ہیں ان پر

مرامت بھی ہو۔

شرح: **نفس کو تلخ گھونٹ پلانا یہ ہے کہ اس کی مرادوں کو پھوٹی ہونے**

دے و کثرة الاوراد..... یعنی آخر وہ یعنی دن رات اوراد و وظائف کی کوخت میں لگا

رہے اور بیشمار روزے دار رہے۔

پوری تفصیل وہی ہے جس کا بیان اوپر گذر کر حملہا علی الخالف احویتھا

یعنی خواہشات نفس کی مخالفت ہی اصل ہے اور اس پر سر یہ کہ جو نفوس ہوئی ہیں ان پر مرامت

بھی ہو چہ چاہے تو یہ کہنے سے پہلے جو نہ ہوئے ہیں ان پر بھی لازم ہے اس لئے کہ گناہ سے

مرامت بھی تو بہ ہے۔

قولہ: **وتظلمها عن فسح العادات**۔

(ارشاد شیخ ہے) اور بری عادات کو دھور کر تار ہے۔

شرح: **یعنی نفس کی بری عادات کو اچھی عادات میں بدلنا ہے۔** جیسے اگر کسی کی

کر رہا ہو گے اور اپنی مصیبت پر شرمسار ہوں گے یہ تصور کیسے کیا جائے کہ اس روز وہ حریف کماہوں کی آرزو کریں گے۔

اس سوال کا جواب یہ بھی ہے کہ اس سے نفس برائی کی آرزو مراد نہیں ہے بلکہ نیکوں میں منافق کی آرزو ہوگی۔ اس لئے کہ جو نیکیاں ان کے دامن میں جمع ہوئیں وہ برائیوں کے ذریعہ کہیں چٹا چھوٹا گناہ زیادہ ہوتے تو نیکیاں بھی زیادہ بنتیں۔ چونکہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں حاصل کرنے کی تمنا رکھتے ہیں لے کہیں گے کہ کاش ہم زیادہ گناہ لے کر آتے۔ تاکہ زیادہ نیکیاں ملیں۔ اس تمنا میں بھی بات پریشیدہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ گناہ کرنے کی تمنا نہیں ہے۔

تقریر: ویسکون من جملہ المخلصین بدعوة جملة العرش لقوله تعالى

لَا تَحْزَنُوا لِلَّذِينَ تَمُوتُوا وَاتَّقُوا عَذَابَ النَّارِ جَمِيعًا (المومن کرے)

(ارشاد شیخ ہے) ایسا شخص ان مخصوص لوگوں میں شمار ہوگا جن کے لئے

عالمان عرش دعا کریں گے کہ بخش دے انہیں جنہوں نے توبہ کی ہے اور

خیر وئی کی ہے ترے راستے کی اور پچھلے عذاب ختم ہے۔

شرح: ایسا مرید ان مخصوص لوگوں میں ہو جاتا ہے جن کی معرفت اور بخشش کے

لئے عالمان عرش پسند فرماتے جو عرش کا اعلان ہونے میں دیر نہ گزرتے ہیں۔

تقریر: فقد عظم الله اقدارهم اذ جعل جملة العرش داعين لهم۔

(ارشاد شیخ ہے) اللہ تعالیٰ نے عالمین عرش کو ان کے لئے دعا کا حکم دے

کر ان تا کہیں کی قدر و منزلت بڑھا دی۔

شرح: یعنی کسی کے کام کے لئے عظم کرم فرمنا عرش کو دعا کا حکم دینا اس بات کی

دعا ہے کہ توبہ کرنے والوں کی قدر و منزلت دوسروں سے افضل رہے۔

تقریر: لیسئل هذا فليتمتع بالنعيم الذي وفقه ذلك فليتنا نفس النسيان فيسؤل ما

(الصلوات: ۶۰) (مخطفین: ۲۶)

(ارشاد شیخ ہے) یہی فرمایا الہی ہے ایسی ہی عظم الشان کا مبالغہ کے لئے

نے بھی فرمایا توبہ کرنے والا جو ان اللہ کا دوست ہے۔

شرح: یہاں پاک رہنے سے مراد یہ ہے کہ گناہوں سے پاک رہے۔

یہاں توبہ کی فضیلت کو ثابت کر رہی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی محبت مادی دولتوں کا

راز ہے جیسا کہ وعدہ کیا گیا ہے۔ جو اللہ کی محبت کے لائق ہو گیا وہ اس کے قرب و کرامت کے

لائق ہو گیا۔ اور نہ صرف اللہ تعالیٰ کے دلوں کے مقامات و احوال کا حقدار ہو گیا بلکہ مقصود تک پہنچ

گیا۔ اور رسول خدا ﷺ نے جو فرمایا اللہ تعالیٰ حبیب اللہ ہے کہ کرنے والا جو ان اللہ

کا دوست ہے۔ یہ صریح شریف کلمہ توبہ کی بڑائی فضیلت کی دلیل ہے۔

حبیب اللہ ہونے کی دولت توبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ لہذا تمام مقامات میں بہترین

مقام توبہ ہے۔ اور غالب کے لئے تمام توبہ کی کورسٹ کرنا سب سے اہم کام ہے۔

جوانی کی حد میں (۳۰) سال چاروں مکمل طور پر اس کی مدت چالیس (۴۰) سال ہے۔

تقریر: ویسکون من جملة من يبدل الله سيئاتهم حسنات روي ابو هريره عن

النسيان انه قال لينتحن اقوم الهمم اكثروا من الحسنات قبل منهم با دسول الله

قال المن يبدل الله سيئاتهم حسنات۔

(ارشاد شیخ ہے) اور اس لوگوں میں وہ مثال ہو جاتا ہے جن کے بارے

میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کذا لنبدل الله سيئاتهم حسنات

(العلقان کرہ ۷) یہ وہ لوگ ہیں بدل دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو

نیکوں سے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

بعض لوگ قیامت کے دن تمنا کریں گے کہ کاش وہ بہت زیادہ گناہ

کرتے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دن لوگ ہیں؟ فرمایا بھکی

برائیاں اللہ تعالیٰ نیکوں سے بدل دے گا۔

شرح: اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیامت کے دن جس پر ہم نے ایمان

لایا اور جس کی تعریف کی ہے ایسا ان ہوگا کہ مارے مومن اپنے اپنے گناہوں سے شرمندہ و

اس سے یہ عبادت ہوتا ہے کہ قہر سب پر فرض ہے۔ ہاں جیسا حال ہوگا قہر اس کے مطابق فرض ہوگا۔

اور یہ آیت کریمہ: **وَمَنْ لَّمْ يَنْفِقْ فَأُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ** بھی تو یہی اہمیت پر ایک دوسری دلیل ہے۔ اس میں ارشاد خداوندی ہے کہ جو شخص قہر نہیں کرتا وہ غافلوں میں ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی گناہ کرے گا اسی لئے کہا گیا کہ جو گناہ کرتا ہے اور قہر نہیں کرتا وہ غافلوں میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قہر سب لوگوں پر فرض ہے تاکہ اس وجہ سے نکل آئیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے آدمی سے گناہ کا ہونا کیونکر حیرت اور تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس کی خطرت میں گنہگار کی پیدیدہ ہے۔ انسان کی خطرت و ضلالت میں اچھائی و برائی کی آمیزش ہے اور اس کی خطرت خیر و شر کا مجموعہ ہے۔ شروع سے آخر تک گناہ سے پاک رہنا فرشتوں کا کام ہے، انہوں سے آخر تک گناہ میں لوث رہنا شیطان کا فعل ہے، گناہ کرتا اور گناہ سے قہر کرتا آدمی کا عمل ہے، جب گناہان کا عمل ہے تو قہر بھی ان کا عمل ہوگا۔ کیا نہیں دیکھا کہ قرآن کیا جو قہر نہیں کرتا وہ ظالم ہے۔ جتنا آدمی بھی ہے اس کا امتزاج فرشتوں کی طرف ہو گیا آدمی کی طرف یا شیطان کی طرف۔ لہذا جس نے اور ظالم گناہ کیا اور اس کے بعد قہر کر لی اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے نسب کی کھمت پر دلیل تکم کر دی۔ اور جو گناہ ہر صراحتاً کہ اس نے اپنی نسبت شیطان سے درست کر لی۔ لیکن فرشتوں سے اپنی نسبت قائم کرنا جو بڑا خیر یا خیر نہیں۔ آدمی کے گناہ کا ان سے باز ہے۔ اس لئے کہ آدمی کی خطرت میں خیر و شر دونوں ہے۔ اور خیر کو شر سے الگ ہی کے ذریعہ الگ کر سکتے ہیں۔ اب وہ عبادت و شریعت کی حیرت و شیطانی کی آگ ہو یا اس جہان کی آگ

ہو۔

حضرت امام تسری (الغنی فیہ میں امام خمینیؑ ہے) جو اللہ علیہ نے فرمایا ترکات لموسہ کو ترکات محمود سے بدلنے کا نام قہر ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب خلوت ہو خاموشی ہو اور حال رزق ہو۔ اس لئے کہ تمام گناہوں کی جڑ خیر و رازق ہے۔ چنانچہ جو شخص راسم کمانے پر مصر ہے۔ اور راسم القہر ہی اس کی غذا ہے وہ کیسے تا عیب ہو سکتا ہے۔ اس کو طاعت و

عمل کرنے والوں کو مل کرنا چاہئے اور اس کے لئے سبقت لے جانے کی کوشش کریں سبقت لے جانے والے۔

شرح: اس طرح کی بہترین نصیحت کو حاصل کرنے کے لئے ہمت والے ہمت کریں اور عبادت میں کوشش کرتے رہیں تاکہ ہمیشہ اپنے اہل نعمت کے اہل اور حق دار بن جائیں۔
توکل: والتوکل علیہ علی جمیع المؤمنین لقولہ تعالیٰ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ جَمِيعًا يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ وَقَوْلُهُ تَعَالَى وَمَنْ لَّمْ يَنْفِقْ فَأُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ د (ارشاد علیؑ ہے) اور قہر تمام مؤمنین پر فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قہر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں سب کے سب اسے ایمان والوں (انور ۳۲)
اور یہ بھی فرمایا جو لوگ قہر نہیں کریں گے تو وہ ظالموں میں سے ہے (الحجرات: ۱۱)

شرح: یعنی تو یہ سارے مومنوں پر فرض ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قہر کرنے یعنی خدا کی طرف لوٹنے کا حکم ان تمام لوگوں کو دیا ہے جو ایمان والے ہیں۔ یہ حکم عام ہے۔ اور کوئی صورت ایسی نہیں ہے کہ ایک آدمی بھی قہر سے بے نیاز ہو۔ اس لئے کہ قہر سے حضرت آدم علیہ السلام ہی بے نیاز نہیں تھے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب باپ ہی پیدا ہو تو بڑے سے بے نیاز نہیں رہے تو ان کی اولاد کو بھی قہر سے بے نیاز ہونے کی پیدائش ضرور ہو چکی نہیں ہے۔

قہر ہمیشہ اور ہر حال میں واجب ہے اس لئے کہ کوئی آدمی بھی گناہ سے برکت نہیں۔ یہاں تک کہ قرآن و حدیث میں پیغمبروں کے نزالات اور ان کے قہر کی ذیاری کا ذکر موجود ہے۔

اگرچہ بعض لوگوں کے جوارح گناہوں سے پاک ہوں لیکن شیطانی دوسرے سے جودل میں پیدا ہوتا ہے، دل کو پر گناہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے وہ غافل نہیں ہوتے۔ اور اگر اس سے بھی غافل ہوں تو اللہ کی معرفت اور اس کی صفات میں غفلت اور کمی سے غافل نہیں ہوں گے۔

شرح آداب المریدین

فقہ: ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اپنی امت کے حالات سے ڈرتے تھے۔

امرت کی بخشنا کوشش نہ ہو جائے۔ لہذا گتھکا رامت کے لئے یہ امید بھری آیت ہے۔

قوله: وقتها باق مالهم يبلغ الروح الحاقوم.

(ارشادِ بیخ ہے) اور توبہ کا وقت اس وقت تک باقی ہے جب تک روح

شرح: حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈالا تو اس پر مہلت مانگی اور بارگاہِ خداوندی سے قیامت تک کے لئے اس کو مہلت دے دی گئی۔ ابلیس نے عرض کیا میرے عزت و جلالت کی قسم! آپ کون لادائیں جان باقی رہے گی جس سے دل سے نکلنے والا نکلس۔ ابلیس کا یہ جملہ کسی کر اللہ رب العزت نے بھی اپنے عزت و جلالت کی قسم کھا کر کہا جب تک آدم کی اولاد میں جان باقی رہے گی ابلیس اس پر تو کبھی کاروائی نہ کرنے والا نہیں ہوں۔

قوله: أويت وقت علق باب التوبة.

(ارشادِ شیخ ہے) یا آجائے باب تو یہ کہ بند ہو جائے گا وقت۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا يَكُنْ لَكُمْ فِي آيَاتِهِ خَيْرٌ (انعام: ۱۵۹)

(جس روز آئے گی کوئی فحاشی آپ کے رب کی تو تفسیر دے گا کسی کو اس کا ایمان لا نا جو نہیں ایمان لا چکا تھا اس سے پہلے بنائی تھی اے ایمان کے ساتھ کوئی ٹکلی)

شرح: ایمان نہیں لانے کی بات کا خدروں کے لئے ہے اور اپنے ایمان کے ساتھ کوئی تسک نہیں کی یعنی خلوص نہیں برتا رہنا مفتوں کے حق میں ہے۔

یعنی پچھم سے سورج نکلنے کے بعد وہ نہ صرف قہر کا ایمان قبول ہو گا اور نہ منافقوں کا اخلاص قبول ہو گا۔

شرح آداب العربیہ

قولہ: وقال بعض المتأخ غفلتک عن البریۃ لذنب ارتکبته شریمن
عبادت اور شیخ وصلاح کا توفیق ہی نہیں ہوگا۔ اور اگر توفیق بھی ہو جائے تو قیوریت نہیں۔

ارتقا کا یہ۔

اور بعض مشائخ نے فرمایا جس گناہ کا تم نے ارتکاب کیا

اس سے تو کہہ کر میں غفلت برتنا اور کھانا پکنا نہ زیادہ ہے۔

قول: ومن اختتمته الجنة قبل التوبة فأمره الى الله.

اگر توبہ سے قبل کسی کی موت آجائے تو اس کا معاملہ اللہ پر

شرح: یعنی تو یہ کہنے سے پہلے اگر کسی انتقال ہو جائے تو اس کا معاملہ الہی حتمی ہے اگر وہ چاہے بغیر کسی کی مشاکات کے اور بغیر خراب میں مبتلا ہو بخش دے اور یہ بخش اس کا فضل و کرم ہی ہو گا اگر اس کی مرضی ہو تو کسی کی مشاکات سے بخش دے اور اگر اس کی مخالفت ہو تو گنہ کے مطابق خراب میں ڈال کر کھربا کر مال سلسلے کے کہ مومن کے تہی گنہگار ہو وہ ہیچ۔ دوزخ میں نہیں ہے گا۔ دوزخ میں ہیچ رہنا ضروری ہے کہ لے لے کر دوزخ کے کفر کی سزا ہے۔ مومن کتنا ہی گنہگار ہو اس کے لئے کفر کی سزا نہیں ہے۔ اختصار مہم الدعوی ای القسطہم فلا تصالحہم العتہ الممت (یعنی انہیں جڑ سے اکھاڑ مروت کی نیند سنا دے)

قوله: قال الله تعالى: وَإِنْ رَجَعْتَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَمَنْ يَخْلُقُكَ وَاللَّهُ عَلِيمٌ غَلِيبٌ (الرعد: ٦)

ارشادِ شیخ (ع) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور بے شک آپ کا رب بخشنے والا

جب یہ بات حضرت شیخ ابو غزالی کو معلوم ہوئی تو مجھے بلایا۔ تہنیک کی اور فرمایا میں نے اس شخص کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ آپ اس کو ایسی باتیں بتائیں گے جن کو کسی فرقہ پینے کی طرف اس کی رغبت اور بڑھے لیکن آپ نے اس سے ایسی گفتگو کی جس کی وجہ سے جو رغبت بھی تھی وہ مٹ جاتی رہی۔ آپ نے جو باتیں کہیں وہی صحیح و درست ہیں اور فرقہ کے حقوق کی رائے بھی درست ہے لیکن اگر یہ باتیں ہندو کے لئے لازم و کمزوری جائیں تو وہ دلائل و براہین اختیار کر لے گا اور ان شرائط پر نہیں غور کرے گا۔ ہم تو فرقہ اس لئے پرہیز کرتے ہیں تاکہ ہم صیبت سمونی کی مشابہت نہ بن جائیں اور ان کے لباس سے آراستہ و پیراستہ نہ بن کر ان کے غلطوں و خطیئوں میں داخل ہونے کے لائق ہو جائے۔ ان کی صحبت و میل جمل کی برکت سے ایسی نظر پڑ جائے جس سے احوال بدل جائیں اور معاملات میں ایسی تبدیلی آجائے کہ اللہ تعالیٰ انھیں حضرات میں اس کو بھی شامل فرمائے۔

قول: وقد وجدت هذه القاعدة وارتفع السنيور والنعل النظام ووقع

الرضا من حجة الاحياء بالافواق ومن حجة العنوين بالامام ومن ذلك ينشئ الفساد ويظهر الفساد۔

(ارشاد شیخ ہے) اور اب یہ قاعدہ مست پر کیا بغیر رائے کی۔ تنظیم میں انتشار

آگیا۔ اب تو رنجی خواہش و مرض باقی رہ گئی کہ لوگ میری اتباع کریں۔

میری اتباع کرنے والوں کی تعداد بڑھے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے بکھیل رہا ہے

اور رنجی بڑھ رہی ہے۔

شرح: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں کہ اگلے بزرگوں کے یہاں فرقہ

پینے کے لئے اسی طرح کی شرطیں تھیں جو کتابوں میں مرقوم ہیں۔

مگر اب تو یقیناً یہ قاعدہ مست پر کیا۔ صادق و کاذاب حق و باطل سرم و حقیقت اور عالم و

جاہل کے درمیان فرق و تمیز باقی نہیں۔ اپنے بنائے ہوئے قانون کاٹش ڈال ہے۔ لوگ میری

اتباع کریں اس خواہش نے سراٹھایا ہے۔

۱۔ عوام کا زہد۔ حرام کا ترک کرنا

۲۔ خواص کا زہد۔ حلال چیزوں میں شمول کا ترک کرنا

۳۔ عارفوں کا زہد۔ ان میں داخل کا ترک کرنا جو نہ کو اللہ تعالیٰ سے دور کریں

اسی لئے کہتے ہیں ماضی خلک عن الحق فہو طاغوتک جو چیز تھوڑا پنہا طرف مشغول کر لئے یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ سے دور کر دے وہی تمہارا بت ہے۔

قول: وان رغب فليبراع ما يلزمه ما لم يسهل لئلا يصير هجينا او يخرج بهو جا۔

(ارشاد شیخ ہے) اور اگر مرتدہ (خرقہ) پینے کی طرف رغبت ہو تو اس بات

کی عایت کرے کہ مرتدہ پینے کے جو حقوق یہ ہوتے ہیں ان کو ادا کرے

تاکہ وہ صیبت سے پاک رہے اور اس پر کھانا و ناقص ہونے کا الزام نہ لگے۔

شرح: ہجینا۔ صیبت دار کے معنی میں ہے۔ بھو جا۔ روٹی کھانا کے معنی میں۔

اگلے بزرگوں کے یہاں بھی خرقہ پینے کی یہی شرط تھی جو حضرت شیخ نے تحریر فرمائی

ہے۔ انامہ میں۔ کہ مرتدہ ایسا کا لباس ہے اور اس کو پینے کی وہی شرط ہے جو حق پینے کی

ہے۔ پہلے زندگی اور زندگی کی تمام لذتوں سے امید اٹھالے زندگی کی راحتوں سے دل کو پاک کر

لے اور اپنی زندگی کو ہر سے طور پر حق سبحانہ و تعالیٰ کی خدمت کے لئے وقف کر دے۔

حضرت شیخ (شیاء العربین ابو نجیب سروردی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ایک شخص

حضرت شیخ ابو غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے فرقہ کی فرائض کی۔ حضرت

غزالی نے اس شخص کو صبر سے پاس بھیج دیا کہ میں اس کو فرقہ کے حقوق بتا دوں (یعنی فرقہ پینے

سے جو ضروریات عاید ہوتی ہیں وہ سمجھا دوں) کہ وہ شخص صبر سے پاس آیا میں نے اس کے سامنے

خرقہ پینے کے تمام حقوق بیان کر دیے۔ یعنی خرقہ پینے کے جو حقوق واجب ہوتے ہیں تفصیل کے

ساتھ اس کو بتا دیے۔ حقوق خرقہ سے متعلق میری باتیں سن کر خرقہ پینے سے وہ ڈر گیا اور صبر سے

پاس سے چلا گیا۔

مرید کی حرام ہے۔

شرح: حضرت سعید مرتضیٰ عجلنے فرمایا کہ جو شخص اس بات کو نہیں سمجھتا اور نہیں

جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے اس پر اور اس کے نفس پر کیا کیا حقوق ہیں اور اور وہ انہی کے آداب نہیں برتناس نے ادب کو کتنا کسے ڈال دیا ہے یعنی ادب سے دور ہے۔

خاصیت صوفیاء کے افراد نے رسول خدا صلی علیہ وسلم کی سعادت سے جو دور ہو کر اور پادشاهت و عبادت میں لگ کر ہر ایک ادب کو حاصل کیا ہے، لیکن ہمارے زمانے میں حدیسی ہمت ہے اور نہ کسی ارادت ہے اسی وجہ سے پھر نہ تمام عبادت پر نظر آتے ہیں اور نہ مریدوں کی خوب خوب تربیت ہو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر جاہلوں کا اعتراض کا موقع پڑتا ہے کہ یہ ادب کچھ نہیں کہ عبادتوں نے ایسا نہیں فرمایا اور اسکی باتیں نہیں لگی ہیں۔

راہبہا بالمجاهدات والمکابدات الی آخر وہ

یہ جو فرمایا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ نفس کو عبادت میں ڈال کر بچیں اور مشقتوں میں جٹا کر کے تلخ گھونٹ پلا کر نرم کر لیا جائے۔ جس نے بھی ایسا کیا اور مشاققات، ادب کی راہ طے کی وہ اس لائق ہو گیا کہ لوگ اس کی اتباع کریں۔ وہ ان مردان حق کی صحبت میں بیٹھنے کے لائق ہو گیا۔ جو ادب یہ صوفیاء ہیں۔ اب اس نے احکام دینا اور حدود دینا کو بھی لیا۔ مذہب کے اصول و فروع سے واقف ہو گیا۔ جہاں عقائد سے متعلق نہیں وہاں اس کے لئے عقائد اور شیخین کو رسالتے آتا اور میری و مرید کی حرام ہے۔ جیسا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے المشیخہ خلافت النبوة اسی لمی دعوة الخلق الی الحق (محقق خدا کو حق کی طرف دعوت دینے میں متشجع ہو کر نبوت کی خلافت ہے)

اور قرآن میں بھی اس معنی کی طرف اشارہ موجود ہے، فلی طلبہ سبیلک افعول الی اللہ علی نبیہ وآتوا من الشیء ما (پسٹ: ۱۰۸) آپ ﷺ نے یہ سیرا راستہ ہے میں بتاتا ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف، ہاں صحیح دیکھیں یہوں میں اور وہ بھی جو میری پیروی کرتے ہیں) یعنی جو میری پیروی کرتے ہیں وہ بھی سبیل و رہبان پر ہیں۔

اوطاق - تلخ ٹھانے اور زنی کرنے کے معنی میں ہے۔ لیکن یہاں پر پہلا معنی مراد ہے

یعنی جو لوگ اس کام میں داخل ہوتے ہیں اور عبادت صوفیاء سے اپنا تعلق قائم کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ کھانا پینا اور خرقہ میری مرضی سے ہو۔ اور میری کرنے والے میری اتباع میں لگے رہیں۔ چنانچہ جو افراد اپنے کو مشتاق سمجھتے ہیں وہ اسی فکر اور خواہش میں رہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ احباب ان کی اتباع و پیروی کریں۔ اسی وجہ سے خدا بھیلا ہے اور دشمنی پڑھتی ہے۔

اس عبادت کے دشمنوں اور سرگردوں کو یہ ہو گئی ہو جاتی ہے کہ اس میں سب کے سب ایسے ہی لوگ ہیں، اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں جو اصحاب صوفیاء کا کوئی فرد باقی نہیں ہے۔ صرف ان کے اثرات باقی ہیں۔

قول: فلسس السوفیاء بحب ان یکون لمن قد ادب نفسه بالاداب وراہبہا بالمجاهدات والمکابدات وتحمل المشاق وتحرق المورات فیکون قد جاوز المقدمات وقاد بالمشاغ الذین یصلحون للاہداء وصاحب رجال الصدق و عارف احکام الدین و حدودہ واصول الملہب ولعروہ فہن لم یکن ہلہ الصفة فہوام علیہ التصدی للمشیخہ والا راہبہ۔

(اشارہ شیخ ہے) مرقہ پہنا اس شخص کے لئے واجب ہے جس نے اپنے نفس کو تمام آداب سے موزن بنالیا۔ اس کو عبادت میں ڈال کر مشقتوں اور مشقیں میں جٹا کر کے تلخ گھونٹ پلا کر نرم کر لیا، اور اس شخص کے لئے بھی واجب ہے جس نے مقدمات کو طے کر لیا۔ عبادت کے آداب سے اپنے کو راستہ کر لیا، مقتدی کے لائق ہو گیا اور اب صوفی کی صحبت اٹھائی، دین کے احکام و حدود اور ملہب کے اصول و فروع سے واقفیت حاصل کر لی۔

جس شخص میں یہ سب اوصاف نہ ہوں اس کے لئے شیخین کو رسالتے آتا اور میری

ان سے اس طرح گفتگو کرے جس طرح باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے اور جس دین دنیا کی بھائی ہوتی ہے۔

قول: تم یہ حاملہ نفسہ بالمجاہلات و بتفقد من زمانہا و من نقصانہا و مالہا و ما علیہا۔

(ارشاد شیخ ہے) پھر قس کو چاہو گے میں لگانے اور اس بات پر نظر رکھے کہ

کہاں زانیہ ہو رہی ہے اور کہیں کی ہے کیا اس کے لئے مفید ہے اور کیا

مضر ہے۔

شرح: مقام تو یہ اور دروغ افتخار کرنے کے بعد مذکور کیا ہے؟ اپنے لہس سے جنگ کرنا بھی زیادہ ہے۔ اور قس سے جنگ دراصل اس کی مخالفت ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ قس کی موافقت یعنی اس کی مرضی پر چلتا۔ یہی فکر کی بنیاد ہے۔ اور قس کی موافقت ہی حقیقت میں خدا کی مخالفت ہے۔

اور اس بات کی تلاش و جستجو میں رہے کہ قس کی طرف سے کیا زانیہ ہو رہی ہے اور کیا کہی ہے یعنی جب ان مکمل ہو جائے تو اپنے محاسبہ کرے کہ زندگی کا ایک دن گزر گیا میں نے کیا حاصل کیا۔ اسی طرح جب رات بیت جائے تو اپنا حساب اور جائزہ لے کہ زندگی کی ایک رات کم ہو گئی اور میں نے اس رات میں کیا حاصل کیا۔ اس طرح اپنی زندگی کو یہی فکر کرے۔

مالہا اور ما علیہا جگہ کیا اس کا مضمون یہ ہے کہ بندہ اس فکر میں رہے کہ اس کے لئے اگر وہ اب کس میں ہے۔ اور غلاب و گرفت کا سبب کیا ہے۔ یعنی خیر یا خسارت اور ہواؤ ہونے کو ابھی طرح سمجھنا چاہئے۔

قول: یعرض حالہ علی شہدہ فیما یعرض لہ و علیہ فی کل وقت فقد لیس لیس بلیب من لم یصف ما بہ الی الصیب۔

(ارشاد شیخ ہے) اپنا حال اپنے شیخ کے سامنے پیش کرے جو کچھ اور جس

قول: و قبل من لم یتادب برویہ عیوب الغلالہ و عورات نفسه ولم

یعمل فی اذالہا بمعہدہ لم یعثر الاقضاء بہ۔

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جو معاملات میں اپنی

برائیوں پر اور قس کی رعیت پر نظر نہیں رکھتا اور ان کو دور کرنے کے لئے نہ

وجہ نہیں کرتا بلکہ ان تمام آداب سے خالی ہے اس کی اقتدا و پیروی جائز

نہیں۔

شرح: یعنی جو شخص اپنے فعل و عمل کے بعد اپنے اعمال کی آفتوں اور افعال کی برائیوں اور اپنے قس کی آرائش و پیکائش کو خوب سمجھی طرح نہیں جانتا اور اپنے اعمال و افعال کو برائیتوں اور خرابیوں سے پاک نہیں کرتا قس کو تمام آرائش سے صاف و شفاف نہیں کرتا وہ ماری خاتون یعنی تمام مساجحتوں کے باوجود ہمارے مافیہ نہیں کہ اس کی اقتدا کی جائے۔

قس کی رعیت خود پرستی ہے اور جو شخص خود پرستی سے پر از نہیں ہوتا وہ خدا پرست نہیں ہو سکتا۔

عارف میں آیا ہے کہ اہم ترین ادب یہ ہے کہ صادق (یعنی جو کمال صدف پر فائز ہیں) کو قوم کا پیشوا بننے کے لئے چھوڑ نہیں کرنا چاہئے۔

جب کوئی بد کہنے کو اللہ تعالیٰ نے اس کے سریدوں و سر مشدوں کے دل میں اس کے لئے حسن خلق پیدا کیا ہے اور گنہگار بیت پیدا کر دی ہے تو اس وقت ذرا ناچاہئے اس لئے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے امتحان اور آزمائش ہے۔ اور جہاں تک قس کی بات ہے تو اس کی پیکائش ہی اس بات پر ہوتی ہے کہ اس کو لوگوں کے درمیان مقبول ہونا اور مشہور ہونا پسند ہے۔

ہاں! جب شیخ اپنے حال کے اعتبار سے مقام چھین پر پہنچ جائے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے جو اس کی مراد ہے تو وہ سریدوں اور سر مشدوں کے رشتہ و ہدات کی طرف توجہ دے۔ اور اس طرح قسیم و تقسیم کرے جس طرح خیر خواہ اور شفیق لوگ کرتے ہیں بلکہ

بھی ہے۔ مرید کو چاہئے کہ وہ کسی حال میں بھی اپنے شیخ پر اعتراض نہ کرے۔ جو حکم دیا جائے اسے جاتا خیر میں لالائے۔ شیخ کے حکم پر اپنے علم و عقل کو سلا نہ کرے۔

اگر مرید سے کسی وقت بھڑکے حکم و ارشاد کی خلاف ورزی ہو جائے تو اس پر مہاجب ہے کہ وہ فوراً بھڑکے سامنے اقرار کر لے۔ اور بھر سزا دیجیہ کے طور پر جھگڑیں اس کے آگے بڑھنا

دے۔

ہاں! بھڑکے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مرید کی لغزش سے زیادہ سزا دیں۔ اس لئے کہ بھول اور لغزش کے سونے کا ثبوت و جواز شریعت میں موجود ہے۔



وقت پیش آئے اسے عرض کرے کہ کیا ہے کہ وہ شخص گھٹن نہیں ہے جہاں بھی حالت کو طیب کے سامنے بیان نہ کرے۔

شرح: یعنی کرامت و اجابت، نوازش و کرم اور توفیق سے متعلق جو حال بھی مرید کے سامنے آئے اسے شیخ سے کھول کر بیان کرے۔ جب اللہ تعالیٰ سب کچھ جان رہا ہے تو اپنے شیخ کے حضور پیش کرنے میں خرم سے کام نہ لے۔ اگر کوئی بری کیفیت پیش آئے تو اسے بھی عرض کرے۔ و مباحث کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا تو اختصارے میں عرض کر دے۔ اس لئے کہ اگر مرید کسی بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھ لیتا ہے۔ اپنے شیخ سے بیان نہیں کرتا۔ نہ مباحث و تصریح کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اور نہ اشارے میں عرض کرتا ہے تو وہ بات اس کی رو کے لئے رکاوٹ بن جائے گی۔ عقدہ یعنی گروہ بن جائے گا۔ عقدہ اس چیز کو کہتے ہیں جو سالک کو راہ میں حائل ہوتی ہے اور اس کو سڑک سے روک دیتی ہے۔ اور لطفہ فیصلہ لیس بلیب..... السی! آخر سہو جو کیا اس کا مضمون یہ ہے کہ وہ شخص سے خالی ہے جہاں بھی تکلیف مرہوں اور اسباب مرہوں کو طیب سے بیان نہیں کرتا۔ اگر وہ بیان کرتا تو طیب مرہوں کے مطابق اس کا علاج کرتا اور دائیں دیکھتا۔ بھی مثال دیکھ مرید پر صادق آتی ہے۔ مرید مرہوں سے اور شیخ طیب۔ اگر طیب، حکمت کی بات کیوں کو جانتا ہے اور مشق و مہربان بھی ہے تو اپنے کو اس کے حوالہ کر دے۔ کسی طرح کا اعتراض نہ کرے اگر طیب بٹھلی دوا دے تو اسے قبول کرے اور استعمال کرے اس طرح اگر شیخ دوا دے تو اسے بھی قبول کرے اور کھائے۔ اور اس بات کو بھی طرح طرح لے کر جس طرح وقت پر بٹھلی دوا شیخ دوا سے زیادہ مفید ہے اسی طرح وقت پر شیخ و کرکوی دوا بٹھلی دوا سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

اگر مرید اپنی ایک سانس بھی بھر سے پوشیدہ رکھتا ہے تو کج بات یہ ہے کہ وہ محبت بھر کے جو حقے میں ان میں خیانت کر رہا ہے جس طرح ظاہری مرہوں اگر طیب کے سامنے اپنی پیادگی کو بیان نہیں کرتا اپنی کینھت کو بیان کرنے میں غفلت پائی اور روش کوئی سے کام لے رہا ہے تو ایسی صورت میں وہ بجا و رعی رہے گا بلکہ شاید ہلاک بھی ہو جائے۔ اسی طرح با فرق با ملی مرہوں

شرح: یعنی سرید پر لازم ہے کہ وہ احکام سے متعلق روزانہ اپنے ہر سے دریافت کرتا رہے، وقتاً فوقتاً اپنی بیاریوں اور عیالوں کو اپنے اقوال و افعال کو شیخ کے سامنے عرض کرتا رہے تاکہ ہر اس کی بیاریوں اور عیالوں کے مطابق اس کا علاج کریں، وہاں کہیں تباہی نہ کریں اور اس کے سوالوں کا جواب دیں۔ اگر سرید ایسا نہیں کرتا تو قہراً وہ سلوک کی راہ غلط نہیں کر رہا ہے۔

اور حکمی عن جماعۃ من الموردين..... الخی انخوہ۔ جو خیر ماہ کیا اس میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت شلی علیہ الرضی کی خدمت میں سریدوں کی جماعت آئی۔ اور چوں کہ ان لوگوں نے حضرت کے دست کو دریافت نہیں کیا اس لئے حضرت نے ان کو ٹانگوں میں ٹٹا لیا۔

الغفلة - الغفلة کی "غف" سے "تحرک" ہے اور غفیل کی جمع ہے۔ یعنی جب وہ لوگ حضرت شلی کے سریدوں میں تھے اور اس کے باوجود نہ پتا کچھ حال بیان کیا اور نہ سلوک کے مسائل دریافت کیے تو حضرت نے ان کی تشریف نہیں کی بلکہ عرض ہو بالاخر کے زہدین ان پر ملامت کی۔

قولہ: ثم بطالب نفسه بالمنازل والمقامات علی توتیبها ولا

یتقل من مقام الایعد تصحیح ادا بها

(ارشاد شیخ ہے) پھر اپنے نفس سے منازل و مقامات کا ترتیب دار خطاب

کرے اور جب تک ایک مقام کے آداب کو شیخ و درست نہ کر لے

دوسرے مقام کی طرف منتقل نہ ہو۔

شرح: یعنی مقامات اور منازل کو اپنے آپ سے طلب کرے اور اس بات ۵ یال رکھے کہ وہی ترتیب قائم رہے جس کو اس راہ کے واقف کاروں نے بیان کیا ہے۔ ایسا کرنے ہی پر کا مکمل ہو گا اور سلوک کی سیرگی راہ ملے ہوگی۔

اس کو یوں سمجھئے کہ مقامات میں پہلا مقام توبہ ہے پھر مقام درع ہے۔ جب تک مقام توبہ کو لکھنے سے نہیں کرتا مقام درع میں قدم نہیں رکھے۔ مقام توبہ کو طے کیے بغیر مقام درع میں قدم کو کھینچ بھی نہیں ہوگا۔ اسی طرح تمام مقامات میں ترتیب اور ادب کو لحاظ خاطر رکھے جب تک نیچے کے مقامات طے نہیں ہو جاتے بلند تر مقام کی طرف رخ نہ کرے۔

فصل - ۱۵

قولہ: حکمی عن الشیخ ابی محمد بن مسلمة رضی اللہ عنہ قال کل مرید لا یصبح له فی الیوم کذا و کذا مسئلة فانه ما

سلک الطريق.

و حکمی عن جماعۃ من الموردين عند الشلی فور جدم غفلة

لم یذکروا

مسئلة فانه

کسی حزنا بآلہ الصبہ ان ہوی منازل من یمھوی معطلۃ قدر

(ارشاد شیخ ہے) حضرت شیخ ابی محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہر مرید

جو روزانہ اپنے مسائل کو (اپنے شیخ سے) شیخ و درست نہیں کر لیتا وہ قہراً

طریقہ کا مالک نہیں۔ کہا گیا ہے کہ مریدوں کی ایک جماعت حضرت

شلی کی خدمت میں حاضر آئی اور آپ نے ان لوگوں کو قائل پایا۔ اس لئے

کہ ان مریدوں نے کسی مسئلہ پر گفتگو نہیں کی۔ اور کچھ دریافت نہیں کیا۔

اس پر حضرت نے یہ شعر پڑھا

والہ غفلة (عاشق زار، زار) نے لئے یہ حزن و ملال کی بات ہے کہ وہ

اپنے محبوب کے منازل (دلوں) کو غائب اور دیران دیکھے

قوله: قال عليه السلام لو اتزن ايمان أبى بكر مع ايمان أمى

أهل الأرض لوجع وقال عليه السلام مافاق أبو بكر

بكثر الصلوة والصيام ولكن بشئ وقوفى قلبه.

(ارشاد شیخ ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ابو بکر کے ایمان کو روئے

زمین پر لئے دلی میری تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو

یشیا ابی بکر کے ایمان کا وزن مجاری رہے گا اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی

فرمایا ابو بکر کو حرکت نماز اور حرکت روزہ کی وجہ سے برتر ہے حاصل نہیں ہے

بلکہ اس چیز کی وجہ سے وہ افضل و برتر ہیں جو ان کے دل میں ڈال دی گئی

ہے۔

شرح: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد بابا احادیث کا اس بات کے لئے بطور

دلیل پیش کیا ہے کہ ظاہری اعتناء کے حرکات سے جو اعمال ظہور میں آتے ہیں ان سے بہتر دل

کے حرکات سے جو دل میں آتے والے اعمال ہیں۔

السوق: لغت کے اعتبار سے اس کا معنی کان کا بہر ہونا ہے اور اصلاحی معنی اونچا سنا

ہے یعنی نوسہ میں وقوف کا فائدہ کی اختصار کے ساتھ بھی آیا ہے۔

یعنی حضرت ابو بکرؓ کا عبادت و رسول کے بعد تمام لوگوں پر بہت زیادہ نماز پڑھنے اور بہت

زیادہ روزہ رکھنے کی وجہ سے فضیلت ماب نہیں ہوئے۔ بلکہ اس بزرگ چیز کی وجہ سے فضیلت

حاصل ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈال دی۔ لہذا یہ ثابت ثابت ہوگئی کہ دل کے حرکات

سے ظہور میں آنے والے اعمال ظاہری اعتناء کے حرکات سے ظہور میں آنے والے اعمال

بہتر و اعلیٰ ہیں۔ جہاں تک ظاہری اعتناء کے ذریعہ جو دل میں آتے والے اعمال کا تعلق ہے تو اس

میں محمد رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ برابر ہیں۔ جس طرح حضرت ابو بکرؓ کا اعمال کا ادا نگی

کرتے دوسرے صحابہ بھی اسی طرح کرتے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دل میں جو بات پہنچی ہوئی تھی اور جس کی وجہ سے ان کو تمام

قوله: ولا يستغل بالزهد الا بعد الفراغ من الورع وما أشبه ذلك

التي أن تصير المعاملات التي القلوب.

(ارشاد شیخ ہے) اور تمام زہد کو گنج و درست کرنے میں اس وقت تک

مشغول نہ ہو جب تک مقام ورع سے فارغ نہ ہو جائے۔ اسی طرح اور

مقام کو سمجھ۔ یہاں تک کہ معاملات ظاہر سے معاملات قلوب تک پہنچ

جائے۔

شرح: یعنی معاملات ظاہر سے معاملات دل تک رسائی ہو جائے۔ اس لئے کہ

اہل کامل کی کامیابی ہے۔ جو دل تک پہنچ گیا ہے۔ راستہ میل گیا۔

قوله: وقال بعضهم العمل بحركات القلوب اشرف من العمل

بحركات الجوارح.

(ارشاد شیخ ہے) جماعت صوفیاء کے بعض حضرات نے کہا ہے کہ دل کی

حرکاتوں سے کام کرنا جوارح کی حرکاتوں کے عمل سے زیادہ اشرف و اعلیٰ

ہے۔

شرح: اگر اس عمل سے فکر، مراقبہ اور احوال باطن سراہیں تو یہ کیسی اعلیٰ بات

نہیں۔ اس لئے کہ ایک لمحہ کا فکریں کی عبادت سے بہتر ہے۔ فکریں ساعدہ صغیرہ میں عبادت

مستہ موجود ہے۔ اور اس میں عمل سے خوف، امید، تامل، مصداق اور اخلاص وغیرہ مراد ہیں تو یہ بھی

ظاہر اور مست ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ جس نے دل کا طوطا کیا اس نے مراد پالیا۔ اور جس نے

دل کی راہ کم کر دی وہ اس قلعہ کی آج سے آتی اور پیچیدگی دیا گیا کہ پھر خود پاتا نہیں۔ اور یہ جو

کہتے ہیں کہ طالب کو چاہئے کہ خدا کو جہت و مست میں اور دنیا و آخرت میں تلاش نہ کرے۔

بہشت میں بھی طلب نہ کرے بلکہ طالب اس کا پانچ اندر تلاش کرے۔ اس کی راہ خود اس کے

اندر ہے۔ ورنہ انفسہ کم انقلابیہ (اللہ یات ۲۱) (خود ہمیں پیدا تو کیجئے

نہیں) میں ہی بات کی طرف اشارہ ہے۔

(ارشاد شیخ ہے) اور حضرت ابو بکر نے مرتد سے قتال کیا تاکہ اسلام کی

حفاظت ہو سکے۔

شرح: حضرت ابو بکر کا اہل روہ سے جنگ قتال کرنے کی بات بھی حضرت شیخ

رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو بکر کی فضیلت و بزرگی کی تائید میں کی ہے اور یہ قتال حضور نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد ہوا تھا۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ مسجد میں آئے رخت الیسا لیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگے آؤ وہ آگے آئے۔ دوسری بار فرمایا قریب آؤ وہ قریب آئے پھر ارشاد ہوا اور قریب آؤ وہ اور قریب آئے۔ اسی طرح چند بار قریب آنے کا حکم دیتے رہے اور وہ قریب ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ صدیق اکبرؓ کا زانو سر کا روہ عالم ﷺ کے زانو سے مل گیا۔ وہاں پر ایک اعرابی بھی موجود تھا وہ کمر سے ہونے اور عرض کیا یا رسول اللہ! صدیق اکبرؓ کو یہ مقام جو حاصل ہوا وہ اسی وجہ سے حاصل ہوا ہے کہ انہوں نے چالیس ہزار دریا پر پیشہ دلوں پر اور چالیس ہزار دریا کھلے جام پینے کیا ہے۔ اگر میں بھی اسی ہزار دریا حاضر کروں تو کیا مجھے بھی یہ موقعہ حاصل جائے گا؟

حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اعرابی نے عرض کیا اگر اسی ہزار کا وہ کانا پیش کروں؟

حضور ﷺ نے فرمایا: پھر بھی نہیں۔ اگر تم اسی ہزار کا دس گنا بھی پیش کرو گے تو اس

مقام کہیں تکھی سکتے۔

اعرابی نے عرض کیا: حضور! کیا کیوں؟

ارشاد ہوا ابو بکر بزرگی و عظمت کے جس مقام پر توفیق نہ فرمائی وہ سر فرمائی مال و دولت اپنا کر

کرنے کی وجہ سے انہیں حاصل نہیں ہے بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہے جہاں کے دل میں ذال دلی لگی ہے۔ بخود وہ جہاں خداوندی و عظمت الہی ہے جہاں کے سر میں موجود ہے۔

ان باتوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جو مقام خاص حاصل تھا وہ دوسروں کو نصیب نہیں تھا۔

لوگوں پر فضیلت و بزرگی حاصل تھی اس کی تائید میں حضرت شیخ نے فرمایا ہے۔

قولہ: لہذا ظہور من حالہ بعد وفات رسول اللہ ﷺ مالم یظہر من

حال غیرہ حین صعد المنبر فحمد اللہ و انشی علیہ ثم قال

من کان منکم بعد محمداً فان محمداً قدمات ومن کان

منکم بعد رب محمد فان رب محمد حتی لا یصوت۔

(ارشاد شیخ ہے) چنانچہ یہ بات اس وقت ظاہر ہوئی جب رسول اکرم ﷺ نے وفات

پائی یہ بات کی اور صحابی کے حال سے ظاہر نہیں ہوئی۔ جب کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت

تینہیں ہزار صحابہ موجود تھے۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی تحریر فرمائے۔ سب سے پہلے اللہ

تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ پھر فرمایا جو لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرتے تھے وہ اس میں

محمد ﷺ کا پات مانگے۔ اور جو محمد رسول اللہ ﷺ کے رب کی عبادت کرتے تھے وہ یہ سمجھ لیں کہ محمد ﷺ

کا رب زندہ ہے اور اسے بھی موت نہیں آئے گی۔

شرح: یہاں پر بزرگوں کا کہنا ہے کہ ان سمجھ سکا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے کیا دیکھا

تھا جو ان کے سر نے ایسی شغولی اختیار کر لی کہ کوئی چیز ان کی پانی تک نہ پہنچ سکتی۔

فستان مابین القصور میں تھیں۔ یہ بات لگتی ہے کہ دونوں تقسیم میں فرق ہے۔

یعنی اہل ظاہر کی تقسیم کچھ ہے اور اہل باطن کی تقسیم کچھ اور۔ اہل ظاہر کا دعویٰ تقسیم یا اولاد کے

انتقال (کے صدور) سے بخروج ہو جاتا ہے اور اہل باطن کا امتداد۔ ہم یہ ہے کہ یہ وہ جہاں ﷺ کی

وفات پر بھی پائے استقامت میں ریش نہیں آئی۔

مکن ہے کوئی کہتا ہے کہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اس سے تو شریعت کی (ظاہر) تقسیم ہو رہی ہے

حالانکہ اہل باطن نہیں۔ کیونکہ بندوں کی عزت و ذلت (کی پرواہ جو ظاہر ہے) کا اللہ کی طرف

سے عزت و ذلت (کی پرواہ جو پیشہ وہ ہے) کے مقابلے میں ہر طرح سے پہنچ ہونا حقیقت اور

ثابت ہے۔

قولہ: وقاتل اهل الردۃ حتی حفظ الاسلام۔

نفس کی حفاظت کا معنی یہ ہے کہ اپنے ظاہر و باطن پر نگاہ رکھے۔ تاکہ اس کا کوئی ایسا عمل، ایسی گفتگو اور ایسی سوچ نہ ہو جو عبادت و احترام کے معنی میں ہو۔ جو شخص بقتا تریب ہوتا ہے اور بختا دیہ تہرت سے سر فرزا رہتا ہے وہ نفس کی حفاظت اتنا ہی زیادہ کرتا ہے۔ نفس کی حفاظت میں اس حد تک کوشش ہو کہ اس کو ہمیشہ حضوری حاصل رہے۔ آپکے سانس بھی حضوری کے بغیر نہیں گذرے۔ اگر آپکے چشم زدن بھی غائب رہا، آپکے لفظ بھی حضوری کے بغیر زبان سے نکلا یا بغیر حضوری کے آپکے عمل بھی صادر ہو، تو گرفت رکھی ہوئی ہے اور غیب میں پڑنا ہے۔ ایسا اس لئے کہ آپکے دل نے ہر لمحہ بھی خداوند تعالیٰ سے دور رہنا غائب ہے۔ ہر پوری لاکھوں دوزخ سے بھی زیادہ سخت ہے۔ جس کے دل پر حال حق کی عظمت جلوہ گاہ ہوتی ہے اس کے کوئی بھی ایسا عمل صادر نہیں ہوتا جو دل کی حضوری کے بغیر ہوا و ردہ شخص غیبر کے ساتھ اپنی مشغولی سے اتنا غور و درہوتا ہے کہ گویا اس کی گردن الٹی چاہی ہے اور اس کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ حال اشیاء مکمل کے وقت وہ بجا چھوٹا ہوا چاہتا ہے اور سونے کے وقت نیندا رہا کرے کہ اس دوسری چل جاتی ہے۔

اور جتنی سے غافل نہیں ہوتا اس کی ہر سانس اور اس کے ہر ٹہل کے وقت اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت غالب رہتی ہے۔ اور اللہ سرِ احقرت کی ہیبت سے اس کے دل کا یہ حال ہوتا ہے کہ گویا ہر عمل کے وقت حق سبحانہ تعالیٰ اس کے سامنے ہے۔ اہل تصوف کے نزدیک حضوری یہی ہے اور یہی مقام خشیہ ہے۔ المخلصون علیٰ خطیہ عظیم (اہل خلوص پڑنے خضروں میں ہوتے ہیں)

مرو کہ اس راہ میں ہوشیار رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ راہ کعبہ کی راہ نہیں ہے جس میں مرد و عورت دونوں برابر ہوتے ہیں۔ یہ تو مردوں کی راہ ہے اور اس میں خطر ہے ہی خطر ہے ہیں۔ اس راہ میں جو خواہشات اور آرزو و تمنا کے ذریعہ داخل ہوتا ہے وہ خواہشات کی ذرہ ہو جاتا ہے اور جو مرد ہیں وہ اس راہ کو ہمت کے ذریعہ طے کرتے ہیں۔ لیکن بزرگوار مرد میں کوئی ایک ہی قصور و تک پہنچتا ہے جہاں تک کوئی کا سوال ہے کوئی تو سب کرتے ہیں کہ ہم اس مقام تک پہنچ چکے ہیں۔

کسا قبل عبادۃ الفقیر نفی الخواطر - یہ جو کہا گیا کہ فقیر کی عبادت خضرات کا

قولہ: وقال بعض المشائخ اذا صارت المعاملات الى القلوب استرحمت الجوارح لحيوتہا يشغل بعمارة الباطن و مباشرة الأحوال ومراعات الأسرار و عدد الانفاس کما قبل عبادۃ الفقیر نفی الخواطر.

(ارشاد شیخ ہے) اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جب ظاہری معاملات دلوں تک پہنچ جاتے ہیں تو ظاہری اعضاء کو آرام مل جاتا ہے۔ اس وقت صوفی باطن کا پاؤں کرتے، احوال کو درست کرتے، اسرار کی حفاظت کرتے، اور انفاس کو کم کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا فقیر کی عبادت خضرات کا دور کرتا ہے۔

شرح: یعنی جب ظاہری معاملات کی سرائی باطنی معاملات تک ہو جاتی ہے اور ظاہری مشغولیت کا جامہ وہ باطنی مشغولیت تک پہنچ جاتا ہے تو ظاہری اعضاء کو ظاہری جامہ سے فرصت مل جاتی ہے اس لئے کہ اسرار کی حفاظت اور باطن کی آرامگاہی جس کے مقاصد ہوتے ہیں اس کو ظاہری جامہ سے فرصت نہیں ملتی۔ وہ طرح طرح سے نفس کی حفاظت میں نگاہ پرتا ہے اس کے بعد وہ باطن کا پاؤں کرتے میں مشغول ہو جاتا ہے اور یہ مقاصد جو مرقوم مقاصد محمودہ سے بدلے جاتے ہیں ان کی درگاہ اسرار کی حفاظت ایسی نعمت ہے جس کے لئے خواہ مخواہ نہیں ہیں۔ ان کو ایسے اسرار عطا کر دیئے جاتے ہیں جن سے عوام محروم ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہر عورت اور خصوصیت میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ اور خصوصیت کا فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

و عدد الانفاس - ان سانسوں کا گنتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ چلی جائیں۔ یعنی آدمی جتنے بلند مرتبہ پر فائز ہوتا جائے گا اور اس کے اندر رہائشی کی برحق جانے کی اتنی قدر اس میں اجود اتنا اس اور عروجی و در خواہست کی کیفیت برحق جانے کی۔ اور خوف غالب ہوتا جائے گا۔ سرکاری وقار و رسول اللہ ﷺ کے فرمانا انا اھل کم کم باللہ و اھل کم کم للہ (میں اللہ تعالیٰ کو تمہارے مقابل میں زیادہ جانتا ہوں اور اس سے زیادہ ڈرتا ہوں) میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

نبویؐ) میں دیکھے۔ اگر وہاں بھی نہیں ملے تو اجتہاد سے کام لے اور اجتہاد کا ہر ذریعہ بیان ہو اسی کا اختیار کرے۔

جو حقیقت کا جو عیار ہے اور شریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں وہ مدعی اور جھوٹا ہے۔ ہر دلو چاہئے کہ اپنے تمام احوال میں اپنا پاسبان رہے اور اپنی عمر کی سانسوں کو صدق کے سیار اور کسوٹی پر پرکھتا رہے۔ یہاں پر دو باتیں سامنے آئیں گی۔ یا تو اس کو حقیقت پر پائے گا یا شریعت پر۔

عبادۃ الفقیر نفی العواطر کا معنی شاید یہ ہو کہ ٹکاسدخیلا کت کو اور ان باتوں کو جو راہِ دل کے لئے حجاب ہوتے ہیں اپنے سے دور کرتا رہے اور اپنے پاس ان کو نہ لگنے دے۔ جیسے کہ لامات کی لگا کر دریا سے گزر جاتے، ہوا میں اڑتے، پانی پر چلے، ہر قسم میں ہاتھ لگاتے اور پھل آجاتا۔ یا جن سمندرِ ثقیانی کے نامیں بندوں میں شمار ہو جاتے یا وہ اپنے غرور سے مجھ کو حکمت دے دے۔ یا قوم کے رہبر و مقتدان جانے اس طرح کی آرزو و تمنا سنا کہ کس لئے دل کے حجاب ہے۔

لیکن جب محبت قوی ہوتی ہے اور استغراق کی ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ اس وقت کسی غیر کی آواز سنائی نہیں دیتی اور اس کے سر میں کسی غیر کی جگہ نہیں ہوتی تو اس وقت تمام مناظر اس کے سر کے لئے محبوب ہوتی ہے اور اس کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ دوست کو دیکھتا ہے، دوست سے گفتگو کرتا ہے، دوست کی باتیں سنتا ہے۔ اس کی زبان خاموش رہتی ہے اور اس کا دل یوں ہے۔ پھر اس کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ وہ باطن میں محبوب کا مشاہدہ دیکھ کر کہتا ہے جیسا کہ ظاہر میں دیکھ رہا ہے۔ اس وقت کسی غیر کا خیال کیا جائے گا۔

قولہ: **ولیس الحمد للہ کل الحمد** اُن بفضلہ بنا اینہ بقول المشین و مدح

السماد حصن بل یو جمع الی ما یعرف من نفسه کما قبل لیس

سما ع الألفاظ کما شاهدة الألفاظ.

(ارشاد شیخ ہے) اور اس بات سے ابھی طرح قوت پانچنے کو لوگوں کی

تعریف و توصیف سے اس کے بقول اُن احوال چاہو رہا دشت ہو جائیں۔ بلکہ

دور کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سامنے جو معاملہ بھی آئے اس میں وہ غور و فکر کرے اور حقائق تحقیق سے کام لے کر دیکھے کہ اس میں حق (کی رضا) ہے یا نہیں۔ اگر حق ہے تو اس پر عمل کرے اور اگر اس میں حق کی رضا نہیں ہے تو چھوڑ دے۔ اس لئے کہ جو معاملہ بھی سامنے آیا ہے کوئی ضروری نہیں کہ وہ الہام ہی ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ شیطانی دوسرے نفس کی پیداوار ہو۔

ہر وہ کام جس کی ابتداء کر رہا ہے یا جس سے غلی کا پھیرا کر رہا ہے یہ سمجھتے ہوئے نہ کرتا جہدِ عمل کر رہے ہیں تو اس میں غلی کا امکان بھی موجود ہے۔ ہو سکتا ہے کہ توبہ پر عمل نہ کرے تو کفر میں پڑ جائے۔ لہذا جہادِ جدل میں آئے اس کا کوئی بھی طرح سمجھ لے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ ہر ملہ ہے اگر حق بھلائی قتالی کے حکم کی تفسیر کا تو ثریب تمام غیروں کی اصلاح قصود ہے تو اس کو حق سمجھو اور اس پر عمل کرے۔ جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا: **قلب ان عصبہ عصبہ اللہ**.

میرے پاس دل ہے اگر اس کی تاثر ماننی کرتا ہوں تو یہ اللہ کی تاثر ماننی ہوگی۔ یہ اس دل کی بات ہے جو دائمی پر لگ چکا ہے۔ اور ایسا بھی کہتے ہیں کہ عام لوگوں کے دل پر جھجھڑ ہے۔ قہر آتی ہے، وہ خاطر ہے۔

جماعت صوفیہ کے نزدیک جو حق کی جانب سے آئے وہ خاطر ہے، جو شیطان کی جانب سے آئے وہ دوسرے، اور جو نفس کی طرف سے آئے وہ ہوا جس ہے۔

کہتے ہیں کہ خاطر دوسرا دوسرا ہو جس میں فرق یہی کر سکتا ہے جس کی غذا حلال ہے۔ جو حرام کھانے والا ہے اس کے لئے سب دوسرا ہی ہے، خاطر نہیں ہے۔ اور جس کی غذا مشیت ہوتی ہے اس کے لئے خاطر اور دوسرا ملے جلتے ہیں اور نفس کی لاشیں جب اسے اپنی طرف مائل کرتی ہیں تو وہ اپنی جگہ لگ رہتا ہے اور وہ حق سے دور نہیں ہوتا۔ اور اگر خاطر کی طرف سے خطہ کا مطالبہ ہو جائے تو یہ گناہ اس کا حال ہو جاتا ہے۔ ایسے گناہ سے معافی کا مطلب کارر رہتا

چاہئے۔ جس طرح اور دوسرے گناہوں سے معافی مانگنا ہے۔

اگر اس کے سامنے خاطر کی طرف سے کوئی مشکل معاملہ آجائے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی

کتب (قرآن کریم) میں تلاش کرے۔ اگر وہاں نہیں ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت (اماریت

روزے کا قہر بھوک ہے اور بھوک دل کے خون کم کرتی ہے۔ دل کو سید کرتی ہے اور دل کی نشوونما اس کا نور اور روشنی ہے۔ بھوک دل کی چربی کو بھونک دیتی ہے۔ دل کی چربی پھیلنے کی علامت برقع ہے اور دل میں رقت کا پیدا ہونا بھونک کی گئی ہے۔

شب بیداری کا قہر یہ ہے کہ دل غلغلہ بفری سے صاف ہو جاتا ہے۔ اس سے دل کو صفائی اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ جب بیداری کا قہر بھوک سے حاصل ہونے والی صفائی کے ساتھ ہو جاتا ہے تو اس وقت دل ستارہ کے طرح چمکنے لگتا ہے اور آنکھ کی طرح جھلک ہو جاتا ہے پھر جمال حق کی جلوہ گری ہونے لگتی ہے اور سالک کے اپنے دل میں آخرت کے بلند ترین درجات اور دنیا کی حقارت و آفات کا شعلہ و کرنے لگتا ہے۔

شب بیداری بھی بھوک سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات سچ اور درست ہے کہ شکر بر بھی رہیں اور شب بیداری بھی کریں یہ ممکن ہے۔

نیز سے دل خست اور مردہ ہو جاتا ہے۔ ہاں! چنتی ضرورت ہے تا سونا چاہئے۔

شب بیداری سے بھی اسرار کا انکشاف ہوتا ہے جیسا کہ بیداروں کی صفات بیان کی گئی ہے کہ فائق ان کی بقاء ہے۔ غلب ان کی نیند ہے اور ان کی گفتگو ضرور جاتا ہے۔ دنیا تا مرداری کی جگہ ہے۔ مراد کی جگہ تو بہت ہے مرید کی اپنی کوئی مراد نہ ہو جس طرح دوسرے لوگ مراد کے پیچھے دوڑتے ہیں اس کی طرح مرید کے سامنے اس کی بے مرادی ہو۔ مرید کا کام دوسروں کے برکس ہونا ہے۔ مرید کے کام دوسروں کے کام کے پیچھے نہیں ہوتے۔ دوسرے لوگ قربانی مراد پر خوش ہوتے ہیں ہر مرید جیسا کہ اپنے کپڑے کی آرزو میں لگا رہتا ہے وہ مراد کی شرط سے باہر ہے۔

مرید کا سر باریق ہو جھانکنا ہے جو دکھ درد، مصیبت و پریشانی اس کے سامنے آتی ہے۔ درد و غم کے ساتھ اس کا استقبال کرتا ہے۔ رنج و غم اور قہر میں صبر سے کام لیتا ہے۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا اپنے صبر اور ناکہ سے نہیں زیادتی دہی کے لئے کسی سے۔ جبکہ وہ بال نہیں کرتا۔

ہاں! جان باقوں پر صبر نہیں کر سکتا اس کو کھدایا جائے کہ وہ بازار جائے جہاں لوگ محنت و مشقت کرتے ہیں اور پسینے بہاتے ہیں وہ ہیں جاں فانی خواہشات کی پھیل کرے۔

جب اس کی تعریف ہو رہی ہو تو اس وقت اس کو اپنے نفس کی معرفت حاصل رہے جیسا کہ کہا گیا ہے الفاظ کا منہا آنکھ سے دیکھنے کے جیسا نہیں۔

شرح: انی یفسد بملابہ۔ یہاں بدایت اس لئے کہا کہ تمہیں تمام تکین پر ہوتا ہے اور جب کوئی تمام تکین پر پہنچ گیا تو اس وقت مدح و ثناء اور تعریف و توصیف سے اس کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچتا۔

لیس سماع الالفاظ کمشاہدۃ الالفاظ۔ یعنی الفاظ کا مشاہدہ الالفاظ

کے جیسا نہیں۔

الحفاظ۔ حفاظت ہے اور یہ دیکھنے کے معنی میں ہے۔

سالک جب دل کی آنکھ کو کھول دے اور اسی چشم دل سے اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو قہر کے دوسرے اور وصل حق کی خوش گمانی کے باوجود سر سے پاؤں تک زاری زاری نظر آتا ہے۔ مار لپھے نفس کو بڑوں بت کے سامنے جھوڑ دیتا ہے۔ جب سالک اس عالم میں ہوتا ہے تو پھر مدح و ثناء کرنے والوں کے تقریبی اور قریبی کلمات پر کیے فریاد ہونے لگتا ہے۔

لیس سماع الالفاظ کمشاہدۃ الالفاظ

اصل ملوک کے یہاں مثل کے طور پر اشتغال ہوتا ہے جیسے شریعت میں کہتے ہیں لیس

المعبر کا المعافہ (منہا دیکھنے کے جیسا نہیں ہو سکتا)

قولہ: ویعود نفسہ صیام النهار و قیام اللیل و خلدۃ الأنحوان۔

(ارٹھادش ہے) اور نفس کو اس بات کا مادی بنائے کہ وہ دن کو روزہ رکھے، رات کو

قیام کرے اور اپنے بھائیوں کی خدمت میں لگا رہے۔

شرح: چیتھیں با تمہیں با تمہیں ہیں جو نفس کے لئے مصیبت بنتی ہیں اس لئے کہ ان کے

وقت کھانے پینے اور رات کے وقت سونے میں نفس کو لذت ملتی ہے جب کوئی دن میں روزہ دار رہے گا اور شب بیداری کرے گا تو اس طرح نفس کو دن اور رات کی لذتوں سے روک دے گا۔

چاہئے کہ وہ مردوں کے حقوق اس پر واجب ہیں۔ اس کے حقوق دوسروں پر واجب نہیں ہیں۔

قولہ: **قال العجید، رحمۃ اللہ کل مرید لا یعود نفسه صیام النہار**

و قیام اللیل فکأنه تمعی مالا یصلح له.

(ارشاد شیخ ہے) حضرت عیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہر وہ مرید جو اپنے

نفس کو دن میں روزہ رکھنے اور رات کو بے کائے مادی نہیں بناتا تو گویا وہ

ایسی چیز کی قنات کرنا ہے جہاں کے لئے شیخ درودست نہیں۔

شرح: یعنی ہر چیز کے لئے سبب اور شرط ہے جب کسی کو کسی چیز کی طلب ہو تو اس

کے سبب اور شرط کو مکمل میں لائے۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو اس سبب کی طلب بغیر سبب کے اور شرط

کی طلب بغیر شرط کے ہوگی۔ اس کو صرف قنات کہیں گے طلب نہیں کہیں گے۔ ولہذا **سبب اللہین**

بالمعنی (دین قنات کا نہیں ہے)۔

لوگوں نے کہا ہے کہ بندہ گاؤس کی مرید پر تہمت بٹا کر فری بنیاد ہے۔ پس کی بھڑک رہی

سے بڑا عجب ہے۔ اس لئے کہ نفس کی اتباع حق کی مخالفت ہے اور حق کی مخالفت ہی تمام جہالت کا

راز ہے۔ جب نفس کی مخالفت ہوتی تو اس وقت اپنی آرزو و تباہی نہیں رہتی جو نفس کی مخالفت کرتا

ہے۔ وہ شیطان کی مخالفت کرتا ہے اور شیطان کی مخالفت وہی کرتا ہے جس کی لگا ہوں کے سامنے

موت، قہر اور قیامت ہو۔ بندہ کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ سے حق کے حقوق کا مطالبہ کرتا رہے اور

بندہ کو اپنے آپ سے ایسی دشمنی ہو جس کی آزمائش کو اپنے باپ کے قتال سے ہوتی ہے۔

قولہ: **ثم یسواعی اوقاتہ بعضہ من البعض فان الوقت اذا فاقا لم**

یحدواک.

(ارشاد شیخ ہے) مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے اوقات کا خیال رکھے ان کو کثیر

میں لگانے پر شک و دقت جب گذر جاتا ہے تو اس کو ٹھاننا نہیں چاہیگا۔

شرح: اس جملہ کا مقصد و مفہوم بس ایک ہی ہے کہ جو دن گذر گیا اس کو دوبارہ

حاصل کرنا محال ہے اور جو دن آنے والا ہے اس میں اس بات کا شک پایا جا رہا ہے کہ وہ دن نصیب

بھائیوں کی خدمت کی جو بات کہی گئی اس سلسلے میں یہ معلوم رہے کہ جو بیویوں کی

خدمت کرنے میں بہت سارے فائدے ہیں اور وہ فائدہ تاکہ یہ ایسے ہیں جو خدمت ہی کے لئے

خصوصی ہیں۔ کسی سے لوگوں نے یہ چھلسم مسندت قال خدمت فسدت. آپ بڑے کیسے

ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں نے خدمت کی اور بڑا دن کیا۔ کہا بھی جاتا ہے جس خدمت خدام جو

خدمت کرتا ہے وہ فخر و ہم ہوتا ہے۔

اس خطے میں حج کی شرط اس لئے لکھی گئی کہ ہر شخص خدمت کے لئے مستعد و تیار

رہے۔ جو روزے ہیں ان سے تو خدمت نہیں ہو سکتی لیکن جو عجاہ ہیں ان کو تو خدمت کرنی

چاہئے۔ حضرت شیخ ابوالہاس رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا مرید کا کسی ایک

خدمت میں لگے ہمارا سوکھت نفس غارت سے بہتر ہے۔ جو بڑا سارا دار و خواہش پر کم کرتا ہے وہ نفس

کی آزمائش و تہمتی کر رہا ہے چاہے وہ کام اپنی ذمیت کے اعتبار سے مشکل اور سخت ہی کیوں نہ ہو۔

ہاں جو اس کے حکم پر عمل کرتا ہے وہ حق کی قربان برداری کر رہا ہے۔ چاہے وہ کام

دیکھنے میں مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

مرید کو چاہئے کہ شیخ کے ساتھ ہر وہ پائیں دونوں حال میں راست باز رہے تا کہ حاصل

مصدق کے مطابق شیخ کی وہ شفقت اس پر ہوتی ہے جو عین سال اور تیس سال کے بچہ پڑے سے

بھی حاصل نہیں ہوتی۔

اگر مرید کو کام چاہئے کہ تاک میں کود جائے اور یا میں ڈوب جاؤ۔ تو بغیر سوچے سمجھے اور

بیخبر کی گزرتہ روزہ کے فراموش کرے اس لئے کہ شیخ بغیر و کتبہ سمجھے کی بات نہیں کرتے۔

خام پر لازم ہے کہ ہر شخص کی خدمت میں لگا رہے۔ ہر رنگوں کے تسکین قلب اور

طمینان خاطر کا سامان بچ کر رہے تا کہ وہ اور اور و غافل اور اپنے معمولات میں لگے ہیں اور

طمینان کے ساتھ اپنا کام کریں۔

ایسا کرنے پر خدمت کرنے والوں کو وہ نعمت حاصل ہوگی جو عجاہ سے و ریاضت سے

حاصل ہوتی ہے اور یہی اوقاف ہو سکتا ہے جب ان کی دشمنی اپنے نفس سے ہمارا یہ بھی طرح سمجھنا

(3) اپنی زوجہ کے ادنیٰ حقوق کے لئے۔

شرح: خاصاً نہ تنگ کو لئے معنی میں ہے۔

بہر عزم کے ساتھ محبت اختیار کرنے کو بطور نیاز استعمال کیا ہے۔ اس سے مراد یہی ہے کہ اپنی زوجہ کے حقوق کو ادا کرے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ جو بتاتا ہے کہ جس کو آخرت کی طلب ہے وہ اپنے وقت کو کسی نہ کسی چیز میں لگا سکے اور اپنا کوئی وقت بھی ضائع ہونے نہ دے۔ اس لئے کہ جس وقت کو ضائع کر دیا کرہا ہے شاید وہی وقت اس کے لئے سعادت الہی کے حصول کا ہو۔

انسان کی زندگی کا ہر لمحہ کسی اس کی ہر ایک سانس ایک ایسا نہیں موتی ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ ایسی سانس کو یہ صلاحیت حاصل رہتی ہے کہ انسان کو ہمیشہ کی مشکلات (بدشئی) سے نکال کر الہی سعادت میں داخل کر دیتی ہے۔ اگر اپنی سانس کو ضائع کر دیا تو اس کے نقصان ٹا ہر ہیں۔ کیونکہ شریعت کا سارا دار و مدار عبادت پر ہے۔

نقل ہے کہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ نے قربت حق سے سرفراز ہونے، عاقبت کے تمام خوف و ڈر سے محفوظ رہنے اور تاج عصمت سے نوازے جانے کے باوجود اتنے عبادت بھوک دی کہ اس کی شدت برداشت کی۔ مدد وصال رکھے اور رات رات بھر اس طرح عبادت میں مشغول رہے کہ آپ کے پائے مبارک سوچ جاتے۔ جسم کے چمڑے پھٹ جاتے ان سے خون جاری ہو جاتا۔ یہاں تک کہ رب کا نکات کی جانب سے یہ زمانہ آیا کہ اسے میرے محبوب! میں نے آپ کو آ کر رکے اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ آپ اپنے کو ہلاکت میں ڈال لیں۔

مرکوب چاہئے کہ مجاہدے میں لگا رہے اور اپنے معمولات پر اچھی طرح کار بند رہے۔ مجاہدہ حق سمجھنا توئی کو پانے کا سبب نہیں ہے اس سے تو راہ حق کھلتا ہے اور راہ حق خواہشات کے گرد و غبار سے پاک ہوتا ہے۔

اگر مردانیک سانس بھی خواہشات میں مبتلا ہو گیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو راہ

ہوگا کہ نہیں۔ ایسی صورت میں وہ بھی حاصل زندگی نہیں ہے۔ لہذا جو دن حاصل اور موجود ہے اس وقت کو طاعت عبادت اور تربت سے خالی نہ رکھے اگر خالی اور بے کار رکھ دیا تو عمر کو ضائع کر دیا۔ زندگی کا حاصل وہی وقت ہے جس میں وہ سانس لے رہا ہے اس وقت کو آخرت کے کاموں میں لگائے رکھے اور آخرت کی فکر سے خالی نہ جانے دے۔ جو وقت گزر گیا اس کو اپنا اعمال ہے اور جو وقت آئے والا ہے اس میں یہ فکر ہے کہ وہ وقت حاصل ہو گیا نہیں۔ اسی طرح جو سانس گزر گیا وہ اب واپس آئے والی نہیں۔ اور جو سانس آئے والی ہے اس میں اس بات کا شک موجود ہے کہ وہ سانس حاصل ہو گیا نہیں۔ ایسی صورت میں حاصل زندگی وہی ایک سانس ہے جو وہ لے رہا ہے۔ لہذا اس سانس کو آخرت کی فکر سے خالی نہ جانے دے جیسا کہ کہنے کا ہے:

ما مضی فانت والما مضی غیب / ولک الساعۃ النی انت لہما

ایک دہرے ختم میں یہ شعر اس طرح آیا ہے۔

ما مضی فانت ما مضی غیب / اغنم الغر صۃ بین العلمین

(جو گزر گیا وہ ختم ہوا نہ آئے والا ہے مگر یہ بے فکر رہے گا کہ اس کوئی کفایت نہ ہو گی)

دو دہرے میں کے درمیان ہے۔

اور یہ جو کہا گیا ہے وقتک بین الفسین نفسی معنی و نفس مستقبل میں

ایسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ تمہارا وقت دوسرا نفس کے درمیان ہے۔ ایک سانس جو گزر گیا اور دوسری سانس جو آئے والی ہے۔

قولہ: وقال النبی ﷺ لا یبغی للمافل ان ینکون شاخصاً الا فی ثلاث منۃ لمعاش او تزود لمعاد او لذۃ فی غیر محرم۔

(ارشاد شیخ ہے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا مفلک کو زیہ نہیں دیتا کہ وہ ان

تین چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔

(1) ضروری معاش کے حصول کے لئے۔

(2) آخرت کی تیاری کے لئے۔

جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا۔ یعنی جب کواں میں ڈالے گئے تو اس وقت توفیقی (تھے) وفات دے) انہیں کہا اسی طرح قبضہ کر دے گئے تو اس وقت بھی توفیقی کی آرزو نہیں ہوئی۔ لیکن جب باں اور پاپ مہمائیوں سے ملاقات ہوئی سارا ملک اور ساری نعمتیں ان پر بچاؤ کر دی گئیں تو اس وقت دعا کی توفیقی منسلحاً (یوسف ۱۰۱) تجھے وفات دے اس حال میں کہ میں مسلمان ہوں)

قولہ: ثُمَّ الْاَنَسُ وَهُوَ الشَّكُّونُ اَلَى اللّٰهِ وَالْاِسْتِكَانَةُ بِهٖ هِيَ جَمِيعُ الْاُمُوْر،

(ارشاد شیخ ہے) پھر اُنس ہے اور وہ اللہ کی طرف سکون پانا اور تمام امور

میں اس کے آگے اپنی عاجزی و متکلی غائب کرنا ہے۔

شرح: احوال کی ایک قسم ”انس“ بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد سے دلی تکاؤ و سکون روحِ انس ہے، اُنس کی معمولی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے تو بندہ اللہ کا اُنس کمزور ہو۔ حضرت امام جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ”ماتے خود پر بری عقلی بدعت اللہ علیہ سے سنا ہے کہ بندہ اُنس کے اس مقام پر پہنچ جائے کہ اگر اس کے رخسار پر تلوار کی ضرب لگائی جائے تو اسے جُرد ہو۔ اس بات سے میرے دل میں ایک کھٹک سی ہوتی تھی لیکن جب وہاں تک پہنچا تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ایسا ہی ہے۔“

والاستیکانۃ بہ فی جمیع الامور جو کہا گیا اس استیکانت سے مراد یہ ہے کہ تمام کاموں میں رب تعالیٰ کے آگے اپنی عاجزی و انکساری، سکنتی و تقیری چیز کی جائے۔ الاستیکانۃ الافضال یعنی ہے۔ یعنی جب بندہ کی صفت فقر ہے اس کے باوجود وہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس صفت کے بغیر پیش کرتا ہے تو وہ گمراہ ہے اور جو شخص ایک لمحہ ایک لحظہ ایک ساعت، ایک سانس یا اس سے بھی کم کے لئے اپنے کو رب تعالیٰ سے بے نیاز سمجھتا ہے۔ اس نے کو یا ابھی تک ایمان لایا ہی نہیں۔

قولہ: ثُمَّ الْاِسْتِكَانَةُ وَهِيَ الشَّكُّونُ اَلَى اللّٰهِ تَحْتَ مَنَاجِزِ الْاِقْفَالِ.

(ارشاد شیخ ہے) پھر ”علمائیت“ ہے اللہ تعالیٰ نے جو جتھہ و رات جاری کر

کائنات پر توکل کرے، انگوٹوں سے اسیدہ درگے حاجت و ضرورت کے وقت رب تعالیٰ کے در پر حاضر رہے۔

لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کی طرحیٹے سے ہے۔ شرم و حیا سے شرم تعقیر و شرم حشمت اور شرم جلالت و عظمت۔

وحصر القلب عن الاغصاط: جب اپنی جنابت اور تقصیر پر نظر ہوئی تو اس وقت اغصاط کیسے ہو گئے۔ اغصاط کی کیفیت قربانیت اور تقسیم کرنا ہے۔ کیسے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو ڈالاک لان القرب يقتضي..... اپنی آغوش۔ احوال میں اختلاف محض اس وجہ سے ہے کہ قرب ان مختلف احوال کا متقاضی ہوتا ہے۔ لہذا ان میں کوئی ایسا ہے جو اپنی قربت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی ہر اذان پر نظر رکھتا ہے۔ چنانچہ اس نظر سے خوف و حیا کا ظہور ہوتا ہے۔

بندہ کی برائیوں اور خراجوں سے مولیٰ تعالیٰ کے باخبر رہنے پر بندہ کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ کو یا اس کی گتیں پھسل رہی ہیں، بعض لوگوں نے حیا کی بھی تعریف کی ہے۔

کیسے بزرگ سے متحول ہے نہیں نے فرمایا کہ مولیٰ تعظیم کے لئے دل کی گرگی کا نام چاہئے۔ بعض لوگ وہ ہیں جو حالت قرب میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور احسان و مہم پر نظر

رکھتے ہیں۔ اسی نظر کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا ظہور ہوتا ہے اور بندہ اس کا امیدوار بن جاتا ہے۔

قولہ: ثُمَّ الشُّوْقِي وَهُوَ هَيْجَانُ الْقَلْبِ حَيْثُ وَكُوْرُ الْمَحْبُوْب،

(ارشاد شیخ ہے) پھر ”شوق“ ہے۔ محبوب کے ذکر کے دل میں ہيجان

کا پیدا ہونا شوق ہے۔

شرح: احوال کی ایک قسم شوق بھی ہے۔ محبوب کو یاد کرنے کے وقت دل میں جو شوق پیدا ہوا اسی کو شوق کہتے ہیں۔ اور یہ کیفیت محبت کے اندازے کے مطابق ہوتی ہے یعنی جیسی محبت ہوگی ویسی ہی شوق بھی ہوگی۔

شوق کی علامت یہ ہے کہ عاقبت اور صحت کی حالت میں موت کی آرزو کی جائے۔

(ارشاد شیخ ہے) اور جو شخص اہل سلوک میں سے کسی ایک سے ایک قدم

بھی آگے بڑھ جاتا ہے تو مسبوق، یعنی طلب میں صادق ہوتے ہوئے بھی

اس انگلی تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

شرح: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے وقت کو ضائع کر دیا ہے اور یہ بات بھی

جاہلی ہے کہ جو وقت گزر گیا اس کو پانا ناممکن ہے۔ اس لئے وقت کی قیمت بھٹاتا جائے۔ ایسا نہ ہو

کہ اللہ تعالیٰ کی رضا نفوت ہو جائے۔

مردان صادق جن ریاضتوں میں بھی اپنے نفس کو لگاتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ

اس کے ذریعہ حق سبحانہ تعالیٰ کے حقوق کو پانا چاہتے ہیں۔ لیکن حق کو حق ہی سے پاسکتے ہیں۔ اگر

لاکھوں طپے کئے جائیں اور لاکھوں طریقے سے جاہلے ہوں تو یہ جاہلے اور چلے اللہ تعالیٰ کو

پانے کی عادت اور سب نہیں بن سکتے کہ ان کے ذریعہ لاکھ رسائی ہو جائے۔

لیکن مجاہد سے کدراہ کش ہونا بھی درست اور صحیح نہیں۔ اس لئے کہ جس طرح

موت سے چمٹکار نہیں اسی طرح مجاہد سے کئے بغیر چاہ نہیں۔

قولہ: والمسربد بحب آن لا یخلو ظاہرہ من الأوراد و باطنہ من

الأرواحۃ الی ان یسود علیہ الأوراد فیحدۃ نہ یکون مع

الأوراد و لا مع الأوراد و لا مع الأرواحۃ.

(ارشاد شیخ ہے) مریک کو چاہئے کہ وہ باطن کو پندر کرے کہ اس کا ظاہر

اوراد سے اور اس کا باطن اراد سے خالی نہ ہو۔ یہاں تک کہ اس پر

وارادات کا نزول ہو اور جب وارادات کا نزول ہونے لگے تو اس وقت نہ

اوراد سے غفلت رکھے اور نہ ارادت سے۔

شرح: واراد اس چیز کو کہتے ہیں جو خواطر محمودہ سے دل میں اترے۔ اب وہ واراد

مرد ہو یا عباد یا رکن، اور نفس ہو یا دار یا راسط وغیرہ۔

مائل کام وہی بات ہے جو پہلے کہی گئی کہ جب مریک کے کام ظاہری مسلمات سے

متکلیف و کراہیت کے لگا ہوں میں سامان ہے لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کے لئے ایک ذرہ کو بھی بھیج

نہیں سکتا۔ اور سے رنج نہیں کر بھاگ جاتا ہے۔

لہذا طالب اور مرید کو چاہئے کہ وہ نفس کے معاملات میں ہوشیار اور بوجس رہے۔ نفس

کے کفر و غیب اور اس کے افعال کی شناخت ضروری ہے۔

قولہ: قال المحریری دخلت علی الجعید وهو مهمم فقلت له

مالک قال فانتسی شیء من وردی فقلت له اعدہ فقال

کیف اعدہ وہی اوقات معلودہ.

(ارشاد شیخ ہے) حریری نے فرمایا میں ایک روز حضرت جعید کی خدمت

میں حاضر ہوا دیکھا وہ غمگین بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا آخر آپ کیا کر

ہو گیا ہے جو اس طرح غمزدہ دکھائی دے رہے ہیں؟ حضرت جعید نے

فرمایا میرا کچھ درد چھوٹ گیا ہے۔ میں نے عرض کیا اس کو پورا کر لیجئے۔

فرمایا آپ کیسے پورا ہو گا اس لئے کہ اوقات تو کئے جاتے ہیں۔

شرح: حضرت شیخ نے اس حکایت کو بھی اس بات کے لئے بطور دلیل لایا ہے کہ

جو وقت گزر گیا اس کا دوبارہ حاصل ہونا ممکن نہیں۔

مردان حق کی راہ میں بڑے دانے پہلے قدم کی جو بات کہی گئی اس کا مطلب یہ ہے کہ

اگر پہلا ہی قدم صحیح و درست نہیں رہا تو پھر آخری قدم کی آرزو و تمنا نادانی ہے۔ اور اگر کوئی اس کا

دوئی کرتا ہے تو یہ چہرہ اس کے سوا کچھ نہیں۔ اگر اس حق کو غلط نہیں کر سکتا تو کم از کم صحیح تو ہو لے۔

جس راہ لیں۔ سچے ہیں وہی مرد ہیں۔ دوسروں کے مردوں پانی سے اپنے پیٹ کو بھرنے

سے ان کے لئے کہیں آسان ہے جان کی بازی لگانا۔ اپنے لئے مردان حق کے حالات کا جوئی کر

کے جہاں مردوں کی باتیں کا مذاق نہ لایا جائے۔

قولہ: من سبق بخطوة علی احد من اهل السلوک لا یدرک

المسوق علی السابق وان کان صادقاً فی طلبہ

آنے جانے کی فکر نہ رہی۔ لوگوں کی ستم ظریفی اور دغا بازی سے آگودہ نہ ہو۔ اور نفس ان چیزوں سے غمزدار نہ ہوتا ہے۔

جو شخص کا خرمیں بزدل ہے اس کو بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو اپنے آپ سے دور کر دے۔ مردان حق جن کو اس کام میں استقامت حاصل ہوگئی وہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کام ہر قوم پر سے نہیں ہو سکتا ہے۔ جس کو اس کام کے لئے منتخب کرتے ہیں اس کی وہاں تک خود رسائی ہو جاتی ہے۔

قولہ: وای بعض المشائخ سبحة فی یلعمر بند فقال ماتصل بها
قال احد المشیحات فقال علیک تعدد السیات.

(ارشاد شیخ ہے) بعض مشائخ نے جب مرید کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو

دریافت فرمایا کہ اس سے کیا کام ہوئے اس مرید نے جواب دیا

تسبیحات اگنتا ہوں۔ یہ سن کر فرمایا تم لازماً مٹھا کر اپنے کانوں کو گنتے۔

شرح: اس لئے جماعت صوفیہ کے بعض حضرات نے تسبیح کو گدہ کہا ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے ایک شخص کو دیکھا کہ تسبیح پر ہنک رہا ہے۔ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کو وہ چیز تار ما ہے جو وہ نہیں جانتا۔ یعنی تجھے جس چیز کو پڑھنے کی تلقین ملی ہے اس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تو نے سو بار پڑھا یا ہزار بار پڑھا۔ اس کا اجر و ثواب مل جائے گا۔ گنتے کا کوئی فائدہ نہیں۔ گنتے کا فائدہ وہاں ہوتا ہے جہاں اگلے پوچھ نہیں۔ گن کر اس کو بتایا جائے گا۔

ہاں! انصوریؒ کی کہیم ﷺ سے تسبیح گنتے کی ضروریات آتی ہے اس سے تسبیح کے دانے پر گنتا مضمون نہیں ہے بلکہ دل کو غبار کی طرف سے پھیرنا خداوند جبار کی باگاہ میں دل کو حاضر کرنا۔ اور خداوند غفار سے گن ہوں کی معافی چاہنا مطلوب ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

سبحہ در دست تو محمی کوید دل بگرہاں مرا چہ کردانی

تو درون نماز و دل بیرون کعبہای کندہ بجمانی

این چشمن حالت پریشان را شرم بادا نمازی خورانی

فکل کر دل کے معاملات تک پہنچ جاتے ہیں تو اعتقاد و جوارح کو آرام مل جاتا ہے۔ یعنی اس کے بعد سر پر کام ہے کہ وہ دل کی تسبیح میں لگ جائے اور ادوا کا نصف کو کھنکھ کر کے فرائض و ستم

پر اکتفا کرے۔ سارے اور دوا کو بند کر کے صرف ایک وظیفہ کو اپنا لے اور وہ وظیفہ یہ ہے کہ دل پورے طور پر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگا رہے۔ اور ان ساری مشغلوں سے درست برادر ہو جائے۔ جدول کو اپنی طرف مائل کر لیں چاہے وہ خرقہ میں بیچہ نہ کاری ہو یا روٹی پکائی ہو، یا پانی بھرتا ہو، یا کٹی فرسک چلتا ہو، یا دروازہ کو کھولنا بند کرنا ہو غرض یہ کہ وہ کام جو دل کو اپنی طرف مشغول کر لے اس کو ترک کر دے۔ اور کسی چیز کی گارہی اپنے دل میں آنے نہ دے۔ یہاں تک کہ اگر تسبیح کی نماز ادا کر لی تو تسبیح کی نماز کے لئے مگر مدد نہ رہے اس لئے کہ تسبیح تک زندقہ رہے گا کہ نہیں۔ اس کی کوئی حاجت نہیں۔ جب نماز کے معاملہ میں لکھی بات ہے تو پھر دوسرے کاموں کے بارے میں کیا کہا جائے۔ اور بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر کوئی اور ادوا و دغا و نف میں رعایت کر سکتا ہے تو یہاں کے لئے کمال ترین بات ہوگی۔

اور ترک اداوت سے مراد شاید ان خواہشات کا ترک کرنا ہے مثلاً ہوا میں اڑتے جلیانی پر چلنے یا دریا پار کر جاتے یا خشک درخت میں ہاتھ لگانے پر پھل آجاتا یا حق سبحانہ تعالیٰ کے غامض بندوں میں شام ہو جاتے یا لوگوں کے پیشوا و مقتدانہ جاتے یا بزرگوں کی جو فضیلت و کرامت حاصل تھی وہ مل جاتی۔ یہ ساری باتیں دل کے لئے عجیب اور نفس کی برعزت کے اسباب ہیں بلکہ نفس کی چراگاہ کے لئے باغ و بوستان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جو مرد ہیں ان کو ان باتوں پر نگاہ رکھنی چاہئے تاکہ مسافروں میں شہر ہو کاؤں میں نہیں۔ نفس کے لئے ایسے ایسے باغ و چمن بہت سارے ہیں۔ چنانچہ جو مرد اس کے چال میں گرفتار نہیں ہوتا وہی ملاکت سے محفوظ رہتا ہے۔ وگرت اس باغ و چمن کا کام ہی ہلاک کرتا ہے۔ نفس سے فکل کر دل تک پہنچنے کے لئے مرد کے پاس بہت سارے کام نہیں۔ یہاں دل سے وہ دل مروا دیتیں ہے جس کو ہر شخص برا بھلا کہہ رہا ہے کہ میرے دل نے ایسا کیا اور ایسا فرمایا۔ دل تو وہ ہے جو دنیا کی محبت، جاودہ چہرہ لوگوں کے ذریعہ تکمیل حاصل فرما رہا ہے کہ

نہیں۔ خدمت سے نفس مرود ہوتا ہے نجات اور نیکر دور ہوتا ہے۔ خدمت کرنے والے میں عاجزی و تواضع کی مصلحت پیدا ہوتی ہے۔ اخلاق حمیدہ سے وہ آراستہ ہوتا ہے۔ نفس کی تار کبدا گرانی دور ہوتی ہے۔ طاقت و تکبر رفتی حاصل ہوتی ہے۔

اسی لئے بعض حضرات اپنے مریدوں کو بیت الخلاء کی صفائی اور نجس و ناپاک جگہوں میں جملاد لگانے کی خدمت پر مامور کر دیتے ہیں۔ چونکہ سجادہ پر بیٹھنے میں نفس کو راحت ملتی ہے اور وہ حالات استراحت میں کشادگی چاہتا ہے اس لئے آرام طلب رادہ کو اس کے لئے جلد از جلد بند کر دیا جائے۔ جانتے ہیں اس راہ میں پرہیز قدم کیا ہے۔ پہلا قدم ہے۔ بچی گناہ ترک کرنا۔ اگر مرید کفایت و مشقت کے کام میں نہیں لگایا جائے گا تو مرید اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا کردوں، کیا کیاؤں اور کیا پہنوں اس طرح کی فکر سے مرید ہی بہت دور ہے۔ اگر ہر مشکل اس بات میں سمجھ و درست ہو گیا تو یہ راہ اس طرح خالی نہیں رہے گی۔

مرید اگر جوان ہے تو اس کے لئے خدمت کرنے سے زیادہ فائدہ بخش کوئی دوسرا کام نہیں۔ شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا جس مرید نے کسی ایک خدمت کو بھی اپنا لیا ہے تو اس کا عمل سروسک نفل نمازیں پڑھنے سے کہیں بہتر ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت کو رسول اللہ ﷺ سے پہلے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار مکہ کو مکہ حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ہمارے ساتھیوں میں کچھ لوگ روزہ دار تھے اور بعض لوگوں نے کڑی اور تپش کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تھا۔ ایک مقام پر ہم لوگوں نے پڑاؤ ڈالا۔ بعض لوگ سورج کی گرمی سے بچنے کے لئے سایہ کا انتظام کرنے لگے اور اپنے اپنے کپڑوں کے سلب میں چلے گئے۔ جو روزہ دار تھے وہ تو حیران و پریشان ہو رہے تھے اور جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھا تھا وہ نیچے لگا رہے تھے۔ لوگوں کے اذیت اور گھوڑے کو پانی پیار ہے تھے۔ یہ کچھ حضور ﷺ نے فرمایا جن لوگوں نے آج روزہ نہیں رکھا ہے ان کو بھی پانی پیرا دیجئے گا۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ خدمت کو نفل نمازیں پر فضیلت حاصل ہے۔

وقل روئی عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت ماروی

(تبیح کے دانے تم سے کہہ رہے ہیں کہ مجھے کیا گھما رہے ہو اپنے دل کو بکیر و نیم نماز میں ہو اور دل نماز سے باہر ہے تم اس طرح گھوم رہے ہو جیسے دولت میں جا رہے ہو۔ تمہیں شرم آنی چاہئے لیکن منتشر حالات کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہو۔)

اسی طرح کی نقل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی آئی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں تبیح دیکھ کر فرمایا کہ اپنے گناہوں کا شمار گناہ اور گناہوں کی صفائی کے لئے دعا تمہیں کرو۔ تبیح کے دانے گننے کی یا ضرورت ہے۔

چنانچہ انہیں و حجابات کی بنا پر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آج لوگوں نے سجادہ اور تبیح درست کر لینے کی تصوف بکھڑکھا ہے۔ حالانکہ ایسی بات نہیں۔ تصوف تو وہ بلند مقام ہے جس پر ناز و ہونے والے لگا پائی رہا نہیں رہتی۔ سجادہ و تبیح کی نگرہاں ہوں گی۔ جب خدا کی معرفت حاصل ہوگی اور اس کے لگاؤ لگاؤ نہ ہونے کی تصدیق کرنی تو اس کے علاوہ کسی غیر کو دیکھیں یہ ان کے لئے شرم کی بات ہے۔ چاہے وہ بہشت و دولت بھی کہیں نہ ہو۔ جب بہشت و دولت کی پڑائیں تو پھر ان کی بہت کے آگے کیا چیز ہے۔ جس کا ذکر ان کی زبان پر آئے۔

حق سبحان تعالیٰ نے اپنے اوپر یقین کرنے کی ایسی دولت ان کو عطا فرمادی ہے کہ جس کی وجہ سے ان کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اگر سراجوں میں آگ لگے تو ان کے کمرے کے سر پر گر ادا یا جائے تو اس کی طرف ہرگز مشغول نہ ہوں کیا ہورہا ہے۔ ان کا نفس اللہ تعالیٰ کے احکام کا سایہ ہو گیا ہے۔ اور ان کا حضرت سب الصبرت پر ایسا موقف ہے کہ بیک مارنے سے غم نہ ہوتا دوسرے سے مجھ بے نہیں ہوتے۔

قولہ: . وینبغي ان يقتسم خدمة الاخوان و يقدمها على النوافل.

(اثر شیخ ہے) مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھائیوں کی خدمت کو

تیمت سمجھے اور اس خدمت کو نفل پر مقدم جائے۔

شرح: وہ طاقت و عمارت جو وظائف سے زیادہ ہو اس سے زیادہ بہتر خدمت ہے۔ خدمت کو جو خصوصیت حاصل ہے اور اس کے جو فائدے ہیں وہ کسی دوسری عمارت کی بھر

لگائی، بانی چھوڑنا طہارت کی جگہ کو دھویا۔ جب حضرت شیخ راکش آئے اور

گئے کہ درخشاں میں انا اور کیا تو گئے بلایا عزت و کرم سے پیش آئے دعا کی

دیں اور تین بار فرمایا احسن تھا۔ احسن تھا۔ احسن تھا۔

یعنی تم اس خدمت کی وجہ سے بہت اچھے ہو بشارتیں ارشادیں۔

شرح: یہ نکایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ خدمت کو تمام دوسرے کاموں پر

فضیلت حاصل ہے اور اس حکایت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مرید کو خدمت سے جو

نعمت حاصل ہوتی ہے، ذلالت کی بھی دوسرے فوائد سے حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت خواجہ ابوسعید بابا رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا جب میں علم و

عمل کی دولت سے سرفراز ہو گیا تو میں نے درویشوں کی خدمت اختیار کر لی۔ میں ان کی خدمت

کرتا، ان کی قیام گاہوں میں چھاؤں لگاتا، ان کے خبروں کو پاک و صاف کرتا۔ یہاں تک کہ ان

کے لئے نیک مائیکے کل جاتا۔ لوگ مجھے دیکھ کر درم و دیار دے دیتے کچھ دنوں تک یہ سلسلہ

جاری رہا لیکن کچھ دنوں کے بعد لوگ دانگ (پیسے) دینے لگے۔ پھر یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ اور

لوگوں نے خرامہ سے پراکتا کر لیا۔ پھر یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا اور لوگوں نے کچھ نہیں دیا۔ آخر میں

نے اپنی دستار چھ دی اور پھر اپنی تہذیب بھی فروخت کر دی۔

یہ بات بھی اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کی خدمت اور ان کے دلوں کو آرام و سکون

پہنچانا طریقہ سے راہ کو نوافل کی ادا نیکی سے افضل ہے۔

قولہ: یکسوہ للمورید مفارقة استاذہ قبل انفتاح عین قلبہ بل علیہ

ان بعصر تحت اموہ و نہیہ فی خدمتہ۔

(ارشاد شیخ ہے) مرید کے لئے یہ بات کر وہ ہے کہ وہ دل کی آنکھ روشن

ہونے سے پہلے اپنے استاد (پیر) کی صحبت چھوڑ دے۔ لکھا اس پر تو واجب

ہے کہ پیر کی خدمت میں رہ کر اس کے ادا کردہ نوافل کو پیر وراثت کرتا رہے۔

شرح: حضرت شیخ نے ترک صحبت کو کر دیا تھا ہے۔ لیکن امام تقی راستہ اللہ علیہ

رسول اللہ ﷺ فارغاً فی اہلہ اما ان یخصف لعل

المسکین و یخیط ثوباً لازملہ۔

(ارشاد شیخ ہے) حضرت مائتہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے پتنگ انہوں

نے فرمایا رسول اللہ ﷺ اپنے مگر والوں کے درمیان کبھی بیکار نہیں رہے

گئے۔ کبھی کسی مسکین کا جو تاج پہنتے یا کبھی کسی بیکار کو کپڑا درست کرتے۔

شرح: حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بھی اس بات کی دلیل میں پیش

کیا ہے کہ خدمت نوافل پر مقدم ہے۔ اس لئے حضور نبی کریم ﷺ جو نوافل عبادتوں پر ترجیح دیتے

اس کے باوجود خدمت میں لگے رہتے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ خدمت نوافل پر مقدم ہے۔

اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نوافل سے جو فائدہ حاصل ہوتے ہیں ان سے زیادہ

فائدہ خدمت میں ہیں۔

قولہ: حکمی عن امی عمرو بن الزجاجی انه قال اقمتم عند العجید

مسلۃ مہدیۃ فما رانی قف الا انا مشغل بنوع من العبادة

لما کلمنی حتی کان یوماً من الايام خلا الموضع من

الجماعۃ، فقمیت و نزلت لیالی و کسیت الموضع و

نظفنته و رشنته و غسلت موضع الطہارۃ، فوجع الشیخ

فمرأی علی اثر الغبار فلدعالی و رخب لی و دعالی و قال

احسنت بها ثلثا۔

(ارشاد شیخ ہے) حضرت ابی عمر زہدانی کی حکایت بیان کی گئی ہے کہ پتنگ

انہوں نے فرمایا میں حضرت عتیبہ کی خدمت میں ایک طرحی عمرے تک

رہا۔ انہوں نے مجھے بیٹھ عبادت میں مشغول دیکھا۔ اور کبھی مجھ سے گفتگو

نہیں کی۔ یہاں تک کہ ایک روز روزِ جب میں نے اس جگہ کو لوگوں سے خالی

دیکھا تو میں اٹھا اپنے کپڑے اتارے اس جگہ کو چھوڑا، مساف کیا، چھاڑا،

پہننا ہے وہ خرقہ ارادت ہے۔

خرقہ دو ہے۔ ایک خرقہ ارادت ہے اور دوسرا خرقہ تحرک۔ اور خرقہ ارادت ہی اصل

خرقہ ہے۔ خرقہ تحرک تو ان لوگوں کے لئے ہے جو مشاہدات امتیاز کرتے ہیں۔ کہ من مشہ

بقوم فلو مشہم جس نے خرم کی مشاہدات امتیاز کی وہ انہیں میں سے ہے۔

ایسے لوگوں کے لئے زوجیت کی شرط ہے اور وہ کسی محالہ کے لئے گرفت میں آتے

ہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے اوپر حدود شریعت کو لازم کر لیتے ہیں اور بار بار شریعت کے

مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی برکت سے ایسا فیضیات ہوتے ہیں اور

ایسے مؤذوب ہو جاتے ہیں کہ خرقہ ارادت کی الہیت ان میں پیدا ہو جاتی ہے۔

خرقہ تحرک تو ہر طالب کو دیا جاسکتا ہے لیکن خرقہ ارادت صرف صداقت کے ساتھ

رفعت رکھنے والوں کو دینا چاہیے۔

قولہ: وقال بعض المشائخ من لم يتأدب بأوامر الشيوخ و

تأدبہم فلا يتأدب بکتاب ولا بسنة.

(ارشاد شیخ ہے) بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو بچوں کے حکم دینے اور

ادب سکھانے کے باوجود باادب نہیں ہو گا وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ

سے بھی ادب نہیں بلکہ کلام۔

شرح: التأدب۔ تعلیم الادب کے معنی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مشائخ کے دلوں کو اپنے اسرار کا خزانہ ارکان بنایا ہے۔ اور امت کے

درمیان انہیں حضرات کا اپنے الوار کی روشنی دہانی کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو

لوگوں کی خیرات سننے ہیں۔ ان کی نگاہ لوگوں کے لئے دوا ہے۔ ان کی گفتگو اسرار شمس کی لئے خفا

ہے۔ یہی حضرات لوگوں کے درمیان دعوت حق کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے تائب رسول

کی حیثیت رکھتے ہیں۔

لہذا جو مشائخ کے ذریعہ دینے گئے اور وراثت سے ادب نہیں سیکھتا وہ اللہ تعالیٰ کی

لکھتے ہیں کہ مرید کے فرائض مالی میں سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ ہر کی بدائی اختیار نہ

کرے۔ ہر کو کچھ کر اس وقت تک کہ دوسری جگہ نہ جائے جب تک کہ مالک میں اس کی قبولیت

نہ ہو جائے اور اس کے متاع میں مل نہ پہنچ جائیں۔ جس مرید نے بھی اپنے غیر وقوف میں خر

کھا وہ اپنی منزل امید تک نہیں پہنچتا۔ السفر للمویدین فی غیو ولفہ سم قتال. (مریدوں

کا یہ جدت سفر کرنا ان کے لئے نہ ہر قابل ہے۔)

اگر مرید سے کہا جائے کہ وہ اپنی ساری ملکیت پیش کر دے تو وہ ہرگز انکار نہ کرے۔

اس راہ کے مرید ایسے مالی امت ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ساری دنیا آخرت ان کی خدمت میں دے

کر دے تو وہ اسے بخواب اللہ سمجھتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ جب کوئی ارادت کے دروازے سے داخل ہو گیا تو وہ اپنے تمام

تصرفات سے نکل گیا۔ اس وقت اس کے لئے یہ بات پسندیدہ ہو جاتی ہے کہ ہمتوں سوچی رہی

اس کی غذا ہو جائے یا ساری عمر ستر پوچی کے لئے ایک کلوہ کپڑا مل جائے یا سونے کے لئے ایک

پہلو بھر کر حاصل ہو جائے۔ جو مرید کھانے اور پینے کی آرزو و فسانا میں رہتا ہے وہ ارادت کی شرط

سے باہر ہے۔

مرید کہ مرید اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کی اپنی کوئی مراد نہیں ہوتی۔ جو کچھ کرتا ہے ہر کے

حکم پر کرتا ہے۔ اپنی خواہش پر گزار دے اور دیکھنے سے کہیں بہتر ہے کہ کچھ کی خواہش سے صرف ایک

روزہ رکھے اسی طرح ہر کے حکم سے وہ کوئی نماز پڑھتا اپنی خواہش سے گزار کوئی نماز پڑھنے

سے کہیں اچھا ہے۔ اور ہر کے حکم سے ایک درم صدقہ کرنا اپنی خواہش سے گزار درم صدقہ کرنے

سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی مرید کے ساتھ خیر کا معاملہ کرتا ہے تو سب سے پہلے اس کی ارادت کو

مسحک فرماتا ہے۔ اور جب کسی مرید کے ساتھ شر کا معاملہ ہوتا ہے تو اسی پہلی حالت اور پیچھے تمام

کی طرف لوٹا دیتا ہے جہاں سے وہ خرقہ کے لئے نکلا تھا۔ اور یہ جو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سب

سے پہلے ارادت کو درست کرتا ہے یہ بات مرید حقیقی کے بارے میں ہے۔ مرید حقیقی کو جو خرقہ

بھکر کے احکام اور اشارے کو ذات کی نظر سے نہ دیکھے اور طیب یعنی بھکر کے نزدیک نہ کہے۔ تصصو کے معنی ہیں بلا اجنت و شفقت کی برائی کے وقت سکوت یعنی برداشت سے کام لینا۔

بعض نوحیں لا اذلیل کی جگہ لا اذلیل کی ہے۔ اگر دال کے ساتھ نہ چاہا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ مرید یہ چاہے کہ وہ شیخ کے فرمان اور اس کے اشارے کو منکر عمل کرے۔ نہ یہ کہ اس پرانا دھڑکڑاہٹ اس لئے کہ نادر نفس کی رعیت ہے۔

کہتے ہیں کہ جس شخص نے کسی بھکر کی صحبت اختیار کی اور اس بھکر پر دل سے انتہا مضامین فرمایا ہے محسوق الامنافین لا توبہ عنہا۔ بھکر کے حقوق کی نافرمانی لینی تہر ہے جس کی وجہ سے توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔

قولہ: وقال بعض المشايخ اذا رايت المرید قالنا مع الشہوات طالباً لحظوظ النفس فاحلم انه كذاب.

(ارشاد شیخ ہے) بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی مرید کو دیکھو کہ وہ

اپنی شہوات پر قائم ہے اور اپنے نفس کی مراد و لذتوں کا طالب ہے۔ تو یہ اچھی

طرح سمجھو کہ وہ یقیناً جھوٹا ہے۔

شرح: یعنی وہ اپنے دھوکے مریدی میں جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ اس کے حق میں

صدق کی علامت یہ ہے کہ وہ انسانی خواہشات کا مخالف اور اپنی مرادوں کا تالک ہو۔ جب یہ علامت اس میں نہیں پائی جاتی تو یقیناً وہ اپنے دھوکے میں جھوٹا ہے۔

مریدی دل کی صفت ہے اور دل کی صفت محسوس نہیں کی جاسکتی۔ جس کے ذریعہ اس کا اور تک نہیں ہوتا۔ ہم اگر ضرورتاً اس کو جاننا چاہیں تو معلوم نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر وہ علامتیں پائی جائیں تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ وہ چاہے اور اگر وہ علامتیں نہیں تو سمجھ جاتے کہ وہ جھوٹا ہے۔

شہوت وہ طرح کی ہے ایک شہوت کا تعلق شرم گاہ سے ہے اور دوسری شہوت پیتھ کی

کتاب اور رسول اللہ کی سنت سے اکساب ادب کہاں کر سکتا ہے۔ مشائخ القرباء العزت کے احکام کی جا آوری اور حضور ﷺ کی سنت کی پیروی کے صدقہ و عمل میں خواہشات اور ہوا ہوں گے کہ وہ بھار سے پاک ہو جائے۔

اگر ایسے شیخ مل جائیں تو ان کی افتد اور پیروی کا طریق اپنی گردن میں ڈال دو۔ اس لئے کہ شیخ خدا کے لشکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات کے لئے مہر کر لیا ہے کہ ان کے ذریعہ مریدوں کی رہبری و رہنمائی ہو اور جو عالم ہواں کی ہدایت ہو۔ اور اگر ایسے شیخ نہیں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب و مجبلی سے پکڑ لو اور خبر باشرعنی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کو اپنے اعمال کے لئے کسوٹی بنالو۔ خواہشات نفسانی اور بدعت سے اپنے دین کو محفوظ رکھو۔

قولہ: وقيل علامة المريد السمع والطاعة لا الذليل وترك

العصو عند الطيب.

(ارشاد شیخ ہے) اور کہا گیا ہے کہ مرید یعنی مرید حقیقی کی پہچان یہ ہے کہ وہ

احکام کو سننے والا اور ان پر عمل کرے والا ہو۔ وہ بھکر کے احکام و اشارے کو

خداوند کی نظر سے نہ دیکھے۔ اور طیب کے نزدیک مرید کو ترک نہ کرے

یعنی برداشت سے کام لے۔

شرح: یعنی بھکر کے ارشاد گرامی کو سنے اور وہ جو حکم دیں اس پر عمل کرے۔ اسی کو حق

و طاعت کہتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ اگر کوئی مرید بھکر کے اشارے کی خلاف ورزی شروع ہی میں کرتا ہے تو اس کے لئے بہت بڑے نقصان کا پتہ چمکے۔ اس لئے کہ ابتدائی عمل پوری زندگی کے لئے دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا اگر شروع ہی میں بھکر کے احکام کو سننے اور ان پر عمل کرنے کو اپنی زندگی کا آخر نہیں بناتا تو یہ صاف ظاہر ہے کہ زندگی بھر ان پر عمل نہیں کر سکتا۔ اور اختلاف یعنی خلاف ورزی سے نہ بھری درست ہوگی نہ مریدی۔

لا اذلیل و ترک العصو عند الطیب کی حقیقت کی گئی اس کا حقیقی یہ ہے کہ

حفاظت سے غافل اور اپنے اعمال کی رعایت جتنی گہراشت سے خالی ہے

تو کچھ کو کہہ دیتا جھوٹا ہے۔

شرح: یہ بات اس لئے کہی گئی کہ اس مرد کے صدق کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے

دل کی حفاظت کرے اور احوال کی رعایت رکھے۔ اگر اس میں یہ بات نہیں ہے تو یقیناً وہ اپنے

دعائی میں جھوٹا ہے۔ سادات کی راہیکی راہ ہے۔ اس راہ میں صدق کے ساتھ چلا جائے کذب

کے ساتھ نہیں۔ اس راہ کی روش کسی مرد کے برعکس ہے۔ کسی کی مراد حجاب راہ ہے۔ چنانچہ جو

فحش نفس کی مراد پر چل رہا ہے وہ حق کی مخالفت کر رہا ہے۔ مرد کو چاہئے کہ وہ نفس کے مکر فریب

سے ڈرتا رہے۔ اس لئے کہ نفس جتنا فرامان ہے وہ لوگوں کو اپنی توجہ مکر کرنا چاہتا ہے۔

قولہ: فاذا راہیت من بشیر الی المعوفۃ یحضر بین المدح والذم

والقبول والرد فاعلم انه کذاب.

(ارشاد شیخ ہے) جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ معرفت کا دعویٰ کرتا ہے اور

لوگوں کی تعریف و توثیق اور مدح میں تمہارے کام لیتا ہے تو کچھ کو کہہ دینا

وہ جھوٹا ہے۔

شرح: جو شخص اپنے قول و فعل کو مہم صرفت سے منسوب کرتا ہے یعنی وہ اس بات

کا اظہار کرتا ہے کہ وہ ایک عارف ہے۔ اور اس کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کی تعریف و توثیق کو اس

حد تک اہمیت دیتا ہے کہ ان کی تعریف سے خوش ہوتی ہے اور تڑپیل سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اس

طرح لوگوں کے درمیان مقبول ہونے اور مردود ہونے میں اس حد تک فرق کرتا ہے کہ لوگوں کے

درمیان مقبول ہونے سے خوشی محسوس کرتا ہے اور ان کے رد کرنے جانے سے رنج ہوتا ہے۔

ایسے شخص کو کچھ بانڈ کہ یقیناً وہ جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ جو عارف ہیں ان کی صداقت کی

پہچان یہ ہے کہ لوگوں کی تعریف و توثیق اور مرد و قبول کے درمیان کوئی فرق نظر آئے۔ اس پر یہ

بات اچھی طرح واضح رہے کہ جو لوگوں کے درمیان مقبول ہے وہ مقبول نہیں اور جس کو لوگ برا

کہتے ہیں وہ برا نہیں۔ بلکہ جس کو حق سبحانہ مقبول فرمائے وہی مقبول ہے اور جس کو وہ برا کہہ رہا

شہوت ہے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ کسی شخص بھی ان دونوں شہوتوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

ان دونوں شہوتوں سے نجات اسی حال میں ممکن ہے کہ اپنے نفس کو رنج کر دیا جائے اور نفس کو رنج

کرنے کے لئے جھوک کر تلوار اور صبر کی چھری چاہئے۔ یہ موقع پر منحصر ہے جس کو موقع مل

جائے۔

حضرت خواجہ عطاء اللہ علیہ کے بارے میں مقبول ہے کہ ایک روز عطار کی

انہوں نے کچھ نہیں کہا اور ان کے پاس کھانے کی کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی۔ اس عالم میں ان کو

ایسی خوشی حاصل ہوئی کہ خوش ہو کر کہنے لگے خدا داد اگر تو مجھے مرید نفس روز نکھانے کو نہ دے

تو میں ہزار کشتیں نماز پڑھوں گا۔

حضرت خواجہ فتح مومل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مقبول ہے کہ ایک روز عطار کی

نماز کے وقت جب گھڑائے تو کھانے پینے کی کوئی چیز گھر میں موجود نہ تھی بلکہ چراغ بھی نہیں تھا۔

بارگاہی لالہ میں پہلے جھوٹا کی اس کے بعد یوں مناجات کی کہ الہی! آخر کس وسیلہ اور فضیلت کی وجہ

سے مجھے اپنے اولیاء کا وسیع عطا فرمایا۔

اس طرح کے معاملات اسی کے ہو سکتے ہیں جو اپنے نفس کا دشمن ہو گیا ہے وہی مرد ہے

جس نے اپنے نفس کی تمام خواہشات سے رنج سوز لیا ہے۔

کہتے ہیں کہ جس مرید نے اپنے نفس کو سرکشی و نافرمانی میں فروغوں کے جیسا نہیں سمجھا

اس نے تو حد میں صدق کا حق ادا نہیں کیا۔

نفس کا فروغ ہے جو دن رات میں کئی بار اپنی طرف بلاتا ہے۔ مرد کے لئے اپنے نفس

کو رنج بنانے کے سوا اور کوئی دوسری صورت نہیں۔ جو مرید اپنے نفس کا دشمن ہو گیا اس کی علامت

یہ ہے کہ وہ حصول مراد میں ناکامی پر اتنا ہی زیادہ خوش ہو جاتی خوشی اسے مراد پانے میں ہوتی۔

قولہ: واذا راہیت المعتوسط غافل عن حفظ قلبہ و مواعات

احوالہ فاعلم انه کذاب.

(ارشاد شیخ ہے) اور جب کسی مرید متوسط کو دیکھو کہ وہ اپنے دل کی

ساں چہاں ترک کا دعویٰ کر رہا ہے لیکن خود سے دیکھو گے تو کوئی بھی تارک نظر نہیں آتا۔ سب کے سب حرکت ہیں اور جہالت کا یہ حال ہے کہ تارک کس کو کہتے ہیں یہ سمجھتے ہی نہیں۔

قولہ: وقال الجنید لو لا العلامات لادعی کل انسان سلوک

الطریقة قال الله تعالى فاعلم فہم بسمہام ولنعرفہم فی

لحن القول۔

(ارشاد شیخ ہے) حضرت خولید بن خالد رضی اللہ علیہ نے فرمایا اگر عبادت میں

ہوں تو ہر شخص سلوک طریقت کا دعویٰ کرتا۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

ہمیں فاعلم فہم بسمہام ولنعرفہم فی لحن القول۔ (آپ

پہچان تو کیجئے ہیں ان کو ان کے چہرے سے اور آپ ضرور پہچان لیا کریں

کے انہیں ان کے انداز گفتگو سے۔) (سورہ محمد ۳۷)

شرح: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت شریف کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ

اے محمد ﷺ آپ یقیناً ان مباحثوں کو پہنچاتے ہیں ان کی علامتوں اور نشانیوں سے اور آپ

پہچان لیں گے ان کے انداز گفتگو سے۔ اَللّٰہُمَّ هُوَ الْعَلَمُونَ عَنِ الْقَوْلِ اب۔ طرزا دارادرا انداز

گفتگو صحیح فلاح کو واضح کر دیتا ہے۔

اس آیت سے پہلی آیت یہ ہے وَلَوْ نَشَاءُ لَفَرَّقْنَا عَنْكُمْ فَلَاعْرِفْہُمْ اے

محمد ﷺ اگر چاہیں تو آپ کو دکھادیں یہ لوگ آپ ان کو یقیناً پہچان لیں ان کی علامتوں سے۔

اس آیت کا نزول مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔ اگلی اسلام پہنچنے والی حالت میں تھا۔ اس

وقت تک اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے لوگوں کے حال کو رسول اللہ ﷺ سے پوشیدہ رکھا تھا۔ آخر

میں حضور ﷺ کو وحی کے ذریعہ ان لوگوں کا سارا حال معلوم ہو گیا۔

حاصل کلام یہ کہ جہاں کی صفت ہے اور جس صفت کا دعویٰ کوئی کرتا ہے اس صفت کو

جس کے ذریعہ معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ اس علامتوں کے ذریعہ ان کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ جو شخص

برا ہے۔ جو لوگوں کے ذریعہ کی جانے والی تعریف مذہب اور قبول و رد میں فرق و تفریق کرتا ہے اس کا خیر عام لوگوں میں ہوگا۔ اور جب یہ دعوت اس میں نہیں پائی جائے گی تو وہ اپنے دعوئی میں جھوٹا ہے۔

اس لئے کہ صرف دعویٰ کا بل بھرتا نہیں۔ میں تو سارے لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم کو

دعویٰ آخرت کی صفت حاصل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت بھی حاصل ہے۔ معرفت دل کی صفت

ہے اور صفات دل تک جس کی رسائی نہیں۔ لہذا جس کے ذریعہ یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ کو

معرفت حاصل ہے اور کس کو معرفت حاصل نہیں۔

صفات سے افعال کا صدور ہوتا ہے۔ تمام افعال صفات سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ

افعال کو کچھ کمالات کا علم ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہتا ہے کہ میں درزی ہوں یا کاتب ہوں اور

سلائی کو کتبت کا فن اس کو معلوم ہے تو وہ صحیح اور درست کہتا ہے اور اگر وہ اس فن سے نااہل ہے تو وہ

جھوٹ بولتا ہے۔

جو دعویٰ آخرت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے اندر ترک کی صفت

ہونی چاہئے لیکن اس کی پہچان ہے۔ جس کے اندر ترک کی صفت ہوگی اس کے بارے میں یہ کچھ

لینا چاہئے کہ اس کو دعویٰ آخرت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے۔ اور جو ترک کی صفت سے

خالی ہے اس کے بارے میں یہودی یقین اور غائب گمان کے ساتھ یہ سمجھ لینا ہے کہ یہ شخص

معرفت کی لغت سے محروم ہے۔ اس لئے تاکہ کوثر الوجود اور کبریت احمر (لال گندمک)

کہتے ہیں یعنی جس کے بارے میں سنا جاتا ہے مگر دیکھتے نہیں نہیں آتا۔

حضرت خولید بن خالد رضی اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا اگر اس کا دیکھنے والا اور سنا

اگر دونوں جہاں کو ملے کر لے اس کے وہ جو اس کی کوئی ایک مراد بھی باقی رہ جائے تو ایسے شخص

کے بارے میں کیا حکم ہے؟

حضرت نے فرمایا۔ الحاکم اب عدوان یعنی علیہ درہم۔ اگر حکام جب چاہیں

درہم بھی بتا دیا رہ تو وہ مقام ہی رہے گا آزاد نہیں ہوگا۔

تقولہ: **و یحسب أن یعلم أنه لا یصح له مقام ولا حال ولا عبادة الا**

بالاخلاص وھی تصفیہ ہما من رویة الخلق۔

(ارشاد شیخ ہے) مرید کے لئے یہ جاننا واجب ہے کہ اس کا مقام، حال اور

عبادت اس وقت تک درست نہ ہو جب تک اخلاص نہ ہو اور اخلاص

یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دیکھنے سے پاک و صاف ہو۔

شرح: مرید کی عبادت کا مقصد اور مرام صرف اللہ رب العزت کی قربت ہو کوئی

دوسرا مقصد نہ ہو۔ کوئی بھی عبادت اس لئے نہ کی جائے کہ لوگ دیکھیں گے تو تعریف کریں گے،

لوگوں کے درمیان عزت ہوگی۔ دنیاوی جاہ و مرتبہ کے حصول کا سبب نہ ہو گی یا اس طرح کی اور

کوئی چیز ماننے نہ ہو بلکہ صرف قرب الی اللہ کے مقصد سے عبادت کی جائے۔

جب تک مرید کو معرفت یعنی اس کی پہچان حاصل نہیں ہوگی اس وقت تک ایسی

آلائشوں سے پاک و صاف نہیں ہو سکتا۔ نفس کی برائیاں بہت زیادہ ہیں اسی لئے کہتے ہیں کہ

جب تک نفس کا ایک ذرہ بھی انسان میں موجود ہے وہ راقع کو طے نہیں کر سکتا۔ جب راقع طے

کرنے کے لئے اتنے معاملات کے گزرتا ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے کمال معرفت

کی ضرورت ہے۔

تقل ہے کہ خراسان کے درویشوں میں سے ایک درویش حضرت ابو بکر غفلی کے پاس

آئے اور انہوں نے کہا آپ کے شیخ نے آپ کو کیا حکم دیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میرے شیخ نے

مجھ سے کہا ہے کہ طاعت و عبادت زیادہ کرو اور اپنے کو اس طاعت میں کمتر سمجھو۔ اس درویش نے

فرمایا: اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَمُوْسُکُمْ بِاَلتَّجَوُّسِیۃِ اَلْمَشْخُصَةِ یعنی آپ کو صرف آپ ہی پہنچتی بتائی گئی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ شیخ یعنی آپ پرست کے یہاں وہ کا تصور ہے اور اگر کمزور۔ ابو بکر غفلی کا کہنا ہے

کہ اپنے کو طاعت و قربان برادری میں آنکھوں اور اس درویش کا کہنا ہے کہ جب اپنے کو طاعت

میں کم دیکھو گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ طاعت پر نظر ہوگی۔ پہلے طاعت پر نظر ہوگی پھر اس کی

کی دکھائی دے گی۔ طاعت اللہ تو لے کے علاوہ چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کو دیکھا

دنیا میں دکھایا ہے، اور جاہ و مرتبہ کا خواہشمند بھی ہے اس سے صوفیانہ لباس پر تریفت نہیں ہوتا

چاہئے۔ اور اس کی شہرت اور ناموری پر مغرور ہونا چاہئے اگر ایسا غش حقیقت کے مٹوان پر گنگو

کرے تو اس کو اہمیت نہیں دی جائے۔ وہ جو کچھ کہے پہلے اس کی حقیقت کا اس سے مطالعہ کیا

جائے۔ اس لئے کہ بہت ساری عورتیں اپنے مقصد کو کھانے اور اپنی مراعاتی تکمیل کے لئے مردوں

کا لباس پہن لیتی ہیں۔

اسی طرح کے تھتے جو لوگوں کے درمیان پائے جا رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا

سے اتنی زیادہ محبت ہوگئی ہے کہ آخرت سے دل نہ پیچا ہے۔ ہاں! دنیاؤں پر آخرت کا ذکر تو خوب

ملے گا۔

جس مرید کی معرفت آخرت کی جانب ہوتی ہے اس کی توجہ دنیا، اسباب دنیا اور

معاملات دنیا کی طرف نہیں ہوتی وہ کھانے پینے کی فکر میں وقت نہیں لگا تا۔ جو دانشمند، مہمدار ہے

وہ کسی کے عباد و ستارہ، جبر و بکری یا تقریر پر فریفتہ نہیں ہوتا۔ دنیا کی وہی سب کے لئے حرام ہے۔

چاہے وہ معروف والے ہوں یا چہرہ در ستارہ والے۔

اس وقت جاہلوں اور مجھوٹے دھوکئی ناداروں کی ایک جماعت نکل آتی ہے جو لوگوں کو

ہماتے سے انکس لیتی ہے۔ جو اہل متقی ہیں وہ ان دھوکئی ناداروں اور جاہلوں کے درمیان روپوش

ہو گئے ہیں۔ اہل متقی وہ ہیں جن کی گفتگو حق کے لئے ہوتی ہے۔ یہ حضرات جب لوگوں کو دنیا اور

رسم دنیا میں مبتلا دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ ہر لوگ حق باتیں سننے کو تو نہیں دے۔ ایسے میں کیا

کریں۔ خود کو ان لوگوں سے محفوظ اور سلاست کر لیتے ہیں۔

اگلے برنگوں کے یہاں تقریر نہیں تھی بلکہ عمل تھا۔ دھوکئی نہیں تھا بلکہ نصیحت اور متقی

تھا۔ اور آج صرف گفتار ہے کہ راز نہیں، دھوکئی ہے یعنی نہیں لیکن دنیا نہ مانی بھی نہیں کچھ لوگ دیے

ابھی بھی ہیں اور جب تک انسان میں سے کوئی ایک بھی ایسے گاناں کے مصداق نہیں اللہ تعالیٰ دنیا کو دیتا

برباد ہونے سے بچائے رکھے گا۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے لئے ہوا اس و

لہاں ہوتے ہیں۔

مقدور ہے۔

نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تمامت کے دن اپنے بندوں کے اعمال کا بدلہ دے گا تو اس وقت ربانکاروں سے کہے گا جاؤ ان لوگوں کی طرف جہنم دینا میں اپنے اعمال دکھا رہے تھے۔ جب وہ اس طرف نکلا وہ ڈالیں گے تو سوچیں گے کہ کون ہے جو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ یہ بات بطور تعجب یہ آئی ہے ایسا نہیں کہ کوئی اور ہو گا جو ان کے اعمال کا بدلہ دے سکے۔

ربا: دین میں ربانکار کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ کئی اپنے جسم کو دانا اور اپنے چہرے کو درد کر کے لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ بہت زیادہ چاہوے۔ دین کے لئے ترس و ملال اور آخرت کے خوف سے اس کا یہ حال ہو گیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ وہ لوگوں کو یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ کمانے پیسے میں کئی کر سکتے سے وہ دیا ہو گیا ہے۔ اور بہت زیادہ مشہور داری کی وجہ سے اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ بالی کھرا کر ربانکاری کا مظاہر کرتے ہیں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ دین میں یہ اتنا دانا ہوا ہے کہ اس کو کھنگنی کرنے کی فرصت نہیں آتی۔ جب اس طرح کی باتیں ظاہر ہوتی ہیں اور لوگوں کے دل پر اس کی عظمت کا کدہ بیٹھ جاتا ہے تو اس کے نفس کو بے اختیار خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اسی پر اور دوسری ربانکاریوں کو تیار کرنا چاہیے۔

نفس کی دونوں آنکھیں لوگوں کی طرف لگی ہوتی ہیں۔ جب تک لوگ اس کی نظر سے سافقت ہو جائیں۔ سب سے نکل کر اعلا میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ زیادہ بڑی گھائی ہے ہر لمحہ اللہ رب العزت سے پناہ کا طلب گار رہنا چاہیے۔ اور یوں دعا کرتی چاہئے کہ اے بادشاہ! میں اپنے نفس کا خزانہ توں اور تجھ پر چھوڑ چکا ہوں۔ تیری رحمت کو تیری بارگاہ میں شمع اتا ہوں مجھے نفس کے قبضے سے نجات دے دے۔ اپنی پاکیزگی کی قید میں اس کو باندھ دے۔ اور وہ بندہ جس پر ہاتھ میں دے دے کہ میں خوشی کے ساتھ زندگی بسر کروں۔

قولہ: وقال بعضهم كل حق شار كه الباطل فقد خرج من قسمة الحق الى قسمة الباطل فان الحق غيور.

(ارشاد شیخ ہے) بعض مونیانے کہا ہے کہ ہر وہ حق جس میں باطل شریک

اور اللہ تعالیٰ کو کچھ نیکی تو دو دو دیکھتا ہے اور یہ پیش پرستوں کے عقیدہ کے مطابق ہے جو وہ صالح کے کاکل ہیں۔ مومن کے یہاں تو حید ہے۔ تو حید ایک دیکھتا ہے۔ مومن کے لئے اخلاص ہے اور اخلاص ایک ہونے کو کہتے ہیں۔ اگرچہ ہے ہو کہ مہر اور مخلص ہو جائیں تو اپنے کو اور اپنی عبادت کو زبردست محو۔ عبادت کو اللہ رب العزت کی عبادت سمجھو جب اس کے احسانات کے نکارے میں رہو گے تو اپنی عبادت و عبادت کے نکارے میں غلوں نہیں رہو گے۔ نفس میں محب یعنی خود و دیگر کی جو صفت پیدا ہوتی ہے وہ اپنے آپ کو دیکھنے اور اپنے عمل پر نظر ڈالنے سے ہوتی ہے۔ جب یہ خود پر نگاہ ہوگی اور نہ اپنا عمل دیکھائی دے گا تو اس وقت نفس میں محب کہاں سے پیدا ہوگا۔ اسی لئے کہتے ہیں ربانکار کی دوسری عبادت کی حالت میں جانوروں کا مشاہدہ ہو یا کسی دوسری مخلوق کا ایک ہی بات ہے کوئی فرق نہیں۔

قولہ: وقد روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال يقول الله انما اغنى الشر كآء عن الشر ك من عمل لمي عملاً آخر ك

فیه معنی غیری فانا برقی منه ومن عمله.

(ارشاد شیخ ہے) نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شریکوں میں شرک سے سب سے زیادہ ہے

نیز ہوں۔ جس نے میری لئے ایسا کوئی عمل کیا جس میں میرے علاوہ کسی

اور کو بھی شریک کر لیا تو میں اس سے اور اس کے عمل سے بے زار ہوں۔

شرح: اس حدیث شریف میں جو لفظ شرک آیا ہے۔ وہ عبادت کے اس شک اور

گمان کے لئے آیا ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کے لئے شرک کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

بعض نسخے میں انما اغنی الاغنیاء کی آیا ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ میں شرک کے اعتبار سے تمام بے نیازوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں۔ اس لئے کہ دوسرے لوگ جو بے نیازی کے باوجود کسی نہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے متعلق ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کسی وقت بھی اور کسی حال میں بھی کسی شرک کا لفظ استعمال نہیں۔ شرک سے وہ بالکل پاک اور

(ارشاد شیخ ہے) اگر کسی مرید کے احوال و عبادات میں سے کوئی چیز بغیر

قصداً اراداً اسے کے ظاہر ہو جائے تو اس میں کوئی خوف اور مضائقہ نہیں۔

شرح: حضرت شیخ کے اس قول کو حوالہ دجواب کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت

شیخ نے فرمایا کہ مرید کے لئے کوئی بھی مقام اور حال درست نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہو۔

اور اخلاص کہتے ہیں اپنی عبادت کو دوسروں کی نظر سے بچا کر کرنا۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرید کے احوال و عبادات لوگوں پر بغیر قصد

کے ظاہر ہو جائیں یعنی نماز پڑھ کر کے کارادہ نہ عبادہ ہے ارادہ ظاہر ہو جائے تو اس پر کیا حکم ہوتا ہے؟

جواب: حضرت شیخ نے جواب دیا کہ اگر بغیر ارادہ ہو جائے تو کوئی خوف اور مضائقہ

نہیں۔ جاہودیت کی عصمت کو پانے کے لئے بندہ کی حاجت سے کوئی لالچ نہ ہو اور اس کے ذہل

پر کسی طرح کا رنج و ملال نہ ہو تو نقصان دہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ سے بندہ مرتبہ کسی

کا ہو گا اور آپ ﷺ کے بعد غفلتے راشرین اور ان کے بعد علما و مدین ہیں ان حضرات گرامی کو

بارگاہ رب العزت سے جو مرتبہ ملتا تھا اس میں ان کی طلب خواہش اور ارادہ کو دخل نہیں۔ بہتہ الا ان

کے لئے کسی نقصان کا سبب نہیں بناس اس سے معلوم ہوا کہ قصد نماہ و مرتبہ کی طلب کرتا دین میں

نقصان کا سبب ہے کیوں کہ جاہودیت کی خواہش نفس کی مراد ہے۔

مرید صادق جو کلمہ نہیں نیکو کردار لوگوں میں لگا رہتا ہے جب نفس کے پوشیدہ کردہ

قرب اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں تو اس وقت وہ ایسا ہے جتنی اور مجاہد ہوتا ہے کہ نفس کا فرق کے

ہاتھوں سے اس کو سکون ملتا ہے اور نہ تو اسے اسی عالم میں وہ آدھی رات کو بیدار گاہی میں یوں تارو

فریاد کرتا ہے کہ اے رب اتھالے! تیری بارگاہ کا یہاں گواہ بندہ تیری دوستی کے جال میں گرفتار ہو کر

حاضر آیا ہے۔ تو خوب جانتا ہے کہ میرا قصد تیری تافرمانی نہیں تھی۔ لیکن نفس کے کمرہ در برب سے

مجبور ہو گیا۔ میری فریاد سن لے۔

قولہ: ولا یصح لہ الا خلاص الایمور فہ مقادیر الخلق وضعفہم

وقلۃ لقہمہم وضرہم کما وصفہ الخلیل لیم تعبہ مالا یسمع

ہو جائے جتنا وہ حق سے نکل کر باطل کے حصے میں داخل ہو جاتا ہے۔

حک حقیقہ سناؤ تاملے نمود (خیرت مند) ہے۔

شرح: یہاں باطل سے مراد دیا ہے اور باحرام ہے۔ یا کرنے والا اللہ تاملے کے

نزدیک دشمن ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم لوگوں کے حق میں شرک اصغر سے ڈرتا

ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے؟ ارشاد ہوا یا شرک اصغر ہے۔

فانی الخفی غیور۔ بے شک اللہ تاملے غیور ہے۔

مخلوق کے حق میں خیرت کا معنی یہ ہو گا کہ لوگ اپنے محبوب و مطلب میں کسی غیر کی

شرکت کو پسند نہیں کرتے۔ اور اسی خیرت کو جب نافع کا نجات کی صفت کے لئے استعمال کریں

گے تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ وہ رب کا نجات اپنے لئے کسی غیر کی شرکت کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی بندہ کی

جو طاعت و عبادت ہے وہ صرف اللہ کے لئے ہو اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں۔ اگر اللہ تاملے

کی خیرت کو اس کے کاموں میں دیکھا جائے تو معنی یہ ہو گا کہ اللہ تاملے کے کام شرکت کو قبول

نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ سہیل رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ کن ہی چیز ہے جو نفس کے لئے

بہت سخت ہے۔ فرمایا وہ اخلاص ہے جس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں۔

ایک بزرگ نے فرمایا لا الہ الا اللہ کہتے والے بہت لوگ ہیں لیکن ان میں ارباب

خلاص بہت کم ہیں۔

حضرت خواجہ نور محمد صبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اخلاص کی تین علامتیں ہیں۔

۱۔ لوگوں کی تعریف و تہلیل کا برابر ہونا۔

۲۔ اپنے اعمال کو فراموش کر دینا۔

۳۔ آخرت میں کسی ثواب کی طلب نہ کرنا۔

قولہ: ولا یساس بما یظہر من احوالہ وعباداتہ من غیر فصلیلہ فی

اظہارہ۔

جب اس پر نگاہ ہوگی تو ہر طرف سے رخ نمودار کی کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کروں گا ہے نعمت میں جب اس پر نظر ہو تو بلا میں بھی اسی پر نظر ہو۔

مرد کو قضا و قدر کے آگے زمین کی طرح جھکنا چاہئے۔ جس طرح زمین پر اگر بہت بڑا پہاڑ بھی کھدایا جائے تو اس کے نیچے پڑھائی نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو مرد ہیں ان پر بھی لازم ہے کہ حق سبحانی تعالیٰ کی جانب سے اس کے لئے جہنم بھی آئے اس کو اسی طرح خطر کی بظاہر پریشانی کے اپنے کو بے اختیار سمجھتے ہوئے برداشت کرے۔ اور پہلا سے بھی جوار گناہوں کی کوئی معاملہ آئے تو اس پر چون و چرا نہ کرے۔ اس لئے کہ یہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اپنے ارادے اور اپنی خواہش سے کرتا ہے۔ اس کی بھی کوئی چیز اگر ہے جو اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر ہے تو انکار کر دے۔ اور حق تعالیٰ کی طرف رخ نہ کرے۔ (اور اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر تو کچھ نہیں ہے۔)

جب مرد خدا کو یہ معرفت حاصل ہوگی تو ساری بلاؤں کے ہوتے ہوئے بھی دردِ رب تعالیٰ کے دردِ ہمارے الگ ہوتا ہے۔

قولہ: وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَجِدُ أَحَدٌ كَمُ حَالِوَةِ الْإِيمَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئِهِ وَ مَا أَخْطَاهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبِهِ.

(ارشاد شیخ ہے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایمان کی

حالات نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ یہ جان لے کہ جو کچھ اسے پہنچے والا

ہے وہ اسے پہنچ کر رہے گا۔ ایسا نہیں کر نہ پیچے اور جو کچھ پہنچے والا ہے وہ

کبھی بھی نہیں پہنچے گا۔

شرح: یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قضا و قدر میں طے کر دیا ہے اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے حکم کوئی رکھتا نہ اس نے تقدیر میں لکھ دیا کہ لے گا تو اس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں وہ ضرور مل کرے گا۔ اسی طرح اگر اس نے تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ نہیں لے گا تو قیضا اور بلا تک نہیں ملے گا۔

اگر ساری مخلوق، انسان، جن، فرشتہ ایک ساتھ تم کو کوئی ایسی چیز دینا چاہیں جو رب

وَلَا يَنْصُورُ وَلَا يَنْصِيحُ فَتَكُ شَيْبًا.

(ارشاد شیخ ہے) اگر یہ کہ لے لے اغوا اس وقت تک درست نہیں ہوتا ہے

جب تک لوگوں کے قدراں کے ضعف اور قلتِ نفع نقصان کا اچھی طرح

علم نہ ہو جائے جیسا کہ حضرات ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ تم اس چیز

کو کیوں پوچھتے ہو جو نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور جو تم کو کچھ سے

بے نیاز کر سکتا ہے۔

شرح: یعنی اس بات کا اچھی طرح جاننا اور سمجھنا چاہئے کہ اگر ساری مخلوق جن ہو کر کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو تو نفع پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر ساری مخلوق جن ہو کر کسی کو نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ کی مرضی نہ ہو تو نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے۔

جب نفع و نقصان پہنچانے میں انسان کی مجبوری و کمزوری واقع ہو گئی تو اس کی نگاہ حلقہ نفع و نقصان میں لکھا اس کی نظر اللہ کی طرف ہوتی ہے وہ یہ جانتا ہے کہ نقصان پہنچانے وہ مرد کی طرف نہیں بلکہ اس کی نظر اللہ کی طرف ہوتی ہے وہ یہ جانتا ہے کہ نقصان پہنچانے والا اگر ہے تو وہی نفع بخش اگر ہے تو وہی مصلہ و نقص بخش کرنے والا ہے تو وہی ضرر دہنے والا ہے تو وہی۔

اس علم کے بعد اخلاص و درست ادب ہو گا۔

اس معنی میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عبادت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ انہوں نے اپنے باپ سے کہا لہم تغلبنا صلاً ونسنع ولا یتعبونا ولا یغنی عنک شئنا (سورہ بکہ ۴۶)

تم اس چیز کو کیوں پوچھتے ہو جو نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور جو نہ تم کی چیز سے بے نیاز کر سکتا ہے۔ یعنی جب تم کو کوئی حاجت پیش آتی ہے تو اس حاجت و ضرورت کو پورا کر کے تم کو بے نیاز نہیں کر سکتا لہذا اس کی عبادت و پیش کر دہ جس کو پکا و قوی وہ سن لے تمہاری طرف وہ اس طرح متوجہ ہے کہ تم کو جب کوئی حاجت ہو تو اس حاجت سے بے نیاز کر سکے اور یہ سب کام صرف ایک ہی سے ہو سکتا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ۔

روکنے والا ایک ہی ہے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ جس کو ایمانی قوت حاصل رہتی ہے اس کو فتنہ کسی سے زحمت ہوتی ہے اور نہ کسی سے خوف ہوتا ہے۔ ایمانی قوت کا ربط اللہ تعالیٰ پر امتداد رکھنے کے ساتھ ہے۔ اور صحت امتداد کا رابطہ اس پر ہے کہ یہ بات عکس ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قائل نہیں۔ جو کچھ موجود ہے چاہے وہ جلی ہو یا رزق ہو، عطا ہو یا منع ہو، زندگی ہو یا موت ہو، امری ہو یا فقیہی ہو سب کو پیدا کرنے والا اور موجود بخشنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ان کا ہموس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ جب یہ کسی پر مکمل جاتا ہے تو وہ کسی غیر کی طرف انھما کو بھی نہیں دیکھتا۔ کلکتہ رہتا ہے تو اسی کا امید ہوتی ہے تو اسی سے اور اس کا ہوتا ہے تو اسی پر ہے۔ اس لئے کہ قائل وہی ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب اسی کے تابع ہیں۔ وہ اپنے ارادے اور مرضی سے آسمان و زمین میں ایک ذرہ کو بھی ہلاتا ہے۔ چنانچہ بندہ عطا و بخشش اور منع و رکاوٹ کے لئے کسی غیر کی طرف نہ گفت و خج نہ نہیں ہوتا۔

جو غیر کی طرف دیکھتے ہیں ان کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو قتل کی سزا ہو جائے اور بادشاہ اس کے معافی نامہ پر منظوری کا دستخط کرے اور وہ اپنی رہائی کے لئے اس دعاوت، قلم اور کاغذ کے تکرار میں مشغول رہے جس سے معافی کے حکم نامہ پر دستخط ہوا تھا بلکہ وہ یہاں تک کہنے لگے کہ اگر قلم نہیں ہوتا تو مجھے رہائی نہیں ملتی یعنی وہ اپنی نہایت کا ذریعہ قلم کو کچھ قلم چلانے والے کو نہیں سمجھے یہ انتہائی جہالت کی بات ہوگی۔

ہاں! جو یہ سمجھتا ہے کہ قلم کا اپنے آپ میں کوئی اختیار نہیں وہ تو کاتب تحریر کے ہاتھ کا تابع ہے وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور کاتب تحریر کے سوا کسی دوسرے کا شکر گزار نہیں رہتا بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ رہائی کی خوشی اور معافی نامہ پر دستخط کرنے والے بادشاہ کے شکر ادا کرنے میں ایسا مدہوش ہو جاتا ہے کہ قلم، دعاوت اور کاغذ اس کو یاد بھی نہیں رہتا۔

لیکن شیطان چھوڑتا نہیں۔ وہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہو۔ حالانکہ آدمی اپنے اختیار سے تمہیں روزی دیتا ہے اگر آدمی چاہے تو دوسرے اور تمہیں چاہے تو تمہیں دے۔ ایسی صورت میں آدمی سے کیوں امید نہیں لگے۔

تعالیٰ دعا نہیں چاہتا تو ہرگز نہیں دے سکتے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کچھ دعا چاہتا ہے اور ساری مخلوق ایک ساتھ جمع ہو کر اس بات کی کوشش کرے کہ وہ چیز تم کو ملے تو اس میں کامیابی نہیں مل سکتی۔ اور نتیجہ رکاوٹ کے وہ چیز تم کو مل جائے گی۔

جب بندہ کو یہ علم ہو گیا کہ لوگوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے تو وہ جب مانگے گا اللہ کے مانگے گا، جب دعا چاہے گا تو اللہ سے چاہے گا۔ اس کی نظر میں لوگوں کا وجود اور عدم دونوں ایک ہو گا۔ اس کا سارا اعتماد اللہ پر ہو گا۔ چاہے وہ روٹی کھلا کر زندہ رکھے یا بغیر روٹی کے زندہ رکھے۔ بندہ کی یہی ہستی پر غالب ہے۔ اس وقت بڑی سے بڑی سلطنت بھی اس کی نظر کے سامنے ہے۔ قدر ہو۔ ایسا امر یہ جب حق کے سامنے ہو گا تو درپیش کن آئے گا۔ وہ لوگوں سے بے نیاز رہے گا۔ اس کا دل دنیا اور دنیا والوں کی فکر سے خالی رہے گا۔ اس کے گھر کو لوگوں سے کوئی آماج نہیں ہوگی۔ روٹی رہے یا نہ رہے بخیر ہو یا نہ ہو وہ اپنے کو بادشاہوں سے اونچا اور بادشاہوں و امراء سے اونگڑ سمجھے گا۔ جب لوگوں سے کوئی مانگی نہیں ہوتی تو آدمی تو اگر ہو جاتا ہے۔

قولہ: **وقدال النبی ﷺ ان من ضعف اليقين ان ترضى الناس بسخط الله وان تحمد هم على رزق الله وان تدهم على ما لم ياتيك الله.**

(امثال شمس ہے) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک ضعیف یقین کی بات ہوگی

کہ تم لوگوں کو ان چیزوں سے خوش کرو جن سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو۔ اللہ

تعالیٰ کے رزق دینے کے باوجود دوسروں کی تعریف کرنا اور اللہ تعالیٰ نے

جو چیزیں دئی ہیں ان کے لئے دوسروں کی برائی کرنا۔ یہ ضعیف یقین کی

باتیں ہیں۔

شرح: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے منفعت طلب کرنا یا کسی غیر کے نقصان

منہجہ سے منافقت رہنا ایمان کی کمزوری ہے۔ جس کا ایمان قوی ہوتا ہے وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ نفس پہنچانے والا اور نقصان پہنچانے والا عطا و بخشش کرنے والا اور عطا و نوازش کو

کس کو متحرک کرے تو نہیں کر سکتا۔ حالانکہ پکڑوں اگر ان اور اٹھانا اختیار کی فصل ہے۔

حضرت خواجہ سرری رحمت اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا یقین کے کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا جب عینہ میں مختلف کیلیات موجزن ہوں تو اس وقت دل پر سکون رہتا یقین ہے اور اس بات کا یقین یقین ہو کہ تہار سے خطر اب دے یعنی کے کوئی فرق نہ پڑنے والا نہیں اس لئے کہ جو قدر ہو چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

ایک دوسرے بزرگ سے جب پوچھا گیا کہ یقین کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا دل میں کل کی لگارت ہوتا یقین ہے۔

کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اس راہ میں قدم رکھتا ہے تو اس وقت تک اس کا احتیاط حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ یقین کی دولت سے مالا مال نہ ہو اور یقین یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جو وعدہ کیا ہے اس کو ان وعدوں پر مضبوط و محکم کھم یہ یقین معروف ہے حاصل ہوتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کو پہچانے گا تو اس کے لئے وعدوں میں کسی طرح کا شک نہیں کرے گا۔ اور اپنی سرادوں میں کامیابی کے لئے کسی تردد کا شکار نہیں ہوگا۔ سرگازر کو درکار ہے گا تو پھر اس راہ کو نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ تردد (شک و شبہات) نفس کی پیداوار ہے۔ تردد کے حال میں کبھی کہتا ہے کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا اور جب یقین کی کیفیت ہوتی ہے تو کہتا ہے اگر آسمان زمین بھی میرے سر پر ڈالیں اور کلوئے کلوئے کے کوئی تو مجھے بندگی کے سوا اور کچھ نہیں چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اور مجھ سے اسی کا مطالبہ ہے۔ اگر مجھ سے اس کام کا مطالبہ نہیں ہوتا تو پھر مجھے اس کام کا حکم ہی نہیں دیتا۔ یہی علم یقین ہے۔ ہاں! یقین کا ثمر یہ ہے کہ اس کو جتنی جزوات حاصل ہوتی ہیں اس سے زیادہ نعمت جتنی میں ہو۔ اس لئے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ جتنی عبادت تعالیٰ سے کہہ سکتا ہے اور بارش کے بغیر بڑا ہوا کا سکتا ہے۔ عزیز جاسکتا ہے۔ پتے بندہ کو روٹی کے بغیر قوت دے سکتا ہے اور بارش کے بغیر بڑا ہوا کا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ سرید جس کو یقین سے حاصل چکا ہے اس کی نگاہ پے نفس کے افعال پر ہوتی ہے وہ دنیا اور ساری مخلوق سے وہ اپنا خلق متعلق کر سکتا ہے۔ وہ ملک الموت علیہ السلام کا انتظار رہتا ہے۔ یقین

ان باتوں کو اس کا ٹوکوں کے تو ہم عمل کئے ہیں مگر جو حق ہوتا تعالیٰ کے خاص ہیں ان پر سلطان کا قبضہ نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ نور بصیرت سے یہ دیکھ لیتے ہیں کہ حب خیر خود تالی ہے اور مجبور ہے۔

جو لوگ ظلم و تالی نہیں سمجھتے وہ غلط ہیں اور ان کی غلطی غلطی کی غلطی کی طرح ہے مثلاً اگر جیون کا نظریہ غلط ہے اور وہ دیکھتی ہے کہ ظلم کا فائدہ کیا کر رہا ہے اس کی نظر کھینچنے والے کے ہاتھ کی انگلیوں کو نہیں سمجھتی بلکہ وہاں تک اس کی نظری نہیں جاتی اس لئے وہ اس غلطی میں پڑ جاتی ہے کہ ظلم کا فائدہ کیا کر رہا ہے۔ اس کی اس غلطی میں اس کی بیانی کا قصور ہے آنکھ کی جلی جھوٹی ہونے کی وجہ سے اس کی نظریہ ظلم سے آگے جاتی ہی نہیں۔

اسی طرح جب کسی کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے روشن اور منور نہیں ہوتا تو آسمان زمین اور سامی کائنات کے خالق اور کھینے سے اس کی بصیرت قاصر رہتی ہے۔

سوال: جو رہا تک کہ وہ جانتا ہے اس کی نظریہ سے آگے نہیں جاتی اور یہ سراسر جہالت ہے۔ تو جیسے کہتے ہیں وہ ظاہر ہے اور اسباب و ذرائع جوتالی ہیں وہ بھی ظاہر ہیں پھر آدمی میں جو حرکت و سکون کی کیفیت ہے وہ کیا ہے۔ آدمی جب چلتا ہے تو متحرک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب چلتا ہے سکون میں آ جاتا ہے۔ اس حال میں اس کو تالی کیسے کہیں گے؟

جواب: کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کا آدمی کی مرضی اور خواہش پر منحصر کرنا سراسر غلط اور قدم کی لغزش کہی جاتی ہے۔ لیکن سمجھنا یہ ہے کہ اس کا حرکت و سکون اللہ کی مرضی و مشیت پر موقوف ہے۔ وہ چاہے یا نہ چاہے۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ یہ سراسر جہالت ہے اور جہالت کے مخالف ہے پھر جو جہالت کہیے ہوگا؟

جواب: اگر سامنے سے پردہ اٹھ جائے تو یہ معلوم ہو جائے کہ اختیار ہوتے ہوئے بھی وہ مجبور ہے۔ اس بات کو درج ذیل مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ جب سوائے کسی کی آنکھ کا آپریشن کیا جاتا ہے تو اس وقت پکڑوں کبھی اور اس طرح پکڑ لیا جاتا ہے کہ اگر چاہے

کردی ہے کہ عطا و بخشش کرنے والا اور نفع پہنچانے والا اگر کوئی ہے تو میں۔ اسی طرح روکنے اور محروم رکھنے والا نقصان پہنچانے والا اگر کوئی ہے تو میں۔ اس آیت سے پہلے جو آیت آئی ہے وہ یہ ہے کہ لا تَدْرُغْ مَنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ (سورہ ہولہ ۱۰۶) (اور نہ عبادت کر اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی نفع پہنچا سکتا ہے تجھے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے تجھے)۔ یعنی میری عبادت کرو اس لئے کہ درخ و تکلیف دینے والا میں ہوں۔ فلا تکذِبْ لَنَا إِلَّا نَحْنُ لَوْ اس رَجَّحْتَ الْكَفَّيْنِ وَدَرَّ كُرْسِيًّا دَلَّ عَلَى كُذُوبِكَ (سورہ ہولہ ۱۰۷) (اور اگر تیرے ہاتھوں میں دو کھوپڑیاں ہوں تو میں ہی ہوں۔ اگر میں تمہیں خبر و عاقبت سے رکھتا چاہوں اور ناکہ پہنچاتا چاہوں تو کوئی بھی ایسا نہیں جو میرے فضل و کرم کی باتیں کر دوں۔ مگر ہمارا مقول اور لغو ہے۔ اس کا کوئی ناکہ نہیں)۔ اگر کسی چیز کو ہونا مقدر ہے تو وہ خود ہونا کرے گی۔ اس کے لئے فکر مند ہونے سے دور ہونے والی بات ملنے والی نہیں۔ اسی طرح اگر کسی چیز کا نہ ہونا مقدر ہے تو وہ نہ ہونا نہیں ہوگی اس کے لئے فکر کرنا اور درخ و کرم میں حصار بنانا بے کار اور لا حاصل ہے۔

جب ہم نے اس کا علم ہو گیا تو سرورِ حق کی موعظہ اور اس کو سمجھنے والے کی طرح کی بدخشت نہ ہوں اسی طرح وہ تمام لوگوں میں مقبول ہو جائے تو اس سے کوئی انصیت پیدا نہ ہو۔ اس لئے کہ اس کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ اگر سارے لوگ میری قوت بھی جو قسمت میں ہے وہ ہرگز فوت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر سب لوگوں کی نظر میں وہ مقبول بن جائے اس کے باوجود جو چیز اس کی قسمت نہیں ہے وہ ہرگز اس کو نہیں مل سکتی۔

میں اس کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت قائم کر دی ہے۔ اور وہ بندہ میدانِ شرم میں کھڑا ہے۔ ہر ظالم سے عظیم کرم کن دلا دیا جا رہا ہے۔ دشمنوں کی گرفت ہو رہی ہے اور اس بندہ کے ہاتھوں میں اس کا نازِ اعمال دیا جا رہا ہے تاکہ وہ اپنے اعمال کو دیکھ لے۔ جب مرے اس صفت کے ساتھ رہنے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یقین کی ایک دولت عطا فرما دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر مکمل اکتلا کر لیتا ہے اور اسی پر توکل کر سکتا ہے۔

قوله: اَنْ رِّزْقَ اللّٰهَ لَا يَخْشَوْهُ خَوْصٌ وَلَا يَمْسُكُ اللّٰهُ بَعْضُ بَعْضٍ فَلَا كَاشِفَ كَآرِهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنْ يُمْسِكُ اللّٰهُ بَعْضُ بَعْضٍ فَلَا كَاشِفَ لَآلِهٖمْ وَ اِنْ يُّرْزَقْ يُمْخِرُ فَلَا زَادَ لِفَضْلِهٖ -

(ارشاد شیخ ہے) یقیناً اللہ تعالیٰ کی دہائی ہوئی روزی کو نہ کسی رئیس کا مرض

اپنی طرف کھینچ سکتا ہے اور نہ کسی تاجپوش کرنے والے کی کراہت اس کو روک

سکتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر پہنچائے مجھے اللہ تعالیٰ

تکلیف تو نہیں کوئی دور کرنے والا اسے بجز اس کے اور اگر ارادہ فرمائے

میرے لئے کسی بھلائی کا تو کوئی روکنے والا نہیں اس کے فضل کو۔

شرح: یعنی ایسے لاحدلی و زلفک تصرف سوی اللہ تعالیٰ لا سو قا

ولا اذاعا السائق والمائع هو اللہ تعالیٰ۔

(تمہیں روزی دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں۔ نہ کوئی روک سکتا ہے اور

نہ کوئی روک سکتا ہے۔ دینے والا اور روکنے والا وہی اللہ تعالیٰ ہے۔)

جیسا کہ اظہارِ شان نے فرمایا:

وَأَنْ يُمْسِكُ اللّٰهُ بَعْضُ بَعْضٍ فَلَا كَاشِفَ لَهُ اَلَا هُوَ اِنْ يُّرْزَقْ يُمْخِرُ فَلَا زَادَ

لِفَضْلِهٖ (سورہ ہولہ ۱۰۷) کا حاصل یہی ہے کہ اگر وہ سب قہری چاہے کہ کسی کو نقصان پہنچ

جائے تو اس نقصان سے بچانے والا اس کے سوا کوئی نہیں اسی طرح اگر وہ چاہے کہ کسی کو بکھیر

جائے تو اس کے فضل کو کم کوئی روکنے والا بھی نہیں۔ اس نے اپنے بندوں پر یہ حقیقت پہلے واضح

نفس کی مخالفت کے سوالوں یا رویوں کا کوئی علاج نہیں۔

☆ اگر نفس کا چچا کھانا پیہما آ رہا ہے تو فائدہ نہ دے کہ کھانا کسی دوسرے کو دیے۔

☆ اگر بہترین لباس پسند ہے تو وہ بھی کپڑا کسی دوسرے کو دیے۔ اور خود معمولی کپڑا پہنے۔

☆ اگر گھنگھو پسند ہے تو خاموشی اختیار کرے۔

☆ اگر خضہ منڈی پسند ہے تو گھنگھو کرے۔

☆ اگر شرب پیدا رہی ابھی گنتی ہے تو سوچے۔

☆ اگر خیر اچھی گنتی ہے تو شرب پیدا نہ کرے۔

اس طرح کی اور بھی بہت ساری مثالیں در کہیں ہیں جن سے نفس کی مخالفت کی

جاسکتی ہے۔

مرکبہ چاہے کہ نفس جتنے رشتوں سے جڑا کرتا ہے ان رشتوں کی پچکان حاصل کرے اور اس جو ضرر ناکل کرے اسے نظر ناکل نہ ہو کہ اس کے برعکس راستے کو اختیار کرے۔ نفس سے محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے..... نفس کی مخالفت.....

لفظ نفس معنوی اعتبار سے بہت سارے معانی پر مشتمل ہے۔ نفس اس کو کہتے ہیں جو جامع معانی رکھتا ہے اور وہ ہے آدمی کے اندر پائے جانے والے قوتوں کا مجموعہ..... صوفیاء زیادہ تر اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں اور نفس سے انسان کے اندر پائے جانے والے تمام نام بری صفات مراد لیتے ہیں۔ اسی نئے کہتے ہیں کہ جس طرح موت سے چھٹکارائیں اسی طرح نفس کا چھابوے

میں لگانے، اس سے جنگ کرنے اور اس کو شکست دینے کے سوا چارہ نہیں۔ ایک بزرگ نے مجاہد کو مشاہدہ کی علت (ذریعہ) کہا ہے کہ المجاہدات مواربہ المشاہدات۔

اور دوسرے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس طرح موت سے فرار نہیں اسی طرح سریرہ کیلئے مجاہدہ کے بغیر گذر نہیں لیکن مجاہدہ نفس سے حق نہیں ملتا ہے۔ بلکہ راہ حق ہے اور راہ حق خواہشات نفسانی سے پاک ہے۔

فصل ۱۶

رعایت نفس اور اس کے آداب

قولہ: **وَبَجْهَتِہٖ فِی مِرَاعَاتِہٖ نَفْسَہٗ وَ مَعْرِفَۃٖ اَحْلَاقِہَا فَاِنِہَا لِامَارَۃٌ**

بِالْاَسْوَدِ.

(اسے شمشاد ہے) اسے نفس کی نگہداشت اور اس کے اخلاق کی معرفت

حاصل کرنے میں کوشش کرتا رہے۔ یقیناً نفس برائی کی طرف گم رہتا ہے۔

شرح: یعنی نفس برائی کا مطالعہ کرتا ہے اور برائی کے سوا کوئی دوسرا حکم نہیں دیتا۔ جیسا

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا **وَمَا یُؤْتِی نَفْسَہٗۤ اِنَّا اللّٰہُ نَفْثُ لَآکَافِرٍ مِّنْہٗ**

سُورہ یوسف (۵۳) (اور میں اپنے نفس کی برائت کا دعویٰ نہیں کرتا، بیشک نفس تجھے گمراہ کرتا

ہے برائی کا) جب ایک غمخوار بچے میں ایسا فریاد پھر کون ہے جو نفس سے محفوظ ہے۔

شرح آداب المریدین میں یہاں سے کوئی الگ فصل قائم نہیں کی گئی ہے۔ لیکن آداب

المریدین عربی میں الگ فصل کا عنوان ہے۔ جس کو حضرت محمدؐ نے یہاں قائم رکھا ہے۔

نفس کے اخلاق کی بنیادیں تیز دلی پر ہے۔

نگل، حکمر، عجب، ربا، حسد، تیروچی (بری نظر)

کھانے کی لالچ، بولنے کی تقریر کا شوق، مال و دولت سے محبت، عزت و مرتبہ سے محبت۔

معلوم کرے گا اور نفس کے محبوب اس پر نکاح ہو جائیں گے۔

اگر کسی نے بعد نفس کو صحت بخش کیا تو علم کا بیان اس پر بہت زیادہ ہو گا اس

لئے نفس علمی کے ذریعہ پر بندہ رہتا ہے اور علمی کے ذریعہ عزت کا تاج اس کے نسب پر ہوتا ہے۔

نفس کو تمام چیزوں کے ذریعہ نرم کرنا بہت آسان ہے مگر عزت و حرمت کے زوال کے

ذریعہ نرم کرنا آسان نہیں ہے بلکہ سخت ہے۔

دین اور دنیاوی جاہ و مرتبہ ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ بندہ کو جتنا زیادہ عزت و مرتبہ

حاصل ہو گا دین میں اتنی ہی نقصان ہو گا اور کی آئے گی۔

جب نفس کو ریاضت میں لگائیں گے تو اس وقت بذلت کا ذریعہ ہو گا اور نہ لوگوں کی

علاست کا خوف ہو گا۔ اس وقت یہ امید لگائے گا کہ اس سے کوئی کام ہو جائے اس لئے کہ مخلوق

ایک مشکل پیچ ہے، سب لوگ اس پر مدامت کریں گے اور کہیں گے کہ آخر تجھے کیا ہو گیا

ہے جو تجھ کو رہ کر اور رات رات بھر جاگ کر اپنے کو پریشانیاں میں ڈال رہا ہے۔ کوئی بھی اپنے

قدیموں کے سہارے اپنی قیامت نہیں کیا ہے۔ حریفیں اور ملاپٹیلے لوگوں کی مثال دیں گے اور دوسری

کے نام سے ڈرائیں گے۔

قولہ: وَلَا يَغْفِلْ عَنْهَا وَ إِن تَهَيَّئِ لَهَا السَّعْيَ فَإِنَّ إِلَهَ الْبَهَائَةِ لَيَأْتِي

النَّبِيَّ كَانَ مُرَاجِعًا لَهَا وَ مُسْتَعِيْدًا بِاللَّهِ تَعَالَى مِنْ شَرِّهَا.

(ارشاد شیخ ہے) اور کسی حال میں بھی نفس اور اس کے فقرات سے قائل نہ

رہے اگرچہ معرفت میں انتہائی درجہ پر کیوں نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ بے شک نبی

کریم ﷺ بعض نفس کی گھبراہشت میں لگے رہتے۔ اور نفس کی شرارتوں سے

محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے پناہ کے طلب گار رہتے۔

شرح: یعنی اہل معرفت شیطان بلا سے زیادہ نفس کی بلا سے ڈرتے ہیں۔ یہ

حضرت نفس کی تمام خواہشات اور مردوں کو پامال کر دیتے ہیں۔ نفس کی سراد پر ایک قدم بھی

مرید کا کسی ایک نفسانی خواہش میں بھی مبتلا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اسے راجح بھی

نصیب نہیں۔ ہمیشہ اس بات کی کوشش میں لگا رہے کہ نفسانی خواہشات کو پست کر دے تا کہ اس کے

لئے راجح ہو جاوے۔ راجح ایک ہے اور اس میں چھنے والے بہت سارے ہیں یہ اسی بات کی

طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے قریبا اعلیٰ علو کو نفی الہی حبیب کے تہا رہے

دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تھا، اور اس سے جڑتہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

اسی وجہ سے لوگوں نے کہا ہے کہ معرفت اور توحید کے بعد جو چیز بندہ پر واجب ہوتی

ہے وہ ہے نفس کی آفتوں کو جاننا اور پہچاننا کہ نفس ہے کیا۔ اور یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ اس کو کس

طرح کی ریاضت میں لگایا جائے۔ سب سے پہلے نفس کی چٹکائی لیجی ہے اس لئے کہ بندہ کا

سب سے قریبی دشمن نفس ہی ہے۔ مرید جب تک قریبی دشمن کو نہیں کرے گا دور کے دشمن کو

کیسے قبضہ میں لے سکتا ہے۔ اور جب تک نفس کے افعال کی شناخت حاصل نہیں ہوگی اس کا

مقابلہ اور اس سے جنگ کیسے کر سکتا ہے۔ اس کو پہچاننے کی صورت یہ ہے کہ جو چیز اس کو بندہ آئے

اس کو ترک کر دے۔ نفس کی تمام سرادوں کو پامال کر دے اور اس کی سراد پر ایک قدم بھی نہیں چلے

اگرچہ وہ طاعت ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ نفس مرید کو طاعت کے راستے مصیبت یعنی گناہ میں

دال کر دیتا ہے اور وہ اس طرح کہ طاعت و عبادت میں یہاں کوشاں کر دیتا ہے۔

نفس کی دونوں آنکھیں لوگوں کی طرف لگی رہتی ہیں۔ لوگوں کو دکھانے کے لئے بڑے

بڑے پھیلاؤ کو بغیر کسی احتیاج و مشقت کے اپنی آنکھوں میں کھینچ لیتا ہے اور حق کے لئے ایک ذرہ کو بھی

نہیں کھینچ سکتا۔ رخ سو کر بھاگ جاتا ہے۔

نفس اندرونی دشمن ہے، اور انسان کا معاملہ اسی داخلی دشمن سے ہے اس لئے ہر لمحہ اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کیا جائے کہ خداوند اے میں نفس کے مکر و فریب سے عاجز و مجبور ہو چکا ہوں۔

میری دست گیری فرما اور میری فریاد سن لے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ اس کو وہ معرفت عطا فرمائے گا جس کے ذریعہ نفس کے افعال کو

عجی غنم کلما اضمہا من جانب النشوت من جانب آخر.

(ارشاد شیخ ہے) حضرت علی بن ابی طالب ؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا

میں اور میرے غنم کی خال بکریوں کے چرواہے ہیں۔ جب وہ بکریوں کو

ایک طرف سے جمع کرتا ہے تو وہ دوسری طرف سے نکل جاتی ہیں۔

شرح: حضرت علی ؑ کا یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ بندہ کے لئے

غنم کی شرارتیں اور آفتیں بہت ہی سخت ہیں اور اس کو یا ضیعت میں لگانا بندہ کے لئے بہت زیادہ مشکل ہے۔

حضرت علی ؑ نے اپنے غنم کی شرارتوں کو بڑی دواکساری کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اسی سے سمجھتا چاہئے کہ غنم کی شرارتیں کہاں تک ہیں اور اس کی کیا حد ہے۔ بعض ماسکین نے جو زنا بائعہ لیا ہے اور بت خانہ چھ گئے ہیں اس میں غنم کے کرد و فریب اور اس کی شرارتوں کا اچھا رہا ہے۔ اسی کوئی نے کہا ہے۔

ازین کا فر کہ دار اور نما راست مسلمان درجوں کو ترقا راست

(وہ غنم کا فر جمادی برشت میں ہے بہت کم مسلمانوں کو اس سے واسطہ پڑا ہوگا۔)

قولہ: وقال ابو بکر بن الوراق النفس موائیة علی جمیع الاحوال

مناقفة فی اکثر الاحوال مشورۃ فی بعض الاحوال.

(ارشاد شیخ ہے) حضرت ابو بکر صدیق ؓ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہارا تمام احوال

میں رہا کرو زیادہ تر احوال میں مناقشہ اور بعض احوال میں مشورہ ہے۔

شرح: اور اوراق کہ اس پر تیس بیس کا جب کو کہتے ہیں۔

یہ جو کہا گیا کہ غنم تمام احوال میں رہا کر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا لوگ کو اعمال و افعال کر کے دکھانے یا اعمال و افعال کو ترک کر کے دکھانے چاہئے کو کہتے ہیں۔ غنم کی دونوں آنکھیں لوگوں کی تحریف اور ان کی متبوعیت کی طرف لگی رہتی ہیں۔ لوگوں کے درمیان مقبول

نہیں چلتے۔ غنم کی مراد پر حق کی مراد تھوڑی دیکھ سکتے ہیں۔ غنم ہوتے بھی ہے غنم ہوتے ہیں۔ غنم ان سے جدا نہیں ہوتا لیکن انسانی خواہشات، شہوات اور خواہشوں کو اپنے قدموں سے روند دیتے ہیں تا کہ اس کے اوپر سے غنم کا حجاب اٹھ جائے۔

جب حجاب غنم دل سے اٹھ جائے تو ہے تو ان پر نہ شیطان کی گذر ہوتی ہے، نہ دنیا کی اور نہ دنیا والوں کی۔ اس لئے کہ سب کی اصل غنم ہے۔

حضرت شیخ نے جو یہ فرمایا ان النبی ﷺ کان مرعیاً لہا و مستعیذاً باللہ تعالیٰ من شرہا اس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ غنم کی نگہداشت میں لگے رہتے۔

اس کی شرارتوں اور آفتوں سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے پناہ کے طلبگار رہتے۔ اسی لئے جو لوگ غنم سے جنگ کی بات کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جنگ سے مراد نہیں ہے کہ دشمن پر قبضہ کر لیا جائے بلکہ دشمن سے جنگ اس معنی میں ہے کہ دشمن سے اپنے کو محفوظ رکھا جائے۔

غنم کی مخالفت تمام حیوانوں کا راز ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا اسلام کیا

ہے؟ انہوں نے فرمایا مخالفت کی تلواریں غنم کو دیکھ کر دیکھ کر نام اسلام ہے۔ اس کی مخالفت یہ ہے کہ شہوات کو ترک کر دیا جائے۔ بندہ کو غنم کے کرد و فریب سے ڈرنا چاہئے۔ غنم بندہ کے ساتھ چشم زدن میں جو کہتا ہے وہ ہمارے چہرے کے لوگ اگر ایک ساتھ لے کر نہ چاہیں تو نہیں

کر سکتے۔ اس لئے ماسک کو ہوشیار رہنا چاہئے تا کہ غنم کے کرد و فریب کی باتوں سے محفوظ

رہے۔ جو ناموری و شہرت، لوگوں کے اعتراضات، وکل کی لگنے کے پریشان ہے اس سے یہ

سب کا نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ یہ خطرناک راہ ہے۔ باتوں سے بھری۔ اس کی سب سے

معمولی غارت یہ ہے کہ غنم کی آنکھیں اپنی جان سے بنانا چاہئے۔ اور نا مرادی کا جام نوش جان کرنا

چاہئے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو ہر نا اہل اسی رہ میں قدم رکھ دے گا۔ تمام تصوف کا دعویدار

ہو جائے گا۔ اور فقر کے غم نہ لگے گا۔

قولہ: وکان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یقول ما لنا ونفسی الا کرا

فلس کو عزت و بڑائی والا سمجھنا ایسی نگاہ اس کی عبادت میں ہے اور ایسی ہی نگاہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ اِیْمًا کہ ہر ایک کو اپنی زندگی کو بھگتانا ہے والا قتلوا بااستحسانکم حیثا منہا فلس کی ذرہ برابر بھی کسی چیز کی تریف و تحسین کر کے اپنے آپ کو ہلاک مت کرو۔

اور دوسری قسم ہے فلس کی برائیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا۔ اس نظر سے دیکھتا ہوں سجاد تعالیٰ کی عبادت ہے۔ فلس کے محبوب بہت سارے ہیں۔ جیسے لوگوں سے عزت و درجہ کی طلب کرنا، حق کی مخالفت اور باطل کی موافقت کرنا، لوگوں کے درمیان جھول ہونے سے خوش ہونا اور لوگوں کے درمیان ناپسند کئے جانے سے رنج ہونا، دنیا والوں سے سارا باز رکھنا، بہت زیادہ کی طلب کرنا، مختصر اور کم پر راضی نہ ہونا، اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھنا، معاملات میں تاویل اور رخصت تلاش کرنا، غرض یہ کہ اس طرح کے بہت سارے محبوب ہیں جن کو کھانے پینے کی تعلیمیں سنا ہو جائیں بجز کچھ کچھ نہیں۔ یہی وہ ہے جو تمہارے بھراؤن میں چھپا ہوا ہے۔

برائین را بہت اندر خاشد باشد من بترزد کم

کہ سر پیشہ بہت اندر دل بد کشش من باشد

(برائین کا بہت اس کے گھر میں ہوتا ہے میں تو اس سے بھی برا ہوں کہ میرا بہت گھر سے

بد طبیعت دل میں چھپا ہے)

قولہ: وَقِيلَ مَثَلُهَا فِي اِبْدَاءِ الْحَسَنِ وَ اخْفَاءِ الْقَبِيحِ مَثَلِ الْجَمْرَةِ

لَوْنُهَا حَسَنٌ وَ اَنْهَا لَتَحْرِقُ اِنْ عَوِثَتْ لَنَشُوْقَتِ الْمَيُّ السَّرِيَّةُ

و تَمَتَّتِ الْاَدْوِيَّةُ وَ اِنْ عَوِثَتْ لَكَسِبَتْ هَوَاوُ اَعْرَضَتْ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَاِذَا اَتَمَمْتُمْ عَلٰی الْاِنْسَانِ اَعْرَضْ وَ اِنَّا يَنْجَانِيْهِ

وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَلَوْ دُعِيَ غَيْرِيْضٍ (حم السجده/51)

(ارشاد شیخ ہے) اور کہا گیا ہے کہ جو بھین کو ٹھہرا کر نہ لے اور برائیوں کو چھپانے میں

ہو جائیں اور خبیہ خریف تعریف تو صغیر ہواس کے لئے بھوک و پیاس اور بڑائی کی بڑاؤں مثلاًوں کو بندہ برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن حق سجاد تعالیٰ کے لئے ایک لقمہ کھائیں کر سکتا۔ بندہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا کوئی کر سہ اور مخلوق کی بندگی میں کرنا نہ ہے۔ اس سے بڑا شرک اور کیا ہو سکتا ہے۔

زیادہ تر احوال میں حائق ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ ہر باطنی نیکیوں کو دکھانا چاہتا ہے اور باطنی برائیوں کو چھپانا چاہتا ہے۔ اگر کسی رات دو رکعت نماز پڑھ لی، یا قرآن کریم کے چند پارے تلاوت کئے یا تھوڑی دیر شب بیداری کر لی تو بندہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے یہ اعمال سب لوگوں کو معلوم ہو جائیں۔ اور اس کے برعکس اگر کسی رات ستر گزوں گناہ اور معصیت کے کام کرتا رہے تو نہیں چاہتا کہ کسی کو معلوم ہو۔

اور بعض احوال میں شرک ہے اس سے مراد شرک فنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے ڈرنا اور امید رکھنا یا کسی غیر سے نفع و نقصان کی توقع کرنا یہ سب اوصاف و اخلاق فلس میں موجود ہیں۔ اہل سلوک اور صاحب ریاضت و عبادت سلوک میں اس سب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور اپنے مشاہدہ کے مطابق دوسروں کو باخبر بھی کرتے ہیں تاکہ جو طالب ہیں وہ ہوشیار ہو جائیں۔ اور معنی سے محرم و عیادوں کے لئے ذرا ٹھ و پکا کار کا سبب ہو۔

قولہ: وَقَالَ الْاَسَاطِسِي النَّفْسُ صَنَمٌ وَ النَّظَرُ إِلَيْهَا شُرْكَ وَ النَّظَرُ

فِيْهَا عِبَادَةٌ.

(ارشاد شیخ ہے) معصرت و ستمی نے قرنا فلس بہت ہے اس کی طرف

دیکھنا شرک ہے۔ اور اس میں نظر ڈالنا عبادت ہے۔

شرح: گویا معصرت و ستمی کہتے ہیں کہ فلس بہت ہے۔ اس کی طرف نظر

(الفتات) شرک ہے اور اس کی جانب نظر (اعتساب) عبادت ہے۔

یعنی اس کے افعال و ترکات پر ہے چونکہ ہر جس کا دیکھنا یا جاننا عبادت کے اندر ہے۔

اور اس کے افعال و ترکات میں نظر اعتساب ڈالنا عبادت ہے۔ اور یہ دوسری طرح کی ہے۔

کرتا ہے اس کے باوجود مسلمانی کا دعویٰ کرتا ہے جب تک اس کا امتحان نہ لے لیا جائے اس پر یقین نہیں کیا جائے۔ ایسی مسلمانی تو یوں ہے سے کچھ تک پہنچی ہوئی ہے۔ اسی کو کسی نے یوں کہا ہے۔

صوفی دیر پیش و شیخ چلہ دارہ

(تم صوفی بھی ہو گئے سیر پیش بھی ہو گئے چوہیل بیٹھے والے شیخ بھی بن گئے لیکن

مسلمان نہ ہوئے)

قولہ: وقیل مغل النفس مغل ماء صاف رائق ان حوكة تبین ملاحہ

من الحمالة والنسین تعلم أنها طلبت ان تكون لله ضدا فی

دعواھا و ندافى مطالبتها وذلك أن الله تعالى طالب

عباده بالثناء عليه والمدح له فطلبت النفس ذلك

وطالب الله العباد ان لا يخالفوا امره ونهيه فطلبت النفس

ذلك وطالبهم ان يصفوه بالسجاء والكرم فطلبت النفس

ذلك وطالبهم ان يكون هو المروغوب اليه والمروغوب منه

فطلبت النفس ذلك.

(ارشاد شیخ ہے) اور کہا گیا ہے کہ نفس کی مثال صاف و شفاف پانی کی ہے جو ایک جگہ

غیر اوجھا ہے۔ اگر حرکت کی جائے تو اس کے نیچے جو گندگی اور بولہ ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ یہ جانتا

چاہئے کہ نفس اپنے دکھائی میں اللہ تعالیٰ کا خدا اور اپنے مطالبہ میں اللہ تعالیٰ کا شمشٹا چاہتا ہے۔

اس کو یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے مطالبہ ہے کہ وہ اس کی حمد و ثناء کریں اور نفس

چاہتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے مطالبہ ہے کہ اس کے ادا و

نواہی پر عمل کریں اور اس کے حکم کو مانیں اور نفس ان چیزوں کو اپنے لئے طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

کا مطالبہ ہے کہ بندے اس کے عبادت و کرم کی تعریف کریں۔ اور نفس کہتا ہے کہ میری عبادت و

کرم تو ازی کی تعریف کرو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگوں کی رغبت اس کی طرف ہو اور اسی سے ڈرو

اس کی مثال انگارے کی ہے جس کا رنگہ دیکھنے میں اچھا لگتا ہے مگر اس کا کام جانا ہے اگر نفس کو خلیوں میں ڈالا جائے تو وہ قودہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور دواؤں کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اور اگر اس کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھا جائے تو وہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں لگ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ہم آدمی کو نعمت دیتے ہیں تو وہ روگردانی کرتا ہے اور پروردگار کی خیر خیرداری سے دور ہو جاتا ہے اور جب اس کے کوئی پریشانی آجائی ہے تو وہ لمبی دم نہیں کرنے لگتا ہے۔

شرح: اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ دونوں جہاں کی بھلائی نفس کی مخالفت میں ہے مگر لوگوں کے ساتھ یہی اسی معاملہ کرنا چاہیے جیسا کہ اپنے باپ کے قاتل کے ساتھ کرتا ہے۔ دوسروں کو رام سے خوشی ہوتی ہے اس کو رنج و تکلیف میں خوشی دوسرے لوگ سخت ملنے پر سرور ہوتے ہیں اس کو نعمت میں سرست حاصل ہوں۔ دوسروں کو روغنہندی میں اپنی عزت نظر آئے اور یہ دروغی میں اپنی عزت سمجھتا ہے یہاں تک کہ اس کی زندگی دوسروں کی زندگی سے عقوبت اور برکس ہو جائے۔ حضرت شیخ نے اپنی اس بات کے لئے اللہ تعالیٰ کی اس آیت و آقا انفعنا علی اوتسانہ اخبرنی ونا بخایہ وانا منسۃ الشؤ فلو فضاۃ غریض (حم السجدہ ۱۷) کو پڑھ لیا ہے۔ یعنی جب آدمی کو نعمت دیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رنج و مزہ کو اس کی عبادت سے دور ہو جاتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مل جل جل کر نہیں کرنے لگتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں آدمی پر انعامات کے ذریعہ احسان کرتا

ہوں تو وہ بھائی ہو جاتا ہے، ذکر و طاقت، شکر اور قبول و انکار سے رنج و مزہ پیتا ہے اور جب آدمی کو

کوئی تکلیف، غم اور نقصان پہنچتا ہے تو وہ کسی چیز کی دعائیں کرنے لگتا ہے اور بہت زیادہ دعا مانگتا

کرتا ہے۔ یہ سمجھیں ہو کہ اگر یہ ضروری ضروری کرتا ہے یعنی پریشانی کے وقت نہ صبر سے کام لیتا

ہے اور نہ وقت ملے شکر ادا کرتا ہے۔ اسی تبادلہ بجا ملہ و هو فی المعنی۔

الاعراض - پہلوئی کا معنی اعراض ہے۔

یعنی ایسا شخص جو کچھ کرتا ہے اور گردانی کرتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دوری اختیار

مخالفت اور عصمت نصیب نہ ہو تو ہر شخص اسی عدائی کا دعویٰ کرنے لگے جو فرعون نے کیا تھا اس گمان میں نہیں رہنا چاہئے کہ یہ معتقد فرعون میں تھے تبھی میں تھے میں نہیں ہیں۔ تمام نفوس میں یہ معتقد پھیلے ہیں۔ اس نے اعلیٰ عدائی کا دعویٰ کر دیا اس لئے کہ اس کو کٹ کے جانے کا کوئی خوف اور ڈر نہیں تھا۔ اس سے بڑا اور برتر اس ذمہ پر کوئی تھی نہیں تھا جس کو سر ادا تھا۔ اور آج ہر شخص کا نفس قتل کئے جانے کے خوف سے فرعون کی طرح اعلیٰ عدائی کا دعویٰ نہیں کر رہا ہے۔ اس کی فرعونیت صحت میں تھی۔ اور عدائی تھا ہی نہیں ہے۔ اس کی خاتمہ بھی اور ہمارے پشیدہ ہے۔

جب تک نفس ہے۔ یہ ڈر لگا ہوا ہے۔ اسی نے بزرگوں نے برسوں زندگی گزاری لیکن نفس کی مراد پر ایک قدم بھی نہیں چلے۔ ہمیشہ حق کے لئے اپنے نفس سے ٹھکرتے رہے۔ نفس کے لئے حق سے ٹھکرا نہیں کیا۔ ان حضرات نے اپنے نفس سے ایسی جنگ کی ہے جہاں جیت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے ایسی صلح کی ہے جس میں کوئی جھگڑ نہیں۔ انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی بچکان اور معرفت حاصل کی ہے۔ نفس کا فخر اور اس کی شرافتوں اور مکر و فریب کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ برسوں کی زندگی میں بھی نفس کی خواہش سے اس کو ایک قدم بھی نہیں دیا۔ اور اس کی خواہش پر ایک قدم بھی نہیں چلے۔ وہ رو کر بھوکے پیاتے رہ کر اور بیمار ادویوں کے ذریعہ اس کو ہلاک کیا ہے۔ ساری زندگی دنیا بھر کی نعمتیں رچے ہوئے بھی ایک کھل اور ایک گدڑی پر اکتفا کیا ہے۔ اور گھس کی چٹائیں کھا کر رہ گئے ہیں۔ ایسے لوگوں نے یقیناً سرور کا تکتا فخر وہ جہاں اللہ کی بیروی کی، قارون، خمر و دار و فرعون کی بیروی نہیں کی۔ حدیث شریف میں ہے کہ تمام بہانوں کی بنیاد مخالفت نفس پر ہے۔ اور تمام گناہوں کی جڑ نفس کی موافقت ہے۔ ہرگز ہرگز اس کی موافقت نہیں کرنا بلکہ ہمیشہ اس کی مخالفت میں لگے رہنا۔

قولہ: وقیل النفس لطیفة صو دعة فی هذا القالب وھی محل الأخلاق الملمومة والروح لطیفة صو دعة فی هذا القالب

وھی محل الصفات المحمودة كما ان البصر محل الروية

خوف ہو۔ یعنی نفس اس چیزوں کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

شرح: الرائق العاء الذی بشر علی الریق عدوة ولا یقال للعاء، (وہ عمدہ پانی جو پیا جاتا ہے اس کو رائی کہتے ہیں برخلاف اس کے رقیق ہے جس کا اطلاق پانی پر نہیں ہوتا)۔ یعنی نفس وہ لطیف چشمہ ہے جو دل سے نکلتا ہے اگر اس کو دبا دیا جائے تو اس کی جبری صفت میں وہ ظاہر ہو جائے گی۔ اس کی ہر صفت درون کی طرف لے جانے والی ایک راہ ہے۔ آج آدمی جس کلمہ میں مبتلا ہے وہ انہیں صفات کی وجہ سے ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ دنیا میں اگر درون کا سمودہ کھینا جائے تو نفس کو کچھ جہاں خوشی نہ ملے گی کی چیز نہیں۔

وعلم انها طلبت..... الی آخر جنہیں یہ جانتا چاہئے کہ یہ کچھ اور درست ہے کہ نفس اپنے ذوق میں اللہ تعالیٰ کا کندہ اور اپنے مطالبہ میں اللہ تعالیٰ کا نخل بننا چاہتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا مطالبہ ملے کہ بندے اس کی حمد و شکر کریں اور اسی کی تعریف کریں۔ اور نفس کا مطالبہ یہ ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندے اس کے اوامر و نواہی کی خلاف ورزی نہ کریں۔ اور نفس کا مطالبہ ہے کہ لوگ اس کے اوامر و نواہی کے خلاف نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندے اس کی عبادت اور کرم کی تعریف کریں۔ اور نفس کا مطالبہ ہے کہ لوگ اس کی مخالفت و کرم طوازی کی تعریف کریں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندوں کی رغبت اس کی طرف ہو اور خوف بھی اسی سے ہو، اور نفس کا مطالبہ ہے کہ رغبت ہو تو اس کی طرف اور رونا تو اس سے۔

یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں نہ کہ بندہ کی۔ جب بندہ میں نفس کی یہ صفات کار فرما ہوتی ہیں تو وہ رب ہونے کا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔ کیا دیکھا نہیں کہ جب فرعون نے اپنے کو کچھ کھیل اور ان مشغول سے اپنے کو راستہ سمجھا تو اس کا حکم اعلیٰ کا دعویٰ کر دیا۔ اگر یہ سمجھتا اور دیکھتا کہ میں کچھ نہیں ہوں اور یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں تو وہ اپنے رب ہونے کا دعویٰ ہرگز نہیں کرتا۔ چونکہ نفس کی یہ ساری صفات اس میں موجود تھیں اس لئے عدائی کا دعویٰ کر بیٹھا۔ ہاں ابھی یہ معلوم ہے کہ یہ صفات سب میں موجود ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے

فَلْيَلَا (یعنی اسرا کیل ۸۵)

(یہ روایت کرتے ہیں آپ سے روح کے متعلق آپ انہیں بتائیے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور نہیں دیا آپہیں علم کر تھوڑا سا)

روح اس ربانی سے ہے۔ بہت سارے عقل اولہام نے اس کی اصلیت تک پہنچنے کی کوشش کی مگر سب کے سب ناکام ہو مجبور ہے علم معاملہ روح کے صفات و احوال کی معرفت کا کتاب ہے اس کی حقیقت کو جاننے کا حق ان نہیں ہے۔ روح کے متعلق جو بھی ذکر آیا ہے وہ اس کے احوال و صفات ہی تک محدود ہے۔ اس کی حقیقت کا بیان نہیں ہوا ہے۔ اس لئے کہ وہ یا لطیف ہے جو دراصل آدمی کی حقیقت ہے عالم ہے تو وہی عارف ہے تو وہی مخاطب ہے تو وہی مخاطب ہے تو اسی کی، عنایت ہے تو اسی پر۔ غالب اس کا کہ سواری اور طمس ہے۔ ظاہر انہیں ہے کہ الانسان هو الروح والجسد انسان روح اور جسد کا نام ہے بشر اور ذاب حجاب کا خلق ہاں سے ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت یحییٰ القنادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قل الروح من امر رومی میں مکمل شرح ہے۔ لیکن اہل معرفت ہوں یا اثنان کسی کی اس تک پہنچ نہیں۔ اگر شریعت کی حاجت سے دنیاوی لگی کی رنجہ مارتے نہیں ہوتی تو میں بتا کر روح کیا ہے۔ لیکن غیرت الوہیت چھوڑنے والی نہیں۔ ان اللہ غیور (اللہ تعالیٰ غیور ہے کہ روح کی شرح کرنا ہی غیرت کی وجہ سے حرام کر دیا گیا ہے۔

حضرت امام تفسیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ الا ولاح مصلوۃ ومن قال بقلعہا فهو خطاء عظیمہ (تمام روح مخلوق ہیں اور جس نے بھی نہیں تدم بتایا اس نے بہت بڑی غلطی کی)۔

قولہ: وقیل الروح معدن الخیر والنفس معدن الشر والعقل جیش الروح والہواء جمیش النفس والتوفیق من اللہ مدد الروح والخذلان مدد النفس والقلب فی اغلب الجیشین۔

(ارشاد شیخ ہے) اور کہا گیا ہے کہ روح خیر یعنی بھائی کا معدن ہے اور

والأذن محل السمع والأنف محل الشم۔

(ارشاد شیخ ہے) کہا گیا ہے کہ نفس ایک لطیف ہے جو انسان کے قافل میں پرو کر دیا گیا ہے اور وہ لطیف برے اخلاق کا گل ہے۔ اور روح بھی ایک لطیف ہے جو انسان کے قالب میں ودیعت کر دیا گیا ہے اور یہ ابھی صفات کا گل ہے۔ جیسے آئینہ کیسے کا گل ہے، کان سننے کا گل ہے، ناک بو گھننے کا گل ہے۔ شرح: یعنی اخلاق مذمومہ سے افعال مذمومہ کا صدور ہوتا ہے اور صفات محمودہ سے افعال محمودہ کا۔

جواب صوفیہ کے یہاں صفات مذمومہ کو صفات محمودہ سے بدلنا سب سے اہم کام ہے۔ جب تک صفات محمودہ سے تبدیل نہیں کریں گے برے افعال، اقوال، افعیے افعال، اقوال میں تبدیل نہیں ہو سکتے۔ اور ختام توبہ حاصل نہیں ہو سکتا اسی کو روش کہتے ہیں۔ اور یہی توبہ کی حقیقت ہے۔

روح اور نفس دونوں قالب میں لطیفے ہیں۔ جس طرح عالم میں شیا طین، فرشتے اور بہشت و دوزخ ہیں۔ ہاں ایک خیر کا گل ہے اور دوزخ اثر کا گل ہے۔ اسی طرح نفس و روح میں 'روح' کیسے کا گل ہے اور نفس برائیاں کا گل ہے۔ جس طرح ظہر میں آنکھ کیسے کا گل ہے، کان سننے کا گل ہے اور ناک بو گھننے کا گل ہے۔

نفس بھی ایک لطیف ہے، روح بھی ایک لطیف ہے۔ لیکن دونوں اخلافت میں وہی فرق ہے جو شیا طین کی اخلافت اور فرشتوں کی اخلافت میں فرق ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ روح بہشت میں رہے گی اور کس دوزخ میں۔

اور یہ جو کہا گیا کہ روح وہ لطیف ہے جو انسان کے قالب میں ودیعت کر دیا گیا ہے یہ وہی بات ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید فرقان میں دی ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا

ان ساری باتوں سے بچنا ظاہر ہوا کہ تمام شرارتوں اور بدادوں کی اصل نفس کا طرف ہے اور
 کا فرقوں کرنا غزوہ (جہاد) ہے۔

نفس گیرے سرکش است کنکشتہ گیراں غزا است

تاکشتہ نفس چوں مہرہ بجز مردہ نیست

گو بیات خوب خواہی نفس را گردن یزن

ز انکہ از وے خود قوی تر شوی دشمن دار نیست

(نفس ایک سرکش، تلش پرست یعنی باغی کا فرقہ ہے اس کو کٹنا جہاد ہے باغی نفس جب
 قتل کر دیا جائے تو مردار کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگر خوش گوار زندگی چاہتے ہو تو نفس کی گردن مار دو
 اس لیے کہ اس سے زیادہ طاقت و روکٹی دھراؤ نہیں ہے)

رسول اکرم ﷺ کے شکر گزاری میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا
 و جمعنا من الجهاد الا صغوالی الجہاد الا کبریاں فیل بال رسول اللہ ما الجہاد الا کبریاں
 الا وہی مجاہدۃ النفس میں سب سے چھوٹے جہاد سے سب سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ پنا
 ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جہاد کہا کیا ہے؟ فرمایا عبادہ نفس سب سے بڑا جہاد ہے۔

نفس پوشیدہ دشمن ہے جس کو سوسو نہیں کیا جا سکتا۔ کافر کو مار کے ذریعہ اپنے سے دور
 کیا جا سکتا ہے، شیطان کو ادھول سے ہٹایا جا سکتا ہے لیکن اس کا فرقہ اپنے قریب سے ہٹانے کی
 کوئی صورت نہیں۔ وہ اس کی شرارتوں سے کئی کئی گھنٹہ نہیں۔ نفس کے کفر و فریب سے اللہ کے سوا
 کوئی دوسرا نکال نہیں سکتا۔ اگر سوساں تنگ نفس پھر ڈھارتے رہے اور صرف ایک بار اس کی مراد پر
 چل پڑے تو تمہارے سامنا کرنا دشمن پریشانی کا ہے۔

محبوب رب احسن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو حق تعالیٰ کی قربت سے سرخروا رہیں۔
 طاقت کا اس رسلان جن کے نام سے اور عصمت و پاکیزگی کے تاج کو جن کے فرقہ مبارک پر
 زہب دینے کا شرف حاصل ہے بارگاہ رب العزت سے اتنی سر بلند یوں کے باوجود بھوکے رہ کر

نفس شرح یعنی برائی کا غزن ہے۔ عقل روح کا لشکر اور خواہشات نفس کی فوج

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق روح کی مدد ہے۔ اور ذات و خواری

نفس کی مدد ہے۔ قلب سب ان دونوں لشکروں میں سے اس لشکر کے ساتھ ہے

جو غالب ہوتا ہے۔

شرح: روح خیر کا مدد ان نفس شر کا غزن ہے۔ یہ اسی معنی میں ہے جہ میں نے

پہلے کہا ہے کہ روح صفات محمودہ کا کل ہے اور افعال محمودہ اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ نفس صفات
 مذمومہ کا کل ہے اور افعال مذمومہ اسی سے صادر ہوتے ہیں۔ جیسے بہشت و دوزخ ہے۔ ہر طرح
 کا آرام بہشت میں ہو گا۔ اور ہر طرح کی تکلیف و عذاب دوزخ میں رہے گا۔ لہذا جو
 نفس سے باہر نکلا کہ وہ دوزخ سے نکل گیا۔ اور جو نفس کا شکار ہوا وہ دوزخ میں گرفتار رہا۔

اور یہ جو کہا کہ ایک عقل روح کا لشکر ہے خواہشات نفس کا لشکر ہے اللہ تعالیٰ کی طرف
 سے توفیق روح کی مدد ہے اور ذات و خواری نفس کی مدد ہے۔ ان دونوں میں سے جو غالب ہوتا
 ہے۔ دل اسی کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر خواہشات جو نفس کی فوج ہے اس کا غلبہ ہوتا ہے تو دل اسی کا
 ساتھ رہتا ہے۔ توفیق کے معنی کام کے لائق بنانا اور غذائے معنی ذات و خواری میں دل دینا۔
 حاصل کام یہ کہ دل شیطان اور فریب کے لئے پر کشش ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

دل میں دو جماعتیں ہوتی ہیں یعنی ردیہ یعنی ہوتی ہیں۔ ایک فریبہ والی جس میں خیر کا وعدہ اور
 اللہ تعالیٰ کی تصدیق ہوتی ہے اور دوسری شیطان والی جس میں شر اور اللہ تعالیٰ کی تکذیب ہوتی
 ہے۔ ان دونوں میں ایک دوسرے کو دفع کرنے کی صلاحیت ذاتی ہے۔ دل ان دونوں لشکروں کی
 زور آزمائی کا میدان ہوتا ہے۔ کلونی لشکر اور شیطان لشکر میں ہمیشہ جنگ رہتی ہے۔ یہاں تک کہ
 کسی ایک کو فتح حاصل ہوتی ہے۔ اکثر دونوں کو شیطان لشکر نے جیتا ہے۔ اور وقتی دلوں کا مالک
 بن گیا ہے۔ ایسے دل شیطان و وسوسوں کی وجہ سے باغی ہو گئے۔ یہ شیطان دوسرے جو آخرت پر
 دنیا کو ترجیح دینے کی رغبت دلاتا ہے۔

اے اللہ! مجھے حق کو حق بنا کر دکھا دے اور
اس کی اتباع و پیروی کی دولت سے نواز
دے۔ اے اللہ! مجھے باطل کو باطل بنا کر
دکھا دے اور اس سے گریز و پرہیز کی
دولت سے بہرہ ور فرما دے اور مجھ پر راہ
راست اور گمراہی کے درمیان امتیاز کی
کیفیت نہ ہو کہ میں خواہش نفس اور ہوا
ہوں یا عیروہی میں مبتلا ہو جاؤں۔

جس طرح اہل ایمان کفر سے ڈرتے ہیں، یہ حضرات خواہشات نفسانی کی پیروی سے
ڈرتے ہیں۔ اور کیوں خائف نہیں ہوں۔ کہا گیا ہے کہ لیسس سینک و بیس مسولاک
الاحسوا کہ۔ تمہارے اور تمہارے مولیٰ کے درمیان تمہاری خواہشات حال ہیں اور اس آیت
الْقُرْآنُ مَن اتَّعَدَ اللَّهُ فَوَاه (الانبیاء ۲۳) (ذرا اس کی طرف تو دیکھو جس نے پیالہ بے پناہ
خدا اپنا خواہش کی تمہیراں کی جان پر وہ کرتی ہے جو دوزخ کا قزوں کے ساتھ کرے گی۔
و نسو ذ باللہ من متابعۃ الہوی اور ہم باگاہ خداوندی سے خواہشات نفسانی کی اتباع سے پناہ
کی درخواست کرتے ہیں۔

ایسا شخص جس کے ترکات و مکات خواہشات ہوں اور اس کی اتباع و پیروی سے رنج و
خوش ہو کہ وہ کبیش ہوتے ہوئے بھی حق سے دور ہے۔ اسی کے برعکس ایسا شخص جو خواہشات سے
دور ہو اور اس کی اتباع و پیروی سے نفرت و ہمت خاندیش ہوتے ہوئے بھی حق سے قریب ہے۔

پ تو دل در مسجد است و بے تو باشد در کشت

بے تو دل در دوزخ است و با تو باشد در بہشت

(اگر میرا دل آپ کے ساتھ ہے تو میں کبیش ہوں اور آپ کے بغیر یہ دل بت خاست ہے۔

رد و وصال رکھ کر شب بیداری کر کے ایسے ایسے مجاہدے کئے کہ فرماں آیا ہے میرے محبوب! کیا
میں نے قرآن و کرامی لئے بھیجا ہے کہ آپ اپنے کو بہادت میں شامل دیں۔

جب کسی نے اس کا فرض کو مجاہدہ گوار سے قتل کر دیا اور اس پر شیخ کا مرانی حاصل کر لی
تو اس کو وصول حق کے لئے علم اور سبب نہیں سمجھے اس لئے کہ جو حق سبحانہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے وہ
فصل و کرم سے پہنچتا ہے۔ اور فصل و کرم کو اعمال و انعام سے کیا سر و کار۔ مجاہدہ نفس کی
تعمیر و پاک کرنے کے لئے ہے حقیقت قریب کے لئے نہیں ہے۔ مجاہدہ کی طرف رجوع ہونا بندہ کا کام
ہے اور حق کو پانا حق کے حوالہ ہے۔ مجال ہے کہ مجاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ کو پانے کا سبب بن جائے۔
قولہ: و یعلم أن جملة الأمور ثلاثة أمر بان و شدہ ظاہر فیجب
متابعہ و أمر بان غیہ و اجتناب فیجب مجاہبتہ و امر مشبہ
فیجب متعار کہ الی ان تبین المرشد من الغی من جهة العلم
او من جهة العقل۔

(اشارہ شیخ ہے) اور جانا پانے کے تمام کاموں کا فقہ و حق سون پر ہے۔

۱ ایک کام وہ ہے جس کا شیخ درست ہونا ظاہر ہے جیسے کاموں کی اطاعت واجب ہے۔

۲ دوسرا کام وہ ہے جس کی گمراہی واضح ہے۔ جیسے کاموں سے دور رہنا لازم ہے۔

۳ اور تیسرا کام وہ ہے جو مشتبہ ہے اس کا اس وقت تک ترک نہ ضروری ہے جب تک

اس کی صحت و گمراہی علم و عقل کے دور سے ظاہر اور واضح نہ ہو جائے۔

شرح: حضرت شیخ کے قول کے لئے آیت و بطور دلیل بھیجی کہ رہا ہوں،

و لا تخف ما لیس لک بہ العلم، (یٰٰ سر اکمل ۳۶) (اور نہ ہیر و کی کرو اس چیز

کی جس کا تم میں علم نہیں) ہمیں سے حضرت الیہ کر صبر و یٰٰ فی اللہ صبر نے یہ دعا کی ہے۔

اپنی خواہشات کی مخالفت کرے۔ خواہشات کی مخالفت سے بڑی عبادت کوئی نہیں ہے۔ دُشمن سے پرلا کھونا آدمی کے لئے آسان ہے لیکن خواہشات کی مخالفت آسان نہیں۔

نکایت: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے ایک شخص کو بروایت اترتے دیکھا تو اس سے پوچھا یہ دنیا آپ کو کیسے ملا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ہوا و ہوا میں قدم رکھ دیا اور عوامیں اڑنے لگا۔ (یعنی جب خواہشات کو پامال کیا تو یہ دنیا مجھے بہشت بنا۔)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا حق تعالیٰ مجھے بہشت و دوزخ میں سے کسی ایک کا اختیار کرنے کی اجازت دیتا تو میں دوزخ کا اختیار کرتا اس لئے کہ وہ خواہشات سے دور ہے۔ جب حضرت ثعلبی کی یہ بات حضرت خلیفہ جلیل رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا ہلنا کلام الاطفال۔ یہ بچوں کی بات نہیں ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا حضور اس معاملہ میں کیا فرماتے؟ ارشاد ہوا اگر مجھے اختیار دیا جاتا تو میں کتابیں تو بندہ ہوں اور بندہ کو کوئی اختیار کہاں کہ وہ اپنی مرضی کو منگل دے۔

مرید کا پہلا کام یہی ہے کہ ہر وہ کام جس میں خواہشات کی مخالفت ہوا اسے اختیار کرے اور جو خواہشات کے موافق ہو اور جس سے نفس کو لذت ملے اس کی طرف ہٹے نہ ہو۔ جب کہ حضرت ثعلبی کے حال سے ظاہر ہو رہی تھی کہ اس کی بلوغت یہ ہے کہ وہ اپنی جانب سے کچھ اختیار نہ کرے بلکہ کسی کو اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کیا ہے جیسا کہ حضرت خلیفہ جلیل کے حال سے ظاہر ہوا۔

قولہ: وعلی المرید ان یجتہد فی تبدیل أخلاق النفس کا لکبر والمغل والحصر و طول الأمل والحسد والمراء والصناعة والغیبة والتھول و سوء الظن والواقحة و غیر ذالک من الاخلاق الذميمة یضدھا عن الأخلاق الحميدة.

(ارشاد شیخ ہے) مرید پر واجب ہے کہ وہ نفس کے اخلاق کو بد لئے کی پوری پوری

اگر دل آپ سے غافل ہے تو یہی دوزخ ہے اور اگر دل آپ کے ساتھ ہے تو یہی میری بہشت ہے)

قولہ: وقیل اذا عرض لک امران شکک فی خیرھما فانظر فی الجعلھما من ہواک فالہ خیر.

(ارشاد شیخ ہے) اور کہا گیا ہے کہ جب تمہارے سامنے ایسے دو کام آجائیں جن کے خیر ہونے میں تم مشکوک ہو جائے کہ کون کام اچھا ہے تو تم کو دیکھنا چاہئے کہ دونوں کاموں میں سے کون سا کام تمہاری خواہشات نفسانی سے دور ہے جو دور ہے وہی بہتر اور اچھا کام ہے

شرح: اس کو یوں سمجھئے کہ اگر ایسا کھانا ہے جو شریعت کے رو سے جائز ہے لیکن عزیمت (حیث) کے اعتبار سے جائز نہیں ہے تو یہاں پر عزیمت کے اعتبار سے عمل کیا جائے اس لئے کہ وہ خواہشات سے زیادہ دور ہے۔ اسی طرح اور دوسری باتوں کو سمجھا جائے۔

بندہ کے لغوی معنی اہل کے دل میں اس وقت تک شیطان کی کنڈھیں ہو سکتی ہے۔ جب تک اس میں کٹاؤ نہ ہو خواہش پیدا نہ ہو۔ جب بندہ کو خواہشات نفسانی کی پہنچی ہو جاتی ہے تو شیطان اس کی گھیر لیتا ہے اس کے دل کو کھاتا ہے، ستوراتا ہے اور پورے طور پر اس کے دل پر جلا لگن ہو جاتا ہے، باقی کو دھواں کہتے ہیں۔ یعنی ایسا خواہشات سے ہوتی ہے وہ الہادی ظالم گناہ کی ابتدا کرنے والا سب سے برا عالم ہے۔

شیطان نفس کی حقیقت اور بندہ کی خواہشات پر ہوتا ہے جیسا کہ سر و کائنات محمد ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس پر شیطان نے ظلم نہیں کیا ہے یعنی ہر شخص کی خواہشات اس پر غالب ہے ہوائے (حضرت) عمر کے انہوں نے خواہشات پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔

خواہشات سے طہیت آدم کی ترکیب ہوتی ہے اور فرزند ان آدم کی جان کے لئے راحت کا سامان ہے۔

حضرت خلیفہ جلیل رحمۃ اللہ علیہ سے انگوں نے پوچھا لو صل قال تو رک ارنکاب الہو سخی. جو شخص وصل حق کی عزت و تکریم سے سرخرازا ہونا چاہتا ہے اس سے کہہ دیا جائے کہ وہ

طریقت میں اخلاق مذکورہ کو اخلاق محمود سے تبدیل کئے بغیر ملوک طے نہیں ہو سکتا۔ صفات، افعال کا مصدر ہے یعنی افعال، صفات نے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اندرونی صفات برے ہیں تو ظاہری افعال اٹھنے کیسے ہوں گے۔ اگر اندرونی صفات اچھے ہیں تو ظاہری افعال برے کیسے ہوں گے۔ عمل اداء بتو شرح بمعافیہ۔ برتن سے دھو لکنا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

کھٹیم بروحت ذکر لکھن حرچہ دود می تراود چہ کم در لوند کن است

(میں نے جب اس سے کہا کہ تمہارے لبوں پر صرف اسی کا ذکر کرتا ہے تو اس نے کہا

میں کیا کروں میرے برتن میں جو ہے وہی باہر آتا ہے)

جب تک کوئی صفات مذکورہ کو صفات محمود سے تبدیل نہیں کرے گا اس کے برے افعال نیکہ افعال سے تبدیل نہیں ہوں گے۔ سرید جب اس کام میں لگا رہے گا تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ ملوک میں لگا ہے اور اپنے میں مشغول ہے۔ حق کے ساتھ اس کی مشغولیت نہیں ہے۔ ہاں ادا حق کے ساتھ مشغول ہونے کی تیاری میں ہے۔ جیسے کوئی وضو بنا رہا ہے اس وقت رخصت نہیں نہیں ہے لیکن نماز کی مشغولیت کی تیاری میں مشغول ہے۔

لہذا جس کو یہ کام نصیب ہو گیا یعنی برے اخلاق کو اچھے اخلاق میں بدلنے کی توفیق ہوئی تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ دولت اس کے کام لگھوئی گئی اور جس کو یہ کام نصیب نہیں ہوا اور توفیق نہیں ملی تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ دولت اس کے نام نہیں لکھی گئی ہے۔ معصیت کی خاک اس کو اپنے سر پر ڈالنا چاہیے۔ اس کے سر کو اگر کر سکتا ہے الصلوات لا یغیر والصلوٰۃ لا ینزید ولا یقص۔ علم الہی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور تقدیر یعنی اللہ نے جو قدر کر دیا ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

وصل خاصاں راست کن را تاں تمام بخت بد۔ مخرج من اندازہ اوار من کار ہے یہ نہیں

(وکل تو خاص لوگوں کا حصہ ہے مجھ کو نصیب کا شمار ان لوگوں میں کہاں ہو سکتا ہے۔

میری بارگاہی کا اندازہ میرے کاموں سے لگایا جائے)

کوشش کرے جیسے مجبور خیانت، لالچ، لہی، لہی امیدیں، حسد و شہی، جنگ و جدال، بغیثت، اختلاف، ہو گمانی، بے شرمی، غیورہ۔ یہ سب اخلاق ذمیرہ ہیں ان کا اخلاق تہمدہ سے بدلا جائے۔

شرح: اخلاق مذکورہ کو اخلاق تہمدہ سے بدلا جائے جیسے مجبور و شہی سے بدل دے، خیانت کو امانت داری سے بدل دے، لالچ کو تقاضا سے بدل دے، درازی امید کو کوتاہی عرصہ سے بدل دے اس حد تک کہ جب بھی بدو یہ سمجھے کہ شام تک نہیں رہے گا اور جب شام ہو تو سوچے کہ صبح تک نہیں رہے گا۔ طول میں طویل امیدیں آخرت کی زندگی کو فراموش کر دیتی ہیں۔ اور موت کی تیاری سے غفلت میں ڈال دیتی ہیں۔ اسی طرح بدو یہی کی خبر خواہی سے بدل دے۔ کسی دنیاوی چیز کے لئے کسی سے حسد نہ ہو۔ اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھاجاتی ہے جس طرح آگ کھوئی کو لوانی جھکوا اور دشمنی کو صلح سے بدل دے۔

الجدال: دیکھتے ہیں جنگ و جدال نہ ہو۔ ہاں باجست یعنی دلیل قائم کرنے کے لئے ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص غصہ حق کے لئے دلیل طلب کرے کہ اس کے دلیل پیش کرنے سے حق ظاہر ہو جائے تو ایسے شخص کو جہاد یعنی جھگڑا نہیں کہیں گے۔ جھگڑے کو تسلیم سے بدل دے۔ قطع قلع اور غیبت کو ایمان والوں کی تعریف و ستائش سے بدل دے۔ در آدیوں کے درمیان نفرت ڈالنے کو دونوں کے درمیان صلح کرنے سے بدل دے۔ التھویش الاغواء یعنی التماس، بدگمانی کو خوش گمانی سے بدل دے اور بدگمانی سے پرہیز کرے۔ کسی کا نقصان نہ چاہے۔ بلکہ نقصان اور خطر کو اپنی طرف سے سمجھے۔ اپنے کو تمام لوگوں میں سب سے برا سمجھے۔ دوسروں کو اپنے سے اچھا نیک اور صالح سمجھے، اگر کسی کی برائی کو دیکھے تو اس برائی کو اپنے نیک سمجھ دے۔ ورنہ کسی کو کچھ پریشانی آجائے تو اس کی پریشانی کو اپنی طرف منسوب کرے۔ اگر کسی کو کچھ فائدہ پہنچے تو اس فائدہ کا دیر دوسروں کو سمجھے۔ شوقی (بے شرمی) کو شرم سے بدل دے۔

اسی طرح سارے برے اخلاق کو اچھے اخلاق سے بدل دے۔ یہ کام طریقت میں سرید کے لئے اسی طرح ہے جس طرح وضو نماز کے لئے۔ بغیر وضو نماز نہیں ہو سکتی اسی طرح

اگر بری صورتوں میں سے کوئی ایک صفت بھی آدمی کے اندر موجود ہے تو سمجھ جائے کہ وہ

شیطان کے لئے نکلا راستہ ہے جس سے شیطان اس تک پہنچ جاتا ہے۔ اور دوسرا ڈالنا ہے۔ جب تک کوئی ایک بری صفت بھی باقی ہے دوسرا باقی ہے۔ اور جب بری صورتوں کو اچھی صورتوں سے بدل دے گا تو شیطانی دوسرے کی راہ منقطع ہو جائے گی تحقیقاً لادلائل۔

منقطع ہوجانے سے مراد یہ ہے کہ اس پر دوسرے کا فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ نفس دوسرے میں انبیاء اولیاء اور سارے لوگ برابر ہیں۔ مگر انبیاء اور اولیاء پر شیطان کے دوسرے کا فائدہ نہیں ہوتا۔ یعنی دوسرے کا جادو ان پر نہیں چلتا۔ کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے احکام اور فرمان کو شیطانی دوسرے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اسی کے برعکس عوام ہیں جو شرعی احکام پر اپنی خواہشات کو اولیت دیتے ہیں۔ اور اس وجہ سے شیطان کے دوسرے کا جادو ان پر چل جاتا ہے۔ انبیاء اولیاء کے دوسرے اور عوام کے دوسرے میں یہی فرق ہے۔

تعاہت صوفیہ کے نزدیک اخلاق کی تبدیلی کو گردش کہتے ہیں۔ اس کی اصل یہی ہے۔ گردش کے بغیر بزرگی کی روشنی نمودار نہیں ہوتی۔ اور جب تک نفس کا کوئی خالصت کی تلواری سے ذرا نہیں کرتے یہ گردش حاصل نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ ہر اکسین نے اپنے نفس کے ساتھ ایسی جنگ کی ہے جس میں صلح نہیں۔ برسوں گزر جانے کے باوجود نفس کی ایک بھی نفسانی خواہش پوری نہیں دیتے۔ اور ایک قدم بھی اس کی خواہش کے مطابق نہیں چلتے۔ نفس کی تبدیلی و تحجیر کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں سب کو برتنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب تک صفات دوسرے میں سے کوئی ایک صفت بھی باقی ہے بت دربار باقی ہے۔ طالب کے لئے جو حجاب ہے وہ بت و زبانی ہے اور اس کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ پتھر کی صورت ہی ہو۔



SHARH-E-ADAB-UL-MUREEDEEN

By:

Makhdoom-e-Jahan Sheikh Sharafuddin Ahmad Yahya Maneri

Maktabah-i-Sharaf, Khanaqah Hazart-i-Makhdoom-i-Jahan, Biharsharif, Nalanda (Bihar)

Designed & Printed by: PARAS PUBLICATION PVT. LTD., Hajipur Industrial Area, Hajipur (Varanasi), Mo. 9385123483